میری روح میں اتر زرا
تحریر: عنایہ احمد

READER BURAQ

کلاس میں اودھم مچا ہوا تھا۔کوئی گروپ باتوں میں مصروف تھا۔کوئی گروپ گانے گا رہا تھا۔پڑھاکو بچے کان لپیٹے پڑھنے میں مصروف تھے۔تبھی وہ اندر داخل ہوئی تھی پنک کرتے اور ٹراوزر میں۔حجاب لپیٹا ہوا تھا۔آنکھوں پہ گلاسسز چڑھائے ہوئے تھے جو اسکی کیوٹنس میں اور بھی اضافہ کرتے تھے۔شولڈر پہ بیگ تھا۔اور خوشگوار موڈ میں اندر داخل ہوئی تھی اور اونچی آواز میں سب کو شوخی سے ہیلو کہا تھا۔ساری کلاس نے آواز کے تعاقب میں داخل دیکھا تھا اور سب نے گرم جوشی سے جواب دیا تھا۔سوائے چند ایک کے (ماہم بھی ان میں شامل تھی)۔

نیکسٹ سمسٹر کے بعد آج سب ملے تھے اور یہ تو انکی کلاس کی ایک شرارتی ترین لڑکی تھی۔

وہ سب سے ہیلو کرتی اپنے ٹولے کی طرف چلی گئی تھی جو سیکنڈ رو میں بیٹھا ہوا تھا۔

سب سے اچھلتے ہوئے ہاتھ ملاتے ہوئے وہ اپنی ازلی پر جوش انداز میں ملی تھی۔

"سلام کرو لڑکی۔" مقدس نے اسے آنکھیں نکالتے ہوئے ہمیشہ کی طرح نصیحت کی تھی۔ اور اس نے جان بوجھ کے ہی مقدس سے ہیلو کہا تھا۔ کیونکہ وہ اسکے چڑنے سے واقف تھی۔ اسنے ہنستے ہوئے اسکے ابھرے ابھرے گالوں کو چھوا تھا۔

سارے گروپ میں مقدس کا وجود زیادہ بھاری تھا بقول رباب مجتبی کے۔

"اور بد تمیز تم تو بھول ہی گئی تھی مجھے کسی meme میں بھی ٹیگ نہیں کیا۔" نشا سوشل میڈیا کی دیوانی کا اعتراض حاضر تھا۔

"کیونکہ یہ اپنے نئے کرش کو سٹاک کرنے میں مصروف تھی۔" یہ آواز فضا کی تھی۔

"فضا پیٹ کی ہلکی عورت۔" رباب اسکی طرف خوفناک تیور سمیت بڑھی تھی۔

"ارے ارے آتے ہی خون خرابہ۔ سکون سے ایک منٹ بیٹھ لو۔" مناہل نے سب کو گھورا تھا اور رباب کو پکڑ کے اسکی سیٹ پہ بیٹھایا تھا۔

ان چھ لڑکیوں کا گروپ انٹر سے تھا۔اب وہ بی بی اے کے فورتھ سسٹر میں آ چکیں تھیں۔رباب ،مقدس ،نیہا، مناہل، نشا اور فضا۔
اب وہ پوری طرح سے گپیوں میں مگن ہو گئیں تھیں۔اور ایک دوسرے سے ایک ایک پل کی باتیں شئیر ہو رہیں تھیں۔

یونیورسٹی کے احاطے میں گاڑی آ کے روکی تھی۔چند سکینڈ بعد وہ باہر نکلا تھا۔آنکھوں پہ گلاسز چڑھاتا۔بلیک سوٹ پہنے ہوئے تھا ہاتھ پہ گاڑی باندھی ہوئی تھی۔بالوں کو نفاست سے سنوارا گیا تھا۔چہرہ پہ ایک سنجیدگی تھی جو اسکی طبیعت کا خاصہ تھی۔مگر ماتھا کسی بھی قسم کے بل سے پاک تھا۔
گاڑی کو لاک کیا ایک ہاتھ میں فولڈر تھا۔ایک سٹائل سے اپنے کوٹ کا دوسرا بٹن ٹھیک کرتے وہ اپنی مخصوص شاہانہ چال چلتا ہوئے آگے بڑھا۔
کئی لوگوں کی نظروں کا مرکز بنا ہوا تھا۔وہ سیدھا چلتے ہوئے جا رہا تھا۔ہر طرف سے بے نیاز تھا یہ بے نیازی اسکی طبیعت کا حصہ تھی۔پاکٹ سے سیل نکالا اور نمبر ملا کے کان کو لگاتا اپنے آنے کی اطلاع دیتے وہ لابی کی طرف بڑھا تھا۔
راستے میں واؤ جیسے کمنٹس بھی اسکے کانوں میں پڑے تھے مگر اسکو کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ڈائریکٹر کے روم میں داخل ہوا تھا جہاں چند اور لوگوں سے ملاقات کے بعد

وہ باہر نکلا تھا اور اب ڈیپارٹمنٹ کا رخ کیا تھا ۔ہر طرف شور و غل تھا ۔کوئی کیفے کی طرف جا رہا تھا تو لیب کی طرف ۔کوئی لیپ ٹاپ اٹھائے ٹیچرز کے پیچھے بھاگ رہا تھا تو کوئی گرل فرینڈ کے پیچھے ۔

کوری ڈور میں انٹر ہوا تھا ۔اور دو کمرے چھوڑ رائٹ سائیڈ کے تیسرے کمرے کے آگے روکا ۔

روم نمبر ۱۰۱ ۔

اندر داخل ہوا تھا اندر اودھم مچا ہوا تھا ۔اسے آتے دیکھ جو جہاں تھا وہی تھم گیا تھا۔ایک سیکنڈ تو ماحول پہ سکوت طاری ہوا تھا ۔پھر سب کو ہوش آیا تھا اسکو ڈائس کی طرف بڑھتا دیکھ کے۔اور اسکے ہاتھ میں فولڈر دیکھ کے ۔سب اپنی نشتوں کی طرف لپکے تھے۔اس دوران اگر کسی کو ہوش نہ تھا تو وہ تھی رباب مجتبیٰ ملک ۔

اسے یونیورسٹی کا ہر ٹیچر جانتا تھا ۔اور اسکی شرارتوں پہ بھی اسکو ڈانٹ نہ پڑتی تھی کبھی کبھی ہلکی پھلکی پڑ بھی جاتی تھی ۔سب لوگ کھڑے ہو گئے تھے اس نئے بندے کو دیکھ کے مگر رباب اپنے کام میں لگی تھی ۔وہ اپنے بیگ سے ربڑ ڈاک نکال چکی تھی جن سے سیٹی کی مختلف آواز نکلتی تھی۔نہ صرف نکال چکی تھی بلکہ اپنے سے آگے بیٹھی کلاس فیلوز کی سیٹ پہ رکھ چکی تھی بہت صفائی

سے کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے۔ اپنے دائیں طرف بیٹھی مقدس (بقول اسکے کدو) کی سیٹ پہ بھی ایک رکھی تھی۔ اور بائیں طرف بیٹھی فضا کی سیٹ پہ۔ کل ملا کے پانچ لوگوں کی سیٹیس پہ رکھ کے ہاتھ جھاڑتی وہ اب سامنے متوجہ ہوئی تھی۔ سب یونہی کھڑے تھے یہ کام اسنے کوئی تیس سکینڈ سے بھی کم وقت میں کیا تھا۔ اب خود بھی کھڑی ہوئی تھی۔ اور سامنے دیکھا جہاں ایک اجنبی چہرہ تھا۔ وہ حیران ہوئی اسکو دیکھ رہی تھی یہ تو وہ ہی تھا۔

وہ سامنے چہرے پہ ناگواری لیے کھڑا کلاس کا ڈسپلن دیکھ رہا تھا۔ کلاس میں اب خاموشی تھی۔

"سِٹ ڈاون۔ ایوری ون۔" اسنے کہتے ہوئے ایک نظر کلاس پہ ڈالی تھی۔ رباب اسکو یہاں دیکھ کے حیران تھی اسے تو یہ ہی تھا کوئی پرانا ٹیچر ہی ہو گا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی یا کچھ کرتی۔ سیٹی کی مختلف دھنیں گونجی تھی کلاس میں خاموشی کی وجہ سے آواز زیادہ محسوس کی جا سکتی تھی۔

ٹی۔ٹو۔ٹی۔ٹی۔ٹو۔۔۔۔ ایسے ہی بے ہنگم آوازیں تھیں۔ سب کو ہنسی کا دورہ پڑا تھا۔ رباب تو اب ہنس بھی نہ پائی تھی۔ جن کی سیٹیوں سے آواز آئی تھی انہوں نے فورا سے اٹھ کے وہ ڈاکس اٹھائی تھیں۔

"کوائٹ ۔" وہ دھاڑا تھا۔ اسکا غصہ دیکھ سب خاموش ہو گئے تھے اور رباب بھی اپنی سیٹ پہ بیٹھی تھی اب وہ چھپنے کی کوشش میں تھی۔

"ہو ڈِڈ دس ۔۔؟ ہیری اپ ٹیل می ۔۔" وہ غصے سے بولا تھا۔ اور کلاس کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔ رباب کو کچھ سمجھ نہ آئی تھی۔ نا سمجھی میں اسنے اپنا ہاتھ اٹھا دیا تھا۔ سب نے اسکو گھورا کہ کیا ضرورت تھی بتانے کی۔

"سٹینڈ اپ اینڈ گیٹ آوٹ فرام مائے کلاس ۔۔" ارتضی نے اسکو کہا تھا۔ خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے۔

"سر ایکچوئلی ۔" ۔ اسنے اپنی وضاحت میں کہنے کو منہ کھولا تھا۔

"آئی سیڈ لیو ۔ ناؤ ۔۔" وہ ایک بار پھر دھاڑا تھا۔ اس سے بھی اب مزید برداشت نہ ہوا تھا۔ اور وہ اپنا بیگ اٹھائے ایک منٹ کی تاخیر کیے بغیر نم آنکھوں سے باہر بھاگ گئی تھی۔ اسکی فرینڈز افسوس سے بیٹھی ہوئیں تھیں۔ آج سے پہلے بھی وہ ایسی کئی شرارتیں کر چکی تھی مگر کسی ٹیچر نے اتنا برا نہ ڈانٹا تھا۔

"اسلام علیکم ! مائے نیم از ارتضی حیدر ۔ آئی ایم یور نیو انسٹرکٹر۔" ارتضی نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

"مائے آئی آسک سم تھنگ۔" ایک آواز پہ ارتضی نے سر اٹھا کے دیکھا تھا۔وہ آواز ماہم کی تھی۔جو رباب کی انسلٹ پہ دل و جاں سے خوش ہوئی تھی۔

"یس شیور۔" اسنے اپنے پروفیشنل لہجے میں کہا تھا۔

"سر آپ کی ایجوکیشن۔" ماہم نے اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ایم۔بی۔اے۔آئی تھنک دس از اینف۔" ارتضی بولا تھا۔

"بٹ میں ایک چیز پہلے دن ہی کلئیر کرتا جاؤ۔مجھے ڈسپلن چاہیے کلاس میں۔آج تو پہلا دن تھا۔سو اگنور کر رہا ہوں۔بٹ نیکسٹ ٹائم بی کئیر فل۔اور آج جو کلاس میں حرکت ہوئی ہے وہ آئندہ نہ ہو۔" وہ کہتے ہوئے لیکچر دینے کو موڑا تھا۔

کلاس ختم ہونے سے دس منٹ پہلے اسنے لیکچر ختم کیا تھا۔اور سب سے اب وہ انٹروڈکشن لے رہا تھا۔یوں پہلی کلاس کا اختتام ہوا تھا۔

چودہ سال کی بچی آنکھوں میں آنسو لئے پلر کی اوٹ سے یہ دل دہلا دینے والا منظر دیکھ رہی تھی۔کبھی خود بھی پلر کی اوٹ میں چھپ جاتی تھی اور کبھی اپنے سات سالہ بھائی کی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے اس سے یہ منظر مخفی رکھنے کی کوشش کرتی۔کتنا جان لیوا منظر ہوتا ہے جب اپنے خون کے رشتے ہی مان کا خون کرتے ہیں۔دل کرتا ہے کہ سانسیں ہی تھم جائیں۔سامنے منظر میں کوئی اور

لوگ نہ تھے بلکہ اسکا سگا باپ تھا جو کہ اپنی نئی بیوی آنے کی خوشی میں پرانی بیوی پہ چیخ رہا تھا۔اسے دھتکار رہا تھا۔اور اس بچی کی ماں ہارے ہوئے جواری کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی ۔قسمت بھی کبھی کبھی بہت کاری وار کرتی ہے ۔

شہ رگ کاٹتی محسوس ہوتی ہے۔سانسوں کی ڈور ٹوٹنے لگتی ہے۔یوں لگتا ہے کہ جیسے اب بس ۔سانسوں کا سفر ختم ہوا چاہتا ہے۔مگر نہیں ابھی حکم الٰہی ہی نہیں آیا ۔

ملک کنسٹرکشن اینڈ انٹرئیر ڈیزائن کے سامنے بلیک لینڈ کروزر آ کے روکی تھی ۔اس کمپنی کا شمار دوبئی کی ٹاپ لسٹ کمپنیز میں ہوتا تھا۔ایک بلندو بالا عمارت ۔جس کے اندر باہر شیشے کا ہی کام تھا۔

ڈرائیور باہر نکلا اور دروازہ کھولا۔

لائٹ گرے کلر کے سوٹ میں لائٹ بلو کلر کی شرٹ میچنگ ٹائی ہاتھ میں مہنگی گھڑی تھی ۔آنکھوں پہ گلاسز چڑھائے ہوئے تھے۔نفاست سے بال سجے ہوئے تھے ۔دراز قدوقامت ۔وہ وجیہہ سا مرد ۔ایک خوبصورت عربی ہی معلوم ہو رہا تھا۔

"اسلام علیکم ۔سر آرب ۔" اسکا مینجر جو اسکو دیکھتے ہوئے فوراً اسکی طرف بڑھا تھا۔

"وعلکیم اسلام۔"

آرب ملک نے سلام کا جواب دیا تھا اور اندر کو قدم بڑھا دئیے تھے ۔اور مینجر حماد معمول کے مطابق اسکو اہم باتوں سے آگاہ کرنے لگا تھا ۔وہ گلاس ڈور سے اندر گئے تھے جو آٹو میٹک تھا۔

اند گہما گہمی تھی۔ہر کسی کو جلدی تھی ۔کیونکہ انکو اپنے باس کا مزاج پتہ تھا جو کہ کسی کام میں کوتاہی برداشت نہ کرتا تھا۔اور وقت کی پابندی نہ کرنے والوں سے اسکو سخت چڑ تھی۔کام کے معاملے میں وہ بہت سٹرکٹ تھا۔ہر کوئی جلدی میں تھا ۔باس کو دیکھ کے سب سلام کر رہے تھے۔

وہاں ایسٹرن ڈریس میں موجود اسکی غیر ملکی سیکرٹری لارا اسکو دیکھ کے اسکی طرف آئی تھی ۔ہاتھ میں ٹاب اور فائلز لئے ۔

"گڈ مارننگ مسٹر آرب۔" اسنے کہا تھا ۔

"گڈ مارننگ ۔"آرب نے جواب دیا تھا۔اب حماد کا کام یہاں تک ہی تھا وہ اپنے آفس کی طرف موڑ گیا تھا۔اس کمپنی کے تین فلور تھے اور ہر فلور میں آرب کے لیے تین آفس تھے مگر وہ سیکنڈ فلور والے آفس میں ہی ہوتا تھا۔

اب وہ لفٹ کی طرف بڑھا تھا۔ اور لارا بھی ساتھ تھی۔ وہ اسکو آج کا شیڈول بتا رہی تھی کہ کس کس کے ساتھ میٹنگز تھے۔ کون کون سے پروجیکٹ میں کتنا کام ہو چکا ہے اور کتنا باقی ہے۔ کون سا نیو پروجیکٹ سائن کرنا ہے۔ کس کس سے ملنا ہے۔ کون کون سی اہم ای میلز ہیں۔ اس طرح کی ساری اہم باتیں۔

سیکنڈ فلور پہ جا کے وہ لفٹ سے نکلا تھا اور سیدھا آفس میں آگیا تھا۔

کچھ دیر بعد لارا بھی ڈور کو دھکیلتے اندر داخل ہوئی تھی۔ آرب اپنے چئیر پہ آگیا تھا اور ضروری ای میلز چیک کرنے لگا تھا۔

"سر اب سے دس منٹ بعد میٹنگ ہے۔" لارا نے انگلش میں ہی اسے بتایا تھا۔ اسنے ہہم بولا اور ہنوز کام میں مصروف رہا تھا۔

"Ok you can go now.i'll be there." آرب نے کہا تھا۔

اور کافی اٹھا کے پینے لگا تھا جو لارا بنا کے اسکے ٹیبل پہ رکھ چکی تھی۔ اور لارا باہر نکل گئی۔

آرب ارتضی ملک اونر آف ملک کنسٹرکشن اینڈ انٹرئیر ڈیزائن۔ اسنے تھوڑے ہی عرصے میں اپنے بزنس کو اسٹبلیش کر کے اپنی قابلیت سے سب کو حیران کر دیا تھا۔ آج یہاں کی بڑی بڑی کمپنز انکے ساتھ پروجیکٹ کرنے کو اپنی خوش قسمتی گردانتی تھیں۔ آرب کی پہلی ترجیح پاکستانیوں کو اپنی کمپنی میں روزگار دینے کی

تھی۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اسکے ملک کی مٹی بہت زرخیز ہے۔مگر مواقعوں کی قلت ہے۔

یہی وجہ تھی کہ اسکی کمپنی میں زیادہ تر لوگوں پاکستانی ہی تھے۔

حماد اسکا مینجر بھی اسلام آباد سے تھا۔یہاں کا بزنس ٹائیکون تھا آرب ارتضی ملک۔

وہ چاروں سر کے جاتے ہی رباب کی تلاش میں بھاگی تھیں۔

"کدھر چلی گئی یہ لڑکی۔"مناہل نے پریشانی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔جو کہی نظر نہ آرہی تھی۔

"کیفے میں ہوگی۔"مقدس نے کہا تھا۔

"تمہارے دماغ میں بس کھانے پینے کی چیزوں اور جگھوں کا نام ہی ہوتا ہے۔"فضا نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"اوہوں تم دونوں تو چپ کرو۔چلو وہ پچھلے سائیڈ والے گارڈن میں ہوگی۔"نشا نے ان سب کو چپ کرواتے ہوئے کہا تھا۔وہ جانتی تھی جب بھی اسکا موڈ خراب ہو تو وہ ڈیپارٹمنٹ کے اس حصے کی طرف آتی ہے۔

جہاں رش کم ہوتا تھا۔یہاں چھوٹا سا ایک گارڈن تھا۔

سب جلدی سے اس طرف بڑھی تھیں وہ واقعی ہی بیگ آگے رکھی وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔

"وہ واقعی ہی بھائی کا فرینڈ ہی تھا۔مغرور،نک چڑھا۔بے مروت انسان نے پہچاننا تو دور بے عزتی ہی کر دی۔

میں جا کے بھائی کو بتاوں گی۔" وہ روہانسی ہوئے بڑبڑائی تھی۔

"اوے کیا بول رہی ہو اکیلے اکیلے۔" مقدس نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"کچھ نہیں تم لوگ کیوں آگئیں اپنے چہیتے سر کی کلاس سے۔" رباب نے سبکو آنکھیں نکالتے ہوئے کہا تھا۔

سب ہنس پڑیں تھیں۔

"ہنسو مت۔۔" رباب نے انکو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"یار ویسے کیا پرسنالٹی ہے سر کی واہ۔ایک دم ہیرو لگے تھے۔" نشا نے کہا تھا۔

"نشا دفعہ ہو جاو یہاں سے اپنا سر نامہ لے کے۔میں ہرگز کل سے انکی کلاس میں نہیں آوں گی۔بھلا یہ کیا بات ہوئی ایک شرارت ہی تو کی تھی ڈانٹ دیتے مگر کلاس سے ہی نکال دیا۔میں ڈائریکٹر سے بات کروں گی۔" رباب کو اپنی بے عزتی ہضم نہ ہو رہی تھی۔

"یار کیوں بات کو بڑھا رہی ہو۔وہ ٹیچر ہیں ہمارے تو وہ ڈانٹ سکتے ہیں ۔اور ویسے بھی یہ انکا پہلا دن تھا ۔تو یو نو بچوں کو بھی تو کنٹرول میں رکھنا ہوتا ہے ناں شاید اسلیے وہ روڈ ہوئے ہوں ۔"مناہل نے اسکو ٹھنڈا کرنے کو دلیل دی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں پتہ میں ڈرائیور کو کال کی ہے وہ آدھے گھنٹے تک آجائے گا میں واپس گھر جاوں گی ۔وہ ماہم پتہ ہے کتنا ہنس رہی تھی۔اور تمہیں بہت پتہ ہے کہ انکا پہلا دن تھا۔"ساتھ ہی اسنے مناہل کو گھورا تھا۔

"ہاں تو آج سے پہلے کبھی یونی میں نظر آئیں تھے کیا ؟تو اسکا یہ ہی مطلب کہ وہ نیو ہی ہیں ۔آج انکا فرسٹ ڈے۔"مناہل نے منہ چڑاتے ہوئے کہا تھا۔

سب کے منع کرتے کرتے بھی وہ نیکسٹ لیکچر لیے بغیر ایک گھنٹے تک جلی بھنی گھر آگئی تھی۔

کیونکہ سر ارتضی کے لیکچر کے بعد والی سلاٹ فری تھی ۔اسکے بعد لیکچر تھا۔

وہ جلتی بھنتی گاڑی سے نکل کے گھر کے اندرونی حصے میں داخل ہوئی تھی۔سامنے ہی تختے پہ بی جان براجمان تھی۔ٹی وی لاوئج کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

دیواروں پہ خوبصورت سا پینٹ تھا۔اور پینٹنگز لگی ہوئیں تھیں۔ایک طرف تختہ پڑا ہوا تھا۔

اور دائیں بائیں لگژری صوفے پڑے ہوئے تھے۔سینٹر میں ایک ٹیبل پڑی ہوئی تھی۔

رباب جب اندر داخل ہوئی تو بی جان پوتی کا چہرہ دیکھ کے اندازہ لگا چکیں تھیں کہ آج پھر کچھ کر آئی ہے۔

"آج کس کی عزت اتار آئی ہو۔"بی جان نے وہاں سے ہی آواز لگائی تھی۔وہ پہلے ہی جلی ہوئی تھی۔

لاونج میں بیٹھے لوگوں پہ بھی دھیان نہ دیا تھا۔کہ کون کون ہے یہاں۔غصے میں وہ ایسی ہی ہو جاتی تھی۔

"آج اتروا کے آئی ہوں۔اس لیے مجھے چھڑیں بھی مت۔"وہ کہتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی جو اوپر والے پورشن میں جاتیں تھیں۔اسکا کمرہ اوپر ہی تھا۔

"بتا تو جا کون جگرے والا بھیجا ہے اللہ نے۔"بی جان کب کم تھیں۔

"تھا ایک پروفیسر کھڑوس۔یاد مت کروائیں مجھے وہ۔"وہ رکے بغیر کہتی سیڑھیاں پھلانگ گئی تھی۔

کھڑوس کہنے پہ سامنے صوفے پہ بیٹھے ارتضی حیدر کو مشروب پیتے اچھو کا لگا تھا۔کیونکہ وہ اس ہستی کا دیدار کر چکا تھا۔بات کی سمجھ بھی آچکی تھی۔

"سنبھل کے بیٹا۔"بلقیس بیگم (رباب کی ماں)نے کہا تھا۔

"جی آئی ایم او کے۔"ارتضی سیدھا ہو کے بیٹھا تھا۔آخر کو ابھی ابھی تعریف سنی تھی اپنی۔

"ارے بیٹا تم اس لڑکی کی پوچھو مت پوری جھلی ہے۔
ہر ٹائم کسی نہ کسی کو آگے لگایا ہوتا ہے۔مگر آج لگتا ہے کہ کچھ الٹا معاملہ کروا آئی ہے۔"بی جان نے کہا تھا۔

"ماں جی۔"بلقیس بیگم نے انکو ٹوکا تھا۔اور شرمندگی کے ساتھ ارتضی کی ماں کو دیکھا تھا۔بی جان کبھی کبھی رباب کے ساتھ بچی بن جاتی تھیں۔کبھی کیا ہمیشہ ہی۔

"ماشااللہ بہت پیاری بچی ہے۔"فہمیدہ (ارتضی کی مدر)بولیں تھیں۔

"اسے دراصل پتہ نہیں چلا آپ لوگوں کی آمد کا میں بلا کے لاتی ہوں۔"بلقیس بیگم نے شرمندہ ہوتے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں بھابھی بچی ہے تھکی آئی ہوگی۔ آرام کرنے دیں۔ اب تو آنا جانا لگا ہی رہے گا۔ اب تو ہم چلتے ہیں کافی ٹائم ہو گیا ہے۔" فہمیدہ نے کہا تھا۔

"تھک کے آئی ہیں۔ کہ کارنامہ کر کے آئی ہیں۔" ارتضی نے سوچا تھا۔

"جی آنٹی پھر ملاقات ہوگی۔" ارتضی نے بھی اجازت چاہی تھی۔

"کیوں نہیں بیٹا اب تو آنا جانا لگا رہے گا۔" اپنے آگے جھکے پیار لیتے ارتضی کو تھپکتے ہوئے بی جان نے کہا تھا۔

یوں وہ لوگ واپس ہو لیے تھے۔

"ماشا اللہ بہت سعادت مند بچہ ہے۔ اللہ ترقیاں دے کامیاب کرے۔" بی جان نے دل سے دعا دی تھی۔

"جی ماشا اللہ۔ مجھے رباب کی بہت فکر ہے مجال ہے جو عام لڑکیوں کی طرح رہ سہہ لے۔"

ارتضی اور آرب کی دوستی بہت پرانی تھی۔ جب آرب پاکستان تھا تو اسکا حویلی میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ صرف وہ ایک تھا جس کو حویلی کے اندر آنے کی اجازت تھی کیونکہ وہ ایک بے حد سلجھا لڑکا تھا۔ وہ آرب سمیت ملک اور باقی حویلی والوں کو بھی پسند تھا۔

آرب کے دوبئی جانے کے بعد اسنے حویلی آنے جانا بند تو کر دیا تھا مگر آرب سے ویسی ہی دوستی قائم تھی ۔ملک صاحب کے ساتھ بھی اسکا رابطہ تھا ۔آرب کے چونکہ دوست بہت کم تھے۔اور یہ ان سب میں سے اچھا تھا اسیلئے بھی یہ سلجھا ہوا لڑکا ملک صاحب کو پسند تھا۔

یونیورسٹی کے بعد ارتضی کی جاب کراچی ہو گئی تھی سو وہ اپنی فیملی کو بھی ساتھ لے گیا تھا ۔باپ کا تو انتقال ہو چکا تھا۔اب اسنے اپنا ٹرانسفر (یونی کے اسلام آباد والے کیمپس میں) کروا کے جاب اسلام آباد اپنے آبائی شہر میں کروا لی تھی ۔

آج بھی فہمیدہ کے بے حد اصرار پہ وہ انکو لے کے یہاں آیا تھا۔جو کافی دنوں سے اسکے پیچھے لگی ہوئیں تھیں۔مگر اس شعلہ جوالہ سے ٹکراؤ کی امید نہ تھی۔کچھ دیر پہلے تو یونی چھوڑ کے آیا تھا۔

ویسے تو وہ اسے جانتا تھا سب کی باتوں میں اسکا ذکر ہوتا تھا خاص کر آرب کی تو یہ جان تھی ۔آج بھی اسے دیکھ کے وہ حیران ہوا تھا کیا اتفاق تھا ۔مگر اسنے اسے کوئی ایسا تاثر نہ دیا تھا کہ وہ اسے پہلے سے جانتا ہے مگر رباب کو یہ بات اور چڑا گئی تھی۔

سارے محلے میں یہ خبر پھیل گئی تھی جمشید کی شادی کی ۔ایک نئی خبر سب کے ہاتھ لگ گئی تھی ۔دو چار عورتیں تو باقاعدہ گھر آگئی تھیں مبارک باد دینے ساتھ جمشید کی بیوی دیکھنے اور ثریا (پہلی بیوی) سے ہمدردی کرنے۔تینوں کام ایک ساتھ کرنے کا ارادہ لئے وہ جمشید کے گھر آئیں تھیں ۔

نیلم بیگم ابھی تیار شیار ہو کے چھوٹے سے صحن میں رکھی ہوئی اکلوتی چارپائی پہ آن بیٹھی تھی۔سرخ جوڑے میں منہ پہ میک اپ لادے ۔

"ارے واہ جمشید بڑی پیاری دلہن ڈھونڈ لایا تو ۔" یہ تھی محلے کی سکینہ خالہ ۔

"ارے خالہ بس قسمت کی بات ہے خالہ ۔رب سوہنے دا کرم ہی سمجھ لو ۔"جمشید نے نئے کارنامے پہ داد سمیٹی تھی ۔

"وہ تو ٹھیک ہے بھیا مگر اس کا ایک جوان جہاں بیٹا بھی ہے ساتھ ۔میں نے سنا تھا۔محلے کی کوئی عورت ذکر کر رہی تھی۔"سمعیہ جو انکی ہمسائی تھی وہ بولی۔نیلم نے آنکھ اٹھ کے اب سوال کرنے والی کو دیکھا تھا۔

"تو بہن تمہارے بچے بھی تو ہے ناں ۔ایسے ہی میرا بچہ بھی ہے۔"نیلم نے فٹ جواب دیا تھا ۔البتہ جمشید گڑبڑایا ۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بدمزگی ہو ۔

"ارے چھوڑیں آپ لوگ ۔ علی دیکھو بہن کدھر ہے اسے بولو مہمان آئے ہیں کوئی چائے پانی کا انتظام کرے "جمشید نے دروازے میں کھیلتے ہوئے علی کو پکارا تھا۔ وہ سر ہلاتا بہن کی تلاش میں نکل گیا ۔

"ہاں ہاں ہم تو منہ بھی ضرور میٹھا کریں گے۔"تبھی حمیدہ خالہ دروازے سے کہتی داخل ہوئی تھی ۔

تبھی وہ گلاسوں میں بوتل ڈالے ٹرے میں رکھتی ہوئی باہر آئی تھی اور سب کو دینے لگی تھی۔

"ارے مبارک ہو تمہیں نابی۔"سمیعہ نے بوتل کا گلاس پکڑتے ہوئے اسے مبارک دی تھی۔نابی کی آنکھوں میں پانی اُمڈ آیا تھا۔ عجیب لوگ تھے یہ کیسے کسی کو مبارک باد دینے چلے آئے تھے۔اسے پھر ایک بار اندر پڑی ماں کا خیال آیا تھا ۔تو دل کیا کہ پھوٹ پھوٹ کے رو دے۔

پہلے کونسی زندگی آسان تھی جو اب اور امتحان آ گئے تھے زندگی میں ۔پہلے بھی غربت کی وجہ سے لڑائی ہوتی رہتی تھی ۔کم آمدن تھی گھر کا خرچ پورا نہ ہوتا تھا۔تو لڑائی کا ہونا تو لازم تھا ۔وہ اپنی عمر کی بچوں سے بہت مختلف تھی۔کم گو ،سہمی ہوئی سی ۔پہلے تو وہ ہنس کھیل لیتی تھی مگر جب سے سمجھ والی ہوئی تھی

۔ہنسی مذاق تو جیسے بھول گئی تھی۔اوپر سے یہ نیا امتحان ۔اسے ہنسے کئی دن ہو گئے تھے۔کتنے یہ شاید اسے بھی یاد نہیں ۔

میری روح میں اتر زرا

از عنایہ احمد

قسط نمبر:٢

میری روح میں اتر زرا

وہ میٹنگ روم میں جانے کے لیے آفس سے نکلا۔ اس کے ہمراہ لارا اور حماد تھے ۔سب لوگ اپنے اپنے کمپیوٹرز کے سامنے بیٹھے کام میں مصروف تھے۔ تبھی دائیں جانب بیٹھے ایک اجنبی چہرے پہ نظر پڑی تھی۔وہ اپنے اسٹاف کے ہر ایک فرد کو جانتا تھا یہ اسکی ایک خاص صفت گردانی جاتی تھی۔اس چہرے کو وہ آج پہلی بار دیکھ رہا تھا۔اس چہرے کے ساتھ ہی ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جو اس کے آفس میں تین سال سے کام کر رہی تھی وہ بھی پاکستان سے ہی تھی ۔دیبا ذاکر۔آج اس کے ساتھ ایک اور نیا چہرہ نظر آیا تھا۔کالا چھوٹا

سا اسکارف بندھا ہوا تھا گول مٹول چہرہ پہ سفید رنگت گول مٹول سی آنکھیں

۔چہرے پہ ایک عجیب تاثر تھا۔

"حماد ہو از شی؟"اسنے ساتھ چلتے حماد سے پوچھا۔جو اسے میٹنگ کے ایجنڈے

سے بریف کر رہا تھا۔

"نیو ایپملائی فرام پاکستان۔"حماد نے بتایا۔

"واٹ ۔۔۔"اس سے پہلے کہ وہ اس پہ چیختا اسکا فون بول اٹھا تھا۔

"یس مسٹر آرب از سپیکنگ۔"آرب بے روعب دار لہجہ میں کہا تھا۔

دو منٹ کا دورانیہ تھا کم از کم کال کا۔آرب سمیت لارا اور حماد بھی وہی

کھڑے تھے اور باس کے اگلے حکم کے منتظر تھے۔

لارا کال ارجنٹ میٹنگ۔"اینڈ حماد یو کم وِد می۔"آرب نے کال سے فری ہو

کے دونوں کو حکم نامہ جاری کیا تھا۔

حماد آرب کے ہمراہ اسکے آفس میں داخل ہوا تھا۔آرب نے اپنا موبائل ٹیبل پہ

رکھا اور حماد کی طرف مڑا جو منتظر کھڑا تھا۔

میرے علم میں لائے بغیر کس کو کمپنی میں رکھا گیا ہے۔اور کون سا ایسا اہم کام

تھا۔نہ ہی ہماری کمپنی کو کسی نئے ایمپلائی کی ضرورت

تھی۔"آرب نے حماد سے استفسار کیا تھا۔

"سر مجتبیٰ ملک کے حکم پہ۔یہ اسی ہفتے نیو پاکستان سے دوبئی آئی ہیں۔انہوں نے مجھے کہا تھا کہ وہ خود آپ سے کال پہ بات کر لیں گے۔میں کمپنی کی طرف سے ویزا ایشو کر دوں۔تو ان کی ہدایات پہ عمل کرتے ہوئے یہ کام ہوا ہے۔"حماد نے بتایا تھا۔

"اچھا۔میری کافی دنوں سے بزی روٹین کی وجہ سے بات نہیں ہو پائی۔میں بات کرتا ہوں۔"آرب کے ماتھے پہ بل تھے۔

"یہ ارباز سر کی بہن ہیں۔"حماد نے ایک اور اطلاع دی تھی۔تبھی ایک بار پھر آرب کے آفس میں رکھا فون بجا تھا۔

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں۔تم لوگ ابھی میٹنگ کی تیاری کرو۔انڈین کلائنٹ مسٹر ارجن کچھ ہی دیر میں ہمیں جوائن کریں گے۔"آرب نے حماد سے کہا وہ سرہلاتا باہر نکل گیا تھا۔اور آرب چنگھاڑتے فون کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہیلو۔"آرب نے فون اٹھاتے کہا تھا۔

"اسلام علیکم۔آرب سر۔میں ارباز بات کر رہا ہوں۔کیسے ہیں آپ؟"

فون میں سے آواز ابھری تھی۔

"الحمداللہ میں ٹھیک ہوں۔تم سناؤ۔شارجہ زیادہ نہیں تمہیں راس آگیا۔"آرب نے کہا تھا۔جس پہ ارباز کی ہنسی گونجی تھی۔

"شارجہ کا تو پتہ نہیں مگر نیو فرم ضرور راس آگئی ہے۔ایک گڈ نیوز ہے آپ کے لیے ۔جس پروجیکٹ کو لے کے آپ پریشان تھے ناں ۔وہ حاصل کرنے میں کامیابی ہو چکی ہے ملک کنسٹرکشن اینڈ انٹرئیر ڈئزائن۔"ارباز نے کہا تھا۔

"ویلڈن میرے چیتے ۔بہت اچھی خبر سنائی ہے۔"آرب ایک اور کامیابی پہ مسرور ہوا تھا۔اس پروجیکٹ میں انکی نیو فرم کو کڑوڑوں کا فائدہ تھا جو کہ شارجہ میں دو سال پہلے کھولی گئی تھی۔اور ارباز کی زیر نگرانی اس میں سب کام ہو رہے تھے۔آرب ہفتے میں ایک بار شارجہ سے ضرور چکر لگاتا تھا۔ارباز انکا ایک قابل اعتماد بندہ تھا اب سے ہی نہیں شروع سے ہی ۔یونہی تو نہیں ملک مجتبی نے اسکو چنا تھا۔

"خدا کی ذات کا خاص کرم ہی ہے کہ ہم اس ٹارگٹ کو پورا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ۔ایک اور بات بھی کرنی تھی آپ سے ۔"ارباز نے کہا تھا۔

"ہاں ضرور بولو۔"آرب نے کہا تھا۔"

"شاید یہ بات آپکے علم میں نہ ہو ۔دراصل اس ویک ہی ملک صاحب نے میری درخواست پہ میری بہن کو دوبئی بھیجا ہے۔آپکو وہاں کے حالات کا بخوبی علم ہے۔اور میرے گھریلو حالات بھی آپکے سامنے ہیں ۔اس لئے میں کوئی رسک

نہیں لینا چاہتا تھا۔"ارباز نے تمہید باندھی تھی۔آرب اب گلوب کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو سن رہا تھا۔

"شارجہ میں ابھی میں خود مصروف ہوں کام میں نہ ہی دن کا پتہ چلتا ہے نہ ہی رات کی خبر ہوتی ہے۔اس لیے اسے میں کمپنی کی پرانی ورکر دیبا ذاکر کے ساتھ رکھوایا ہے تاکہ نئے ماحول میں زیادہ مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔جیسے ہی میں اس پروجیکٹ سے فارغ ہوتا ہوں تو پہلی ہی فرصت میں اسکو اپنے پاس لے آؤنگا۔امید ہے کہ آپکو کوئی مشکل نہیں ہوگی۔"ارباز مزید بولا تھا۔

"ٹھیک ہے جب بابا اس کام میں ہیں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔اور ویسے بھی تم تو بابا کے چوتھے بیٹے ہو۔"آرب نے کہا تھا جس بات پہ دونوں کا قہقہہ پڑا تھا۔

"یہ ملک صاحب کا پیار ہے ورنہ میں اس قابل نہیں ہوں۔"ارباز نے پورے دل سے کہا تھا۔واقعی میں ہی آج کل ایسے لوگ ناپید ہوتے جا رہے ہیں جو کسی کے احسان کے بدلے میں انکے ساتھ احسان کریں۔آج کل تو لوگ اپنے سے کم لوگوں کو انسان ہی نہیں گردانتے ہیں۔اور اگر کوئی اپنی قابلیت پہ آگے آنے کی کوشش بھی کرے تو انکی راہ میں رکاوٹیں حائل کر دی جاتی ہیں تاکہ وہ لوگ انکے اور انکے بچوں سے آگے نہ بڑھ جائیں۔مگر ملک مجتبی کا شمار ان چند لوگوں میں ہوتا ہے جو لوگوں کی صلاحیتوں کو پہچانتے ہیں اور انکے خیر خواہ

ہونے کے ساتھ ساتھ انکی ہر ممکن مدد کو کھڑے ہوتے ہیں۔ارباز کے ساتھ انہوں نے ہمیشہ احسان کا معاملہ کیا تھا جس کا بدلہ نہ صرف ارباز نے ذاتی طور پہ چکایا تھا بلکہ اس کے گھر کے افراد بھی اس میں شامل ہو گئے تھے۔

"خیر اب زیادہ فارمل نہ ہو تم ورنہ بابا نے میری کلاس لے لینی ہے۔آپکی سسٹر کو کس پوسٹ پہ بلوایا گیا ہے مجھے تو اس کا بھی نہیں پتہ۔انکو جلد ہی انکی سیٹ پہ بیٹھا دیا جائے گا۔اسکی فکر نہ کرو۔اگر کوئی اور کام ہو تو بلا جھجھک تم حماد کو بتا دینا۔"آرب نے کہا۔

"دراصل ۔۔دراصل مسئلہ یہ ہے کہ ابھی اسکو ٹیکنکل اتنا کچھ پتہ نہیں ہے۔وہ ابھی اپنی سٹڈی مکمل کر رہی تھی جبھی میں وہاں کے حالات دیکھتے ہوئے اسکو یہاں بلوا لیا ہے۔اسلیے مجھے زیادہ پریشانی ہے کہ کمپنی کے لیے انکا اضافہ فی الحال فائدہ مند نہ ہو پائے گا۔"ارباز نے کان کھجاتے ہوئے اصل وجہ بتائی تھی۔

"وہاں کے معاملات کی سنگینی کا علم مجھ تک بھی وقتاً فوقتاً پہنچتا رہتا ہے ۔تمہارا خاندان پہلے ہی ہمارے لیے بہت قربانیاں دے چکا ہے۔جس پہ ہم مشکور ہیں۔تم فکر مت کرو۔سب ایمپلائز کی طرح اب وہ بھی ہماری ایمپلائی ہیں انہیں یہاں کس قسم کی کوئی ٹینشن نہ ہو گی۔"آرب نے اپنا ماتھا مسلا تھا۔

"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں ۔" ارباز نے کہا تھا۔

"ارے نہیں یار ایسی بات نہیں ہے۔چلو ابھی میری میٹنگ ہے ۔میں جلد ہی شارجہ آ کے ملتا ہوں تم سے ۔تم نے ایک دفعہ پھر اپنی محنت سے کمپنی کو ایک اہم پروجیکٹ لے کے دیا ۔" آرب نے کہا تھا۔

"چلیں آپ میٹنگ سے فارغ ہوں میں آپکو پروجیکٹ فائلز ای میل کر دیتا ہوں ۔" ارباز نے ٹائم پہ نظر دوڑائی تھی۔یہ پچھلے سالوں سے لے کر اب تک آرب کے ساتھ ہونے والی پہلی طویل گفتگو تھی جو کہ دفتری معاملات سے ہٹ کے تھی۔

"خدا حافظ ۔" آرب نے کہا ۔فون رکھتے کلائی پہ بندھی گھڑی پہ نظر دوڑائی ۔کرسی سے کھڑا ہوا موبائل پکڑا ۔اور آفس سے باہر نکلا تھا۔چلتے چلتے نظر اسی ٹیبل پہ ڈالی تھی جہاں وہ اجنبی چہرہ بیٹھا تھا مگر اب وہ ٹیبل خالی تھی۔وہ سر جھٹکتا آگے بڑھا ۔

جمشید گورنمنٹ کا ایک معمولی سا ملازم تھا ۔جسکی شادی زبیدہ نامی خاتون سے ہوئی تھی ۔انکے تین بچے تھے ۔بڑا ارباز اس سے چھوٹی بیٹی عناب اور سب سے چھوٹا بیٹا علی۔

اربازکی عمر اٹھارہ سال تھی جو کہ گاؤں کے ملکوں کے گھر کام کرتا تھا۔ اور ساتھ اپنی پڑھائی بھی کر رہا تھا۔ یہ ملکوں کی نرم دلی تھی کہ وہ اسے پڑھا رہے تھے۔ وہ آئی کام کر رہا تھا۔

پھر آتی تھی عناب جو پندرہ سال کی تھی ۔ اور سب سے چھوٹا علی جو بارہ سال کا تھا ۔ اور سکول جاتا تھا۔

ان کے گھر کی ضروریات پوری کرنے کے لیے باپ کی آمدن بھی کم پڑ جاتی تھی۔ اربازکی کچھ تنخواہ پڑھائی پہ لگ جاتی تھی کچھ بھائی بہن کی پڑھائی میں لگا دیتا تھا۔یوں ہی لڑتے جھگڑتے انکی زندگی گزر رہی تھی۔ تبھی ہی ایک دن جمشید نے نئی شادی کا شوشہ چھوڑا اور نئی بیوی نیلم اور اسکے جوان بیٹے ثاقب کو لئے گھر آن پہنچا تھا۔

وہ سکول کا کام کر رہی تھی ۔ تبھی اسکا چھوٹا بھائی علی باہر سے کھیلتا آیا تھا۔ اسکے ہاتھ گندے تھے۔ وہ غلطی سے چھوٹے سے برآمدے میں پڑی میز کیطرف گیا جہاں نئی ماما (نیلم) کے کپڑے اسکی بہن نے استری۔ کر کے رکھے تھے۔ اسکے ہاتھ غلطی سے کپڑوں پہ لگ گئے تھے۔

تبھی نیلم باہر آئی تھی اپنے کپڑوں پہ داغ دیکھ کر وہ آگ بگولہ ہو گئی تھی۔آگے بڑھی اور علی کے منہ پہ تھپڑ مارا تھا۔وہ بھی بھائی کو دیکھ کر سب چھوڑ اس طرف آئی تھی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی دو ٹکے کے لڑکے میرے کپڑوں کو ہاتھ لگانے کی۔"نیلم برس رہی تھی اس چھوٹے سے بچے پہ ساتھ ہاتھ بھی چل رہے تھے۔

"آنٹی میں دھو دوں گی آپ اسکو مت ماریں۔چھوڑ دیں پلیز۔"وہ روتے ہوئے اپنے بھائی کو بچانے کے لیے آگے بڑھی تھی۔

ساتھ ہی اسکی نظر برآمدے میں بچھی ہوئی چارپائی پہ پڑی تھی جہاں اسکی ماں بیمار پڑی ہوئی تھی۔وہ اپنی بے بسی پہ آنسو بہا رہی تھی۔مگر بے بس تھی اگر کچھ کہتی یا کرتی تو اس عورت نے جمشید کے ہاتھوں پھر ذلیل کروا دینا تھا۔آج کل تو وہ طلاق دینے والی دھمکیوں پہ بھی اتر آیا تھا۔اور یہاں اسکے ضبط کی حد تھی۔وہ ہر ظلم اور جبر سہنے کو تیار تھی۔مگر عمر کے اس حصے میں طلاق۔کبھی بھی نہیں۔وہ ضبط سے آنکھیں بھینچ گئی تھی۔بھائی کو بچانے کے لیے روتی مچلتی ہوئی بہن کو بھی ایک تھپڑ لگایا تھا اور اس کے بھائی کو چھوڑ دیا جو ہکا بکا سب دیکھ رہا تھا رو رو کے اس نے برا حال کر لیا تھا۔

"خبردار اگر آج کے بعد تم مجھے اپنے اردگرد نظر آئے۔"نیلم آنکھوں میں حقارت لیے کہتی اندر بڑھ گئی تھی۔اور وہ خود بھی روتے ہوئے اپنے چھوٹے سے بھائی کو چپ کروانے کے جتن کرنے لگ گئی تھی۔

شام میں جب آرام فرما کے حواس کچھ بحال ہوئے تھے اور بھوک سے حالت خراب ہوئی تھی تو نیچے کو بھاگی تھی۔

"ماما کھانا دے دیں بہت بھوک لگی ہے۔آپ میرے ساتھ سوتیلوں والا سلوک کیوں کرتی ہیں۔"

رباب آتے ہی اوٹ پٹانگ بولنا شروع ہو گئی تھی اور دھپ سے تختے کے سامنے پڑے صوفے پہ بیٹھی تھی۔

بلقیس بیگم جو تسبیح کر رہی تھی اسکو گھور کے رہ گئی تھیں۔

"کوئی عقل شرم باقی بچی ہے کہ ساری ختم ہو گئی ہے۔کوئی طور طریقہ سیکھ لو۔غضب خدا کا آج بھی مہمانوں کے سامنے تمہاری وجہ سے اتنی سبکی ہوئی۔"وہ شروع ہو چکی تھی۔

"میں تمہاری ان ہی عادتوں کے وجہ سے سخت پریشان ہوں ۔ہر وقت بچی بنی رہتی ہو۔باپ اور بھائی کے لاڈ نے تمہارا دماغ آسمانوں پہ پہنچا دیا ہے۔"بلقیس بیگم کا موڈ سخت ناراض تھا۔

"اچھا ناں ماما۔اب کچھ کھانے کو دے دیں ۔طعنے بعد میں سن لوں گی۔ صبح سے بھوکی ہوں۔ "رباب روہانسی ہوئی تھی ۔مزید ڈانٹ سے بچنے کا یہ ہی ایک حربہ تھا ۔جو کارآمد ثابت ہوا تھا اور وہ اسے گھورتے ہوئے کچن کی طرف ملازمہ کی تلاش میں بڑھ گئی تھیں ۔

"آپکی ساس نظر نہیں آرہیں ۔کہاں گئی ہیں ۔"رباب نے پیچھے سے اونچی آواز میں پوچھا تھا۔

"رباب شرم کر لوں دادی ہیں وہ تمہاری ۔"انہوں نے وہی سے گھورتے ہوئے کہا تھا ۔تبھی پیچھے سے رباب کی کمر پہ کسی نے دھپ رسید کی تھی۔

"ہائے ظالم دادی مار ڈالا۔"رباب کو اب ان ہاتھوں کی پہچان ہو چکی تھی تو فورا چلاتے ہوئے بولی تھی ۔

"میں ادھر ہی ہو ۔تمہیں بھیج کے ہی کہی جاوں گی۔تو فکر نہ کر نہیں میں مرتی اتنی جلدی ۔"وہ کہتے ہوئے اپنے تخت کی طرف بڑھی تھیں ۔

"ہائے مریں آپ کے دشمن ۔دادی آپ کو تو میری عمر بھی لگ جائے۔" رباب فٹ اٹھی اور انکے گلے لگی پیار سے بولی۔

"چل پگلی ایسے نہیں بولتے ۔تجھے اللہ لمبی عمر دے۔" انہوں نے اپنی لاڈلی پوتی کی پیشانی چومتے ہوئے کہا تھا۔انکو پتہ تھا کہ نوک جھنک اپنی جگہ مگر جب کبھی انکو معمولی سی بھی تکلیف ہوتی تھی تو رباب کی جان پہ بن جاتی تھی۔دونوں کا لاڈ ایسا ہی تھا۔

ہر انسان کا پیار کرنے اور جتانے کا انداز مختلف ہوتا ہے۔

"آپ کے بغیر میں نے وہ زندگی کیا کرنی بھلا پاٹنر۔" رباب نے آنکھ دباتی ہوئے انکو کہا۔

"پیچھے ہٹ ۔میرا سانس نہیں نکل رہا ۔" انہوں نے جان بوجھ کے کہتے اسے ہٹایا تھا۔وہ اب انکے ساتھ لگی تختے پہ ہی بیٹھ گئی تھی۔

"آج میٹر کیوں گھوما ہوا تھا ۔اور یونیورسٹی سے بھی جلدی آگئی تھی۔" دادی نے پوچھا تھا۔

"اوہو پھر یاد کروا دیں آپ ۔تھا ایک مغرور ،نک چڑھا،کھڑوس اور گھوما ہوا انسان جو اب بد قسمتی سے میرا پروفیسر ہے ۔پہلے دن ہی میری انسلٹ کر دی

تھی۔اور آپکو پتہ ہے مجھے وہ کس کی طرح لگا بلکہ وہ ہی ہونگے ۔وہ جو۔" وہ اب پھر پرانی جون میں واپس آتے ہوئے بولی تھی۔

"پروفیسر سے یاد آیا ۔وہ آج آرب کا دوست ارتضی آیا تھا۔۔۔" دادی نے رباب کی بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

"واٹ کب ۔کب آئے تھے وہ۔" رباب کو اب اپنے شک کی تصدیق ہوتے لگی تھی۔

"تبھی ہی جب تم بدتمیزی کے سارے ریکاڈر توڑتے ہوئے اسکی ماں اور اسکو سلام کئیے بغیر اوپر چلی گئی تھی دوپہر میں ۔" دادی نے دھماکہ کیا تھا۔

"اوئی ماں ۔میں تو پکا گئی ۔" رباب نے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھے۔

"تمہیں کیوں سانپ سونگھ گیا ۔وہ بھی یہاں واپس آگئے ہیں پھر ۔یہاں ہی کسی یونیورسٹی میں اسکی جاب ہوئی ہے۔" دادی نے ارتضی بلیٹن سنایا تھا۔

"یہاں کی کسی نہیں بلکہ وہ میری ہی یونیورسٹی میں انکی جاب لگی ہے۔" رباب نے دادی کو اطلاع دی ۔

"ہاں تو اچھی بات ہے ناں یہ تو ۔تمہاری کیوں ہوائیاں اڑی ہوئی ہیں ۔" رباب کی پریشان صورت کو دیکھ کے پوچھا ۔

"کیونکہ اسی پروفیسر سے ہی آج مجھے ڈانٹ پڑی ہے۔" رباب نے دادی کو اطلاع دی تھی۔

اور تختہ سے اٹھ کے سامنے صوفے پہ آ کے بیٹھ گئی۔

"رباب کچھ تو عقل کے ناخن لو۔ اتنا پیبا بچہ ہے وہ۔ مگر تم سے کوئی بعید نہیں۔ اپنا منہ کھولنے سے پہلے کچھ سوچ لیا کرو۔" دادی نے اسے لتاڑا تھا۔ اتنے میں بلقیس بیگم ہاتھ میں ٹرے اٹھائے کچن سے آتی نظر آئی تھیں۔ رباب صوفے پہ دبکی بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ لمحے پہلے کی ساری تازگی خاک ہو گئی تھی۔ منہ پہ مفلر ڈالا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں نظر آ رہیں تھیں۔

"یہ لو کھاؤ اب۔ یوں کیوں بیٹھی ہوئی ہو۔" بلقیس نے اسے چپ بیٹھا دیکھ استفسار کیا تھا۔

"بھئی بلقیس بانو مبارک ہو خدا نے ہماری سن لی کوئی اسکو قابو کرنے والا بھی بھیج دیا ہے۔" دادی کب چپ رہنے والی تھی۔ وہ تو اسکی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ رباب نے ماں کے سامنے دادی کی منت کے لیے منہ روہانسی بناتے ہوئے التجا کی۔

"کیسی مبارک اماں۔۔" بلقیس بیگم نے الجھتے ہوئے پوچھا۔

"آ۔۔کچھ بھی نہیں مما۔دادی تو بس یوں ہی۔آپ بتائیں بھیا سے بات ہوئی۔"رباب نے موضوع بدلا۔کیونکہ اگر انکو پتہ چل جاتا تو شامت پکی تھی۔

"ہاں ہوئی تھی۔وہ مصروف ہی اتنا ہوتا ہے بس دو منٹ کے لیے کال کر پاتا ہے۔"بلقیس بیگم نے کہا۔

"اللہ میرے بچے کو زندگی دے۔بہت ہی محنتی بچہ ہے میرا۔اتنے کم عرصہ میں اپنا ایک نام بنا لیا ہے۔ماشاءاللہ۔"دادی نے بھی اپنے ہونہار پوتے کی بلائیں لیں تھیں۔وہ تھا ہی اتنا قابل اور ہونہار۔

"ایک یہ ناہنجار ہے۔ہر کسی کے ناک میں دم کیا ہوا ہے۔"دادی نے سینڈوچز اور چائے سے انصاف کرتی رباب کو گھرکا۔

"اس میں بھی آپ تینوں کی ہاتھ ہے۔مجال ہے جو آپ اور اسکے باپ بھائی مجھے اسکو کچھ کہہ لینے دیں۔بچی ہے بچی ہے کہتے کہتے سر پہ بیٹھا رکھا ہے۔اس عمر کی لڑکیوں کے۔۔"بلقیس بیگم کا پسندیدہ موضوع شروع ہو چکا تھا۔اس پہ رباب کے ساتھ ساتھ دادی نے بھی پہلو بدلا تھا۔

"ہاں اس کی عمر کی لڑکیوں کے چار چار بچے ہیں۔سارا سسرال اپنے نازک کندھوں پہ اٹھایا ہوا ہے۔ایک ٹانگ پہ کھڑی رہتیں ہیں۔مجال ہے جو اف کر جائیں۔۔۔یہ ہی ناں۔

"مجھے پیاری ماں یہ سب لائنز حفظ ہو چکی ہیں۔" رباب نے انکا جملہ اچک کے پورا کیا۔

"تو سن لیں میں ابھی خود بچی ہوں۔ اور میری سسرال نہ تو اتنی بڑی ہو گئی نہ ہی اتنی بھاری کہ مجھے کندھوں پہ اٹھانی پڑے۔ ایک ٹانگ پہ بھلا کیوں کھڑی ہوں میں میری دوسری بھی تو ہے ناں۔۔ اور میرے وہ ہوں گے ناں مجھے ہر کام میں سپورٹ کرنے والے۔۔" رباب کھکھلاتے ہوئے اپنا جملہ پورا کرتے ٹرے اٹھاتے ہوئے اوپر کی طرف بھاگی تھی کیونکہ ماں کی خونخوار آنکھوں میں اپنے لیے آنے والا غصہ دیکھ چکی تھی۔

"کیونکہ دادی کہتی ہیں مجھے لینے ایک راجا آئے گا۔ میرے خوابوں کا شہزادہ۔" رباب نے سیڑھی پہ کھڑے ہو کے کہا اور مسرور سی اوپر بھاگ گئی۔

بلقیس بیگم نے ایک شکوہ بھری نگاہ اپنی ساس پہ ڈالی جو اپنی پوتی کو بجا سپورٹ کرتے نہ تھکتی تھیں۔

"مجھے کیوں گھور رہی ہو بہو۔ شہزادی کو لینے شہزادہ ہی آتا ہے ناں۔۔" انہوں نے اپنے دفاع کے لیے کہا تھا۔

"اماں مجھے ڈر لگتا ہے آپ اسے یوں خواب مت دیکھائیں۔ ہر ماں باپ اپنی بیٹیوں کو لے کے اچھا سوچتے ہیں کہ انکو بہترین ملے۔ مگر انکے ہاتھ میں بیٹیوں

کے نصیب تو نہیں ہوتے ہیں ناں ۔ ورنہ آج دنیا میں کوئی بیٹی دکھی نہ ہوتی ۔ میں نہیں چاہتی کہ ہم اسے خواب دیکھا کے اس دنیا کی حقیقتوں سے غافل کر دیں ۔ "بلقیس بیگم نے نم آواز میں کہا تھا ۔

"خدا سے دعا مانگا کرو بلقیس ۔ سب بہتر کرے گا میرا مولا ۔ "بی جان اداس لہجے میں بولی تھیں ۔

وقت آگے بڑھتا گیا تھا نیلم کھل کے سامنے آتے گئی تھی ۔ نیلم ان پہ دائرہ زندگی تنگ کرتی گئی تھی ۔ جمشید زبیدہ (پہلی بیوی) کی بیماری کے باوجود بھی اس پہ طعنے اور طنز کرنے سے باز نہ آتا تھا ۔ اب تو مار پیٹ تک بات آن پہنچی تھی ۔ پہلے تو معمولی بیماری تھی مگر فالج کے اٹیک سے زبیدہ بے سہارا بستر پہ پڑ گئی تھی ۔ ارباز جو چند پیسے گھر پہ دیتا تھا تاکہ اسکی ماں کی دوائی آسکے آج مل وہ پیسے بھی نیلم کے پاس چلے جاتے تھے ۔ اسلئے اسکی ماں کی دوائیوں کا سلسلہ بند ہو گیا تھا ۔ وہ یوں ہی اپنی زندگی کے بچے کھچے دن پورے کر رہی تھی ۔ نیلم کا بیٹا ثاقب جو کہ سولہ سال کا تھا بری صحبت میں اٹھنے بیٹھنے لگ گیا تھا ۔ ارباز چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر پا رہا تھا اپنے گھر والوں کے لیے ۔ سوائے باپ سے لڑنے کے مگر بعد میں باپ کا غصہ اسکی بہن اور ماں پہ نکلتا تھا ۔ ارباز اب اپنی

پڑھائی کر کے کچھ بننا چاہتا تھا۔اس سے بے بس روتی ماں ، معصوم بہن اور مظلوم بھائی دیکھا نہ جاتا تھا۔

زندگی آگے بڑھتی گئی ۔نابی بھی سارا دن مشین کی طرح گھر کے کاموں ، نیلم کی خاطرداری اورماں کی تیمارداری میں لگی رہتی تھی۔ساتھ میں پڑھائی بھی کرتی تھی ۔اس کے لیے یہ ہی بہت تھا کہ اسے سکول جانے کی اجازت تھی۔

میٹنگ سے فارغ ہو کے جب وہ روم میں آیا تو حماد بھی ساتھ تھا۔

"مسٹر ارجن ہمارے کام سے خوش ہیں ۔پے منٹ کے سارے معاملات طے پا گئے ہیں ۔کام بھی بس آخری مراحل میں ہے اب ۔انہوں نے اپنے اپنی بلڈنگ کے ڈیزائن میں لاسٹ میں کچھ تبدیلیاں کروائیں ہیں بس ۔"حماد نے کہا ۔

"ہہم ٹھیک ہے ۔سائٹ پہ انسپکشن ٹیم کو بھیج کے کام کی کوالٹی چیک کروا لینا ۔میرا ایک آدھ دن میں شارجہ جانے کا پلان ہے ۔نیو پراجیکٹ مل چکا ہے۔تو مجھے وہاں فائنل کرنے جانا ہے۔"آرب نے اپنی کرسی سنبھالی اور پانی کا گلاس منہ کو لگایا۔

"گڈ نیوز ہے یہ تو کمپنی کے لیے ۔یہ عرب کی ایک بہترین کمپنیوں میں سے ایک کمپنی ہے جس کے ساتھ یہ پروجیکٹ فائنل ہوا ہے۔" ارباز نے کہا تھا۔

"ہاں ۔اچھا سنو وہ یاد آیا وہ جو ایپلائی پاکستان سے آئیں ہیں ۔انکا کیا کرنے ہے اب ۔کس پوسٹ پہ انکو کام کروانا ہے۔" آرب نے اپنی رخسار کو ہلکا سا اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے کھجایا تھا۔

"فی الحال تو انکو انسپکشن ٹیم کی ممبر دیبا ذاکر کے ساتھ ایڈجسٹ کیا گیا ہے کہ وہ ان سے کام سیکھ لیں ۔اب آپ جیسا چاہیے ۔" حماد نے آگاہ کیا تھا۔

"آل رائٹ ۔تم ایسا کرو انکی سی وی مجھے فارورڈ کردو تاکہ میں انکی ڈگری چیک کر سکوں ۔پھر کوئی فیصلہ کرتے ہیں کہ کیا کرنا ہے ۔" آرب نے کہا تھا۔تبھی لارا فائلز اٹھائے اندر داخل ہوئی تھی ۔

"سرنیڈیور سیگنیچرز ۔" لارا نے کہا تھا۔

"یس شیور ۔" آرب نے سامنے رکھے ہولڈر سے پین نکالا تھا اور ٹیبل پہ فائلز پہ نظر ڈالتا سائن کرنے لگا جو لارا ایک ایک کر کے رکھ رہی تھی۔

"اوکے گائز اٹس لنچ ٹائم ۔یو کین گو ناؤ ۔" آرب نے گھڑی پہ نظر دوڑاتے ہوئے کہا تھا۔

"سر آرب یور میٹنگ ود شیخ اسماعیل ان ایوننگ ۔" لارا نے اسے آگاہ کیا تھا۔

“Ok make sure presentation would be impressive.blenders not

acceptable.be on time and go now.”

آرب نے دونوں سے کہا تھا۔اور فائل کھول کے اپنے سامنے رکھی۔

آج پھر دن کا آغاز گہما گہمی سے ہوا تھا۔شیخ اسماعیل کے پلازہ کا پروجیکٹ شروع ہو چکا تھا۔آج کی میٹنگ میں انسپکشن ٹیم سمیت ڈیزائن اور کنسٹرکشن ٹیم بھی میٹنگ میں شامل تھی۔میٹنگ کا ٹائم بارہ بجے کا تھا۔آرب حسب معمول لارا اور حماد کی ہمراہی میں کاروباری گفتگو کرتا ہوا اندر داخل ہوا تھا اور ناک کی سیدھ میں چلتا اپنی آفس میں گیا تھا۔

اس عمارت کے تین فلور تھے۔جہاں ڈیزائن جسکا ماہر آرب خود تھا اس سمیت آرکی ٹیکٹس کئی انجینیئرز کام کر رہے تھے۔ہر ایک کا ڈیپارٹمنٹ الگ تھا۔سیکنڈ فلور پہ داخل ہوتے ہی ایک بڑا سا گلاس ڈور تھا جہاں سے اندر کا جہان الگ تھا۔

ایک وسیع بڑا کھلا ہال جس کے ایک بائیں جانب ریسپشن تھا۔سارے ہال میں ورکرز کے کیبنز تھے جہاں سسٹم پڑے ہوئے تھے اور دیگر استعمال کی چیزیں۔سامنے ہی آفس آرب کا تھا اور ساتھ ہی اسکی سیکرٹری کا تھا۔دائیں جانب دو

چار سیڑھیاں اترنے کے بعد ایک ویٹنگ ایریا بنایا گیا تھا جہاں جدید ڈیزائن کے صوفے پڑے ہوئے تھے ۔اور سامنے پڑی میز پہ مختلف میگزینز اور انگلش نیوز پیپرز تھے۔ ساتھ ہی مختلف کمرے تھے جہاں ہر ایک کے نام کے ساتھ عہدہ کی نیم پلیٹ آویزاں تھی۔

اور اسی ترتیب سے آگے جا کے بھی مختلف آفسز تھے۔

مختلف کاموں کو نپٹا کے وہ جب باہر نکلا تھا۔لارا بھی ساتھ ہی تھی ۔وہ اسے آج کا سارا ایجنڈا بتا رہی تھی اپنی انگلش زبان میں ۔آرب اپنے کوٹ کا بٹن بند کرتا آگے بڑھ رہا تھا ساری توجہ لارا کے الفاظ پہ تھی ۔ہاتھ پہ بندھی گھڑی ٹھیک کرتے ہوئے اس نے اردگرد دیکھا تو ویٹنگ ایریا میں وہ ہی چہرہ نظر آیا ۔آرب نے ایک سرد آہ خارج کی ۔

"ایکسکیوزمی ۔"آرب اسکے سرپہ جا کھڑا ہوا ۔اس اچانک افتادہ پہ وہ بوکھلا گئی تھی ۔پانی پی رہی تھی اچانک آواز پہ اچھوکا لگا تھا ۔اب کھانس رہی تھی۔آرب آگے بڑھا پاس پڑے ٹشو باکس میں سے دو ٹشو کھینچ کے اسکی طرف بڑھائے تھے۔جسکی ناک سرخ ہو چکی تھی ۔

اسنے ٹشو لیتے ہوئے سر اٹھا کے مقابل کو دیکھا جس کے باعث یہ ہوا تھا۔آرب نے بھی اسے دیکھا ۔گول مٹول سفید چہرہ جس میں کچھ گلابی رنگت بھی چھلک

رہی تھی۔بلیک سیمپل شلوار قمیض میں ۔ڈوپٹہ پرنٹڈ تھاجس پہ رنگ برنگے چھوٹے چھوٹے پھول تھے۔زیادہ بال ایک سائیڈ پہ گرا رکھے تھے اور سلکی ہلکے بھورے بالوں کی ڈھیلی سی پونی کی ہوئی تھی۔شہد کی ہم رنگ آنکھیں۔اور ان آنکھوں میں جو خوف تھا شاید وہ ہی اسے سب سے منفرد بناتا تھا۔یا صرف یہ آرب کو ہی لگا تھا۔ہاتھ پہ بندھی گھڑی۔

وہ جو پہلے ہی مشکل میں کھڑی تھی آرب کے یوں گھورنے پہ وہ اور پزل ہو گئی تھی۔اپنا بیگ اٹھانے کو جھکی تھی تو بوکھلاہٹ میں میز پہ پڑا میگزین جس کے اوپر دو نیوز پیپرز بھی تھے وہ بھی زمین بوس ہو گئے تھے۔انکو پکڑ کے اوپر رکھا تو گلاس سے پانی چھلکنے کو تیار تھا۔

آرب نے اسکے حالات ملاحظہ کئے تو اچھنبے سے سر دائیں بائیں ہلایا اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دائیں رخسار کو کھجایا تھا۔

"سٹاپ اٹ۔"آرب نے کہا تھا۔عناب نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا تھا۔

"سٹینڈ اپ۔اینڈ سَٹے سٹل۔جسٹ لسن ٹو می۔"آرب نے کہتے ہوئے پانی والے گلاس کے نیچے سے پیپر نکالا تھا جس کی وجہ سے وہ ناہموار پڑا تھا کسی بھی

وقت گر سکتا تھا۔ عناب اب چپ چاپ کھڑی اگلے حکم کی منتظر تھی ۔ اسے یہ تک نہیں تھا پتہ کہ سامنے کھڑا بندہ کون ہے۔

"اب آپ اس کمپنی کی ورکر ہیں محترمہ ۔ جو سب کرتے ہیں آپ پہ بھی کرنا عائد ہے مطلب کہ کام ۔ تو جب آدھے سے زیادہ سٹاف آج میٹنگ میں ہے تو آپ یہاں کون سے سیارے پہ ریسرچ کر رہی ہیں ۔" آرب نے سامنے کھڑی عناب کو کہا تھا۔

"اس کمپنی کا اونر میں ہی ہوں اور اس سے بڑے عہدے والا یہاں کوئی نہیں ہے جو آپکو دعوت دینے آئے گا اب ۔ چلیں ۔ میٹنگ روم میں نظر آئیں مجھے۔" آرب نے کہہ کے جانا چاہا تھا۔ مگر عناب نے اونر کہنے پہ یوں سر اٹھا کے اسے دیکھا تھا کہ آرب کو بھی ایک لحظے کو حیرت ہوئی ۔ لارا جسکو اردو نہیں آتی تھی ہونق کھڑی ان دونوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔

"مطلب ۔ مطلب آپکو یہ تک نہیں پتہ کہ یہاں کا اونر کون ہے ۔ جو یوں مجھے حیرت سے دیکھ رہی ہیں ۔" آرب نے اچنبھے سے دنیا کے اس تیز ترین کنٹری دوبئی میں کھڑے اس سست ترین نمونے کو دیکھا تھا ۔ جس نے صرف سر ہلایا تھا ۔ جس کو یہ تک نہیں تھا پتہ کہ یہ کمپنی ہے کس کی۔

مگر وہ یوں حکم کی تعمیل کر رہی تھی جیسا کہ اسے پتہ ہو کہ یہ ہی کمپنی کا اونر ہے۔

"واللہ واللہ۔" آرب نے دونوں بازو ہوا میں اٹھائے تھے۔اور کندھے اچکائے تھے اپنے۔اور منہ آسمان کی طرف کیا ہوا تھا۔

"کم لارا۔" آرب کو شدید غصہ آیا تھا جسے ضبط کرتا وہ لارا کو تیز آواز میں کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔عناب رونی صورت بنا کے کھڑی رہ گئی تھی۔

(جاری ہے)

رباب لوگوں کا گروپ کلاس میں اسٹیج پہ کھڑا خوش گپیوں میں مشغول تھا۔سب سے بلند آواز رباب کی ہی تھی۔ہاتھ میں چپس کا پیکٹ پکڑا ہوا تھا اسکے ساتھ بھی بھرپور انصاف کر رہی تھی۔

"یہ کوئی کیفے ٹیریا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کومن روم۔جہاں اخلاقیات کا زرا بھی خیال نہ رکھا جائے۔یہ کلاس روم ہے۔اور کلاس روم کے آداب سے آپکو واقف ہونا چاہیے۔اپنا لیول دیکھیں اور کام۔" وہ اسٹیج پہ کھڑا ان پہ برس رہا تھا۔اور فائل ڈائس پہ رکھی۔اسکے آنے کا ان سب کو پتہ ہی نہیں چلا تھا۔

رباب نے جھکا سر اٹھا کے سامنے دیکھا تھا۔شاید کہ اسے ہی کل غلطی ہوئی ہو۔مگر

وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں وہ ہی کھڑا تھا۔ بلاشبہ وہ ہی تھا۔ مگر مقابل کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی رمق تک نہ تھی۔ سب شرمندہ ہوتی نیچے اتری تھی۔باقی گروپ اپنی مخصوص جگہ کی طرف بڑھ گیا سوائے رباب کے۔اسنے اپنا فولڈر اور بیگ اٹھایا اور سب سے آخر میں جا بیٹھی تھی۔کل والی سبکی ابھی تک تروتازہ تھی ایک دفعہ اور عزت کا فالودہ ہو گیا تھا۔وہ ارے ارے کہتی رہ گئیں مگر رباب نے کسی کی نہ سنی۔یہ حرکت ارتضی کی نظر سے مخفی نہ رہی تھی۔

"ہے تو میرے ٹیچر مگر نخرے
دیکھو ذرا۔ہٹلر۔۔"رباب بڑبڑائی تھی۔

"میں نے کون سا ابھی ان سے کچھ پڑھا ہے تو پھر میرے ٹیچر تو نہیں ہوئے۔میں جو مرضی کہہ سکتی ہوں۔سڑیل۔کھڑوس افلاطون، شوخا۔"رباب نے اپنی بھڑاس نکالی تھی۔اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے اپنے ازلی انداز میں ساتھ بیٹھی ثمرہ کے ساتھ باتوں میں لگ گئی تھی۔

"رول نمبر ٢٢۔کس کا رول نمبر ہے ٢٢؟؟"ارتضی اٹنڈینس مارک کر رہا تھا۔جب اسنے اس رول نمبر کو کال کیا تھا۔نام دیکھا تو ساتھ ہی نظر لاسٹ پہ بیٹھی باتیں کرتی ٢٢ پہ پڑی تو بلند آواز میں پوچھا تھا۔

"مس رباب مجتبی ملک۔اپنا رول نمبر بتانا پسند کریں گی کیا۔؟" ارتضی نے کرخت آواز میں پوچھا تھا۔اسکی آواز پہ رباب کا دماغ حاضر ہوا تھا۔رباب کی تو گویا جان جل گئی تھی۔

"مائے رول نمبر از ٹونٹی ٹو۔" رباب نے آواز میں اعتماد پیدا کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تو کیا آپکی سماعت کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے۔نیکسٹ ٹائم بی کئیر فل۔جب میری کلاس میں ہوں تو اپنا دماغ یہاں حاضر رکھا کریں۔ورنہ میرے کلاس کی اٹینڈنس اور سیشنل مارکس دونوں خطرے میں ہیں۔" ارتضی نے اسے باور کروایا تھا۔رباب غصے سے اور شرمندگی سے سرخ پڑ گئی تھی۔

وہ چپ چاپ بیٹھ گئی تھی اور ارتضی لیکچر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔لیکچر کے دوران اسکی نظر لاسٹ پہ پڑتی رہی تھی مگر رباب کا سر جھکا ہوا تھا نوٹس پہ۔اسنے ایک دفعہ بھی سر اٹھا کے نہ دیکھا تھا۔

کلاس ختم ہوتے ہی باقی لڑکیاں کیفے بھاگ گئیں تھیں جبکہ مناہل رباب کے پیچھے ہو لی جو کہ ایک ڈیپارٹمنٹ کے آخری سرے پہ بنی سیڑھیوں پہ جا بیٹھی تھی۔

"رباب کیا بات ہے یار۔ کیوں ہر روز کوئی نا کوئی مسئلہ کھڑا کر لیتی ہو۔ سر ارتضیٰ کی کلاس میں تھوڑا الرٹ ہو کے بیٹھا کرو۔" مناہل نے پاس بیٹھتے ہوئے اسے آج والی غلطی کا احساس دلایا تھا۔

"ہاں سر ارتضی کی کلاس نہ ہو گئی ڈینجر زون ہو گیا۔ پتہ نہیں کس نے انکو یہاں جاب دلوائی ہے۔" رباب نے مناہل کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"رباب سدھر جاؤ۔ مجھے لگتا یہ فرشتہ صفت انسان خدا نے تمہیں سدھارنے کو ہی بھیجا ہے۔" مناہل نے اسکے پھولے پھولے گالوں کو پیار سے کھینچتے ہوئے اسکا دھیان بٹانے کو بولا تھا۔

"تم دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔ ورنہ تمہیں بھی میں ابھی فرشتوں کے پاس بھیج دونگی۔" رباب نے مناہل کو فائل ماری تھی۔

"اچھا یار چھوڑو تم۔ کیوں دل پہ لے رہی ہو۔ مجھے تو لگتا ہے کہ اب یہ روز روز ہو گا جیسے تمہاری حرکتیں ہیں اور سر کے مزاج ہیں۔" مناہل نے پیشن گوئی کی۔

"ہاں تبھی تو میں ٹینشن میں ہو کہ اب میری سابقہ غلطیوں کا ہرجانہ وصول کرنے والے ہیں ارتضیٰ سر۔" رباب نے اپنی اصل بات بتائی۔

"ہاں تو۔ ایک منٹ ایک منٹ۔ سابقہ سے کیا مراد تمہاری۔ کیا تم پہلے سر کو جانتی ہو۔ نہیں میرا مطلب۔۔" مناہل لفظ سابقہ پہ اٹکی۔

"ہاں یار آرب بھائی کے بیسٹ بڈی ہیں یہ۔میرے بابا کے چہیتے۔گھر والوں کے لیے ہونہار اور شریف بچہ۔"رباب تفصیل بتاتی روہانسی ہوئی۔

"اوئے چھپی رستم۔پہلے کیوں نہیں بتایا۔"مناہل نے حیران ہوتے کمر پہ ایک تھپڑ مارا۔

"مرو تم مناہل۔اتنی کیا ایکسائٹمنٹ۔میرا کون سا وہ مامے کا بیٹا تھا بھلا جو میں پبلسٹی کرتی پھرتی۔"رباب نے جل بھن کے کہا تھا۔

"اس سے پہلے کیا تم سر سے پنگے لے چکی ہو۔"مناہل نے شکی نظروں سے پوچھا تھا کیونکہ رباب کے کرتوں سے واقف تھی۔

رباب نے مناہل کو چور نظروں سے دیکھا۔

"بولو بھی اب۔تم نے پہلے بھی کوئی انکے ساتھ الٹی سیدھی حرکت کی ہو گی۔"مناہل اسکو جانتی تھی سو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ارے کہاں۔ایک دفعہ میں بھیا کی چائے سمجھتے ہوئے انکی چائے میں تین چمچ نمک گھولا تھا۔بس۔"رباب نے معصومیت سے کہا تھا۔

"بسس تین ہی۔اسکے علاوہ تو اور کچھ نہیں کیا ناں۔؟مناہل نے بھی اب کے طنز کیا۔اور اگلا سوال کیا۔

"نہیں ایک دفعہ میں گارڈن کو پانی دیتے ہوئے مجھے لگا بابا ہیں تع میں انکو بھگویا تھا ۔" وہ کہتے ہوئے اٹھی تھی ۔مناہل اسے منہ کھولے گھور رہی تھی ۔

"اور اور انکا لیپ ٹاپ ٹوٹا تھا مجھ سے اور سالن گرا تھا سب غلطی سے ہوا ۔" وہ کہتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی تھی ۔کیونکہ مناہل کی آنکھوں میں آنے والا خون دیکھ چکی تھی ۔

"اب تمہیں کون نہیں بچا سکتا رباب ۔پکا سرملیدہ بنائیں گے تمہارا ۔" مناہل نے پیچھے سے ہانک لگائی ۔

نابی کی دوستیں اسے سوتیلی ماں کے قصے سناتی تھی ۔وہ انکو کیا بتاتی کہ یہ تو قصے اب اسکے لیے حقیقت بن چکے ہیں آب بیتی بن گئے ہیں ۔

دوسری شادی کا رشتہ برا نہ تھا مگر اس عورت کا سلوک برا تھا ۔

انسان اپنے سلوک سے رشتے کو بھی برا اور بدنام کر دیتا ہے ۔اس عورت نے آتے ہی گھر پہ اپنی حکومت چاہی جس میں وہ ان مظلوم بچوں کو بھی پیستی چلی گئی ۔کبھی شوہر کا پیار پانے کے لیے ڈرامے کرتی اور زبیدہ کے خلاف بھڑکا کے اس کو مار پڑوا دیتی تھی ۔

نیلم ایک طلاق یافتہ عورت تھی ۔جس کے ماضی میں ایسے واقعات ہوئے ہونگے جس سے اسکی ذات کی نفی ہوئی ہو گئی۔اور دوسرا اسکے شوہر نے اسے طلاق دی تھی جس سے اسکی عزت نفس بری طرح مجروح ہوئی تھی ۔اب اسکی دماغی کیفیت ابتر ہو چکی تھی ۔جس میں اسنے اپنی برتری اور جھوٹی انا کو قائم کرنے کے لیے آتے ہی ایسے اوچھے کام کئے تھے ۔جس سے اسکو ذہنی تسکین حاصل ہوتی تھی۔

بے بس لوگوں کی بے بسی کا تماشہ دیکھنے سے اسکو تسکین ملتی تھی۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب اس نے اپنے میٹرک کے بعد اپنے بڑے بھائی کی سخت ہدایات پہ اپنی پڑھائی جاری رکھی تھی۔مگر اسے کالج جانے کی اجازت نہ ملی تھی اس سال اسنے بارہویں کے پیپر دینے تھے۔ اسے ملکوں کی حویلی کام کے لیے بھیجنے کا حکم ملا تھا نیلم کی طرف سے۔اسے ماں اور علی کی فکر تھی بس ۔وہ قدم اٹھاتی حویلی تک آئی تھی ۔بڑا سا گیٹ تھا باہر بندوقیں اٹھائے دو گارڈ کھڑے تھے۔اس نے مضبوطی سے اپنے سر پہ لیے دوپٹے کو پکڑا تھا۔ہمیشہ وہ سکول جاتے ہوئے دور سے یا باہر سے حویلی کو دیکھا کرتی تھی اور سوچا کرتی تھی کہ

"کیا ٹھاٹ ہے ان لوگوں کی اور یہاں ایک وقت کی روٹی بھی بڑی مشکل سے ملتی ہے"

وہ سوچوں کو جھٹکتے ہوئے آگے بڑھی تھی

"کس سے ملنا ہے" اسے گیٹ تک آتے دیکھ کر گارڈ نے پوچھا تھا۔

"وہ جی میں ملک صاحب کے ڈرائیور کی بہن ہوں" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا تھا۔"لالہ کی۔ملک صاحب کا ڈرائیور" گارڈ نے پھر پوچھا تھا۔

"جی جی وہ ہی" عناب نے سر ہلایا تھا۔ٹھیک ہے جاؤ اندر۔ اسکے اپنے بڑے بھائی کو سب جانتے تھے ملک صاحب کے پاس وہ بچپن سے تھا۔وہ ایک وفادار انسان تھا ویسے بھی ملک صاحب کے ساتھ اس کی بہت بنتی تھی۔مگر وہ خوددار تھا۔آج تک اپنے مالی اور ذاتی حالات کی بھنک تک نہ پڑنے دی تھی۔اس کی وہ پہلے ہی بڑی مدد کرتے تھے۔اس کی گریجویشن کا آخری سال تھا۔چند ماہ تھے امتحانات میں۔

وہ گیٹ عبور کر کے اندر گئ تھی۔سرخ اینٹوں کی روش پر چلتے چلتے ۔اردگرد دونوں طرف وسیع لان تھا۔جہاں رنگ برنگے پھول پودے لگے تھے۔

سامنے پورچ میں چار گاڑیاں کھڑی تھیں پھر مین ڈور تھا۔

لکڑی کا۔گھر کے اوپر چھت پہ بھی باڈی گارڈز کھڑے تھے۔وہ اپنے خیالوں میں آگے چلتی جا رہی تھی جب کسی سے بری طرح سے ٹکرائی تھی۔بدلے میں مقابل کا پرس زمین پہ گرا تھا۔عناب تو سہم گئی تھی۔اب تو اسکی جان گئی تھی ۔

مم۔م معاف کر دیں ۔مم۔وہ ۔۔اسنے پرس اٹھاتے ہوئے سامنے کھڑی عورت کو دیتے ہوئے کہا تھا۔جسکا انداز شاہانہ تھے۔فیروزی کلر کے سوٹ میں ملبوس تھی ۔نفیس سا کام تھا اوپر۔شال لائٹ براؤن کلر کی کندھوں پہ ڈالی ہوئی تھی ہلکا سا میک اپ کیا ہوا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹی ۔کون ہو تم ۔"اس عورت نے اسکی گھبراہٹ پہ مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

لفظ بیٹی پہ عناب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے ۔آج عرصے بعد یہ لفظ سننا نصیب ہوا تھا۔جب سے ماں بیمار بستر پہ ہوش وخرد سے بیگانہ پڑی تھی کب کسی نے اسکے بعد اتنے پیار سے بلایا تھا۔کھلے رنگ کی چادر میں چھپی سہمی سی عناب ۔گول مٹول سا چہرہ تھا۔شہد جیسی آنکھیں ۔کھلتی صاف رنگت تیکھی سی کھڑی ناک ۔خوف کا عنصر بھی تھا چہرے پہ ۔

"کون ہو تم ۔"جواب نہ پا کے پھر سوال کیا تھا۔

"بڑی آپا یہ ڈرائیور لالہ کی بہن ہے۔کام کے لیے بلایا ہے اسے۔" حمیدہ نے عناب سے بتانے سے پہلے خود ہی بتا دیا تھا۔

بڑی آپا جو ملک صاحب کی بہن تھی۔شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی شوہر کی وفات کے بعد بھائی کے گھر آبسی تھی۔وہ ایک کالج میں پڑھاتی تھیں۔وہاں ہی جا رہی تھیں کہ عناب سے ٹکر ہو گئ تھی۔

"اچھا اچھا بڑی پیاری بچی ہے وہ نرم سے لہجے میں کہتی گاڑی میں بیٹھ گئ تھی۔مگر عناب کے چہرے کے خوف نے ان کے اندر کئی سوال ابھارے تھے۔

حویلی میں اسے کام پہ لگا دیا گیا تھا۔سب ہی اچھے تھے وہاں پر عناب حیران تھی ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں دنیا میں۔

وقت گزرتا گیا وہ کافی حد تک مطمئن تھی کہ کچھ تو آسانی ہوئی تھی اسکی زندگی میں ۔ارباز ملک صاحب کے بیٹے کے پاس دبئ چلا گیا تھا۔کیونکہ وہ ایک ہونہار نوجوان تھا وہ ٹاپر تھا اپنے کالج کا یہی عزم اس کے کام آیا۔ علی سولہ سال کا ہو گیا تھا۔علی عناب اور ارباز کی نسبت ایک الگ طبیعت کا ملک تھا۔جسکو کسی سے ڈر خوف نہ لگتا تھا یوں کہہ لیں کہ وہ غلط لوگوں کے سامنے چپ نہیں رہتا

تھا۔اب نیلم کے سامنے بھی اکڑ جاتا تھا ۔جسکی وجہ سے وہ اب اسکے سامنے عناب کو کم ہی کچھ کہتی تھی ۔ ارباز کی جگہ اب علی حویلی جاتا تھا اور ملک صاحب کا ڈرائیور تھا ۔ اپنی باتوں سے اسنے بہت جلد اپنا ایک مقام بنا لیا تھا ۔بات بات پہ ملک صاحب کو ہنسا دیتا تھا۔ ارباز دوبئی چلا گیا تھا۔جاتے جاتے وہ اپنی ماں کو علاج کے لیے گاؤں کے سرکاری ہاسپٹل میں داخل کروا گیا تھا اور عناب اور علی کو تاکید کر گیا تھا کہ کوئی بھی اپنی پڑھائی نہ چھوڑے۔علی کو موبائل اپنی پہلی تنخواہ سے بھجوا دیا تھا۔ملک صاحب کی بہن سحرش ایک

بہت اچھی نرم دل خاتون تھیں سب ان کو بڑی آپا کہتے تھے۔ نیلم کے طعنے طنز جوں کے توں تھے پر وہ خوش تھی۔آج کل ثاقب کی حرکتیں اور نظریں اس کو تنگ کرتی تھیں۔عناب کے دل میں ڈر سا رہتا تھا۔کل جب وہ رات گئے کچن میں تھی ثاقب بھی پیچھے چلا آیا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا وہ ہراساں سی کھڑی تھی

ہمت کرتی وہ باہر بھاگی تھی اور کمرے میں آ کے علی کے پاس بیٹھ گئ تھی آنکھوں سے آنسو رواں دواں تھے۔علی بمشکل پندرہ سال کا تھا۔اور وہ خود اٹھارہ سال کی تھی۔

اب کیا ہو گا کس سے مدد مانگوں گی میں ؟؟؟

علی تو خود چھوٹا ہے سا تھا کیا کرتا اسکی حفاظت ۔ ارباز کی جگہ آج کل وہ بھی حویلی جاتا تھا ۔ اور ماں خود ہوش سے بیگانہ سرکاری ہاسپٹل کے بیڈ پہ پڑی تھی ۔ دنیاداری کو ہی سہی آج کل جمشید رات وہاں گزارتا تھا ۔ دن میں علی چلا جاتا تھا اور حویلی سے کام نمٹا کر خود وہ چلی جاتی تھی ۔ نیلم سے اگر ثاقب کا ذکر کرتی تو اسنے خود اسکو جان سے مار دینا تھا۔

"ویسے حد ہو گئی ہے عناب ۔مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی ۔دو گھنٹے تم وہاں اسٹیچو بنی بیٹھی رہی ہو۔" دیبا کیفے میں ٹیبل پہ سامنے بیٹھی عناب کو گھور رہی تھی۔

"میری کیا غلطی ہے اب۔دیبا تم بھی اب شروع ہو جاؤ۔" عناب روہانسی ہوئی پہلے ہی اسکے اعصاب جھنجھلائے ہوئے تھے۔

"تم ریسپشن پہ میٹنگ روم کا پوچھ لیتی ۔کسی آتے جاتے کولیگ سے۔ اب تم کمپنی کا ایک حصہ ہو تو یہ سب تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔" دیبا کو اس پہ بہت غصہ تھا۔مگر جیسے ہی نظر سامنے بیٹھی عناب پہ پڑی جو رو دینے کو تھی فوراً اپنے لہجے کی سختی کا احساس ہوا۔

"اچھا یار کوئی بات نہیں چھوڑو۔ لیکن میری جان یہ بھی تو سوچو ناں کہ اب یوں رہ کے گزارا نہیں ہے۔ یہ ایک فاسٹ دنیا ہے ۔ اگر تم ذرا بھی رکی تو لوگ کچل کے نکل جائیں گے۔مجھے تمہارے حالات کا اندازہ ہے ۔ تمہارے لیے سب کچھ بہت مشکل رہا ہے۔یہاں ایڈجسٹ کرنا مشکل ہے مگر ناممکن تو نہیں ناں ۔ہمت سے سب کچھ ہو جائے گا۔ اور میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔ "دیبا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑے بیٹھی تھی ۔سامنے بیٹھی یہ معصوم سی لڑکی اسے کچھ ہی دنوں میں اپنے خلوص اور بھولپن کی وجہ سے بہت عزیز ہو گئی تھی۔

"اور میں بھی ساتھ ہوں ۔" حماد کی آواز پہ دونوں نے سر اٹھا کے اسے دیکھا تھا۔ وہ ہاش بشاش سے چئیر کھینچ کے انکے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔

"لو آگئے ہیں سر کے چیلے۔" دیبا نے جل کے کہا تھا۔

"آنا ہی پڑا جیسے تمہاری زبان میٹنگ میں اس لنگور کے ساتھ چل رہی تھی ناں ۔" حماد اس وقت کہی سے بھی دھیمے لہجے والا آرب کا مینجر نہیں لگ رہا تھا۔ جس کی زبان پہ ہمیشہ بزنس کی باتیں ہوتی ہیں ۔

"خبردار جو اسے لنگور کہا تو۔ کلائنٹ تھا وہ ۔ اور تم یوں میری نگرانی کیوں کر رہے تھے۔ اپنے کام سے کام رکھا کریں مینجر حماد صاحب ۔ "دیبا نے جل کڑھ کے کہا تھا۔ ان دونوں کی تکرار شروع ہو چکی تھی ۔ اور اب عناب کے لبوں پہ

مسکراہٹ آگئی تھی۔گول مٹول سا سفید چہرہ جس پہ کچھ وقت پہلے کی خفت کی وجہ سے لالی آگئی تھی۔اور رونے کی وجہ سے ناک بھی سرخ پڑ گئی تھی۔اوپر سے ہنسنے کی وجہ سے گال پہ ڈمپل پڑا تھا۔شہد رنگ آنکھیں۔اس منظر پہ لارا کے ہمراہ نکلتا آرب بے اختیار ٹھٹکا تھا۔مگر یہ عمل محض چند پل کے لیے تھا۔اگلے ہی پل سر جھٹکتا چل پڑا تھا۔

”اپنی ہی چیز کی نگرانی کر رہا تھا۔اور تمہارے سارے کام میرے ہی ہیں۔دیبا۔“حماد نے لفظ دیبا پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

”سنو مسٹر حماد میں کوئی چیز نہیں ہوں۔آئی سمجھ۔“دیبا نے انگلی اٹھا کے وارن کیا تھا۔عناب کبھی حماد تو کبھی دیبا کو دیکھ رہی تھی۔

”مطلب چیز پہ اعتراض ہے بس میری ہونے پہ اعتراض نہیں۔“حماد نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تھا۔اسکی بات پہ عناب بھی کھل کے ہنسی تھی۔البتہ دیبا نے گھورا تھا۔

”چلو شکر ہے عناب تو ہنسی۔۔“حماد نے ہنستے ہوئے عناب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

”رُلایا بھی تو سٹون مین نے ہی تھا۔"دیبا نے جھٹ کہا تھا۔

"دیبا وہ سٹون مین نہیں ہیں۔ تمہیں پتہ تو ہے بس کام کو لے کے وہ سخت مزاج ہیں۔ تم تو اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ کہ وہ آفس سے باہر بلکل دوستوں کی طرح رہتے ہیں۔" حماد نے کہا تھا۔ جو ایک سچ بھی تھا۔ کسی پارٹی میں یا کہی باہر وہ واقعی میں ہی حماد کا دوست ہی لگتا تھا۔

"اور تم عناب۔ ایسے ڈر سہم کے ہرگز گزارا نہیں ہونا ہے۔ میں تمہارے تعلیمی ریکارڈ اور ڈپلوماز میں کارکردگی دیکھ چکا ہوں جو قابل تحسین ہے۔ تم پلیز اس ماحول میں ایڈجسٹ کرنے کی کوشش تو کرو۔ جیسے ہم تمہارے ساتھ فرینڈلی ہیں ناں باقی سب بھی ویسے ہی ہیں۔ ایسے تو ارباز سر بھی پریشان ہونگے۔ کیونکہ وہ چاہ کے بھی تم سے ملنے نہیں آسکتے فی الوقت۔ نہ ہی تمہیں پاکستان چھوڑ سکتے تھے۔ تمہاری سیکیورٹی کے لیے تمہیں یہاں بلایا گیا ہے۔" حماد نے اسے سمجھایا تھا۔ ارباز کے ذکر پہ عناب کی آنکھیں بھیگ گئیں تھیں۔ اگرچہ دن میں وہ دس سے زیادہ بار کال کر کے اسے سے "ٹھیک ہو ناں گڑیا۔۔"

"میری جان میں اپنی گڑیا کو بہت مِس کر رہا ہوں۔"

"میں یہاں سے تھوڑا سا بھی فارغ ہوتا ہوں تو اپنی گڑیا کو لینے آوں گا۔"

"بھائی کی جان اپنا خیال رکھنا۔"

بولتا تھا۔ انکا تھا ہی کون اس دنیا میں ایک دوسرے کے سوا۔

"اچھا اچھا یہ میری عناب ہے ۔دیکھنا حماد یہ ہمیں سڑانگ بن کے دیکھائے گی
۔ہاں ناں ۔" دیبا نے اسکے بانہوں میں لے کے اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا
تھا۔عناب ہنس پڑی تھی۔

"گڈ گرل ۔چلو حماد پیزا آرڈر کرو ۔بہت بھوک لگ رہی ہے۔" دیبا نے حماد
سے کہا تھا۔

"تم کہو تو ساتھ ہی ویڈنگ ڈریس بھی آرڈر کردوں ۔" حماد نے ایک ادا سے اپنے
دل کی بات کی تھی۔جس پہ حماد اور عناب بھی ہنس پڑیں تھیں۔

حماد دیبا کو پسند کرتا تھا اور شادی کا خواہاں تھا ۔حماد جلد از جلد دیبا کے گھر رشتہ
بھیجنا چاہتا تھا مگر دیبا اسکو مسلسل نہ کر رہی تھی۔ محض
اسے تنگ کرنے کے لیے۔

آج تو پکا رباب کا آرب کی کلاس لینے کا پروگرام تھا ۔یونی سے تپی لوٹی
تھی۔رات کو جب اپنی بوڑھی دادی اور ماں کا دماغ کھا کے فارغ ہوئی تو کمرے
میں آتے ہی موبائل اٹھایا تھا جو اسنے یونی سے آتے ہی بیڈ پہ پھینکا تھا۔سکرین

ان لاک کر کے مطلوبہ نمبر تلاش کیا تھا۔سامنے ہی اسکی پروفائل پک نظر آئی تو دل میں اپنے خوبرو عربی شہزادے کی بلائیں لی تھیں ۔غصہ اور بڑھ گیا تھا۔

کال ملائی تھی ۔بیل ہو رہی تھی اور اسکے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو رہا تھا۔بآلاخر چھٹی بیل پہ کال اٹھا لی گئی تھئ۔

"اسلام علیکم میری میاؤں ۔سینڈریلا ۔کیسا ہے میرا بچہ ۔"شہد جیسے میٹھے لہجے میں پوچھا گیا تھا۔

"وعلیکم اسلام ۔

آپ کو کچھ خیال ہے کہ نہیں ۔آپ کی ایک عدد چھوٹی سی بہن بھی ہے جس کو آپ ان ظالموں کے درمیاں چھوٹ چھاڑ سات سمندر پار بیٹھے ہوئے ہیں ۔اوپر سے ستم یہ کبھی پیچھے مڑ کے دیکھنا گوارا بھی نہیں کیا ۔"رباب تو شروع ہو گئی تھی۔

"اف لڑکی رکو تو ۔۔"آرب نے فون کو کان اور کندھے کے درمیان دبا کے رکھتے ہوئے کافی میکر کے پاس کیبن سے مگ نکال کے رکھا تھا ۔

وہ ابھی ابھی آفس سے آیا تھا۔براؤن کلر کی شرٹ اور بلیک ٹراوزر میں ریلکس سا کچن میں کافی بنانے لگے تھا جب اسکا فون بجا تھا۔

"اف کیا ۔۔فون کرنا تو گویا آپ بھول ہی گئے ہیں ۔اور تو اور مجھے تو آپکی آواز بھی بھولنے لگ گئی ہے ۔آج پورے دو دن آٹھ گھنٹے ،بارہ منٹ اور تین سیکنڈ بعد بات ہو رہی ہے ۔"رباب نے اگلی پچھلی سب کہہ دی تھی ۔جواب میں آرب کا قہقہہ سنا تھا۔

"بھائی۔۔۔۔"رباب روہانسی ہوئی کہ گویا اسکی کوئی قدر ہی نہیں ۔

"اوکے اوکے اب سیریس ہو گیا میں ۔یہ جو گھنٹے اور سیکنڈ لگائے ہیں بلکل غلط ہیں ڈرامہ کوئین۔ٹھیک دو دن پہلے اسی وقت بات ہوئی تھی ٹائم دیکھ چکا ہوں ۔اورہاں کال پہ ۔میسجز تو آپ کے مجھے ہر وقت موصول ہوتے رہتے ہیں ۔یقعین نہ آئے تو سکرین شارٹ کر دوں سینڈ۔"آرب نے شیلف سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں تو اور کس کو کروں میں میسج ۔میرا بیگ لے لیا ہے کیا ؟؟"رباب نے اگلا سوال داغا تھا۔کل ہی اسنے ایک بیگ کی پک بھیجی تھی کہ اسے وہ ہی بیگ چاہیے ۔جو اسکی فرینڈ دوبئی سے لائی تھی۔

"جی بلکل میں اپنے بندے کو اس کام پہ لگا چکا ہوں میری سینڈریلا ۔کچھ ہی دن میں میرے بچے کو بیگ سمیت ان سب چیزوں کی لسٹ مل جائے گی جنکا

پرنسز رباب مجتبی ملک نے حکم دیا تھا اپنے غلام آرب مجتبی ملک کو ۔"آرب شاہی انداز میں کہتے ہوئے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"یہ مکھن مجھے مت لگائیں مجھے خوب پتہ ہے کہ آپ کسی عربن کے حجاب کے اسیر ہو چکے ہیں جو ہمیں بھول کے بیٹھ گئے ہیں" رباب نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے ناراضگی دیکھائی تھی۔

"خدا کا خوف کرو۔اور زلفوں کا اسیر ہوتا ہے حجاب کا نہیں ۔"آرب کا مگ میں کافی ڈالتا ہاتھ ایک لمحے کو روکا تھا۔ہنستے ہوئے اسکو جواب دیا تھا اور کافی اٹھاتا ہوا کچن سے نکل آیا تھا۔اب اسکا رخ وسیع راہداری سے گزر کر لاوئج میں جانے والے راستے کی طرف تھا۔

"ہاں وہی وہی ۔مجھے سب پتہ ہے ۔۔"رباب نے ناک سے مکھی اڑائی ۔

"جی جی بلکل ۔"آرب صوفے پہ بیٹھا اور ریموٹ اٹھا کے ٹی وی آن کیا تھا ۔ویلیوم کم کیا اور ساتھ ہی رباب کو جواب دیا۔

"بھائی ۔۔آپ آجاؤ ۔ہم سب آپکو اتنا مس کرتے ہیں ۔پچھلے سالوں میں جو کچھ ہم نے کھویا ہے اب ڈر لگتا ہے ۔"رباب واقعی میں ہی اسکی کمی محسوس کر رہی تھی ۔اسکی آواز میں نمی گھل گئی تھی ۔

کافی کا گھونٹ بھرتا آرب ایک پل کو تھم سا گیا تھا۔کافی کی کرواہٹ اسے شدت سے محسوس ہوئی تھی ۔ایک پل تو اسے سانس لینے میں بھی دقت ہوئی تھی ۔

"میری جان میں آؤں گا ۔ابھی یہاں کچھ کام ہے ۔اور بابا کو تو تم جانتی ہو ناں وہ کتنا ڈر جاتے ہیں جب میرے یہاں آنے کا سنتے ہیں ۔"آرب کو اپنی جان سے پیاری بہن کی نم آواز سے دھچکا لگا تھا۔

"ہمم ۔۔"رباب نے ہچکی لیتے ہوئے کہا تھا۔گزرے دنوں کا ذکر انکو اسی غم سے دوچار کر گیا تھا جو آج سے چند سال پہلے ان پہ گزرا تھا ۔

غم انسان کو اندر سے خالی کر جاتے ہیں ۔انسان کا وجود ہلا دیتے ہیں ۔

مگر وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے اور انسان بھی وقت کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ زندگی کے سمندر میں ڈوبتا اور ابھرتا رہتا ہے ۔یہ کھیل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک سانسوں کا دھاگہ نہیں ٹوٹتا ۔جب یہ بندھن ٹوٹ جاتا ہے تو انسان کا وجود بھی پانی کے ریلے میں بہتے کاغذ کے وجود سے کم نہیں ہوتا ۔ سانسوں کے ساتھ جینا تو پڑتا ہے ۔کیونکہ یہ زندگی کہلاتی ہے۔آرب کو خود پہ قابو کرنا بہت مشکل لگا تھا ۔مگر اگر وہ بھی جذباتی ہو جاتا تو اسکی جان رباب کو کس نے دلاسہ دینا تھا۔

"اچھا۔رباب تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے میرے پاس۔" آرب نے خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے لہجے کو ہشاش بشاش بناتے ہوئے کہا تھا۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اسے سرپرائزز بہت پسند ہیں۔

"اچھا وہ کیا۔" رباب بھی نارمل ہوئی تھی۔

"وہ تو تمہیں جب پارسل ملے گا تب پتہ چلا جائے گا۔وہ چیز تمہاری کسی فرینڈ کے پاس نہیں ہو گئی۔تم ساری یونی کو دیکھانا۔" آرب نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"ہائے سچی یونی سے یاد آیا بھائی۔آپ کے وہ جلاد دوست تھے ناں۔ارتضی حیدر۔" رباب یاد آنے پہ چینخی تھی۔

"رباب آہستہ بولو میرا کان ہے۔تھا سے کیا مراد ہے اب بھی ہے۔ابھی تم سے پہلے میری اس سے بات ہو رہی تھی۔کیا ہوا اسے کوئی افئیر چل رہا ہے کیا اسکا۔" آرب نے بھی تجسس اور شرارت سے بھرپور لہجے میں پوچھا تھا۔

"اچھا کیا کہہ رہے تھے؟میری شکایت لگائی ہو گی ناں پکا؟؟" رباب کو جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔اگر اسنے شکایت لگائی ہوئی تو رباب کی خیر نہین تھئ۔

"اوہو اسنے تمہاری شکایت کیوں کرنی تھی بھلا۔ایک منٹ ایک منٹ۔تم کہاں اس سے ملی تھی کیا۔کچھ الٹا سیدھا کیا ہے کیا؟؟رباب۔۔" آرب نے الرٹ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں بھائی آپکو تو پتہ ہے کہ میں کتنی اچھی بچی ہوں کہاں کچھ الٹا سیدھا کرتی ہوں ۔" رباب کی صفائی حاضر تھی ۔

"اچھی بچی کو میں خوب جانتا ہوں ۔جلدی سے بتاؤ ۔" آرب نے کہا تھا

۔رباب ہنسی ۔

"وہ ہماری یونی میں پڑھاتے ہیں ۔ میرا ایک لیکچر بھی وہ لیتے ہیں ۔پڑھاتے کم ڈانٹتے زیادہ ہیں ۔" رباب نے منہ پھلا کے کہا تھا۔

"اچھا گڈ ۔بہت لائق انسان ہے وہ ۔اچھے سے پڑھنا اس سے ۔" آرب نے اسکی تعریف کی تھی جو کہ گولڈ میڈلسٹ تھا ۔

"انسان کا اخلاق بھی ہوتا ہے کچھ ۔اف کیا بتاؤں ۔ہنستے تو وہ ہونگے ہی نہیں ۔یوں لگتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے بارڈر پہ کھڑے رہتے ہیں ۔ اگر کوئی انکو چھیڑ دے گا تو فوراً بمباری شروع ہو جائے گی۔" رباب اسکی تعریف میں رطب اللسان تھی ۔آرب کا قہقہ پڑا تھا۔

"رباب کچھ شرم کر جاؤ ۔ استاد ہے وہ تمہارا۔ اور اسکا مزاج ایسا ہی ہے دوسروں کے ساتھ بہت ریزرو سا رہتا ہے۔تم ذرا اپنی شرارتوں پہ قابو رکھنا ۔" آرب نے رباب سے کہا تھا ۔اب رباب آرب کو یونی کے
قصے سنانے میں لگ گئی تھی۔

میری روح میں اتر زرا

از عنایہ احمد

قسط نمبر:۴

آج فرسٹ لیکچر کے بعد سیکنڈ سلاٹ فری تھی ۔اسکے بعد لیکچر تھا "ملك الموت" کا بقول رباب کے ۔وہ سب فرینڈز کلاس سے نکل کے کیمپس کی بلڈنگ کے فرنٹ پہ آگئی تھیں جہاں پہ کافی اونچی تک سڑھیاں تھی۔فارغ اوقات میں انکا گروپ یہاں ہی پایا جاتا تھا ۔ابھی بھی وہ آتے جاتے لوگوں پہ تبصرے اور ہیلو ہائے کرنے میں مصروف تھیں ۔اور نشاء ہمشیہ کی طرح انڈسڑی میں نئے آنے والوں ستاروں کا حال احوال سنا رہی تھی۔

"نشو میں تمہارا سر پھوڑ دینا ہے اگر یہ تمہارا سٹار نامہ بند نہ ہوا تو۔" رباب نے اسے وارن کیا تھا۔

"ارے تم سب لوگ باتیں چھوڑو ۔میں ایک گرما گرم خبر لے کے آئیں ہوں ۔وہ جو کامرس ڈیپارٹمنٹ کا ڈیشنگ سا حمدان تھا ناں ۔۔ہائے۔" نیہا کہی سے

خبر ڈھونڈ کے لائی تھی۔ اور پھولی سانس کے ساتھ جگہ بناتے ہوئی بیٹھی تھی۔ حمدان کا نام سن کے ایک پل کو کسی کی سانس رکی تھی۔

"ہائے وہ باڈی بلڈر۔ کیا ہوا تمہیں پرپوز تو نہیں کردیا۔" نشاء نے کہا۔

"نشو منہ بند رکھو۔ ہم نے اسکی باڈی کا کیا کرنا ہے۔ خبر سننے دو ورنہ۔" مقدس نے پاس پڑی موٹی کتاب اٹھا کے اسے خبردار کیا تھا۔

"اچھا سن لو۔ اسکا اور ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی وہ ماہم کا افئیر چل رہا ہے۔" نیہا نے بم پھوڑا تھا۔

"اوہ تیری کیا خبر لائی ہو تم۔" رباب بھی چونکی تھی۔ البتہ مناہل چپ چاپ بیٹھی رہی تھی۔ جیسے یہاں ہو ہی نہیں۔

"یار کیا یہ خبر سچی ہے؟" نشاء نے کہا تھا۔

"ہاں تو اور کیا ساری یونی میں رولا پڑا ہوا ہے گھامڑو۔" نیہا نے انکی بے خبری پہ ملامت کی۔

"میں ذرا لائبریری سے ہو آؤں۔" مناہل اس خبر پہ کوئی بھی ریکشن دئے بغیر اٹھ گئی تھی۔ چہرے پہ سنجیدگی تھی۔

"ارے چلتے ہیں۔ بیٹھو تو سہی ذرا کیا چٹ پٹی خبر ہے۔" فضا نے مناہل کا ہاتھ کھینچ کے پاس بیٹھانا چاہا تھا۔

"نشاء پلیز۔ حد ہوتی ہے کسی چیز کی۔ تم لوگوں نے گوسپس کرنے ہیں تو کرو۔ مجھے کسی کی ذات میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔ ایک دفعہ بات سمجھ نہیں آتی۔" مناہل پھٹ ہی پڑی تھی۔ سب دم سادھے اسکی شکل دیکھ رہی تھی۔ یہ انکے گروپ کی سب سے نرم مزاج لڑکی تھی۔ جو کسی سے کبھی اونچی آواز میں بات تک نہ کرتی تھی اور اب یوں۔ مناہل جا چکی تھی۔ وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہی تھیں۔ چند سیکنڈ خاموشی کی نذر ہوئے۔

"تو کیا جو میں سوچ رہی ہوں۔ وہ ہی تم سب۔۔ مطلب کہ۔۔" رباب نے پر سوچ نظروں سے ان چاروں کو دیکھ کے پوچھا تھا۔ جو رباب کو ہی تک رہی تھی۔

"او مائی گاڈ۔ تو کیا یہ حمدان میں انٹرسٹڈ تھی۔" نیہا چیخی تھی۔

"پھٹے سپیکر آواز آہستہ رکھو۔ کوئی سن لے گا۔" فضا نے اسے کہنی ماری تھی۔ نیہا کو بھی احساس ہوا تو زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔

"میں تو ابھی تک شاک میں ہی ہوں۔ بےچاری ایک اور لڑکی کے ارمانوں کا خون ہو گیا۔ ہاش ٹیگ مشرقی معاشرہ۔" نشاء نے دہائی دی۔

سب نے نشاء کو گھورا تھا۔

"کیا کرنا ہے اب۔" مقدس نے عقل کی بات کی تھی۔

"ہمم۔تم لوگ ابھی ایسا فیل کروا مناہل کو کے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔میں بات کرتی ہوں مناہل سے۔اگر یہ بات سچ ہوئی تو اس حمدان کا اور ماہم کا بینڈ باجا میں بجاؤں گی پھر۔کتنا شریف بنا پھرتا ہے میری سامنے۔" رباب کا جلالی موڈ بحال ہوا تھا۔

"ساتھیوں کیا تم اس جنگ میں میرے ساتھ ہوں۔" رباب نے آگے ہاتھ پھیلا کے حلف مانگا تھا۔

"ہم مرتے دم تک تمہارا ساتھ دیں گے۔چاہے زندہ رہیں یا مریں۔" ان چاروں نے بلند آواز میں کہتے ہوئے اسکے ہاتھ پہ اپنے ہاتھ دھرے تھے۔

تبھی ایک نسوانی ہنسی کی آواز انکے کانوں میں پڑی تھی۔ایک لڑکی ان سے کچھ فاصلے پہ کھڑی انکی باتوں پہ ہنس رہی تھی۔اب چاروں پریشان ہوگئیں تھیں۔کہ کوئی انکی باتیں سن چکا ہے۔اگر یہ بات یونی میں پھیل گئی تو انکی مناہل کی بہت بے عزتی ہوگی۔ایک لمحے کو تو کسی کو سمجھ نہ آیا کہ اب بات کیسے کور کریں۔اگلے ہی لمحے رباب جھٹ اٹھی اور اس لڑکی کے سر پہ جا پہنچی تھی اور بازو سے پکڑ کے اپنے گروپ کے پاس لے آئی تھی جو سیڑھیوں پہ بیٹھا ہوا تھا۔

"بتاؤ ہماری باتیں تو نہیں سنی تم نے۔؟" رباب نے انگلی اٹھا کے پوچھا تھا۔اسکا بازو ابھی بھی رباب نے پکڑا ہوا تھا۔وہ لڑکی اس افتادہ پہ گھبرا گئی تھی۔

"رباب ہر وقت غنڈہ گردی نہ کرتی رہا کرو۔اس سے پوچھ تو لو اسنے سنا بھی ہے کہ نہیں۔بازو چھوڑو اسکا پہلے۔"فضا نے رباب کو کہا تھا۔

"میں تو یہاں کسی کا ویٹ کر رہی تھی یار۔تم لوگ بول ہی اتنا لاوڈ رہے تھے میں کیا کرتی۔آواز خود مجھ تک آرہی تھی۔کچھ میرے کان کچھ زیادہ ہی باریک ہیں۔"اس لڑکی نے کہا تھا۔

"کس کا انتظار کررہی تھی تم۔تمہارا بھی کوئی چکر وکر ہے ناں۔"نشاء نے کہا تھا۔نشاء کی منطق الگ ہی تھی۔

"توبہ توبہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔میرا تو آج اس یونیورسٹی میں پہلا دن ہے اور میں تو یہاں کسی پروفیسر کا انتظار کر رہی تھی یار۔"وہ لڑکی اس الزام پہ روہانسی ہوئی تھی۔جس پہ ان سب نے نشاء کو گھورا تھا۔

"اچھا سوری پلیز۔کیا نام ہے تمہارا۔"رباب کو جھٹ اس پہ اب پیار آنے لگ گیا تھا۔

"حفصہ۔۔"اسنے بتایا۔

"اچھا پلیز ناراض نہ ہونا۔ہم ایسے لوگ بلکل بھی نہیں ہیں جو کسی کو تنگ کریں۔بس ذرا ہماری سیچویشن ہی ایسی ہو گئی تھی کہ بس۔"رباب نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے پچکارا تھا۔

"کوئی بات نہیں ۔آپ فکر مت کریں آپکا راز اب میں لیک نہیں کروں گی ۔بلکہ اگر میری مدد کی ضرورت ہوئی تو آپکے کام آؤں گی ۔" حفصہ نے دل سے کہا تھا۔

"ہاؤ سویٹ ۔ویلکم ہاش ٹیگ حفصہ ۔" نشاء نے کہا ۔

"تھنکیس حفصہ ۔چلو آج سے ہم لوگ دوست ہیں ۔یہ ہے رباب ہمارے گروپ کی شان ۔اور اسکے ساتھ مقدس مطلب کدو ۔" فضا تعارف کروا رہی تھی ۔کدو کہنے پہ ایک ہاتھ پڑا تھا فضا کی کمر پہ۔وہ کراہ کے رہ گئی ۔

"اف موٹی ۔کنٹرول کرو ۔ہاتھ بھی کتنا وزنی ہے۔اور میں مظلوم فضا ۔اور یہ رہی سوشل میڈیا کی دیوانی نشاء پاگل ۔اور جس کی بات ہو رہی تھی وہ ہے مناہل ۔ابھی لائبریری گئی ہے۔" فضا نے تعارف کا مرحلہ مکمل کیا ۔

"کس پروفیسر کو ڈھونڈ رہی تھی تم ۔اور کلاس کا پتہ ہے ورنہ ہم ہیلپ کر دیں ۔" رباب نے چپس کا پیکٹ کھول کے اسکے سامنے کیا تھا۔جو حفصہ نے شکریہ کے ساتھ تھام لیا تھا۔

"بزنس ڈیپارٹمنٹ کے ہیں وہ ۔وہ مجھے خود کلاس تک چھوڑ دیں گے۔" حفصہ نے کہا تھا۔

"ہمم سر معید تو نہیں ۔" نشاء نے کہا تھا۔

"نہیں وہ نیو ہیں۔ابھی انہوں نے جوائن کیا ہے۔انکا نام ہے "اس سے پہلے کا حفصہ نام بتاتی رباب نے گیس کر لیا تھا۔

"ہاں ہاں دی ون اینڈ اونلی سر ارتضی حیدر۔" رباب نے جھٹ کہا تھا۔

"ہائے وہ کوئی تمہارے رشتے دار ہیں کیا حفصہ۔بہت اچھے ٹیچر ہیں۔" مقدس نے اپنا کمنٹ دیا تھا ساتھ ہی حفصہ سے پوچھا تھا۔

"چاہے اچھے ہیں مگر ایک نمبر کے کھڑوس ہیں۔ہنستے تو لگتا عید کی عید ہونگے۔اف خدایا مجھ سے تو لگتا خدا واسطے کا بیر ہے۔ہر وقت جلاد بنے رہتے ہیں۔میں تو یہ سوچتی ہوں انکے گھر والے انکو کیسے جھیلتے ہونگے۔اور تو اور جسکی شادی ان سے ہوگی اس بیچاری کے نصیب۔

پتھر کے ساتھ سر پھوڑ پھوڑ۔۔۔" رباب نے حفصہ کی سننے سے پہلے اپنی ہانکنا شروع کردی تھی۔پھر حفصہ تو منہ کھولے رباب کے خیالات سن رہی تھی ساتھ کے ساتھ ان چاروں کی بھی ہوائیاں اڑ چکی تھیں۔

"رولنمبر ٹوئنٹی ٹو۔" گرجدار گھمبیر آواز رباب کو اپنے قریب سنائی دی تھی وہ اس آواز کو اچھی طرح پہچان سکتی تھی باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے وہ آنکھیں میچے دانتوں تلے زبان دبائے اب سن بیٹھی تھی۔

"اپنے نادر خیالات اپنے تک ہی محدود رکھیں ۔ حفصہ لیٹس گو ۔" ارتضی نے خونخوار لہجے میں کہا تھا ۔ اور غضب ناک نظروں سے سر جھکائے بیٹھی رباب کو کہا تھا ۔

"منہ کھولنے سے پہلے اگر سوچ لیا کریں تو ایسے حالات سے بچا جا سکتا ہے ۔ نیکسٹ ٹائم بی کئیر فل رولنمبر ٹوئنٹی ٹو ۔" ارتضی رخ موڑے کہتا آگے چل دیا تھا ۔ ساتھ ہی حفصہ بھی چل دی تھی ۔ حفصہ نے پیچھے مڑ کے ان کے گروپ کو دیکھا تھا جو اب منہ بنائے بیٹھا تھا ۔ حفصہ نے ہنستے ہوئے ہاتھ ہلایا تھا ۔ اور ہاتھ لبوں کے پاس لا کے سمائل کا نشان بنایا تھا ۔ سب ہنس پڑے تھے ۔

"یار جب بھی کچھ بولو پتہ نہیں کہاں سے ٹپک پڑتے ہیں ۔" رباب بدمزہ ہوئی ۔

"تم بھی تو حد کرتی ہو ۔ جب بولنا شروع کرتی ہو نہ ہی آگے دیکھتی ہو نہ ہی پیچھے ۔ شکر کرو کچھ کہا نہیں سر نے ۔ لگتا سنا ہی نہیں ہو گا ۔" مقدس نے اسے تسلی دینا چاہی ۔

"ہونہہ سنا نہ ہو ایسا بھلا ہو سکتا ہے کیا ۔ اور جو چودہ صفحوں کا نصیحت نامہ سنا کے چلے گئے ہیں وہ کیا تھا ابھی کچھ کہا نہیں ۔" رباب نے برا سا منہ بنایا تھا ۔

"اوہ ہو چھوڑو مناہل کو نہیں دیکھنا اسنے کہنا دوستوں نے خبر ہی نہیں لی واپس ۔" فضا نے مناہل کی طرف توجہ دلائی ۔

"ہاں چلو یار۔مگر سنو اس بارے میں کوئی ذکر نہ کرنا ابھی۔" رباب نے کہا تھا تو سب اٹھیں اور لائبریری کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

حماد آرب کے آفس میں بیٹھا ہوا اس سے فائل ڈسکس کر رہا تھا۔جو پروجیکٹس پینڈنگ تھے ان سے متعلق۔جبھی گھبرائی ہوئی دیبا اندر آئی تھی۔

"حماد۔۔آئی مین سر حماد وہ عناب۔" دیبا گھبراہٹ میں تھی فوراً آرب کو دیکھ کے حماد کو سر بولا تھا۔آرب بھی عناب کے نام سے چونکا تھا۔پچھلے دو دن مصروفیت ہی بہت رہی تھی کہ دوبارہ اسے خیال ہی نہیں آیا کہ عناب نامی کوئی نیو اپلائے بھی کمپنی میں ہے۔

"ایکسیوزمی آرب سر۔کیا ہوا دیبا؟اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟اور عناب کیا ہوا اسے۔؟"حماد نے بیک وقت آرب اور دیبا سے کہا تھا۔اور اٹھ کے گھبرائی دیبا کے پاس آیا۔

"وہ۔۔وہاں۔۔وہاں لفٹ میں پھنس گئی ہے۔میں اسے زبردستی بولا تھا۔" دیبا رو دینے کو تھی۔

"کچھ نہیں ہو گا۔چلو میرے ساتھ۔"حماد نے اسے تسلی دی تھی۔

"کیسے کچھ نہیں ہو گا۔آپ کو پتہ ہے ناں وہ کتنی ڈرتی ہے۔گھٹن سے پکا اب کچھ برا ہو گا۔وہ بھی میری وجہ سے۔اب وہ کچھ رسپانس بھی نہیں کر رہی۔" دیبا بلاآخر رو دی تھی۔

"اوکے کول ڈاؤن دیبا۔لیٹس گو۔" آرب کو بھی حالات کی سنگینی کا احساس ہوا تھا تو فوراً کہتے ہوئے سیٹ سے اٹھا تھا۔وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا پیچھے ہی حماد اور دیبا بھی نکلے تھے۔دیبا کے بتائے ہوئے فلور کی طرف گئے تھے۔گراونڈ فلور پہ۔

"مجھے پتہ ہے وہ اندھیرے سے اور لفٹ سے ڈرتی ہے۔تنگ جگہ پہ اسکا دم گھٹتا ہے۔وہ تو آفس بھی ڈیلی سیڑھیوں سے آتی جاتی ہے۔میں کتنے دنوں سے اسے سمجھ رہی تھی کہ کچھ نہیں ہوتا۔اگر آج اسکا ڈر ختم کرنے کے لیے اسے میں لفٹ میں اکیلا بھیجا تو یہ سب ہو گیا۔" دیبا مسلسل بول رہی تھی۔آرب اسکے بتائی گئی باتوں کو غور سے سن رہا تھا۔اور اسکا دماغ تیزی سے چل رہا تھا۔اسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ فوبیا ہے جو عناب کو ڈر اور خوف ہے۔

تبھی وہ لوگ گراونڈ فلور پہ پہنچے تھے جہاں لفٹ کے پاس لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہوا تھا۔آرب کو آتے دیکھ کے بکھر گئے تھے۔آرب اپنے سنجیدہ چہرے کے ساتھ

آگے بڑھا تھا۔وائٹ شرٹ اور بلیک کلر کی پینٹ پہن رکھی تھی۔اب صرف وہاں آرب حماد، لارا اور دیبا تھیں۔

"کال دی ٹیکنیشن ہیری اپ۔"لارا اور حماد کو آرڈ ملا تھا۔دیبا لفٹ بجا بجا کے عناب کو مخاطب کر رہی تھی۔

ہوں یوں تھا کہ جیسے ہی سمجھا بجھا کے عناب کو دیبا نے لفٹ میں داخل کیا تھا۔وہ اندر گئی۔لفٹ بند ہوئی عناب نے کانپتے ہاتھوں سے پینل پہ مطلوبہ فلور کا نمبر ڈالا تھا۔مگر ایک جھٹکے سے لفٹ رک گئی تھی۔وہ جو پہلے ڈر رہی تھی جھٹکے پہ چیخی تھی۔

"عناب کیا ہوا۔ڈرو مت۔"دیبا چیخ سن کے بولی تھی۔

"دیبا مجھے باہر آنا ہے میری سانس بند ہو رہی ہے۔"عناب نے بند لفٹ میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔اسے یوں لگ رہا تھا کہ ابھی لفٹ اسکے اوپر گر جائے گی اور وہ مر جائے گی۔سر گھومنے لگ گیا تھا۔

"دیکھو عناب تم بٹن پریس کرو ناں کچھ نہیں ہو گا۔"دیبا بولی تھی۔

"دیبا کُ کچھ بھی۔کچھ بھی کام نہیں کر رہا یہاں اندھیرا ہو گیا ہے۔"عناب روتے ہوئے بولی تھی۔ساتھ ساتھ لفٹ کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی۔اب دیبا بھی گھبرا گئی تھی۔

"تم ڈرنا مت میں ابھی حماد کو بلا کے لاتی ہوں۔" اسے اب اندازہ ہو گیا تھا کہ لفٹ خراب ہو چکی ہے۔ اگر عناب کو بتاتی تو اسنے ویسے ہی رو رو کے مر جانا تھا۔ عناب تو پہلے ہی ڈری ہوئی تھی۔

"عناب بولو تو سہی۔ تم ٹھیک ہو ناں۔ ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔" دیبا نے عناب کو لفٹ بجا کے مخاطب کیا تھا۔ تبھی آرب آگے بڑھا تھا۔

"د۔دیبا یہ یہاں بہت اندھیرا ہے۔ مم۔م۔مجھے باہر نکالو پ پلیز۔" عناب نے ہچکیوں میں بات مکمل کی تھی۔ دیبا بھی روہانسی ہو گئی تھی عناب کی آواز سن کے۔

"عناب دیکھو کچھ نہیں ہو گا۔ حوصلہ رکھو۔ اور میری بات غور سے سنو اگر تم نے لفٹ سے باہر آنا ہے۔۔" آرب نے لارا کو اشارہ کیا تھا کہ دیبا کو سائیڈ پہ کرے۔ حماد میکنیک کو کال کرنے چلا گیا تھا۔ لارا نے دیبا کو تسلی دیتے ہوئے سائیڈ پہ کیا تھا۔

"عناب باہر آنا ہے ناں۔۔" آرب نے پھر کہا تھا۔ اب کے گھٹنوں میں سر ہوئے کانپتے لرزتی روتی عناب نے امید کی کرن دیکھتے ہوئے گھٹنوں سے سر اٹھایا تھا۔ عناب کی آنکھوں کے سامنے چند عرصے قبل کا منظر ناچ رہا تھا جب

وہ ڈری سہمی طوفانی رات میں بادلوں کی گرج چمک اور بجلی کی کوند سے مقابلہ کرتی ایک رات بسر کی تھی۔

"ج۔جج جی۔۔" بادقت کہا تھا۔

"گڈ گرل۔اب یوں کرو رائٹ سائیڈ پہ آ کے بیٹھ جاؤ۔ہاں۔۔دیکھو میں بھی بلکل باہر اسی سائیڈ پہ بیٹھا ہوا ہوں۔بیٹھو۔"آرب نے بچوں کی طرح پچکارتے ہوئے کہا تھا۔دیبا اب حیرانی سے آرب کے اتنے دوستانہ رویے کو دیکھ رہی تھی جو کام کے علاوہ کوئی بات نہ کرتا تھا اپنے ورکرز سے۔صرف چند ایک سے وہ فرینک تھا۔

"بیٹھ گئی ہو ناں۔دیکھو میں بھی بلکل ادھر ہی بیٹھا ہوا ہوں۔ڈر پھر کس بات کا ہے۔سیل ہے ناں تمہارے پاس۔"آرب بھی بلکل اسی سائیڈ پہ پنجوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔عناب بھی بے اختیار رائٹ سائیڈ پہ کھسکی تھی۔جیسے وہ ابھی ایک پل میں ہی اسے ہاتھ بڑھا کے کھینچ لے گا اس دنیا سے۔یہ لفٹ اسکو اپنی دنیا جیسی لگی تھی۔اندھیر،گھٹن زدہ اور تکلیف دہ۔

"عناب۔سن رہی ہوں ناں مجھے۔"آرب نے نرم لہجے میں عناب کو مخاطب کیا تھا۔

"ج۔جی سیل ۔۔ہے۔ددیبا کدھر ہے۔" عناب نے ہانپتے کانپتے ہوئے کہا تھا۔

"سب ادھر ہی ہیں ۔تم اپنے سیل سے ٹارچ آن کرو ۔اندھیرا ختم ہو جائے گا اور روشنی ہو جائے گی۔کچھ ہی دیر میں تم باہر آجاؤ گی۔" آرب نے کہا تھا۔تبھی حماد آیا تھا۔

"سر میکینک پہلے ہی کام کر رہا ہے۔بس پانچ منٹ لگے گے اور ۔کسی کیبل کا مسئلہ ہو گیا ہے۔" حماد نے آرب کو مخاطب کیا تھا۔آرب نے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے اپنی پیشانی مسلی تھی۔

"روشنی ہوئی ہے کیا عناب۔" آرب نے اب عناب کو مخاطب کیا تھا۔ ساتھ اسکے ہاتھ موبائل پہ تیزی سے چل رہے تھے۔

"جج۔جی۔مم۔مجھے باہر آنا ہے۔" عناب کی زبان پہ ایک ہی رٹ تھی ۔آرب نے اب موبائل کان سے لگایا تھا۔تین چار بیلز کے بعد کال اٹھا لی گئی تھی۔

"ہاں ارباز میں تمہیں میسج کیا ہے ۔اسے پڑھ لیا ہے ناں ؟۔دیکھو پریشان مت ہو۔میں بات کی ہے میکنک سے بس کچھ ٹائم اور لگنا ہے ۔تم جلدی سے عناب کے نمبر پہ کال کر کے اسے باتوں میں لگا لو۔ورنہ ڈرو خوف سے اسکی طبیعت خراب ہونے کا خدشہ ہے۔" آرب نے لفٹ کی جانب دیکھتے ہوئے

بات مکمل کی تھی۔ موجودہ حالات کا میسج وہ اسے سینڈ کر چکا تھا۔ ابھی فی الحال کیسے، کب اور کیوں کا وقت نہیں تھا۔

"جی میں کرتا ہوں۔ مگر پلیز آپ مجھے یقعین دلائے کہ وہ ٹھیک ہے ناں۔ جلد از جلد اسکو نکال لیے گے وہاں سے۔" ارباز نے بے چینی سے اس سے پوچھا تھا اور وعدہ لینا چاہا تھا۔

"ہاں ارباز میں ادھر ہی ہوں۔ ڈونٹ واری۔ کال ہَر۔" آرب نے کہتے ہوئے کال بند کی تھی۔ لفٹ میں نیٹ ورک تو آتا ہی تھا۔

"پک اپ دی کال عناب۔ ہیری اپ۔" آرب نے اندر سے آتی ہلکی ہلکی فون کی آواز پہ عناب کو کہا تھا۔ عناب نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے فون کان کو لگایا تھا۔ ارباز کا نمبر دیکھ کے اسکی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"بھ۔ بھائی۔۔" ارباز کی آواز سنتے ہی عناب بلک پڑی تھی۔

"گڑیا۔ میری جان کچھ نہیں ہو گا۔ وہاں سب ہے ناں۔ اور۔۔ اور کچھ ہی دیر میں لفٹ ٹھیک ہو جائے گی۔" ارباز اسکے رونے پہ بے چین ہو گیا تھا۔ اپنی جان سے پیاری بہن کو روتا دیکھ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کر دے۔ اس کے بس میں فی الحال اسے باتوں میں ہی لگائے رکھنا تھا۔ ابھی اس نے ایک دو باتیں ہی کی ہوں گی۔ جب حماد آیا تھا۔

"سر لفٹ ٹھیک ہو چکی ہے۔ عناب پینل اب کام کر رہا۔" حماد نے آ کے کہا تھا۔ دیبا فٹا فٹ اٹھ کے آگے آئی تھی۔ عناب تیر کی سی تیزی سے آگے بڑھی تھی تبھی دروازہ کھولا تھا اور عناب کی پہلی نظر ہی آرب پہ پڑی تھی جو اپنے بھورے بالوں سمیت بڑی شان سے کھڑا تھا۔ شرٹ کے بازوں فولڈ کئے ہوئے تھے۔

"عناب۔ میری جان ٹھیک ہو ناں تم۔ ویری سوری۔" دیبا نے اسے کھینچ کے گلے سے لگایا تھا۔ آرب نے ایک نظر عناب پہ ڈالی تھی۔ جس کی آنکھیں اور ناک رونے سے سرخ ہو رہے تھے۔ بال بکھرے تھے۔ آرب ایک نظر اس منظر پہ ڈالتا آگے بڑھ گیا تھا۔

"دیبا کیا کر رہی ہوں تم۔ ٹھیک ہے وہ اب۔ اسے لے کے بیٹھو ادھر۔" حماد نے دیبا کو کہا تھا۔ اور انکو لے کے وہ گراونڈ فلور کے کیفے کی طرف بڑھا تھا۔

"یہ لو پانی پیو۔ ٹھیک ہو ناں اب۔" دیبا نے اسکو بیٹھا کے پانی دیا تھا۔

"ڈاکٹر کی ضرورت تو نہیں ہے ناں۔ ورنہ ہم ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" حماد نے پوچھا تھا۔

"نہیں۔ میں ٹھیک ہوں آپ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں۔" عناب انکی خدمتوں پہ شرمندہ ہو رہی تھی۔

"بلاوجہ کی بچی ۔کچھ ٹائم پہلے میری جان نکال دی تھی ۔وہ تو شکر کرو عین ٹائم پہ آرب سر سے سچویشن سنبھال لی ورنہ میں تو روئی جا رہی تھی ۔" دیبا نے اسے ایک لگائی تھی۔ حماد اور عناب ہنس پڑے تھے۔

"اور ساتھ میری بھی ۔کیونکہ اگر میری جان کی جان نکلی تو میری جان بھی ساتھ ہی جائے گی ناں ۔" حماد نے اپنی پسند کا موضوع نکالا تھا۔

"حماد سر بولتے وقت سوچ لیا کریں ۔" دیبا نے حماد کو آنکھیں دکھائیں تھیں۔

"اوکے ۔بابا اب مجھ سے نہ لڑنے لگ جانا ۔" حماد نے جھٹ کہا تھا۔ تبھی اسکے فون بجا تھا۔

"اوکے گائز مجھے کام ہے ۔تم لوگ اپنا دھیان رکھنا اب ۔اور عناب تم اس بدھو کی کسی بات میں نہ آنا اب ۔" حماد نے دیبا کی طرف انگلی کرتے ہوئے کہا تھا۔ اور وہاں سے نکلتا گیا ۔

"رباب سر ارتضی تمہیں اپنے کیبن میں بلا رہے ہیں ۔"

لیکچر شروع ہونے سے کچھ وقت پہلے کلاس کے لڑکے عاقب نے رباب کو پیغام دیا تھا ۔رباب تو اچھل پڑی تھی۔

"کیوں ۔۔۔؟؟؟" وہ چینخی اب شامت پکی ہے۔

"ابھی کوئی کسر باقی تھی ۔ابھی تو اتنا لمبا لیکچر دے کے گئے ہیں ۔" رباب رہانسی ہوئی ۔

"کلاس کی سی اور جی آر ہونے کا عہدہ کس کے پاس ہے۔" عاقب نے استفسار کیا تھا۔

"ہاں میں ہی ہوں ۔تم بھول گئے ہو کیا پتلو۔" رباب نے بتانے کے اسکی پتلی جسامت پہ طنز کیا تھا۔

"اوہ ہوں ۔پتلو کہاں سے لگتا ہوں میں تمہیں ۔" عاقب نے کہا تھا۔

"یہ پوچھو کہاں سے نہیں لگتے ۔منہ سے ٹانگوں سے ۔۔اور ۔۔۔" رباب پھر نان سٹاپ شروع ہو چکی تھی۔

"اوئے تیز گام میری چھوڑو یہ نہ ہو سر تمہارا بھی نظر آنا بند کر دیں ۔جاؤ سی آر کے فرائض بھی پورے کرو جا کے۔کیوں مقدس ۔۔" عاقب نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور ساتھ بیٹھی مقدس کی تصدیق چاہی ۔

"ہاں ہاں جاؤ جاؤ ۔" مقدس نے بھی کہا تھا۔

"ہاں تم دونوں بیٹھ کے موٹو پتلو کی جوڑی لائیو ٹیلی کاسٹ کرو۔" وہ ان دونوں پہ جملہ اچھالتی بھاگتی نظروں سے اوجھل ہو گئی ۔پاس بیٹھی مناہل اور فضا بھی کھکھلا اٹھی تھیں۔

"یہ بے عزتی تو نہیں ہو گی ۔۔" عاقب نے پوچھا تھا ۔

"ہاں مگر میری ۔" مقدس کہتی ہوئے اٹھی اور وہ گئی ۔

"توبہ اس کو دیکھ لو ۔اس کدو کے نخرے ۔ ٹھیک کہتی ہے رباب ۔ تم لوگوں کا سارا گروپ ہی پاگل ہے۔" عاقب غصے سے کہتا چلا گیا تھا۔ مناہل اور فضا محض اسے گھور کے رہ گئیں ۔

وہ دل میں کلمہ پڑھتی خود پہ پھونکتی فکلٹی کیبنز کی طرف آئی تھی ۔جہاں اس وقت ارتضی حیدر کا اسے آنے کا پیغام ملا تھا۔ رباب نے پنک کلر کا حجاب لے رکھا تھا۔کالی آنکھوں میں اس وقت تھوڑا سا ڈر بھی تھا۔ کندھوں پہ بیگ ڈال وہ دروازہ دھکیلتے اندر داخل ہوئی دو رو چھوڑ تیسری رو میں ارتضی حیدر کا دوسرا کیبن تھا۔ یہ وڈ کے کیبن تھے جہاں ٹیچر کے ایک ٹیبل کے ساتھ اور پانچ لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ رباب نے لگے شیشے میں سے اندر جھانکا تھا وہ لیپ ٹاپ پہ جھکا کوئی کام کرتا نظر آیا ۔ سوبر سا ارتضی حیدر ،چہرے پہ موجود سنجیدگی اسکو خوب جچتی تھی ۔ایک سرد آہ خارج کرتی ہوئی رباب آگے بڑھی دروازہ کھول کے تھوڑا سا منہ اندر کیا ۔

"مائے آئی کم ان ۔" رباب نے وہی سے اجازت چاہی ۔

"کون۔۔؟"سوال کے بدلے سوال آیا تھا۔ ایک لفظی۔ البتہ سر جھکا ہوا تھا۔رباب تو جل بھن گئی تھی۔

"رباب مجتبیٰ ملک رولنمبر ٹوئنٹی ٹو۔ سٹوڈنٹ کارڈ نمبر ایم۔ ایف۔ٹوئنٹی۔ٹو۔ ایم۔ب فارم ساتھ لانا بھول گئی۔بابا کا آئی کارڈ نمبر خود پوچھ لیں۔بھائی کا شاید پتہ ہو آپکو۔اور اپنا میرا یہ ہے تھری۔فور۔ون ۔۔۔"رباب کو تو گویا پتنگے لگ گئے تھے اسے پتہ تھا کہ یہ جان بوجھ کے کیا گیا سوال تھا۔پہلے بلایا اور اب۔۔

"اِینف اینڈکم اِن۔رولنمبر ٹوئنٹی ٹو۔"ارتضی نے ایک سرد نگاہ سے رباب کو دیکھا تھا باقی الفاظ رباب کے منہ میں ہی دم توڑ گئے۔

"نہایت ہی چالاکی سے اپنے بابا اور بھائی کا ذکر کیا ہے۔اس بات سے کیا ثابت کرنا چاہ رہی ہیں۔بتانا پسند کرے گی۔"ارتضی نے اسکے تپے تپے چہرے پہ نظر ڈال کے سوال داغا۔

"میں جسٹ اپنا انٹرو کروا رہی تھی۔"رباب کی ساری اکڑ ہوا ہو گئی تھی۔اب وہ منمنائی تھی۔

"کسی فارغ وقت میں آپکو سمجھاؤں گا انٹرو کا مطلب اور طریقہ بھی۔فی الحال جس کام کے لیے بلایا ہے وہ سن لیں۔"ارتضی نے تیز لہجے میں کہا تھا۔

"آج لیکچر نہیں ہو گا۔ کچھ مصروفیات کی بنا پہ۔ آپ کلاس کو بتا دیں۔ اور ۔۔۔" رباب کی آواز پہ باقی لفظ ارتضی کے منہ میں ہی رہ گئے تھے۔

"سچی۔ آج آپ کا لیکچر نہیں ہونا۔" وہ خوشی سے اونچی آواز میں چیخی۔ ارتضی نے صرف ایک نظر اسے دیکھا تھا رباب کی بولتی کے ساتھ ساتھ کھلی بانچیں بھی بند ہو گئیں تھیں۔ کیا غضب ناک گھوریاں تھیں اوپر سے پرسنالٹی۔ وہ محض سوچ کے رہ گئی۔ کسی سے نہ ڈرنے والی رباب کی اس کے سامنے ہوائیں اڑ جاتی تھیں۔

"ابھی جذبات پہ بند باندھے رکھیں اور پوری بات سن لیں۔ کل تو لیکچر ہو گا نہیں تو پرسوں ٹیسٹ ہو گا۔ سو بی ریڈی فار اٹ۔ کلاس کو انفارم کر دیجئے گا۔" ارتضی نے اسے تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ رباب نے محض سر ہلایا تھا۔ لیکچر نہ ہونے کی خبر وہ جلد از جلد ساری کلاس کو بتانا چاہ تھی وہ سر ہلاتی واپسی کو مڑی۔

"میں نے آپکو جانے کا بولا ہے کیا۔؟؟" ارتضی نے اسے جاتے دیکھا تو شرٹ کے کف فولڈ کرتا ہاتھ ایک سیکنڈ کو روک کے پوچھا تھا۔

"جی۔۔ نہیں وہ میں۔" وہ سپرنگ کی طرح اچھلتی واپس مڑ کے بولی تھی۔

"اپنا سیل نمبر دیں۔"ارتضی نے اپنا سیل اٹھاتے ہوئے ایک تنقیدی نظر رباب پہ ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"ک۔کیا۔۔مگر کیوں۔"رباب واقعی ہی حواسوں میں نہیں تھیں۔اسلیے اوٹ پٹانگ بول گئی۔یا شاید اتنا غیر متوقع سوال کی امید کم از کم ارتضی کی طرف سے نہ تھی۔

"آپ کو واٹس ایپ پہ ایڈ کرنا ہے۔تاکہ آپکی کمپنی سے فیض یاب ہو سکوں۔۔"ارتضی نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

"حد ہوتی ہے ویسے۔ظاہر سی بات ہے کہ آپ کلاس کی جی۔آر ہیں تو وقتاً فوقتاً ضرورت پڑ سکتی ہے صرف کلاس سے ریلیٹڈ کام کے لیے۔ورنہ میں کوئی اتنا فارغ انسان ہرگز نہیں ہوں۔"ارتضی نے باور کرایا تھا۔رباب تو شرمندہ ہی ہو گئی تھی۔یوں ڈبو ڈبو کے لفظوں کے تیر اچھالتا تھا ارتضی۔

رباب نے مرے ہاتھوں سے اپنے سیل کا لاک کھول کے فون کی ایپ کھولی تھی اور کونٹیکٹ پہ کلک کیا جہاں سب سے اوپر مائے نمبر میں رباب کا ہی نمبر تھا۔اور ارتضی کی جانب بڑھا دیا تھا۔جسے ارتضی نے پکڑا تھا اور اپنی لمبی انگلیوں سے اپنے سیل پہ اسکا نمبر لکھنے لگا تھا۔

اور اپنے سیل سے رباب کے نمبر پہ میسج کیا تھا۔رباب کے نمبر پہ میسج ٹون ہوئی ایک نظر آنے والے میسج پہ ڈالی تھی ارتضی کا ہی نمبر تھا۔پھر رباب کا سیل اسکو واپس پکڑایا۔

رباب نے میسج کھول کے دیکھا تو رولنمبر "ٹوئنٹی ٹو" لکھا ہوا تھا۔

"افف حد ہے۔" رباب محض بڑبڑا کے رہ گئی۔وہ جو اب اپنے بیگ میں لیپ ٹاپ اور باقی فائلز رکھ رہا تھا اسے یوں کھڑا دیکھا تو ایک سرد آہ خارج کی۔

"آپ ابھی تک گئی نہیں۔پروٹوکول کے ساتھ رخصت کرنا ہو گا کیا۔" ارتضی کی طرف سے ایک اور جاندار طنز آیا تھا۔رباب بات کا مطلب سمجھتی جل گئی تھی۔حد ہے بات مانو تب بھی مسئلہ نہ مانو تب بھی۔

"پہلے آپ نے خود ہی کہا تھا کہ میں نے آپکو جانے کا بولا ہے کیا۔تو اسلیے کھڑی ہوں کہ اب بھی جانے کا نہیں بولا۔" رباب نے اسکو پچھلی بات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا۔وہ جو جانے کو عین تیار کھڑا تھا۔ٹیبل سے گاڑی کی چابیاں اٹھائی تھیں۔

"اس قدر فرمانبرداری کا مظاہرہ کبھی کلاس میں بھی کر دیا کریں۔بہرحال رباب مجتبی ملک رولنمبر ٹوئنٹی ٹو آپ تشریف لے کے جا سکتیں ہیں۔" ارتضی نے کہتے ہوئے اسے باقاعدہ ہاتھ سے باہر کا راستہ دیکھایا تھا۔رباب کا تو گویا ضبط جواب

دے رہا تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ سامنے کھڑا انسان اسکا استاد تھا۔ وہ خود پہ ضبط کرتی باہر نکلی تھی البتہ اپنے اللہ اور فرشتوں کو مخاطب کرنا نہ بھولی تھی۔

"دیکھ لیں اب اللہ تعالیٰ۔ پھر سب کہتے ہیں رباب ہے ہی بد تمیز۔ فرشتوں گواہ رہنا کہ میں نے کس قدر ضبط کیا ہے۔ اللہ تعالی۔" وہ بڑبڑاتی باہر نکلی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ اسکی بڑبڑاہٹ اس سے ایک قدم فاصلے پہ آتے شخص نے سن لی تھی۔

فکلٹی کا دروازہ کھول جیسے ہی وہ نکلی باہر اسکی چھپکلیاں کھڑی تھیں دروازے سے چپکی۔ اسے دیکھتے ہی اسکی طرف بڑھی تھی۔

"اف خدایا رباب کیا ہوا۔ اتنا ٹائم لگا دیا۔ اتنا ڈانٹا کیا تمہیں۔" فضا نے اسکی معصوم شکل دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اللہ میں تو ٹینشن میں کب سے چکر کاٹ رہی ہوں۔" مقدس نے اسکا ہاتھ پکڑ کے پوچھا تھا۔

"وزن پھر بھی جوں کا توں ہے۔" نشاء ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"یار ہوا کیا ہے بتا تو دو میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔" اب کے مناہل بولی تھی۔

"اپنا اپنا منہ بند کرو گی تو میں کچھ بولوں گی ناں۔پہلے ہی اس خشک مزاج پروفیسر کی وجہ سے میرا بی پی لگتا ہے ہائی ہو جانا ہے۔ایسے ایسے طنز کرتے ہیں کیا بتاوں ۔خدا پناہ۔۔اور جب۔۔۔"رباب کی زبان فراٹے بھر رہی تھی۔

"رباب چھوڑوں چلتے ہیں۔۔وہ وہاں۔۔"ان چاروں نے پیچھے دیکھتے ہوئے رباب کو چپ کروا کے یہاں سے لے کے جانا چاہا تھا۔مگر وہ رباب ہی کیا جو بات سن لیتی۔

"ارے کیا چپ ہو جاؤں۔پہلے کہہ رہی تھی کہ بولو اب چپ ہو جاؤں۔پہلے اندر تقریباً دس منٹ چپ کھڑی رہی ہوں یوں لگ رہا تھا کہ میں کوئی مجرم ہوں جو کٹہرے میں کھڑا کیا ہوا ہے بغیر کسی جرم کے۔"رباب کے نہ ختم ہونے والے غم شروع ہو چکے تھے۔

"رولنمبر ٹوئنٹی ٹو آپ اپنی کانفرنس کہی اور کر لیں یہ راستہ ہے۔جگہ دیکھ کے شروع ہوا کریں۔"ارتضی کی آواز اسکے قریب ابھاری تھی۔وہ اچھلتی پیچھے ہوئے۔ارتضی بلکل اسکے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔بلیک ٹو پیس میں ٹائی لگائے ہاتھ پہ گھڑی بندھی ہوئی تھی۔بیگ تھامے وہ اس پہ ایک نظر ڈالتا پاس سے گزرتا باہر نکل گیا تھا۔دروازے کے باہر کھڑا گروپ بھی خودبخود راستے سے ہٹ گیا تھا۔

"ہائے یہ انداز رولنمبر ٹوئنٹی ٹو کہنے کا۔اف ظالم۔۔"نشاء نے آہ بھرنے والے انداز میں کہا تھا۔رباب کا سارا غصہ گراونڈ میں بھاگتی نشاء پہ اترا تھا۔نشاء آگے آگے بھاگ رہی تھی اور رباب پیچھے جو ہاتھ میں چیز آتی اس پہ پھینک رہی تھی۔گاڑی نکالتے ارتضی کی نظر اس منظر پہ پڑی تھی۔اگلے ہی پل وہ گاڑی گیٹ سے نکال لے گیا تھا۔

رات کو وہ اپنے فلیٹ میں سونے کی تیاری کر رہی تھی۔جب پریشان بیٹھی عناب پہ نظر پڑی تو اسکے پاس چلی آئی۔

"عناب کیا ہوا ہے۔صبح والی بات کو لے کے پریشان ہو۔"دیبا اسکے پاس صوفے پہ بیٹھے ہوئے بولی تھی۔عناب اسکی آواز پہ چونکی تھی۔اور سر ہلا دیا۔

"یار مت سوچو بری چیزوں کے بارے میں۔بھول جاؤ ناں۔تم ٹھیک ہو اب۔ایسے اگر بری سوچوں کو ذہن پہ سوار رکھو گی تو تم کچھ نہیں کر پاؤ گی۔"دیبا نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے سمجھایا تھا۔

"دیبا میرے ساتھ اتنا کچھ ہو چکا ہے کہ اب یوں لگتا ہے کہ کچھ اچھا ہے ہی نہیں مجھ پر ہر وقت یہ ڈر اپنے آپ پہ حاوی لگتا ہے کہ اب کچھ ہو جائے گا اب کچھ چھن جاہے گا۔"عناب نے نمی لہجے میں کہا تھا۔اس سمے صدیوں کی تھکن

اسکے لہجے میں گھلی ہوئی تھی۔چہرے پہ ہر ایک درد اور تکلیف کا عکس نظر آرہا تھا۔

"دیبا تمہیں پتہ ہے جب میں چھوٹی سی تھی تو اپنے ہم عمر بچوں سے بہت مختلف تھی ۔الگ تھلگ سنجیدہ سی ۔کیونکہ میرے ماں باپ کی کبھی آپس میں نہیں بنی تھی ۔لڑائی جھگڑوں سے ذہن پہ عجیب اثرات پڑے تھے جس سے میں اور اکیلی ہوتی جارہی تھی۔پھر کچھ اور وقت گزرا تھا تو بابا کی نئی دلہن آگئی ۔ن۔نیلم آنٹی۔"نیلم کا نام لیتے ہوئے وہ ایک لمحے کو ڈری تھی ۔اسکا ہر ستم یاد آیا تھا ۔کچھ دیر چپ رہی دیبا بھی اسے ہی سن رہی تھی۔

"م۔میں ایک عرصے یوں رہی ہوں کہ مجھے کبھی کبھی یوں لگتا تھا کہ اگلی سانس جدا ہو جائے گی مجھ سے اور میں اپنے مالک سے جاملوں گی ۔ساری مشکلات سے چھٹکارا مل جائے گا۔وہاں کی پناہیں میرے لیے مضبوط ہوگی جہاں کوئی بھی مجھے ہاتھ تک نہیں لگا پائے گا ۔مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہو۔میں آج تمہارے سامنے کھڑی ہوں ۔تمہیں پتہ ہے انکے رویوں نے مجھ پہ اتنا اثر کیا ہے کہ مجھے اب شادی جیسے رشتے سے عجیب کوفت ہوتی ہے۔میں کبھی اب شادی کا سوچ بھی لوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔اس رشتے میں ساری عمر باندھے رہنے سے کیا صلہ ملا میری ماں کو صرف بابا کی جدائی ،طعنے ،انتظار ،لڑائی

جھگڑے اور ۔۔۔۔" عناب کی آواز اب آنسوؤں کے زور میں کم ہوئی تھی
۔اس کے آنکھوں کے سامنے بستر پہ پڑی ماں کا چہرہ گھوم گیا تھا۔وہ ضبط نہ کر
پائی اور بلک اٹھی ۔دیبا نے آگے بڑھ کے اسے ساتھ لگایا۔

"بس۔چپ بلکل ۔اب اگر تم روئی ناں تو میں تم سے بات تک نہیں کرنی
۔اٹھو ذرا باہر سے ہو کے آتے ہیں۔" دیبا اسے بہلانے کے لیے جلد از جلد
اٹھی اور اپنے پاؤں میں سلیپر پہننے لگ گئی تھی ۔عناب البتہ جانے کو تیار نظر
نہیں آرہی تھی۔

"عناب اٹھ جاؤ شرافت سے ورنہ میں واقعی میں چلے جانا ہے تم رہو اکیلی ادھر
۔خود ہی جن بھوت آ کے تمہیں کمپنی دیں گے۔" دیبا نے اسے ڈرایا اور
دروازے کی طرف لپکی تھی ۔عناب جنوں کا سن کے حرکت میں آئی تھی
۔فٹ اٹھی اور دروازے کی طرف بھاگی ۔دیبا اسکی حرکت سے ہنس پڑی۔

"گڈ گرل ۔چہرہ صاف کرو۔اور آؤ آئس کریم کھا کے آتے ہیں۔" دیبا کا فلیٹ
کے نیچے بنی ایک بیکری جانے کا ارادہ تھا۔انکے فلیٹ کے اردگرد ہر قسم کی
شاپ اور ریسٹورنٹس تھے۔

لفٹ میں جاتے ہوئے عناب نے دیبا کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ابھی
صبح ہی تو اس کے ساتھ واقع ہوا تھا۔اب دیبا اور اور لوگ بھی لفٹ میں تھے

تو اسے دھاڑس بندھی۔ مشکل سے ہی مگر اب وہ جب دیبا کے ساتھ ہوتی تو لفٹ سے آتی جاتی تھی ۔آفس سے اگر دیبا لیٹ ہو جاتی تو عناب سیڑھیوں کا سہارا لے کے ففتھ فلور تک جاتی تھی ۔دوبئی کی گرمی میں اسکے چھکے چھوٹ جاتے تھے مگر وہ اکیلی لفٹ میں جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی ۔ لفٹ سے جاتے ہوئے جاننے والوں سے دیبا کی ہیلو ہائے جاری تھی البتہ عناب ابھی کم لوگوں سے واقف تھی۔

"دیبا تم تو آدھی سے زیادہ دنیا کو جانتی ہو ۔" عناب نے باہر نکلتے ہوئے پوچھا تھا۔باہر اس وقت رونقیں اپنے عروج پہ تھیں ۔لوگوں کی چہل پہل تھی ۔روشنیوں کا ایک جہاں آباد تھا۔

"تمہاری طرح اب اپنی الگ دنیا بنا کے تو نہیں رہ سکتی میں ۔" دیبا نے اسے ہنستے ہوئے کہا تھا۔اور کچھ فاصلے پہ دائیں جانب بنی بیکری میں انٹر ہوئیں تھیں ۔دیبا نے اپنے لیے اور عناب کے آئس کریم لی ۔عناب ایک سائیڈ پہ کھڑی لوگوں کا معائنہ کر رہی تھی۔دیبا پے کر کے آئی اور ایک آئس کریم عناب کو دی ۔اب ان دونوں کا رخ اپنے فلیٹ کے گارڈن کی طرف تھا جہاں بینچ پڑے ہوئے تھے ۔اور بھی لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔خلاف توقع آج ہلکی ہلکی ہوا

چل رہی تھی ۔وہ دونوں بھی اب بیٹھ کے اپنی اپنی آئس کریم سے لطف اندوز ہو رہی تھی ۔

"صبح سائٹ پہ جانا ہے یار ۔" دیبا نے یاد دلایا تھا ۔تو عناب اپنے آفس ریکارڈ کے بارے میں سوچنے لگ گئی۔ تھی ۔جو بہت ہی برا تھا۔

"دیبا

"دیبا سر آرب پہ میری اتنا برا امپریشن پڑ چکا ہے ۔وہ مجھے بدھو سمجھتے ہوں گے ۔" عناب روہانسی ہوئی تھی۔

"عناب میری جان کچھ نہیں ہوتا ۔کوئی کچھ نہیں سمجھتا ۔اگر تم یوں اپنے ماضی کے زیر اثر ہی رہو گی تو کبھی آگے نہیں بڑھ پاؤ گی۔ماضی بھی تمہاری زندگی کا حصہ ہے مگر اسے یوں اپنے حال پہ مسلط مت کرو ۔ارباز سر کا ہی خیال کر لو وہ تمہاری خاطر پریشان رہتے ہیں ۔ابھی بھی گھنٹہ بھر کال پہ تمہیں سمجھا رہے تھے مجھے الگ سے فون آتے ہیں حماد کو الگ سے جس میں صرف تمہارا خیال رکھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔" دیبا اسے سمجھا رہی تھی ۔

"تم میں ہر وہ ٹیلنٹ موجود کے جس سے تم اپنا آپ منوا سکتی ہو ۔مگر خود کو مضبوط بنا لو ۔دیکھنا ساری راہیں آسان ہو جائے گی۔" دیبا نے کہا تھا ۔عناب نے ہلکے سے سر ہلایا تھا۔

"چلو گڈ گرل ۔ ختم کرو جلد سے ۔پگھل گئی ساری آئس کریم ۔" دیبا اور عناب کچھ دیر باتیں کرتی رہیں پھر دونوں ساتھ چلتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئیں تھیں ۔

وہ کام نمٹا کے تھوڑی دیر کے لیے حویلی کے پچھلے حصے میں آئی تھی ۔رات والا واقعہ یاد کر کے اسکی آنکھیں پھر بھر آئی تھیں ۔

"اگر اندر کا غبار اندر رہ جائے ناں تو اندر ہی مر جاتا ہے ۔پھر مردہ اور زندہ انسان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔صرف سانسیں چلتی رہیتی ہیں ۔" بڑی آپا جو کب سے سے یوں بیٹھا اپنی کمرے کی کھڑکی سے دیکھ رہی تھی اسکے پاس آکے بولی تھیں ۔ عناب نے سر اٹھا کے انکو دیکھا تھا ۔جو اسکو ہی دیکھ رہی تھی۔وہ زمانہ شناس تھیں ۔

"یہ دنیا بزدل کو جینے نہیں دیتی ۔جتنا جو دبے گا اسکو اتنا ہی دبائے گی۔خود کے لیے آواز اٹھانا سیکھو۔جینا سیکھو ۔" وہ بولی تھیں ۔

"نہ نہیں کر سکتی میں یہ ۔" عناب بھی ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں کہہ گئی تھی اتنا مہربان لہجہ سن کے وہ خود پہ قابو نہ پا سکی ۔اور اپنا راز آشکار کر گئی تھی۔

"غلط کہہ رہی ہو ۔تم سب کچھ کر سکتی ہو۔ہمت کرو بس۔ورنہ یہ دنیا تمہیں نوچ کھائے گی ۔مٹ جاؤ گی تم ورنہ۔بچا لو خود کو ۔ایک بات یاد رکھنا جس دن تم

مضبوط بن گئی ناں یہ دنیا تمہیں آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھ سکتی ۔" وہ کہتے ہوئے چلی گئی تھیں خاموشی سے۔

عناب حیران تھی کہ انکو کیسے پتہ کہ وہ دنیا کی ستائی ہوئی ہے ۔مگر جو زمانہ شناس لوگ ہوتے ہیں ناں وہ چہرے پڑھ لیتے ہیں ۔

دو دن سکون سے گزرے تھے علی نے رات کو لیٹ آنا تھا۔ جمشید اور نیلم کسی کی شادی پہ گئے ہوئے تھے۔ عناب گھر پہ اکیلی تھی وہ اپنی کتابیں کھولے بیٹھی تھی برآمدے میں ۔جب ثاقب گھر آیا تھا عناب کا دل کانپا تھا اسے دیکھ کے۔

عناب کو دیکھ کے اسکی آنکھوں میں چمک آئی تھی ۔شیطانی سوچ۔

عناب کا دل کیا کہ غائب ہوجائے یہاں سے۔

"کھانا دو مجھے" ثاقب نے اس کے پاس آ کے کہا تھا۔ عناب کا دل کیا اس کا منہ نوچ لے۔ مجبوراً ڈرتے دل کے ساتھ اٹھی اور کچن میں گئ تھی۔ کھانا ڈال رہی تھی کہ وہ بھی پیچھے آگیا۔

"او رانی کیوں ہر ٹائم غصے میں رہتی ہو کبھی میرے ساتھ بھی دو باتیں کر لیا کرو" ثاقب نے اس کے ہاتھ پکڑتے کہا تھا۔ عناب کے تو ہوش اڑ گئے۔ وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"ثا۔۔ثاقب بھائی۔۔" عناب نے بدوقت کہا۔

"نا نہ۔ بھائی تو نہ بول میری شہزادی"۔ثاقب نے اس کی بات کاٹ کر اس کا بازو پکڑا تھا۔

"یہ دنیا تمہیں کاٹ کھائے گی

بچا لو خود کو

مٹ جاؤ گی

ہمت کرو تم سب کچھ کر سکتی ہو مضبوط بن جاؤ"

بڑی آپا کے جملوں کی بازگشت تھی اسکے آس پاس ۔اسکا ذہن کچھ سیکنڈ تک ماوف ہو گیا تھا۔سائیں سائیں کر رہا تھا۔۔

"تم کر سکتی ہو۔تم کر سکتی ہو۔"عناب نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ اپنے حواس بحال کئے اور ادھر ادھر نظریں دوڑائیں ۔سامنے ہی اسکی نظر پڑی ہوئی چھری پہ پڑی تھی ۔ایک خیال بجلی کی تیزی سے اسے دماغ میں آیا اور اسنے ایک بھی لمحہ ضائع کئے بغیر سرعت وہ اٹھائی تھی۔وہ ثاقب کی طرف چھری کا رخ کیا تھا اور خود دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"اگر ایک قدم بھی میرے پاس آئی تو آج تمہارا آخری دن ہو گا۔مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی نہ کرنا۔اپنی عزت کی خاطر میں جان بھی دے سکتی ہوں اور تم جیسے شیطان کی لے بھی سکتی ہوں۔" وہ سرخ آنکھوں سے اسے گھورتی گرجی تھی۔آج اسکے لہجے میں کوئی کمزوری نہ تھی۔ثاقب حیران تھا اسکا یہ روپ دیکھ کے کہ کہاں وہ دبو سی عناب اور اب۔وہ تو اسے کمزور سمجھتا تھا۔بات جب عزت پہ آجائے تو عورت کو یوں ہی مضبوط بن جانا چاہئے۔اپنی بقا کے لیے یوں ہی ڈٹ جانا چاہیے۔تبھی علی اندر آیا تھا۔عناب بھائی کی طرف بھاگی تھی۔

"آپا کیا ہوا ہے آپ اتنی ڈری ہوئی کیوں ہیں۔اور یہ چھری کیوں ہے آپ کے ہاتھ میں۔" علی نے اس سے پوچھا تھا۔وہ روتے ہوئے اسکے گلے لگ گئی تھی۔اس لمحے کوئی ہمدرد سامنے آیا تھا۔وہ تو ہاری بیٹھی تھی۔تب ہی علی کی نظر کچن سے نکلتے ثاقب پہ پڑی تو لمحے میں ساری بات اسکی سمجھ میں آگئی تھی۔اب وہ ایک اتنا بچہ بھی نہ تھا۔وہ غصے سے آگے بڑھنے لگا تھا تو عناب نے اسکو روک لیا تھا۔

"نہیں علی۔تم اس گندے انسان کے منہ نہیں لگو گے۔" عناب نے اسکے بازوں پکڑتے ہوئے روکا تھا۔وہ کوئی جھگڑا نہیں چاہتی تھی۔

"ہٹیں آپی میں اسکا حشر کردوں گا۔ "اسنے عناب سے کہا تھا۔ اس وقت اسکی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ عزت تھی اسکی۔ بہن تھی اسکی۔ اگر وہ ذرا دیر سے آتا تو کیا سے کیا ہوا جاتا۔ وہ یہ سوچ کے ہی مرنے والا ہو گیا تھا۔ وہ ثاقب کی طرف بڑھا تھا۔ وہ دبلا پتلا سا ثاقب جو بری صحبتوں کا عادی تھا۔ اور علی ملکوں کے ڈرائیور۔ جسکو ساتھ ساتھ ٹرین کیا جاتا تھا کہ اگر کوئی ہنگامی صورتحال ہو تو کیسے نمٹنا ہے۔ ساتھ اسکی خوراک کا ذمہ بھی ملکوں کے سر تھا۔ وہ کچھ ہی عرصہ میں ایک صحت مند اور طاقت ور علی بن چکا تھا۔ علی نے اسکو گریبان سے پکڑتے ہوئے ہلایا تھا۔ اور ایک مکا اسکی ناک پہ مارا تھا۔ تو خون کا فوارہ نکل پڑا تھا۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ "علی نے کہا تھا ساتھ ہی اسے پیٹ رہا تھا۔ اندر داخل ہوتے جمشید اور نیلم نے سنا تھا۔ نیلم کی نظر جب اپنے راج دلار پہ پڑے تھی وہ چیخ اٹھی تھی۔ ثاقب کی ناک سے خون نکل رہا تھا۔ نیلم چیختی اسکی طرف بڑھی تھی۔

"ہائے میرا بچہ۔ کس بے دردی سے اسے مار رہے ہو۔ علی تم مر جاؤ۔ چھوڑو میرے بچے کو۔ "نیلم نے اپنا سینہ پیٹتے ہوئے کہا تھا۔ جمشید آگے بڑھ کے علی کو الگ کر رہا تھا۔ جو کس طرح بھی اسکا گریبان چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔

"ناگن ڈائن کی اولاد ہو تم ۔ جو پہلے تو خود اس گھر کی خوشحالی کو نگل گئی ۔ خود تو اب موت کے بستر پہ پڑی ہوئی ہے اور تم لوگوں کو یہاں مجھے ڈسنے کو چھوڑ گئی ہے ۔ "نیلم اب چیخ رہی تھی ۔

"چھوڑ ورنہ میں تیری بہن کا گلہ دبا دوں گی ۔ "نیلم نے کہتے ساتھ کی اپنے پاس کھڑی نیلم کو بالوں سے پکڑ کے جھٹکا دیا تھا نتیجے میں عناب کی چیخ بلند ہوئی تھی ۔

"چھوڑ دیں میری بہن کو ۔ ورنہ میں اسکا گلہ دبانے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا ۔ "علی نے نیلم کی گرفت میں تڑپتی عناب کو دیکھ کے کہا تھا ۔

"جمشید میرے بچے کو مار رہا وہ ۔ "نیلم اب جمشید کو پکار رہی تھی جو علی اور ثاقب کو الگ کر رہا تھا ۔

"علی چھوڑ اسے ۔ وہ مر جائے گا ۔ "جمشید نے علی کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا تھا ۔

"کیسے باپ ہیں آپ ۔ اس سے بہتر تھا کہ ہمارا باپ مر گیا ہوتا ۔ آپکو پتہ ہے اس درندے کی آپکی عزت پہ غلط نظر ہے ۔ آج بھی اگر میں وقت پہ نہ آتا تو پتہ نہیں کیا ہو جانا تھا ۔ کیسے باپ ہیں آپ ۔ "علی ثاقب کو ایک دھکا دیتے ہوئے اس کو چھوڑ کے عناب کی طرف بڑھا تھا ۔ نیلم علی کی آنکھوں میں جنون دیکھتے عناب کو چھوڑتے الگ ہوئی تھی ۔ علی نے عناب کو اپنے ساتھ لگا لیا تھا ۔

"آپا میں ہوں ناں پریشان نہ ہوں آپ۔آپ چلیں میری ساتھ۔ہم اس گھر میں نہیں رہے گے۔جہاں آپکی عزت محفوظ نہ ہو۔"علی اپنی عمر سے کئی بڑا لگا تھا عناب کو۔

"الزام لگا رہا ہے وہ میرے بیٹے پہ۔اپنی بہن کے لچھن چھپا رہا ہے تو۔جو خود آوارہ ہوئی پڑی ہے"نیلم نے فرش پہ گرے ثاقب کے ناک سے بہتے خون کو صاف کرتے ہوئے علی سے کہا تھا۔

"بس کر دو نیلم۔"پہلی بار جمشید بولا تھا۔نیلم نے حیران نظروں سے جمشید کو دیکھا تھا۔جو اپنے بیٹے اور بیٹی کے بدلے اس پہ چیخ رہا تھا۔

"شکر ہے آپ کو کچھ تو خیال آیا ورنہ تو مجھے لگا تھا کہ آپ اس عورت کے آگے اپنی زبان اور عقل دان کر چکے ہیں۔"علی نے ہنستے ہوئے تمسخرانہ انداز میں کہا تھا۔

"علی زبان بند کرو۔ورنہ میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔"جمشید نے علی کو قہر برساتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے اس گھر میں نہیں رہنا بس۔چلو عاقب اٹھو ابھی۔جہاں میرے بچے پہ الزام لگایا جائے۔لعنت بھجتی ہوں میں۔"نیلم نے بازی پلٹنے کا سوچا تھا۔جمشید اب ہڑبڑا گیا تھا۔

"نیلم بات ختم ہو گئی ہے۔ تم کہاں جاؤں گی۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ تم کیوں جاؤں گی کہی۔" جمشید نے ٹسوے بہاتی نیلم سے کہا تھا۔

"میرا کوئی گھر نہیں جمشید۔ مجھے اس لیے بیاہ کے لائے تھے کہ مجھے اپنے بچوں کے ہاتھوں یوں ذلیل کرواگے۔ تمہارے بچوں کو میں اپنے سینے سے لگا کے رکھا۔ اس گھر کو اپنے گھر کی طرح سنوارا۔ بدلے میں مجھے کیا ملا۔" نیلم اب ایموشنل ہو رہی تھی۔ جس میں جمشید جیسے مرد باآسانی آجاتے ہیں۔ یہاں بھی یہ ہی ہوا تھا۔

"نیلم مجھے پتہ ہے تمہاری قربانیوں کا۔ علی چلو معافی مانگوں اپنی ماں سے۔ اور عناب تم بھی۔" جمشید نے ان دونوں سے کہا تھا۔ نیلم دل ہی دل میں اپنی اداکاری پہ ہنسی تھی۔

"معاف کریں ابا حضور۔ معافی وہ بھی اس عورت سے۔ آپ کو آپ کا گھر اور بیوی مبارک۔ چلو عناب ہم یہاں نہیں رہے گے۔ میرے میں اتنا دم ہے کہ اپنی بہن کو عزت کی روٹی کما کے دے سکوں۔ کسی اقر کے ٹکڑوں پہ کتوں کی پلنے کی عادت نہیں ہے مجھے۔" علی نے ایک ایک لگظ چبا چبا کے کہا تھا۔ عناب کا ہاتھ پکڑا اور سامنے کمرے میں گیا۔

"آپا اپنے کپڑے رکھ لیں۔" علی نے آنسو صاف کرتی عناب سے کہا تھا۔

"علی ہم کہاں جائے گے۔؟" عناب نے پوچھا تھا۔

"آپا خدا کی زمین بہت وسیع ہے کہی ناں کہی پناہ مل جاہے گی۔" علی نے عناب کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔ کچھ دیر میں عناب نے ایک تھیلے میں چند چیزیں رکھیں اور دونوں بہن بھائی باہر نکل آئے تھے۔ صحن میں اب کوئی بھی نہ تھا۔ کاش کوئی انکو روکنے کے لیے آجائے۔ ایک لمحوں کو دل سے خواہش ابھری تھی۔ گھر چھوڑنا اتنا آسان تو نہ تھا۔ خواب کا گھر۔ آشیانہ۔ جہاں آپکا بچپن گزرا ہو۔ ماں اور باپ کے ساتھ وقت گزرا ہو۔ دونوں بہن بھائی عمر کے اس حصے میں اپنے مضبوط قلعے کو چھوڑنے پہ مجبور ہو چکے تھے۔ دونوں ہارے ہوئے لگ رہے تھے۔ ایک الوداعی نظر گھر پہ ڈالتے آنکھوں میں بے شمار آنسوؤں آگئے تھے۔ دل پہ ایک تیر آن لگا تھا۔ ٹمٹماتے امیدوں کے چراغ بجھ گئے تھے۔ اور وہ زندگی کے سے لڑتے گھر کی دہلیز پار کر آئے تھے۔

میری روح میں اتر زرا:

از عنایہ احمد

قسط نمبر ۵:

ارتضی حیدر ایک حقیقت پسند انسان ۔ اگر اسے سیلف میڈ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔جس نے خدا کی مدد اور اپنے بل بوتے پہ خود کو منوایا تھا۔اپنی صلاحیتوں کو نکھارا تھا۔حیدر صاحب جن کی شادی فہمیدہ سے ہوئی تھی۔انکے تین بچے تھے۔بڑی بیٹی تحریم حیدر اس سے چھوٹا بیٹا ارتضی حیدر اور سب سے چھوٹی حفصہ حیدر۔

حیدر صاحب کی ایک چھوٹی سی دکان تھی۔انکے گھر میں شروع سے ہی مالی مسائل تھے۔مگر ان سب کے باوجود انہوں نے اپنے بچوں کا تعلیمی سلسلہ نہ روکا تھا۔صبر وشکر سے تنگدستی میں بھی گزارا کر رہے تھے۔ان لوگوں کو شروع سے ہی بے پناہ محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔حتی کہ رشتہ دار بھی اپنے رویے بدل گئے تھے ملنا ملانا کم ہو گیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ ارتضی نے خاموشی اور سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔حالات تو پتھر پہ بھی اثرانداز ہوتے ہیں وہ تو پھر ایک گوشت پوست کا انسان تھا۔ارتضی کے میٹرک کے پیپرز کے بعد اچانک حیدر صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔اب دکان کی ساری ذمہ داری ارتضی پہ آ گئی تھی۔وہ جو سکول سے آنے کے بعد دکان پہ بیٹھا کرتا تھا اب ساری ذمہ داری اسکے ناتواں کندھوں پہ آگئی تھی۔

حیدر صاحب کا علاج ایک سرکاری ہسپتال میں چل رہا تھا۔ تھوڑی سی جو جمع پونجی تھی وہ خرچ ہو رہی تھی۔ مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حیدر صاحب زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ پائے تھے۔ اور ارتضی اپنے دوستوں جیسے باپ کو کھو چکا تھا۔ اب تو اور بھی الگ تھلگ ہو گیا تھا۔ رشتہ دار وقت پہ آئے پھر یوں بھولے کہ جیسے کبھی ان سے ملاقات رہی ہی نہ ہو۔

وقت گزر رہا تھا حالات وہ ہی تھی تنگدستی والے۔

ارتضی کا رزلٹ آیا گیا تھا جس میں اسنے نمایاں پوزیشن لی تھی۔ ایک نامور کالج میں اسکو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔ جو دوسرے شہر میں تھا ماں بہنوں کو چھوڑ کے جانا مشکل تھا سو اپنا گھر بیچ انکو لے کے وہ دوسرے شہر روانہ ہو گئے تھے۔ اسکالرشپ پہ اسکا داخلہ ہو گیا تھا۔ تحریم گھر پہ ہی ہوتی تھی اس نے پرائیویٹ بی اے کا داخلہ بھیجا ہوا تھا۔ ساتھ بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھی۔ اور فہمیدہ سلائی کام کرتی تھی۔ جس سے گھر چلانے میں آسانی ہو رہی تھی۔ ارتضی دکان سنبھالتا تھا۔ یوں ہی وقت آگے بڑھتا گیا۔ ارتضی کو اس دنیا میں صرف الف، ب کی طاقت پہ ہی یقعین تھا جو اسکا باپ اس دنیا سے جاتے پختہ کر گیا تھا۔ وہ اس یقعین کے بل بوتے محنت کرتا آگے بڑھتا گیا تھا۔ خدا کی ذات کو تھامے۔ پھر کامیابیوں کے راہ واہ ہوتے گئے تھے۔ کچھ آرب جیسا

مخلص انسان اسکول مل گیا تھا تو زندگی کچھ سہل محسوس ہونے لگی ۔ڈگری مکمل ہوتے ہی اسے ایک اچھی یونی ورسٹی مین انٹرویو کے بعد جاب مل گئی تھی ۔جسکی سیلری بہت ہی پرکشش تھی ۔خدا نے محنت کا صلہ دیا تھا۔ساتھ وہ اب بھی پارٹ ٹائم جاب کرتا تھا۔چند عرصے بعد وہ اپنے آبائی شہر اسلام آباد میں ایک گھر لے چکا تھا۔پھر اپنا ٹرانسفر بھی اسلام آباد والے کیمپس میں کروا لیا تھا۔زندگی میں سب کچھ بدل گیا تھا اگر کچھ نہ بدلا تھا تو ارتضی کے مزاج کی تلخی ۔کیونکہ وہ زندگی کے تلخ رنگ دیکھ چکا تھا۔ان رنگوں نے ارتضی پہ گہری چھاپ چھوڑی تھی۔

دیبا اپنے سامنے پڑے کمپیوٹر پہ کچھ ٹائپ کررہی تھی۔جب نظر فائل کو پکڑے پاس بیٹھی عناب پہ پڑی۔

"اوئے تم گئی نہیں ابھی۔" دیبا نے عناب کو گھر کا تھا۔

"تم جاؤ ۔میں یہ کام کردوں گی۔" عناب نے جانے سے صاف انکار کیا تھا۔دیبا نے کام چھوڑ کے اسے گھورا تھا۔

"عناب میں زیادہ بولنے کے موڈ میں نہیں ہو ۔جاؤ فوراً ۔" دیبا نے اسے آنکھین نکالی تھیں ۔عناب چپ چاپ اٹھ گئی تھئ۔

بہت غلط کر رہی ہو تم دیبا۔" عناب نے کھڑے ہوتے ہوئے رونی سی صورت میں کہا تھا۔

"ہاہاہا چلو اچھا جاؤ۔ ورنہ سر آرب نے غصے سے لال ہو جانا ہے انکو یہ فائل چاہئیے ہے جلدی جاؤ۔" دیبا نے اسکو دھمکایا تھا۔ عناب اسے وارن کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔ آفس کا ڈور دھکیلا تھا تو اندر آرب لیپ ٹاپ میں مصروف نظر آیا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی تو ایک نظر سر اٹھا کے آنے والے کو دیکھا تھا ایک پل کو وہ چونکا مگر اگلے ہی پل اپنے کام میں لگ گیا۔ وہ اب ٹیبل کے پاس کھڑی تھی۔

"ہیو آ سیٹ۔" آرب نے اسے یوں کھڑا دیکھ کے کہا تھا۔ وہ فوراً سیٹ سنبھالتے ہوئے بیٹھی تھی۔

"جی فرمائیں۔" آرب نے اس سے پوچھا تھا۔ عناب نے فائل اسکے آگے کی تھی۔

"وہ یہ۔ فائل تھی۔" عناب نے تیزی سے کہا تھا۔

"جی بہتر مجھے بھی نظر آ رہا ہے کہ یہ فائل ہے آگے فرمائیں۔" آرب نے اپنی ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے کہا تھا۔ جب جب عناب اسے ملتی تھی کچھ نہ کچھ الٹا سیدھا ضرور کر دیتی تھی۔

"وہ۔۔یہ اس پلازے کی ہے۔" عناب نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے پلازے کی سمت بتاتے ہوئے اسکی معلومات میں ایک اہم اضافہ کیا تھا۔اب کے آرب اپنی ہنسی پہ کنٹرول نہ کر سکا تھا۔

"مس عناب ۔۔یہ لیں پانی پی کے اپنے حواس بحال کریں ۔اور پوری بات بتائیں ۔" آرب نے پانی کا گلاس اسکی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔عناب نے اس کو ہنستے ہوئے دیکھا تھا تو اور شرمندہ ہوئی تھی۔ہلکے فیروزی کلر کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔کوٹ چیئر کی بیک پہ ڈالا ہوا تھا۔

ذہین آنکھیں ۔بھورے بال جو ماتھے پہ پڑے تھے ۔ہنستے ہوئے اور بھی خوبرو لگ رہا تھا ۔وہ کسی عربی کی مانند لگا تھا اسے ۔

"وہ یہ شیخ اسماعیل والے پلازے کی فائل ہے ۔" عناب نے گلاس منہ کو لگا کے واپس رکھا تھا اور اپنی گھبراہٹ پہ قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔آرب نے سر ہلایا تھا۔جس کا مطلب تھا کہ جاری رکھے۔

"کل ہم لوگ سائٹ پہ گئے تھے ۔تو انسپکشن کے بعد یہ فائل تیار کی گئی ہے ۔جہاں جہاں کام غیر معیاری لگا تھا اس کی تفصیل اس میں درج ہے ۔" عناب نے بات مکمل کر کے سانس لیا تھا۔آرب جو اس دوران اسکو ہی دیکھ رہا تھا۔اسکی بات کے اختتام پہ بولا تھا۔

"ہمم گڈ۔آپ حماد سے مل کے اس کام کو آگے بڑھائے۔اور اس سب کو کور کریں جو آپکو معیاری نہیں لگا۔کیونکہ معیار ہماری پہلی ترجیح ہے۔" آرب نے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔

"جی بہتر۔" عناب سرہلا کے اٹھی تھی۔

"گڈ ورک مس عناب۔آپکو اگر کوئی مسئلہ ہوا تو آپ مجھ سے ڈائریکٹ بات کر سکتی ہیں۔آپکو اس ماحول میں کام کرنے میں اچھا لگے گا۔گڈ لک۔" آرب نرم لہجے میں کہتے ہوئے پھر اپنے کام میں لگ گیا تھا۔عناب کو اسکے نرم رویے سے دھاڑس بندھی تھی۔وہ سرہلاتے باہر نکل آئی تھی۔

باقی تینوں گھر جا چکی تھیں۔صرف رباب اور مناہل رہ گئی تھیں یونی۔مناہل نے لائبریری سے بک ایشو کروانی تھی اور رباب اپنے ڈرائیور کا انتظار کر رہی تھی۔تبھی مناہل سیڑھیوں سے اتر کے گیٹ کی طرف آئی تھی۔تو نظر سامنے بنے شیڈ کے نیچے بنچ پہ بیٹھی رباب پہ پڑی تھی جو ساتھ بیٹھی لڑکی کا انٹرویو لیتی نظر آئی۔مناہل سرہلاتی اسکے پاس چل دی۔

"اسلام علیکم ۔تم گئی نہیں ابھی ۔"مناہل نے ساتھ بیٹھی لڑکی کو سلام کیا ساتھ ہی رباب سے پوچھا ۔رباب اب اس لڑکی سے خدا حافظ کہتے اٹھ گئی تھی کیونکہ اسکا ٹارگٹ آگیا تھا۔

"بس انکل آنے ہی والے ہیں ۔انکا انتظار کر رہی تھی اور تمہارا بھی۔"رباب نے مناہل پہ نظر ڈال کے کہا تھا۔سیدھی سادی سی مناہل جو اسے بہت عزیز تھی ۔اس وقت بھی لان کی سلور کلر کے نفیس پرنٹ والی فراک زیب تن کئے ہوئی تھی ساتھ ہم رنگ ڈوپٹہ لئے ہوئے جس سے سر لپیٹا ہوا تھا۔رنگت صاف تھی ۔کھڑی ناک ۔تیکھے نقوش والی لڑکی ۔بلاشبہ وہ ایک قابل صورت کی مالک تھی ۔

"ہاں بس وہ ایک بک چاہئیے تھی ۔بس میں نکل ہی رہی ہوں ۔"مناہل نے ہاتھ پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
کیسے جاؤں گی ۔؟"رباب نے پوچھا تھا۔

"جیسے ہر روز جاتی ہوں ۔"مناہل نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔وہ ہر روز پبلک ٹرانسپورٹ سے آتی جاتی تھی۔تبھی پاس سے ایک گاڑی گزری تھی مناہل اور رباب نے دیکھا تھا۔مناہل تو ایک نظر ڈال کے فوراً نظریں ہٹا چکی تھی ۔اور اردگرد دیکھنے لگ گئی تھی ۔گہری سانس بھری جیسے ہوا میں آکسیجن کم ہو گئی

ہو۔رباب نے گہری نظروں سے اسکا جائزہ لیا تھا۔ایک ہی پل میں اسکے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔گاڑی میں حمدان کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ ماہم بیٹھی ہوئی تھی۔

"ن۔نہیں آج تم یوں کرو کہ میرے ساتھ چلو۔"رباب نے کچھ دیر پہلے کے منظر کا اثر زائل کرنے کو کہا تھا۔

"کوئی خاص وجہ ؟؟۔تم خوامخواہ گرمی میں خوار ہو گی مجھے ڈراپ کرنے کے چکر میں۔میں خود چلی جاؤں گی۔"مناہل نے کہا تھا۔

"بک بک بند کرو۔چلو آ گئے ہیں انکل۔مجھے پریسا سے بھی ملنا ہے۔آنٹی سے ملے بھی کئی دن ہو گئے ہیں۔اگر تم مجھے اپنے گھر نہیں لے کے جانا چاہتی ہو تو بتا دو۔"رباب آخر پہ روہانسی ہوئی۔

"اوہو۔تمہارا اپنا گھر ہے چاہے مجھے تم وہاں سے نکال دو۔میں اف تک نہ کرونگی۔"مناہل نے ہنستے ہوئے اسکے پھولے گال کھینچے تھے۔رباب ہنس دی تھی۔

"چلو۔مکھن نہ لگاؤں زیادہ۔"رباب نے کہا تھا اور دونوں ہنستے ہوئے آگے پیچھے نکل گئی تھیں۔۔

مناہل کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا۔ مناہل کے بابا ابرار صاحب ایک کمپنی میں سپروائزر تھے۔ مناہل کی ماما فریحہ ہاؤس وائف تھی۔ ان کی دو بیٹیاں مناہل اور پریسہ تھی۔ خدا نے ان دونوں کو اپنی رحمت سے نوازا تھا۔ مگر ان دونوں نے اپنی بیٹیوں کی تربیت بہترین کی تھی ۔ کبھی بھی بیٹوں سے کم نہ سمجھا تھا۔ پریسہ انٹر کی سٹوڈنٹ تھی ۔ دونوں بہنیں ذہین تھیں ۔ باپ کا ہاتھ بٹانے کو مناہل نے ٹیوشن پڑھانی شروع کر دی تھی تاکہ وہ اپنے تعلیمی اخراجات کا بوجھ خود اٹھا سکے ۔ وہ ایک خوددار لڑکی تھی ۔ رباب کی مناہل کی فیملی سے بہت بنتی تھی ۔ مہینے میں تین چار چکر تو پکے لگاتی تھی انکی طرف ۔ رباب کو فریحہ اور ابرار صاحب سے ہمیشہ پیار ہی ملا تھا۔ رباب کے گھر والے بھی مناہل کی فیملی کو اچھے سے جانتے تھے۔

چھ مرلے پہ بنا ایک چھوٹا سا مگر بہت ہی پیارا گھر ۔ گیٹ سے داخل ہوتے ہی چھوٹا سا صحن تھا ۔ ایک طرف ڈرائنگ روم تھا ۔ سامنے ایک کمرہ تھا اس سے پہلے ایک برآمدے سا آتا تھا جہاں پہ بیٹھنے کے لیے صوفے رکھے ہوئے تھے۔ اور ساتھ ہی چھوٹا سا کچن تھا۔ ساتھ ہی سیڑھیاں تھیں جو اوپر کی طرف جاتی تھیں جہاں تین کمرے بنے ہوئے تھے۔ ایک سٹور روم تھا ایک پریسہ کا اور

ایک مناہل کا۔ضروت کی ہر چیز اس چھوٹے سے گھر میں میسر تھی ۔مناہل اور رباب آگے پیچھے داخل ہوئی تھیں ۔صوفے پہ بیٹھی میگزین گھنگالتی پریسہ کی نظر جب رباب پہ پڑی تھی چیختی ہوئی اٹھی اور بھاگ کے رباب سے لپٹی تھی۔

"یاہو ۔۔اگر میں آج کچھ اور مانگ لیتی تو وہ بھی مل جانا تھا رباب آپی ۔"پریسہ نے کہا تھا۔ہمیشہ کی طرح پریسہ آج بھی پیار سے ملی تھی۔

توبہ لڑکی ۔سلام کرتے ہیں ۔تمیز سیکھ لو ۔"مناہل نے پریسہ کو ایک لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"اف ایک اس مناہل کے لیکچر ۔"پریسہ اور رباب یک زبان بولی تھیں ۔اور ہنستے ہوئے تینوں اندر کی طرف بڑھ گئی تھیں ۔

"ہائے پریسہ کیا دیکھ لیا ۔کیوں چیخ رہی ہو ۔کتنی دفعہ کہا ہے کہ آہستہ اپنا اسپیکر رکھا کرو ۔میرا دل ہولتا ہے ۔"کچن سے آتی فریحہ بیگم نے پریسہ کو جھاڑا تھا۔تو سامنے ہی نظر بیٹھی رباب پہ پڑی ۔

"اسلام علیکم ۔کیسی ہیں ؟میں نے سوچا آپ تو مجھے بھول گئی ہیں ۔خود ہی جا کے یاد کروا آؤں ۔"رباب نے انکے گلے لگتے ہوئے کہا تھا۔

"وعلیکم اسلام ۔جیتی رہو ۔خدا نیک نصیب کرے ۔بیٹیوں کو کون بھولتا ہے پگلی ۔اور وہ بھی تم جیسی پیاری کرنے والی بیٹی کو ۔"فریحہ بیگم بھی پیار سے بولی تھی۔

"ماما کیا پکا ہے؟ ۔مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے ۔۔رباب کی باتوں میں لگے رہے تو شام ہو جانی ہے ۔"مناہل نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں بریانی بنی ہوئی ہے ۔بس میں رائتہ بنا لو ۔تم لے کے جاؤں رباب کو اپنے روم میں ۔تب تک فریش ہو جاؤ ۔میں کھانا اوپر ہی بھجوا دونگی ۔"فریحہ بیگم نے کہا تھا۔وہ جی اچھا کہتے ہوئے اوپر چلی گئی تھیں ۔تینوں نے مل کے کھانا کھایا تھا ۔پریسہ تو گپ مار کے چلی گئی تھی ۔اور رباب نے وقت دیکھا تو چار بج رہے تھے۔انکل کو واپس بھجوا چکی تھی ۔یونی میں ہی کال کر کے وہ ماما سے مناہل کے گھر جانے کا بول چکی تھی ۔انکل اور دوبارہ اسنے پانچ بجے آنے کا بولا تھا۔مناہل جو اب ریلکس سے بیٹھی ہوئی تھی سامنے کرسی پہ ۔رباب بھی اٹھی اور اسکے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ گئی تھی۔

"مناہل مجھے لگتا تھا کہ ہم دونوں بہت اچھی دوستیں ہیں۔کیونکہ دوست ہی وہ ہی ہوتے ہیں جو ہر دکھ سے سکھ ایک دوسرے کے ساتھ شئیر کریں ۔مزہ تو اس دوستی کا آتا ہے جس میں انسان اپنا دکھ بھی اپنے دوست کے سامنے رکھے

۔خوشی کے پل تو انسان کسی غیر کے ساتھ بھی گزار لیتا ہے۔"رباب۔نے تمہید باندھی تھی۔مناہل نے سوالیہ نظروں سے رباب کو دیکھا تھا۔جو اس وقت سنجیدہ نظر آرہی تھی۔جو لڑکی ہر وقت اول جلول حلیے میں گھومتی اپنے حال میں مست رہتی تھی۔

"ہاں ہم بلکل اچھی دوستیں ہیں۔"مناہل نے اسکے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ دھرا تھا۔

"مگر آج مجھے احساس ہوا ہے کہ میں غلط تھی بلکل۔کیونکہ دوستی تو صرف میری طرف سے تھی۔کیونکہ میں نے اپنی ہر بات تمہارے ساتھ شئیر کی ہے ہمیشہ۔ہر الجھن تمہارے ساتھ بانٹی ہے۔مگر تم نے کبھی مجھے اس قابل سمجھا ہی نہیں۔"رباب نے کہا تھا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا۔؟میں تم سے آج تک کوئی بات نہیں چھپائی رباب۔تم غلط سوچ رہی ہو۔"مناہل نے دکھ سے کہا تھا۔

"غلط میں نہیں تم کہہ رہی ہو۔اور تمہیں اچھی طرح پتہ ہے میں یہ بات کیوں کی ہے۔اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ آج صبح والا تمہارا ری ایکشن اس بات پہ میں بھول گئی ہوں تو تم غلطی پہ ہو۔میں تمہارے مزاج کے ہر رنگ سے واقف ہوں۔ہاں تم جو چھپا رہی ہو وہ الگ بات ہے۔مگر مجھے بہت دکھ پہنچا ہے

تمہاری اس حرکت سے ۔" رباب کے لفظوں کی اذیت اسکی آنکھوں میں بھی صاف رقم تھی ۔مناہل نے لب بھینچے تھے۔

"رباب ایسا کچھ بھی نہیں ہے ۔میں اس انسان کو جانتی تک نہیں ہوں ۔ تم ایویں بات کو بڑھا رہی ہو۔" مناہل نے کہا تھا۔وہ اپنے آپ کو سات پردوں میں رکھنے والی لڑکی تھی ۔مناہل حیران تھی رباب کی دوستی پہ جو اسکے اندر تک جھانک چکی تھی ۔مگر وہ پھر بھی انکاری تھی۔

"ٹھیک ہے ۔میں تو ہوں ہی ایویں ۔ شکریہ تمہارے اتنے اچھے لنچ کے لیے ۔اور قیمتی وقت کے لیے ۔" رباب نے کہا اور اپنا بیگ اور فون اٹھایا ۔

"رباب ۔پلیز رباب بات سنو میری ۔" مناہل اسکے ارادے بھانپتے ہوئے اسکے پیچھے لپکی تھی ۔جو کب سے ضبط کئے بیٹھی تھی ۔اب اپنی غمگسار اور رازدار دوست کے سامنے مزید کنٹرول نہ کر سکی اور اپنا ضبط کھو بیٹھی تھی۔رباب نے اسکو ساتھ لگایا تھا۔اور اسکو بیڈ پہ بیٹھایا تھا۔چند لمحے یوں ہی گزرے تھے۔مناہل نے بھی خود پہ کنٹرول کیا تھا۔جب سر اٹھا کے دیکھا تو رباب اسے گھور رہی تھی۔

"یوں کیوں گھور رہی ہو۔میرا کیا قصور ہے۔؟مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔میں خود حیران ہوں ۔" مناہل نے بے بسی نے کہا تھا۔

"گھور اس لیے رہی ہوں کہ اگر وقت پہ احساس ہوا ہوتا تو ماہم کا دم چھلا حمدان کے ساتھ نہ لگا ہوتا۔اتنے اچھی نیچر کے حمدان کے لیے صرف ہماری مناہل ہی سوٹ کرتی ہے۔" رباب نے اسکا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔جبکہ مناہل اسکے الفاظ پہ ٹھٹکی تھی۔

"دیکھو رباب۔میں اپنی بات تمہارے ساتھ شئیر کر دی ہے۔اب اس بات کہ یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ تم اب الٹا سیدھا سوچو۔میرا اور حمدان کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔بس وہ تو پتہ نہین کیسے ایک عجیب اور انوکھا سا تعلق اسکے ساتھ جڑ گیا تھا میرا۔کبھی ہماری زیادہ بات چیت بھی نہیں رہی۔میں خود حیران ہوں۔مگر میں ایک حقیقی سوچ رکھنے والی لڑکی ہوں۔ہمارا کوئی میچ ہے ہی نہیں۔" مناہل نے رباب کو کہا تھا کہ اس سے پہلے وہ کوئی الٹا سیدھا کرتی۔

"کیا ہوا ہے تمہارے جوڑ کو۔کتنی غلط سوچ ہے تمہاری مناہل۔حالانکہ حمدان ہرگز ایسی سوچ کا نہیں ہے۔عرصہ ہو چلا ہے ہمیں اسکے ساتھ پڑھتے ہوئے۔" رباب نے کہا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے صبح یونی کے گیٹ پہ ایک کشکول پکڑ کے کھڑی ہو جانی اور حمدان سے بھیک مانگنا توجہ کی اپنی دوست کے لیے۔رباب تم سمجھ کیوں نہیں

رہی یہ کوئی زورزبردستی کا تعلق نہیں ہے کہ جہاں دل کیا جوڑ لو۔"مناہل روہانسی ہوئی تھی۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔مجھے جو کرنا ہو گا تم سے پوچھ کے نہیں کرنا ہے۔"رباب نے اسے ٹوکا تھا۔مناہل نے اسے آنکھیں نکالی تھیں۔

"رباب۔۔میں منع کیا ہے نا تمہیں۔اگر ایسا ویسا کچھ کیا ناں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"مناہل نے اسے دھمکایا تھا۔تبھی رباب کے فون پہ بیل ہوئی تھی۔

"اچھا یار ڈرائیور انکل آ گئے ہیں کافی ٹائم ہو گیا ہے میں چلتی ہوں اب۔تم پریشان نہیں ہونا۔خدا اچھے کرے گا انشاءاللہ۔"رباب نے اسکو گلے لگاتے ہوئے کہا تھا۔جبکہ رباب کے دماغ میں بہت کچھ چل رہا تھا۔پریسہ اور فریحہ آنٹی سے ملتی وہ باہر آئی تھی۔مناہل اسے باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔واپسی پہ رباب کے ذہن میں بہت سی سوچیں تھیں۔سب سے پہلے اسے حمدان کے دل کی بات جاننی تھی۔کاش کہ وہ بھی۔۔رباب کے دل سے آواز آئی تھی۔

عناب واقعی میں ہی اب اپنے کام کو انجوائے کرنے لگ گئی تھی۔خاموشی اور سنجیدگی میں تھوڑا بہت فرق آیا تھا۔آہستہ آہستہ ماحول میں ایڈجسٹ ہو رہی

تھی۔دیبا اور وہ مل کر ویک اینڈ پہ کہی نہ کہی گھومنے نکل جایا کرتی تھیں ۔ کبھی کبھار حماد انکے ساتھ ہو لیتا تھا۔ ارباز البتہ اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔جس پہ وہ کبھی کبھی آنکھیں بھر لاتی تھی۔

آج بھی اسکو سائٹ پہ جانا تھا ۔کمپنی کی گاڑی میں وہ اور اسکے ہمراہ دیبا اور ٹیم کے دو اور ممبرز آئے تھے۔یہ ایک بڑی سی جگہ تھی۔ہر طرف مشینری نظر آرہی تھی ۔استعمال ہونے والے میٹریل پڑے ہوئے تھے ۔مزدور اور انجئینرز بھی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے ۔ سیمنٹ ، مٹی ریت اور دیگر چیزوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے ۔آج گرمی بھی خوب تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں عناب کو پیاس لگی تھی۔وہ پانی لینے گاڑی کی طرف بڑھی مگر وہاں کچھ نہیں ملا تھا۔تو سر جھٹکتے تعمیراتی جگہ سے باہر نکلی تھی۔دونوں جانب بڑی بڑی سی سڑکیں تھی۔جہاں سے رہائشی علاقہ شروع ہوتا تھا۔

"اس طرف پکا کوئی نہ کوئی شاپ ہو گی ۔" عناب خود سے کہتے دائیں طرف مڑ گئی تھی۔دائیں طرف پھر ایک موڑ آیا تھا۔یوں ہی دو موڑ کاٹتے ہوئے آخری سرے پہ اسے ایک شاپ نظر آگئی تھی۔ماتھے پہ آئی پسینے کی بوندیں صاف کرتی وہ شکر ادا کرتی آگے بڑھی تھی۔

یہ شاپ نہ اتنی چھوٹی تھی نہ ہی بڑی تھی۔وہ ڈور دھکیلتے اندر بڑھی تھی۔ صبح کا وقت تھا اسلیے رش شاید کم تھا۔کاؤنٹر پہ اسے کوئی نظر نہ آیا تھا۔وہ فریزر کی طرف بڑھی وہی پڑھی لبن (لسی) پہ اسکی نظر پڑی تو دوبئی کی گرمی میں اسے اپنے گاؤں کی چاٹی کی لسی یاد آگئی ۔وہ بے اختیار بوتل کی طرف لپکی ۔بوتل نکالی اور کاونٹر پہ آگئی۔ تبھی ایک ادھیڑ عمر آدمی دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا ۔اور سیدھا کاونٹر پہ آیا۔

"صباح الخیر۔"اس بزرگ نے دوسری سائیڈ سے کاونٹر پہ جا کے اسے کہا تھا۔عناب کو اس سمجھ آگئی تھی کہ اس نے صبح بخیر بولا ہے۔کیونکہ وہ یہ جملہ اکثر لوگوں کو آفس میں کہتے ہوئے سن چکی تھی ۔اور ویسے بھی یہ اکثر بولے جانے والا جملہ ہے ۔جیسے اسکے الفاظ ہیں بات خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے۔عناب نے بھی جواب میں وہی دو لفظی جملہ دہرایا تھا۔اور ماتھے پہ آئی پسینے کی بوندیں صاف کی تھیں۔

"اسکی کیا قیمت ہے۔؟"عناب نے لبن کو کاؤنٹر پہ رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔وہ یہ بات بھول گئی تھی کہ وہ عربی لوگ اردو سے ناواقف ہیں ۔اب بزرگ نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھا رہا تھا۔اور کسی نے گلاس ڈور دھکیل اندر آتے ان دونوں کو دیکھا مگر وہ خود میں اتنی مگن تھی کہ اسے پتہ نہیں لگ سکا۔

"ماذا۔(کیا)"۔بزرگ نے کہا تھا۔عناب کو اگلے ہی پل سمجھ میں آیا کہ سامنے والے کو اردو کی سمجھ نہیں آئی ۔تو ماتھے پہ ہاتھ مارا تھا۔

"How much is this price.?"

عناب نے اب انگلش میں پوچھا۔مگر وہ بزرگ شاید نہیں یقیناً اس زبان سے بھی ناواقف تھا۔۔

"اف کہاں پھنس گئی ہوں ۔"عناب نے اپنا ماتھا پیٹا تھا۔اگلے پل ایک اور آئیڈیا آیا جھٹکے سے سر اٹھایا۔بوتل پہ لکھا نام پڑھا۔

"هذا ۔۔۔لبن ۔۔۔هذا لبن۔۔پرائس ۔۔۔نہیں نہیں ۔لبن قیمت۔"عناب نے ہاتھ کے اشارے سے کہا تھا۔جیسے ہاتھ کی انگلیوں کو گھما کے کوئی بات پوچھی جاتی ہے۔اور ٹوٹی پھوٹی عربی میں اسے سمجھانا چاہ رہی تھی۔اب عربی بزرگ اسکی حرکتوں سے اکتایا لگ رہا تھا۔تبھی کوئی اسکے پیچھے آیا تھا۔آنے والے نے اپنا دائیں ہاتھ اسکے سر پہ رکھا اور اپنی انگلیوں اور انگوٹھے کے مدد سے اسے اسکارف سے ڈھکے سر سے پکڑ کے پیچھے کیا تھا اور خود آگے بڑھا تھا۔وہ اسکے چوڑے وجود کے آگے گڑیا جتنی لگ رہی تھی۔عناب حیران کھڑی تھی کہ اب یہ کون ہے ۔جب آواز سنی تو شکر ادا کیا تھا۔پیاس سے اب اور برا حال ہو گیا تھا۔

"صباح بخیر۔"آرب نے آگے بڑھ کے کاونٹر پہ کھڑے بزرگ کو کہا تھا۔
"کم ھو ھذا الرباط؟۔"آرب پختہ لہجے میں عربی بولتے ہوئے اسے عربی ہی لگ رہا تھا۔اسکی زبان میں روانی اور شائستگی تھی۔اس وقت اس نے وائٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی ساتھ بلیک پینٹ۔کوٹ گرمی کی وجہ سے گاڑی میں ہی چھوڑ آیا تھا۔ماتھے پہ آئی پسینے کی بوندیں۔گرمی بھی آج بہت تھی۔آرب نے اپنے والٹ سے درہم نکالے اور ادائیگی کی تھی۔اور کاونٹر پہ پڑا شاپر اٹھایا۔جس میں لبن اور دو ڈسپوزبل گلاس تھے۔
"۔شکراً لک یوم جید۔"(شکریہ۔اچھا دن گزرے آپکا۔)آرب اسے کہتے مڑا تھا ۔اور عناب کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔
"کم(come)ھذا ماذا۔"صاف پتہ چل رہا تھا کہ عناب کا مذاق اڑایا گیا ہے ۔عناب جھنجھلائی۔آرب اور عناب آگے پیچھے چلتے ہوئے باہر نکلے۔
"کدھر جانا ہے اب۔"آرب نے سر جھکائے چلتی عناب کو کہا تھا۔
"اس طرف۔"عناب بنا سوچے سمجھے منہ پھلائے بائیں طرف چل دی۔البتہ آرب اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہلا تھا۔عناب آگے بڑھتی گئی تھی اسنے سر اٹھا کے دیکھا تو آگے کا راستہ بند تھا۔کیونکہ آگے ایک دیو قامت دیوار بنی ہوئی تھی ۔وہ حیران اور پریشان تھی۔پکا وہ غلط راستے پہ تھی۔کیونکہ جہاں سے وہ پہلے

آئی تھی وہاں دیوار نہیں تھی۔ چند ہی منٹ میں یہ پہاڑ جیسی دیوار تو بننے سے رہی تھی ۔ایک گرمی تھی اوپر سے پیاس سے برا حال تھا۔ اور آرب کے سامنے پچھلے پانچ منٹ میں دوسری بار شرمندہ ہوئی تھی ۔مرتا کیا نہ کرتا کی مصداق وہ واپس مڑی ۔آرب آستینیں فولڈ کئے کھڑا تھا ۔ایک ہاتھ میں شاپر تھا۔ گھوریوں سے عناب کا استقبال کیا تھا۔ عناب ڈرتی ڈرتی اسکی طرف بڑھی ۔وہ ایک شاپ کے شیڈ کے نیچے چھاؤں میں کھڑا تھا۔

"وہ ۔۔"عناب اسکے پاس آ کے منمنائی ۔

"دل تو کر رہا ہے کہ رکھ کے ایک دوں ۔مس عناب آپ میں اتنی بھی عقل نہیں ہے ۔پہلے سائٹ سے منہ اٹھا کے نکل پڑی آپ ۔پھر عربی زبان کی تیز طراریاں دیکھائی شاپ پہ ۔اب یوں لگ رہا تھا کہ پورے عرب کا نقشہ گھول کے پیا ہوا ہے آپ نے ۔"آرب جو پچھلے دس منٹ سے اسے برداشت کر رہا تھا پھٹ پڑا تھا۔

"اگر میں آپ کے پیچھے پیچھے نہ آتا تو یقیناً اس وقت آپ عرب کی گلیاں کھوج رہی ہوتیں ۔جب میں سائٹ پہ آ کے گاڑی پارک کی تو دیکھا میڈم صاحبہ اکیلی کہی سیر کو نکل رہی ہیں ۔ لفٹ میں تو اکیلی ایک فلور سے دوسرے فلور کا سفر ممکن نہیں بنا سکیں آپ ابھی تک ۔کسی کو ساتھ لے آتی آپ ؟۔اور اگر عقل کا تھوڑا سا

استعمال کر لیتی تو سائٹ کی بیک سائٹ پہ ایک بہت بڑا ریسٹورنٹ ہے
۔"آرب اس پہ برس رہا تھا۔اگر یہ ارباز کی بہن نہ ہوتی تو کبھی یوں اسکے پیچھے نہ
آتا شاید۔

"چلیں ملکہ عرب۔"آرب نے اسے سر جھکائے کھڑے دیکھا تو کہا تھا۔آرب
آگے بڑھا تھا۔عناب بھی پیچھے ہو لی۔

"وہ م۔مجھے پیاس بہت لگی ہوئی تھی۔میں سوچا کہ پاس ہی ہوگی کہی شاپ
۔وہ تو۔۔"عناب کے آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔اچانک پیاس کا احساس
غائب ہو گیا تھا۔آرب کے پیچھے آتے ہوئے بولی تھی۔آرب کو اسکی بات پہ
کوتاہی کا احساس ہوا۔کہ جس چیز کے لئیے وہ پچھلے دس پندرہ منٹ سے خود بھی
گرمی میں خوار ہو رہی تھی ساتھ میں اسکو بھی کر رہی تھی ابھی تک وہ اس سے
محروم تھی۔سو ایکدم رکا اور مڑا تھا۔پیچھے سے آتی عناب اسکے یوں اچانک
روکنے پہ اس سے ٹکرا گئی تھی۔اسے واقعی ہی دن میں تارے تو کیا چاند بھی نظر
آگیا تھا۔کہاں وہ مضبوط جسامت کا اور کہاں چڑیا جتنی عناب۔

"عناب آپ اپنے حواس میں کیوں نہیں رہتے ہیں۔مسئلہ کیا ہے آپ کا
۔"آرب نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا تھا۔یوں ہی کھڑے شاپر سے

بوتل نکالی تھی اور ڈسپوزبل گلاس میں ڈال کے ایک گلاس اسکی طرف بڑھایا تھا۔جو آنکھوں میں حیرانی لئے اسکو تک رہی تھی۔

"اب پی لے۔گرمی بہت ہے۔جلدی چلیں سائٹ پہ جانا ہے۔"آرب نے چلتے ہوئے کہا تھا۔عناب نے اتنی محنت کے بعد حاصل ہونے والی لبن کا گھونٹ لیا تھا۔ایک دم ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا۔کچھ پیاس اتنی لگ تھی ۔منہ کو لگائے وہ سارا گلاس ختم کر گئی تھی۔

آرب نے تب تک گھونٹ لینے کو بوتل کا ڈھکن کھول کے منہ سے اونچی کر کے بوتل لبن کا گھونٹ لیا تھا۔دونوں ساتھ چلتے جا رہے تھے۔عناب اب پریشان تھی کہ اور کیسے مانگے۔تب گھونٹ بھرتے ہوئے واپس ڈھکن لگاتے آرب نے خالی گلاس کو تکتی عناب کو دیکھا تھا۔اور تاسف سے سر ہلایا تھا۔اسکے ہاتھ سے گلاس پکڑا تھا۔آرب جیسے اسکو سوچ پڑھ گیا تھا۔

"اچھی ہے ناں۔؟؟"آرب نے اسے شرمندگی سے بچانے کے لیے پوچھا تھا ۔اور گلاس اسکی طرف بڑھایا۔عناب نے سر اٹھا کے آرب کی طرف دیکھا پھر ہاں میں سر ہلایا۔

"مگر آپ کو پتہ ہے کہ ہمارے گاؤں کی لسی اس سے بھی اچھی ہوتی ہے۔مگر آپ کو کیسے پتہ ہو گا؟آپ کونسا ہمارے گاؤں کبھی گئے ہونگے۔آپکو نے تو

عربوں کی لسی ہی چکھی ہے ۔ کبھی ہمارے گاؤں آئیں ۔تو ملکوں کے گھر کی لسی آپکو پلؤاؤں گی۔"عناب نے لسی کا سِپ لیتے ہوئے سر اٹھا کے پر جوش انداز میں کہا تھا۔آرب مسکرا اپڑا تھا۔ مطلب وہ واقعی میں آرب کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ۔اسے شاید ارباز کے باس کا بھی نہیں پتہ تھا۔

"اچھا اپنے گھر کی کیوں نہیں ۔ملک کے گھر کی کیوں ۔؟"آرب نے اچھنبے سے پوچھا تھا۔

"وہ۔اسلئیے کیونکہ میرا تو گھر ہی نہیں ہے ۔"عناب نے بے تاثر لہجے میں کہا تھا۔کہتے ساتھ ہی سختی سے لب ایک دوسرے میں پیوست کئے ۔چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ضبط کے کٹھن مراحل سے گزر رہی ہے ۔آرب کا دل اس جملے پہ بوجھل سا ہوا۔چند لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے ۔اور سامنے ہی انکی منظر بھی آگئی تھی۔

"خیر۔ویسے تو ملک بلکل اچھے نہیں ہیں ۔ملکوں کے گھر میں ماسی حمیدہ ہیں جو چاٹی کی لسی بہت ہی اچھی بناتی ہیں ۔ کبھی اتفاق ہوا تو پکا آپکو وہ لسئ پلواؤں گی۔اگرچہ یہ ناممکن ہے کیونکہ آپ نے وہاں کیوں جانا اور نہ ہی میں نے ۔مگر خدا کے کاموں کا کیا پتہ۔"وہ نا جانے کیا کیا بولی جا رہی تھی ۔ملکوں کی تعریف پہ آرب کچھ پل کو بھونچلایا مگر بھرپوری دلچسپی سے اسکی بات سن رہا تھا۔

"شکریہ آپکا۔ایک بار پھر میری مدد کی۔"عناب نے سائٹ کے بلکل سامنے آتے ہوئے کہا تھا۔

"عناب اپنا بات سے مکرنا مت اب۔"آرب نے اسکے چہرے کی معصومیت دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کون سی بات سے۔"اندر کی طرف جاتی عناب نے پیچھے مڑ کے پوچھا تھا۔

"لسی والی بات۔وہ بھی ملکوں کے گھر کی۔"آرب نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اسکی شہد رنگ آنکھوں کی حیرانی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔عناب بھی سر ہلاتے اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔جہاں دیبا اسے آرب کے ساتھ آتا دیکھ حیران اسے گھور رہی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے سہارے گھر کی دہلیز عبور کر گئے تھے جس عمر میں گھر ایک مضبوط پناہ گاہ مہیا کرتا ہے۔ایک ذہنی سکون دیتا ہے اور ایک کامیاب اور مکمل انسان بننے میں معاون ہوتا ہے اس عمر میں اس گھر سے انکو بے سروسامانی کی حالت میں نکلنا پڑا تھا۔

حویلی والوں نے انکو رہنے کی اجازت بخوشی دے دی تھی۔وہ سروانٹ کوارٹر میں شفٹ ہو گئے تھے۔عناب اب حویلی کا کام کر کے سارا وقت اپنی ماں کے

ساتھ گزارنے لگ گئی تھی ۔رات کو علی آجاتا تھا ۔تو دونوں بہن بھائی انکی خدمت میں لگے رہتے تھے ۔جس کو فالج نے مفلوج کر دیا تھا۔وہ بیچاری اپنے معصوم بچوں کو دیکھتے بے بسی کے آنسو ہی بہا سکتی تھی ۔مگر جلد ہی خدا نے اسکو اس آزمائش والی زندگی سے آزاد کر دیا تھا۔ایک ایسی ہی خاموش صبح میں وہ چپ چاپ دنیا سے منہ موڑ کے چلی گئی تھی ۔پیچھے عناب اور علی روتے سسکتے رہ گئے تھے ۔ارباز اس وقت پردیس میں بیٹھا تھا ماں کی میت کو کندھا تک نہ دے سکا۔چھوٹے بہن بھائیوں کو تسلی اور دلاسہ دیتا رہا تھا۔عناب تو رو روکے بحال ہو گئی تھی ۔اسکی ماں جس نے اسکو جنم دیا تھا۔جس کا محبت بھرا آنچل اسے اپنی چھاؤں میں سمیٹ لیتا تھا۔خدا نے آج اسے واپس بلا لیا تھا۔جمشید اور نیلم نے جنازے میں شرکت بھی کی تھی ۔تدفین کے بعد جمشید واپس شہر چلا گیا تھا اور علی اور عناب واپس حویلی کیونکہ نیلم کے کہنے پہ دو دن پہلے یہ گھر بیچ دیا تھا ۔کل ان لوگوں نے شفٹ ہونا تھا ۔تو جو ایک نشانی بچی تھی آج وہ بھی ختم ہو گئی تھی ۔کس کس بات پہ روتی وہ ۔باپ کی بے حسی پہ ،ماں کی موت پہ یا زندگی کے دئیے گے زخموں پہ ۔

رباب جب گھر آئی تو سامنے ہی ڈرائینگ روم میں مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔وہ اس وقت سخت تھکی ہوئی تھی سلام نہ کرنے کی صورت میں ماما سے جوتیاں پڑنا کا پکا یقعین تھا۔تو اچھی بچی ہونے کا ثبوت دیتی وہ آگے بڑھی تھی۔

"اسلام علیکم۔"ایک عورت جو بلقیس بیگم کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔اسکو رباب نے سلام کیا تھا۔آواز پہ وہ مڑی تھی۔

"وعلیکم اسلام۔جیتی رہو۔ماشاءاللہ بہت پیاری بچی ہے۔"فہمیدہ نے پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔تبھی رباب کی نظر سامنے بیٹھی حفصہ پہ پڑی جو اسے شرارتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔رباب تو اسے دیکھ کے حیران رہ گئی تھی۔

"تم۔یہاں۔؟تم یہاں کیا کر رہی ہو حفصہ۔۔؟"رباب نے ایک ہی سانس میں کہا تھا اور بیگ اتار کے رکھتے حفصہ والے صوفے پہ رکھا اور خود بھی دھپ سے بیٹھ گئی۔

"لو جی آگئی تھانے دارنی۔آدھی دنیا کو جانتی ہے یہ لڑکی۔"بی جان نے کہا تھا۔

"بی جان۔یہ آج ہی ہماری یونی میں آئی تھی وہاں ملاقات ہوئی میری۔اور تھانے دارنی مت کہا کریں مجھے۔عجیب حلیہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔چل بی بی والا۔"رباب اب بی جان کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"رباب ۔۔" بلقیس بیگم نے رباب کو ٹوکا تھا۔

"حیران رہ گئی ہے ناں ۔میں بھی یوں ہی حیران ہوئی تھی ۔" حفصہ نے کہا تھا۔رباب اب یہ سوچ سوچ بے حال ہو رہی تھی کہ آخر وہ اسکے گھر تک کیسے آئی ۔

"بتاؤ ناں حفصہ ۔" رباب نے چڑتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا اچھا۔۔میں ارتضی بھائی کی بہن ہوں ۔اور یہ میری مدر ہیں ۔" حفصہ نے بلآخر اپنا تعارف کروایا تھا۔جس پہ کسی اور کا قہقہہ پڑا ہو یا نہ مگر بی جان کھل کے مسکرائیں تھیں کیونکہ انکو اپنی پوتی کی درگت والا واقعہ یاد تھا۔

"اچھا۔۔کیا ۔۔وہ اکڑو سر ۔۔تم کیسے اس ٹارچر کی بہن ہو سکتی ہو ۔؟؟اف حفصہ اف ۔۔" رباب کو جب بات کی سمجھ آئی تو اچھلی کے رہ گئی تھی۔بلقیس بیگم تو بیچاری شرمندہ ہو کے رہ گئی تھی۔

"رباب ۔جاؤ بچے حفصہ کو اپنا کمرہ دیکھاؤ ۔" بلقیس بیگم نے رباب کی زبان کی تیزیاں دیکھتے ہوئے اسے منظر سے ہٹانا چاہا تھا۔

"ماما اسکی بات نے مجھے دن میں تارے دیکھا دئیے ہیں ۔" وہ بلقیس کی طرف مڑی تھی ۔جبکہ حفصہ اسکی بات پہ ہنس دی تھی۔

"اس سے پہلے تمہاری ماں کا ہاتھ تمہارے منہ پہ نقش ونگاری کرے۔ اٹھ جاؤ شرافت سے ۔"بی جان کا مشورہ حاضر تھا۔

"سوری آنٹی ۔مگر دھچکا اس قدر اچانک تھا کہ خود پہ کنٹرول نہ پا سکی ۔آؤ حفصہ ۔"فہمیدہ سے کہا رباب نے اور پھر حفصہ کو ساتھ آنے کو بولا تھا۔

"معاف کریں بس بچی ہے ۔"بلیقس بیگم نے فہمیدہ سے کہا تھا ۔

"ارے آپ مجھے شرمندہ تو مت کریں ۔بہت ہی پیاری بچی ہے ۔مجھے ایسی چنچل سی بچیاں بہت اچھی لگتی ہیں ۔"فہمیدہ نے کہا تھا۔

"حفصہ کیا واقعی ہی تم اس بارودی صفت انسان میرا مطلب پروفیسر کی بہن ہو ۔وہ تو چوبیس گھنٹے بس گرجتے برستے رہتے ہیں ۔"رباب نے کمرے میں آ کے حفصہ سے پھر تصدیق چاہی تھی۔

"رباب اب میں تم سے بات نہیں کرنی اگر تم نے بھائی کو کچھ کہا تو ۔"حفصہ نے مصنوعی غصے سے کہا۔

"اچھا ناں سوری ۔اب میرے ساتھ وہ کرتے ہی ایسا ہیں کہ کیا بتاؤں ۔اچھا چھوڑو۔تم یہاں کیسے ۔؟"رباب اصل مدعے پہ آئی ۔

"جب میں گھر آئی تو بھائی سے پوچھا تھا کہ بھائی وہ لڑکی کون تھی جو آپ پہ کی ہوئی ریسرچ کو یوں لائیو ٹیلی کاسٹ کر رہی تھی۔" حفصہ نے کہا تھا۔ساتھ شرارتی انداز اسے اسے دیکھا تھا۔رباب نے اسے ایک لگائی تھی۔

"شرم کرو۔انہوں نے پکا کچھ برا ہی کہا ہونا ہے۔تم نے آنٹی کو تو نہیں بتائی ناں وہ بات۔" رباب نے مزید شرمندگی سے بچنے کے لیے پوچھا تھا۔

"ارے نہیں بتائی۔میری پوچھنے پہ پہلے تو بھائی نے برا سا منہ بنایا تھا۔پھر مجھے گھورا تو میں ہنس دی تھی۔" حفصہ نے ساری تفصیل بتائی۔

"اور پھر۔۔بولو آگے۔" رباب متجسس ہوئی۔

"کہتے ہے ایک پاگل۔دماغ کا اوپر والا حصہ کرایہ پہ دیا ہوا ہے۔بدقسمتی سے میری اسٹوڈنٹ ہے۔آرب کی بہن ہے۔" حفصہ نے بتایا تھا۔اپنی تعریف سن کے رباب کا منہ کڑوا ہو گیا تھا۔

"جب میں سنا کہ تم میرے فیورٹ بھائی کی بہن ہو تو مجھ سے ویٹ نہیں ہوا۔میں ماما کو لے کے ادھر آن پہنچی۔اور اب تمہارے سامنے ہوں۔جب آرب بھائی اور بھائی کالج اور یونی جاتے تھے تب آرب بھائی ہمارے گھر آتے تھے۔تب سے وہ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔" حفصہ کے لہجے میں آرب کے لیے بھائی جیسا پیار اور عزت تھی۔

"آخر بھائی کس کے ہیں۔" رباب اٹھلائی ۔یوں ہی ہنسی مذاق میں رات کے کھانے کے بعد مہمانوں کو رخصت کیا تھا۔رباب کا اب نیند سے برا حال تھا۔انکے جاتے جب وہ کمرے کی طرف لپکی تو بلقیس کی آواز پہ پلٹی تھی۔بی جان اپنے کمرے میں جا چکی تھیں۔

"ماما پلیز اب کوئی لیکچر نہیں ۔مجھے بہت نیند آئی ہوئی ہے۔" رباب نے منہ بسورا۔بلقیس بیگم نے تیوری چڑھائی۔

"رباب میں تمہاری سوتیلی ماں نہیں ہوں ۔تمہارے ماموں جان کی کال آئی تھی ۔کل وہ لوگ تمہیں پک کرے گے۔عبید اور ماہ رخ کا فارم ہاؤس پہ جانے کا پلان ہے ۔تو پاکنگ کر لو ۔کل کا دن یونی سے بھی چھٹی کر لینا۔" بلقیس بیگم نے اسے بتایا تھا۔عبید اور ماہ رخ اسکے ماموں زاہد کے بچے تھے۔

"یاہو۔میری پیاری ماما۔" رباب فارم ہاؤس کا نام سن کے چینخی تھی۔اور ماں کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے گال پہ پیار کیا۔

"اچھا اچھا بس ۔اتنا پیار اچھا نہیں ہوتا" بلقیس بیگم نے اسکا ماتھا چومتے ہوئے کہا تھا۔

"گڈ نائٹ ۔" رباب کہتے سیڑھیاں چل گہئ تھی۔بلقیس کی آنکھوں میں نمی آگئ تھی ۔جسے انہوں نے ڈوپٹے سے پونچھا تھا اور اپنے بچوں کی خوشیوں اور

سلامتی کے لیے دعائیں کی تھی۔چند سال پہلے یہ ہال ہر وقت شرارتوں اور ہنسی کی آوازوں سے کھنکھتا رہتا تھا۔ اور اب ۔۔صرف رباب کے دم سے رونق تھی۔جس دن اس پہ بھی ماضی کی یادیں حاوی ہوتی تو ہر طرف مہیب سناٹا ہوتا تھا۔موت کا سا سناٹا محسوس ہوتا تھا۔چاروں سو۔

اپنے کمرے میں وہ بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔سوچنے کو تکلیف دہ سوچوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔زندگی نے سب کچھ تو چھین لیا تھا۔

زندگی نے ایسے ستم ڈھائے تھے کہ ماضی کی یاد اگر کبھی تازہ ہوتی تو کانپ کے رہ جاتی۔کہنے کو وہ اتنی دور آگئی تھی ان سے مگر۔۔۔عناب اپنے خالی ہاتھوں کو تک رہی تھی جب ماضی کا ایک واقعہ یاد آیا وہ کانپ اٹھی تھی۔۔

ایک دن نیلم کا کہی گھومنے پھرنے کا پروگرام تھا۔نابی کو کپڑے استری کرنے کو کہا۔نابی کاموں میں ایسی الجھی کہ جب نیلم جانے کو تیار ہونے گئی تو پتہ چلا کہ ابھی کپڑے استری نہیں ہوئی۔غصے اور طیش میں اسنے تھپڑوں سے نابی کا منہ لال کر دیا تھا۔اسکا گول مٹول سفید چہرہ اب تھپڑوں کی وجہ سے گلابی ہو گیا تھا۔آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔

"جمشید تم یوں کرو آج نائٹ شفٹ پہ چلے جاؤ۔ہم پھر کسی دن چلے جائیں گے۔"نیلم نے کمرے میں آ کے جمشید سے کہا تھا۔جمشید کو روانہ کر کے کمرے میں گئی تو کھانا اسکے بیڈ پہ رکھا ہوا ملا۔مگر جب تک نیلم کے سینے میں ٹھنڈ نہ پڑتی اسنے کب کھانا کھانا تھا۔اسکا ذہن پھر کوئی شیطانی کھیل سوچ رہا تھا۔

موسم آج خراب تھا۔بارش کا امکان تھا۔ہوائیں چل رہی تھی۔بجلی گرج رہے تھی۔زبیدہ اور علی کو وہ کھانا کھلا چکی تھی۔زبیدہ کو اسکی دوا دے چکی تھی۔جسکی وجہ سے اب وہ سکون کی نیند سو رہی تھی۔علی بھی پر سکون نیند سو رہا تھا۔ارباز تو ملکوں کی حویلی ہی تھا۔نابی نے علی کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔اور اسکے معصوم چہرے اور بے فکر نیند پہ مسکرائی تھی۔پھر خود ہی ٹھٹکی تھی آج کتنے عرصے بعد وہ مسکرائی تھی۔تبھی باہر سے نیلم کا بلاوا آیا تھا۔اسکی مسکراہٹ منٹوں میں غائب ہوئی۔وہ اٹھی اور باہر نکلی۔

"جی آنٹی۔"نابی نے کہا تھا۔بادل زوروشور سے گرج رہے تھے۔بارش بھی شروع ہو چکی تھی۔نابی اس موسم سے بہت ڈرتی تھی۔مگر نیلم کو انکار نہیں کر سکتی تھی۔

"میرے ساتھ اوپر چلو۔"نیلم نے سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"جی۔۔اس وقت۔"نابی مشکل سے بولی تھی۔موسم اتنا خطرناک تھا اوپر کیا کرنا تھا اس وقت۔

"جو کہا وہ کرو۔"نیلم اب چیخی تھی۔

"جی۔"وہ منمنائی۔اور سیڑھیاں چڑھتی نیلم کے پیچھے ہولی۔دل ڈر رہا تھا۔یہ گھر دو کمروں،ایک کچن جو بہت چھوٹا تھا،چھوٹے سے صحن پہ مشتمل تھا۔پانچ چھ سیڑھیاں چڑھ کے چھت پہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جہاں فالتو کا سامان رکھا جاتا تھا۔چھت پہ چھوٹی چھوٹی سی چار دیواری تھی۔

وہ چھت پہ آئی تھیں۔بارش اب زوروں پہ تھی۔بادل گرج رہے تھے۔

تیز ہوا سے ہر چیز ہل رہی تھی گویا ہر چیز اکھاڑ پھینکے گی۔نیلم نے دروازہ کھولا تھا کمرے کا۔نابی آسمان پہ دیکھ رہی تھی ڈرتے ہوئے بادلوں کو۔تبھی نیلم نے اسکا ہاتھ پکڑا تھا اور اسے اندر دھکیل دیا تھا۔نابی ہکی بکی رہ گئی تھی۔ایک منٹ کو تو اسے سمجھ نہ آئی کہ ہوا کیا ہے۔سمجھ آنے پہ وہ چیخی۔

"رہو آج رات اندر ہی۔سزا تو ملنی ہی تھی۔تاکہ پھر کبھی غلطی نہ ہو۔آئندہ میری بات نہ ماننے کی غلطی ہرگز مت کرنا۔"نیلم نے باہر سے تالہ لگا دیا تھا۔نابی چیخ رہی تھی۔

"دیکھیں آ۔۔ں آنٹی مجھے معاف کر دیں ۔پلیز مجھے ڈر لگتا ہے

ان۔۔اند۔۔اندھیرے سے اور اور بارش ۔۔سے۔پلیز۔۔۔۔۔"نابی دروازہ

پیٹ رہی تھی مگر نیلم سنگدلی کی انتہا پہ تھی ۔اور جھٹ نیچے آگئی تھی۔

"م مجھے ڈر لگتا ہے ۔ڈ۔۔۔۔"تبھی کوئی چیز نابی کے پیر گری اسکی چیخ نکلی تھی

اور باقی بات منہ میں ہی رہ گئی تھی۔

اسنے اردگرد نظر دوڑائی اندھیرا ہی اندھیرا ۔باہر سے آتی بجلی کی چمک سے ایک

لمحوں کو کمرا روشن ہوتا تھا پھر وہی تاریکی۔

کمرہ گرد سے اٹا ہوا تھا ۔جالے لٹک رہے تھے۔جس سے خوفناک منظر پیدا

ہورہا تھا ۔وہ ڈرتی سہمتی روتی بلکتی ایک کونے پہ جا بیٹھی تھی۔کبھی بادل کے

گرجنے اور بجلی کے چمکنے پہ چیخ پڑتی تھی۔روتے بلکتے اپنے گھٹنوں پہ منہ دے

کے بیٹھ گئی تھی۔

"یا اللہ ۔۔"اللہ کا نام لیتے اسکی سسکیوں پہ قابو نہ رہا۔

"مم۔م۔۔مجھے ڈ۔ڈر لگتا ہے۔م۔۔۔۔"وہ سسک رہی تھی مگر اسکی آواز سننے

کو کوئی نہ تھا سوائے اس خدا کے۔

یہ رات اسکے رونے میں ہی گزرنے تھی۔

شہر کے یہ باشندے بو کے بیج نفرت کے، انتظار کرتے ہیں فصل ہو محبت کی

چھوڑ کر حقیقت کو ڈھونڈنا سرابوں کا، ریت اس نگر کی ہے اور جانے کب سے ہے

※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※※

:میری روح میں اتر زرا

از عنایہ احمد

قسط نمبر٦

آج اسے اور دیبا کو سائٹ پہ جانا تھا مگر ایک میٹنگ کی وجہ سے دیبا رک گئی تھی اور عناب کو اکیلے سائٹ پہ جانا پڑا۔وہ کمپنی کی گاڑی میں سائٹ تک آئی تھی۔اس وقت شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔اسے بس ایک دو انجیئنرز سے ہی ملنا تھا یا کچھ کام چیک کرنا تھا۔ زیادہ کام نہ تھا اسلئے وہ دیبا کو تسلی دیتی

خود ہی نکل آئی تھی۔کلوزنگ ٹائم تھا ورکرز اب واپسی کی تیاریوں میں لگ رہے تھے۔وہ سائٹ انجنئیرز سے ملی تھی اسکا ہاتھ تیزی سے کچھ نوٹ کرتے ہوئے پیجز پہ چل رہا تھا۔یہ ایک وسیع و عریض میدان تھا جہاں پہ اب ایک پلازہ بنایا جا رہا تھا۔وہ اس وقت سیکنڈ فلور پہ تھی ۔فلورز کا ڈھانچہ تیار ہو چکا تھا۔جبکہ اردگرد سریوں کا جال بُنا ہوا تھا۔جگہ جگہ مٹی اور سیمنٹ کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔کام نمٹا کے اور کچھ پیمائشوں کا جائزہ لے کے جیسے ہی وہ نکلنے لگی تھی اسے احساس ہوا کہ کافی اندھیرا ہو گیا ہے ۔وہ اس وقت اکیلی اس فلور پہ گھوم رہی تھی۔فٹا فٹ سے کاپی پین کندھے پہ پہنے بیگ میں منتقل کیا ۔ہاتھ پہ بندھی گھڑی پہ ٹائم دیکھا اور جلدی سے قدم آگے بڑھا دئیے۔موبائل نکال کے کال کرنے ہی لگی تھی ڈرائیور کو کہ تبھی کچھ آوازیں اسکے کانوں میں پڑی تھیں ۔

"یو باسٹرڈ۔ابھی تک ایک کام نہیں ہو سکا تم سے ۔دیکھو اس پلازے کا کتنا کام کروا چکا ہے وہ آرب ملک ۔اور تم سے ابھی اتنا معمولی کام بھی نہیں ہوا۔کہا تھا ناں میں یہ پراجیکٹ اسے نہ ملے ۔مگر اسے ہی مل گیا۔پتہ ہے مجھے کتنا نقصان ہوا ہے ۔کروڑوں کا ۔یو بلاڈی ۔۔"کوئی اونچی اونچی چیخ رہا تھا۔آرب کے نام پہ عناب کے کان کھڑے ہوئے تھے ۔وہ ایک دم رکی تھی۔تو سامنے ہی نظر سیڑھیوں سے کچھ فاصلہ پہ بنے ایک گول دائرے پہ پڑی تھی ۔جسکو

بند نہیں تھا کیا گیا ۔ اسکے ارد گرد ریلنگ لگا کے اوپن ایریا ڈیزائن کیا گیا تھا۔ ابھی اس ایریا کے اوپر چار دیواری نہیں کی گئی تھی صرف لوہا کی چند سلاخیوں سے اسے کور کیا گیا تھا تاکہ کوئی گر نہ جائے ۔ عناب نے احتیاط سے آگے بڑھ کے نیچے جھانکا تھا۔ تو نیچے تین آدمی کھڑے نظر آئے تھے ۔ جو بول رہا تھا وہ ویل ڈریسڈ تھا۔ آف وائٹ کلر کے ٹو پیس میں وہ مغرورانہ انداز سے اپنے سامنے کھڑے دو آدمیوں کو گھور رہا تھا۔ ایک تو عناب کو جانا پہچانا چہرہ لگا تھا۔

"اگر اب یہ پراجیکٹ کسی طرح آرب کے ہاتھ سے نکل کے مجھے نہ ملا تو میں تم لوگوں کو وہاں پھینکوں گا جہاں سے تم لوگ ساری زندگی نکل نہیں پاؤ گے۔" وہ ایک بار پھر چیخا تھا۔ عناب پہلی بار سہمی تھی ۔

"سر آرب کے سارے ورکرز اتنا ایکٹیو ہیں کہ کوئی بھی دو نمبر کام انکی موجودگی میں ناممکن رہتا ہے ۔" ایک دیو قامت آدمی منمنایا تھا۔

"یو ایڈیٹ ۔ آرب آرب ۔ بھاڑ میں گیا یہ آرب ۔ اس کام کے پیسے دیتا ہوں میں سانڈ کی طرح پلی جا رہے ہو کام ایک بھی نہیں ہوتا ۔" اس آدمی نے پھر اسے جھاڑا تھا۔ عناب کو انکی آرب کے خلاف دشمنی اور پلیننگ سمجھ آ گئی تھی۔ عناب نے صدمے سے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا۔ غور سے دیکھا تو ایک آدمی

آرب کی ہی کمپنی کا تھا اکثر سائٹ پہ اس سے آمنا سامنا ہو جاتا تھا۔ مگر وہ کس عہدے پہ یہاں ہے عناب کو اتنا نہیں پتہ تھا۔

"سر ایک موقع اور دیں آپکا کام ہو جائے گا۔ پچھلی دفعہ بھی سیکنڈ فلور میں استعمال کرنے کے لیے غیر معیاری مواد مہیا کیا گیا تھا مگر انسپیکشن ٹیم کی وجہ سے وہ سارا کام از سر نو کیا گیا ہے۔ مگر تھرڈ فلور میں سارا سامان ہمیں دو نمبر سپلائر سے ہی مل رہا ہے۔ آپ بے فکر رہیں کیونکہ جلد آپ کو یہ خبر مل جائے گی کہ آرب کنسٹرکشنز جو شیخ اسماعیل کے پراجیکٹ پہ کام کر رہی تھی غیر معیاری مواد کے باعث گر کے تباہ ہو گئی ہے۔ جس میں جانی نقصان ہوا ہے۔ اور مالی بھی۔" کب سے خاموش کھڑے اس نوجوان نے کہا تھا۔ جس کے سر پہ پیلی کیپ تھی۔ عناب یہ بات سن کے کانپ اٹھی تھی۔ اس بات پہ انکے باس کا قہقہہ پڑا تھا۔

"جو مرضی کرو چاہے منشیات بھروا دو اسکے سامان میں۔ اور پھر مخبری کروا دینا کہ ملک کمپنی کنسٹرکشن کی آڑ میں کیا دھندا کر رہی ہے۔" وائٹ سوٹ میں ملبوس پھر بولا تھا۔ تبھی موبائل عناب کے کپکپاتے ہاتھوں سے چھوٹا تھا اور پاس پڑی پینٹ کی خالی بالٹی کے ڈھکن پہ جا گرا تھا۔ خالی بلڈنگ میں آواز گونجی تھی۔

"کون ہے ۔۔" نیچے سے زوردار آواز آئی تھی۔ عناب سہمی تھی۔ موبائل پکڑنے کے لیے نیچے جھکی تھی بوکھلاہٹ میں بالٹی کے اوپر خود بھی گری تھی ۔اور منہ سے چیخ نکلی تھی۔ اب تو نیچے والوں کا شک یقین میں بدل گیا تھا کہ کسی نے انکی گفتگو سن لی ہے۔

"شٹ پکڑو کون ہے ۔چھوڑنا مت ۔ہماری باتیں اگر کسی کو پتہ چلی گئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" وہ پھنکارا تھا۔ تبھی سیڑھیوں پہ قدموں کی آوازیں ابھری تھی۔ وہ ہمیشہ کی ڈرپوک عناب اب اسکا حلق خشک ہو گیا تھا۔ اسکے دماغ نے کام کیا تھا ۔تیزی سے موبائل پکڑتے اٹھی تھی ۔اور سامنے بنے ایک کھلے سے کمرے کی طرف بھاگی۔ اور کسی کو فون ملانے کا سوچا ۔جب فون آگے کیا تو بلیک سکرین روشن نظر آئی اس وقت وہ ڈری ہوئی تھی سمجھ نہیں پائی کہ کیا کھلا ہوا ہے۔ فٹا فٹ سے ہوم بٹن کو انگوٹھے سے دبایا تھا تو سکرین روشن ہو گئی تھی۔ اس وقت ذہن میں صرف ایک ہی نام آیا تھا جو شاید اسے بچا سکے ۔پتہ نہیں ایسا کیا تھا اس نام میں ۔وہ بلا اختیار وہ نمبر ڈھونڈ کے ملا چکی تھی۔ آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔ بیگ کو کھینچ کے دونوں بازوں کے درمیان کر لیا تھا۔

"یا اللہ۔ اب کیا ہو گا۔ میری مدد کر۔" ہر دفعہ کی طرح اس ذات کو مدد کے لیے پکارا تھا جو ہر کسی کی مدد کرتا تھا۔ ہر پکارنے والی کی پکار سنتا تھا۔ اسکا جواب دیتا تھا۔

"سر آپ جائیں یہاں سے۔ اس سے پہلے کہ کوئی آپکو یہاں دیکھ لے اور سارے پلان پہ پانی پھر جائے۔ جو بھی ہو گا آج یہاں سے زندہ بچ کے نہیں جائے گا۔" سیڑھیوں پہ بھاگتے ہوئے انہوں نے وہاں کھڑے باس کو کہا تھا۔

"ٹھیک ہے مگر مجھ جلد خبر مل جائے کہ جس کسی نے ہماری باتیں سنی ہیں وہ اب ہمیشہ سننے سے محروم ہو گیا ہے۔" وہ قہر برساتی آنکھوں سے کہتا مڑا تھا اور باہر نکلتا چلا گیا۔ وہ دونوں سیکنڈ فلور پہ آئے تھے۔

وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔

"تم ایسے کرو اوپر چیک کرو۔ میں ادھر چیک کرتا ہوں۔" ایک آدمی نے اس نوجوان لڑکے سے کہا تھا۔ ساتھ ہی ریوالور کے لوڈ ہونے کی آواز آئی تھی۔ عناب نے خوف سے آنکھیں بھینچی تھی۔ فون کان سے لگایا ہوا تھا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی مگر کال ریسیو نہ کی گئی تھی۔ عناب کا دل زوروشور سے دھڑک رہا تھا۔ اور ایک قیاس کر رہا تھا۔

شاید آج پھر وہ بے موت ماری جائے۔اسے کسی بات کا غم نہ ہوتا شاید مگر ابھی تو اپنے ارباز بھائی سے ملنا تھا۔جنکے پر شفقت لمس کو محسوس کئے دو سال کا عرصہ ہو چلا تھا۔وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے ہی تو جی رہے تھے۔

تبھی دوسری طرف سے کال اٹھا لی گئی تھی۔

"ہیلو۔"ایک مہربان آواز گونجی۔عناب کے آنسو بے اختیار ہوئے۔دل کی دھڑکن بھی تیز ہوئی۔سسکی ابھری۔

"ہیلو۔ہو از دئیر۔"آرب کسی کے سسکنے کی آواز پہ چونکا تھا۔اور فون کان سے ہٹا کے نمبر دیکھا تھا انجان نمبر تھا۔پھر کان سے لگایا تھا۔

"ہیلو۔آرب از ہئیر۔"آرب نے پھر کہا تھا۔وہ اس وقت میٹنگ میں تھا کسی کا فون نہیں تھا اٹھاتا مگر آج نا جانے کیسے اٹھا لیا تھا۔عناب اس وقت کمرے میں دھری سیمنٹ کی بوریوں کے پیچھے چھپی بیٹھی تھی۔

"آ۔آر۔آرب۔۔سس سر۔۔"وہ سسکتی بمشکل بولی تھی۔موت کا ڈر سر پہ منڈلا رہا تھا۔تبھی عناب کو لگا تھا کوئی دبے پاؤں کمرے میں آیا تھا ۔عناب نے منہ پہ زور سے ایک ہاتھ دھرا

تھا۔اور سسکی کی آواز گھونٹی تھی۔اور اللہؓ کو یاد کیا تھا۔قدموں کی چاپ اور پاس آئی تھی۔عناب نے زور سے آنکھیں میچی تھی۔بس اب کھیل ختم ہو جائے گا۔

"یاسر اوپر آؤ۔جلدی۔"تبھی اسکو آواز پڑی تھی۔وہ آگے آنے کی بجائے اب تیزی سے قدم اٹھاتا اوپر کو بھاگ گیا تھا۔عناب نے لمبی سانس لی تھی اور اپنے حواس بحال کرنے چاہے تھے۔

"جی۔۔آپ کون۔۔بولیں کون ہے آپ۔۔؟؟"آرب روتی آواز سن کے الرٹ ہوا تھا۔ایک جھماکہ ہوا تھا ذہن میں مگر کبھی عناب کی آواز فون پہ نہ سنی تھی اور نہ ہی کبھی اتنی گفتگو ہوئی تھی کہ وہ شیور ہوتا کہ وہ عناب ہی ہے۔

"ع۔۔عناب۔۔"عناب منمنائی۔

"عناب۔آپ۔۔آپ کیا ہوا ہے۔؟آپ رو کیوں رہی ہیں؟؟ہیں کدھر آپ۔؟"آرب میٹنگ کے سلسلے میں باہر آیا ہوا تھا۔ٹیبل سے اٹھا تھا۔اور جلدی سے روم سے باہر آیا تھا۔باقی اسے یوں جاتے دیکھ رہے تھے۔وہ کچھ بھی کہے بغیر باہر نکل گیا تھا۔تبھی حماد اٹھ کے اسکی جگہ پہ آگیا تھا۔پریشان تو حماد بھی ہوا تھا مگر یہ کاروبار تھا جسکے سو تقاضے تھے۔

"س۔ سر آرب ۔۔وہ لوگ ۔۔وہ گندے لوگ ہیں ۔وہ ۔۔وہ مجھے مارنے لگے ہیں ۔۔۔آپ ۔آپکی کمپنی کو ن۔۔نقصان دینا چاہتے ہیں ۔اور ۔اور میں سب سن لیا ہے اور ۔۔اب ۔۔۔۔"عناب اپنی سسکیوں کا گلہ گھونٹتی آنسو بہاتی ہلکی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"آپ کیا بول رہی ہیں مجھ کچھ سمجھ نہیں آرہا ۔کون لوگ ،؟؟۔آپ ٹھیک تو ہیں ناں ۔"آرب نے پریشان ہوتے پوچھا تھا۔وہ بے چین ہی ہو اٹھا تھا۔آخر کو ارباز کو تسلی دی تھی کہ وہ اسکی حفاظت کرے گا۔

"نہ ۔نہیں ۔نہین۔"آرب کی فکر بھری آخری بات سن کے عناب کا حوصلہ جواب دے گیا تھا۔وہ روپڑی سسکیوں سے ۔آرب کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹا تھا ۔سب کچھ اسے اس پل برا لگا تھا۔سامنے پڑے ٹیبل کو اسنے ٹھوکر ماری تھی ۔اردگرد کے لوگ متوجہ ہو گئے تھے۔تبھی حماد باہر آیا تھا۔آرب پریشان بالوں میں ایک ہاتھ پھیرتا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ایک ہاتھ میں فون تھا۔

"عناب کدھر ہیں آپ ۔فوراً بتائیں مجھے ۔میں آرہا ہوں ۔کچھ نہین ہو گا آپکو ۔بتائیں میں آرہا ہوں ۔"آرب جلدی سے بولا تھا۔

"مم۔میں سائٹ پہ ہوں۔ان۔۔انکے پاس گ۔گن ہے۔وہ کہہ رہا تھا کہ مم۔مار دو۔مار دو۔۔۔" وہ سسکیوں کے درمیان بول رہی تھی۔آرب کا دل کیا کہ وہ اڑ کے اسکے پاس چلا جائے۔

"سر کیا ہوا ہے۔؟؟۔آپ یوں میٹنگ چھوڑ کے کیوں آ گئے ہیں۔"حماد نے پاس آ کے پریشان آرب کو پوچھا تھا جو اب گاڑی کی جانب تقریباً دوڑتے ہوئے جا رہا تھا۔

"بھاڑ میں جائے میٹنگ۔سائٹ پہ جا رہا ہوں میں۔عناب وہاں پھنس گئی ہے۔اسکو اکیلے کس نے بھیجا تھا۔؟؟۔ہیویو گون میڈ۔"آرب چیخ رہا تھا۔اسکو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی۔حماد ہونق سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ گاڑی میں بیٹھا اور زن گاڑی بھگا لے گیا تھا۔اگر تھوڑی سی بھی دیر کرتا تو بہت دیر ہو جانی تھی جس پہ اسکا دل آمادہ نہ تھا۔وہ تو بے چین ہو اٹھا تھا۔گاڑی چلاتے ہوئے اسے ہاتھ میں پکڑے فون کا خیال آیا تھا۔

"ہیلو۔ہیلو۔عناب۔سن رہی ہو ناں۔ٹھیک ہو تم۔؟؟"آرب نے بے چینی سے پوچھا تھا۔

"آ۔آپ مجھے بچا۔بچا لیں ناں۔۔انکے پاس گن ہے۔۔"عناب نے خوفزدہ لہجے میں کہا تھا۔

"میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔کچھ نہیں ہوگا تمہیں۔سنو۔اپنا سیل سائلنٹ پہ کرو تم فوراً۔میں کال بند کر رہا ہوں۔تم چھپ کے بیٹھی رہو۔کچھ نہیں ہو گا۔"آرب نے اپنے آپ پہ قابو پاتے ہوئے موجودہ صورتحال پہ سوچا تھا۔گن کے ذکر پہ وہ الرٹ ہوا تھا۔فٹافٹ سے کال بند کی۔پولیس کو کال کی اور سائٹ کی لوکیشن پہ ایمرجنسی کا بول دیا تھا۔خود وہ سائٹ سے صرف پانچ منٹ کی دوری پہ تھا۔وہ میٹنگ پہ آیا ہوا تھا جس پہ اب وہ شکر کر رہا تھا۔حماد کی کال آئی تھی تبھی وہ بھی سائٹ پہ آرہا تھا ٹیم کے ہمراہ۔

اسکو فون جلدی سے بند کر کے عناب کو ملا تھا۔ایک منٹ رہ گیا بس سائٹ کا فاصلہ طے کرنے میں۔پہلی ہی رنگ پہ کال اٹھا لی تھی عناب نے۔

"عناب میں بس آگیا ہوں؟؟تم ٹھیک ہو۔"آرب نے چھوٹتے ہی پوچھا تھا۔

"نہ۔نہیں۔وہ لوگ آرہے ہیں۔سس۔سیڑھیوں سے آوازیں آرہی ہیں۔۔وہ وہ لوگ۔۔۔"عناب کا وجود بے جان ہونے لگا تھا۔کیونکہ اب قدموں کی چاپ اسے سیڑھیوں سے آتے سنائی دے رہی تھی۔

عناب کو لگا اسکا دل بند ہو جائے گا۔اسکا دماغ سن ہو رہا تھا۔کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔خون کی گردش جیسے تھم رہی تھی۔دل کی دھڑکن مدھم ہوئی تھی۔آوازیں آنا بند ہونے لگی تھی۔سر گھومتا محسوس ہو رہا تھا۔تب ہی وہ پیچھے

دیوار کے ساتھ بے جان ہوتی گری تھی۔دور سے کہی پولیس کا سائرن بجنے کی آوازیں آنے لگی تھی۔بھاگ دوڑ کی آوازیں۔شور۔۔مگر وہ اپنے حواس باوجود کوشش کے بحال نہ کرپائی۔

اگلی صبح وہ فٹافٹ تیار ہو کے نیچے اتری تھی۔اسنے بیلو جینز پہ ہم رنگ گھٹنوں تک ٹاپ پہنی ہوئی تھی۔سر پہ اسکارف باندھا ہوا تھا۔ہاتھ میں بیگ پکڑا ہوا تھا۔اور جلدی جلدی سیڑھیوں سے اتری تھی۔

"میری گڑیا دھیان سے۔آرام سے چوٹ لگ جائے گی۔"مجتبیٰ ملک کی آواز اسکے کانوں میں پڑی تھی۔وہ چہک اٹھی تھی۔

"اسلام علیکم بابا۔"وہ چیزیں صوفے پہ رکھتی۔ڈائینگ ٹیبل کی کرسی پہ ناشتے کرتے باپ کی طرف بھاگی تھی۔وہ ان سے لپٹ گئی۔

"کیسی ہے میری بچی۔"مجتبیٰ صاحب نے اسکا ماتھا چوما تھا۔

"ایک دم فٹ۔آپ ہی آجکل میرے اٹھنے سے پہلے چلے جاتے ہیں اور سونے کے بعد گھر آتے ہیں۔"رباب نے ساتھ رکھی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"بس بھی کیا کرو ہر وقت شکایتیں۔آرب ٹھیک تمہیں شکایتو کہتا ہے۔"کسی نے اسکے سر پہ چپت لگاتے ہوئے کہا تھا۔رباب آواز سن کے اچھلی تھی۔

"اف اللہ۔آج کا دن میرے لیے بہت خوشی والا ہے پکا۔اتنے سرپرائزز۔سحر پھوپھو۔اتنے دنوں بعد۔" رباب نے پیچھے کھڑی سحرش پھوپھو کے گلے لگتے ہوئے کہا تھا۔

"خدا کرے میری بچی کی زندگی میں ہر دن ڈھیرو خوشیاں لائے۔" سحرش نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں اسکی گال پہ پیار کرتے ہوئے دعائیں دی تھی۔مجتبیٰ صاحب اب ناشتہ کرکے اٹھ رہے تھے۔

"اچھا میرا بچہ سنو۔وہاں پہ کوئی مستی نہین کرنی۔سب لوگوں کے ساتھ ساتھ رہنا ہے۔آپ نے شکار کے لیے نہیں جانا۔اگر کچھ مسئلہ ہوا تو فوراً مجھے کال کروگی۔ایک باڈی گارڈ تمہارے ساتھ جائے گا۔" مجتبیٰ صاحب نے اب رباب کو ہدایت نامہ جاری کیا تھا۔جس پہ اسنے برا سا منہ بنایا تھا۔

"بابا۔۔" رباب نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

تبھی ایک آدمی اندر آیا تھا۔

"ملک صاحب گاڑی تیار ہے۔وکیل کا فون آگیا ہے وہ کورٹ پہنچ چکا ہے۔" آدمی نے اندر آکے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں آرہا ہوں ۔یہ ساری فائلز گاڑی میں رکھوا دو۔" مجتبی صاحب نے اسکو کہا تھا وہ فائل لئے باہر بڑھ گیا تھا۔ مجتبی صاحب اب اپنی صاحبزادی کی طرف متوجہ ہوئے۔

"نو ۔۔بابا کی گڑیا ۔جو کہا ہے وہ ہی کرو ۔اوکے ۔مجھے جاتے ہی کال کر دینا ۔اپنا سیل بند ہرگز نہیں کرنا ۔" مجتبی اسکی پیشانی چومتے ہوئے بولے تھے۔پھر سحرش کے سر پہ ہاتھ رکھا ۔اور ڈائینگ ٹیبل سے پرے بیٹھی بی جان کے پاس گئے ۔جو ذکر و اذکار میں مشغول تھیں ۔ادھیڑ عمر کا بیٹا جو انصاف کی خاطر اپنی جان ہتھیلی پہ لئے نکلتا تھا ۔اسکی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ مجتبی صاحب ماں کے آگے جھکے تھے۔

بی جان نے پیار دیا اور ڈھیروں پڑھی ہوئی دعاؤں کا دم کیا تھا۔بالوں کی سفیدی پہ بی جان کی نظر پڑی تھی۔

"باپ بڈھا ہو گیا ہے ۔پتہ نہیں کب میرا آرب شادی پہ آمادہ ہو گا ۔کب میں اپنے پرپوتوں کو کھیلاؤں گی۔" بی جان نے نم لہجے میں کہا تھا۔پوتے میں انکی جان تھی۔

"بی جان بڈھا کس کو بولا ہے میں ابھی جوان ہوں ۔اپنے پوتے کے چکروں میں مجھے مت بڈھا کہیں ۔دیکھو لو بلقیس بیگم اپنی ساس کو ۔میری لڑائی ہو جانی ہے

۔" مجتبی ملک کچن سے نکلتی اپنی بیگم سے بولے تھے جو ہر لڑائی میں ان کے کندھے سے کندھا ملا کے کھڑی ہوتی آئی تھیں ۔سب ہنس لڑے تھے۔

"مجتبی آپکو دیر ہو رہی ہے چلیں آپ ۔بی جان کی عادت کا آپکو پتہ تو ہے

۔"بلقیس بیگم کرسی پہ پڑا انکا کوٹ اٹھا کے انکو دیتے ہوئے بولیں تھیں۔وہ ہنستے ہوئے بلقیس بیگم کی ہمراہی میں سب کو خداحافظ کہتے نکل گئے تھے۔

"ہاں جی آپکا کدھر کا پلان ہے ؟۔۔"سحرش نے اب اپنے سامنے چائے کا کپ کرتے ہوئے رباب سے پوچھا تھا۔

"جی وہ فارم ہاؤس جانا تھا ماموں کی فیملی کے ساتھ ۔اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ آج واپس آ رہی ہیں تو جاتی ہی نہین ۔"رباب نے کہا تھا۔آج پورے ایک مہینے کے بعد سحرش آئی تھی ۔پہلے کالج میں ٹریننگ چل رہی تھی جو کہ کراچی میں تھی جس میں سحرش پیش پیش تھی اسکے بعد سیمنار تھا۔اور بعد میں اسلام آباد میں ہی ایک بہت ہی قریبی دوست جو کہ فلاحی کام کر رہی تھی اسکا کچھ کام آگیا تھا۔تو آج پورے ایک مہینے کے بعد پہلی ہی فرصت میں گھر کو آئی تھی۔

"کوئی بات نہیں ۔تم خیر سے جاؤ اور خیر سے آؤ۔پھر گپ لگاتے ہیں۔ساتھ آرب سے بھی دو دو ہاتھ ہو لیتے ہیں۔"سحرش نے اس سے کہا تھا۔

"خبردار اگر کسی نے میرے پوتے کے خلاف کچھ کہا بھی تو۔اور سنو تم لڑکی ۔۔۔یہ لڑکوں والا اگر حلیہ بنا کے گئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔کیا اول جلول حلیہ۔بھلا یہ کیا تک ہوئی۔پتلون پہن کے لڑکے بنے گھومتی ہیں لڑکیاں اور لڑکے تو خدا پناہ۔۔۔توبہ توبہ۔"بی جان نے رباب کو گھورتے ہوئی وہاں سے ہی کہا تھا۔رباب اور سحرش ہنس دی تھی۔

"اماں آپکو ناشتہ دوں کیا۔؟"سحرش نے کہا تھا۔اور انکی توجہ اس موضوع سے ہٹائی۔

"نہیں نہیں۔میں اپنی بہو کے ساتھ ہی کر لوں گی۔تم پھوپھی بھتیجی کرو لو چغلیاں۔اور سبکے اگلے پیچھے گناہ بخشوا دو۔"بی جان نے بیزاری سے کہا تھا۔ناشتہ وہ ہمیشہ بلقیس کے ساتھ کرنے کی عادی تھی۔

اب رباب سحرش سے عناب کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔رباب کا بھی اکثر سامنا ہوتا رہتا تھا عناب سے۔باتوں میں ہی ماموں کی فیملی -آچکی تھی سبکی دعاؤں کے حصار میں وہ نکل گئی تھی۔

---------------------------------کچھ

ہی دیر بعد وہ پولیس پہنچ چکی تھی اور ہر طرف تلاش کر رہی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد آرب بے ہوش عناب کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔وہ بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔آرب ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اسکی طرف لپکا تھا۔وہ بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔آرب نے اسکا ایک طرف لڑھکا ہوا سر اٹھا کے گود میں کیا اور اسکا چہرا دونوں ہاتھوں سے تھپتھپایا تھا۔

"عناب۔۔عناب آنکھیں کھولو۔دیکھو کچھ نہیں ہوا۔عناب۔۔"بے چینی آرب ملک کے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔وہ اسے اٹھا رہا تھا۔مگر اسکا وجود ساکن تھا۔آرب کا سکون اس وقت روٹھ گیا تھا۔ساری توجہ کا مرکز وہ وجود تھا۔گلاب جیسی کھلتی رنگت اس وقت زرد پھول کی سی ہو گئی تھی۔آرب نے اسکا گرا ہوا ہاتھ اٹھا کا اسکی نبض چیک کی تھی۔جو بہت مدھم چل رہی تھی۔

"عناب۔۔"وہ دیوانوں کی سی کیفیت لئے اسکو پکارا رہا تھا۔جلد ہی ہوش میں آیا اس کو اپنے بازووں میں لئے گاڑی کی طرف دوڑی لگائی تھی۔اس وقت آرب کو اردگرد کا ہوش تھا ہی نہیں۔تبھی حماد اسے اپنی طرف بڑھتا نظر آیا۔

"حماد گاڑی سٹارٹ کرو جلدی۔ہری اپ۔۔اسکی نبض بہت مدھم چل رہی ہے۔"آرب نے حماد کو کہا تھا۔حماد بھی بوکھلا گیا تھا۔

گھنٹے کی بھاگ دوڑ کے بعد عناب کی طبیعت کچھ سنبھلی تھی تو سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ڈاکٹر نے طبیعت خرابی کی وجہ خوف اور کمزوری بتائی تھی جس کی وجہ سے اسکا بی پی لو ہوا تو اور وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

کچھ ہی دیر میں اسے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔پولیس کو سائٹ میں سے کوئی سراغ نہ ملا تھا۔آرب کے اعصاب اس وقت سخت تنے ہوئے تھے۔کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر پچھلے ڈیڑھ گھنٹے میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔عناب اس وقت دوائیوں کے زیر اثر غنودگی میں تھی۔کمرے میں اس وقت گھمبیر خاموشی تھی۔عناب بیڈ پہ لیٹی تھی۔دیبا اسکے پاس متفکر سی بیٹھی ہوئی تھی۔آرب اور حماد وقتاً فوقتاً بات کر رہے تھے۔تبھی بیڈ پہ لیٹی عناب کے وجود میں حرکت ہوئی تھی۔دیبا اسکی جانب لپکی تھی۔

"عناب۔۔میری جان۔۔کیسی ہو اب۔۔؟"دیبا نے آنکھیں کھولتی عناب سے پوچھا تھا۔جس کے چہرے پہ بے پناہ خوف رقم تھا۔آنکھوں سے بھی خوف اور ڈر چھلک رہا تھا۔

"مم۔میں کدھر ہو۔؟۔۔۔وہ۔۔وہ لوگ مجھے مارنے لگے تھے۔۔۔ا۔۔اور۔۔۔آرب سس۔۔۔سر۔۔۔"عناب کے بولتے ہی اسکی

آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے تھے۔ تبھی اسکی نظر سامنے کرسی پہ بیٹھے آرب پہ پڑی تھی۔جو اسکی طرف ہی متوجہ تھا۔

"عناب تم بلکل ٹھیک ہو۔آرب سر ٹھیک وقت پہ پہنچ گئے تھے۔تم آرام کرو۔اپنے ذہن پہ زور مت ڈالو۔۔"حماد نے روتی عناب سے کہا تھا۔

"ہمم عناب تم آرام کرو۔ہم لوگ اب چلتے ہیں۔اور دیبا اگر کوئی بھی مسئلہ ہوا فوراً تم مجھے کال کرو گی۔"آرب نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔وہ صرف اسکے ہوش میں آنے تک یہاں رکا ہوا تھا۔

"نہ۔۔نہیں آرب سر میری بات سنیں۔۔وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ آرب ملک کو تباہ کردیں گے۔۔۔اور۔۔"عناب اٹھ کے بیٹھی تھی کہی واقعی ہی آرب چلا نہ جائے اور کوئی نقصان ہو جائے۔عناب کی باتوں کو پہلے سیریس نہیں لے رہا تھا مگر اب کے آرب کے باہر کی جانب بڑھتے قدم رک گئے تھے۔

"سر میرے خیال میں سن لینی چاہیئے بات۔"حماد کو بھی مسئلہ سنگین لگا تھا۔

"ریلکس عناب۔آرام سے بیٹھیں۔اور بتائیں کیا بات ہے۔۔"اب کے آرب بھی کرسی گھسیٹ کے بیڈ کے قریب بیٹھا اور بے چین پریشان عناب کو بھی تسلی سے بیٹھنے کو کہا تھا۔اب تینوں نفوس عناب کی طرف متوجہ تھے۔تبھی عناب نے گہرا سانس لیتے ہوئے ساری بات ان کو بتا دی تھی۔

"میں انکی شکل نہیں دیکھ پائی۔مگر ان میں سے ایک نے۔۔ایک نے پیلی کیپ لی ہوئی تھی۔تو اسکا مطلب کہ وہ سائٹ پہ ہی کام کرتا ہے۔۔"عناب نے آرب کی طرف دیکھا جو اسکی باتیں سنتے ہوئے کڑی سے کڑی ملا رہا تھا۔

"سر میں آپکو کب سے کہہ رہا ہوں کہ کچھ نہ کچھ مسئلہ ضرور ہے۔مگر آپ کو لگ رہا تھا کہ سب ٹھیک ہے۔۔یہ سو فیصد فرحان مرزا کا ہی کام ہے۔"حماد نے کہا تھا۔

"حماد ریلکس۔یوں بنا ثبوت کے کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہے۔۔ہم فی الحال کسی پہ الزام نہیں لگا سکتے یوں۔۔عناب اگر ان میں سے کوئی تمہارے سامنے آئے تو کیا تم پہچان لوگی۔۔"آرب نے حماد سے کہا تھا۔اور ساتھ ہی عناب کو مخاطب کیا۔

"صرف ایک کو۔کیونکہ ایک کا چہرہ میں ٹھیک سے دیکھ پائی تھی۔۔"عناب نے کہا تھا۔تبھی عناب کا موبائل بجا تھا۔دیبا نے بیگ کی تلاش میں نظریں دوڑائی تھیں۔جو سامنے ٹیبل پہ پڑا تھا۔وہ اٹھی بیگ میں سے بجتا فون نکالا۔

"عناب ارباز بھائی کی کال ہے۔"دیبا نے عناب کو فون پکڑاتے ہوئے کہا تھا۔

“اس وقت مجھ سے بات نہیں ہو گی ۔میں رو پڑوں گی تو بھائی پریشان ہو جائے گے۔تم ان کو بول دو کہ میں سو رہی ہوں۔”عناب نے دھیمے لہجے میں کہا تھا ۔چہرا سرخ ہو گیا تھا۔وہ اس وقت رونا نہیں چاہ رہی تھی۔

“ہمم میں کہتی ہوں ۔”دیبا موبائل لے کے باہر نکل گئی۔

“سریوں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھے رہنے سے معاملہ اور بھی سنگین ہو جائے گا ۔کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا نا۔”حماد نے آرب سے کہا تھا۔

“پولیس کو وہاں سے کوئی سراغ بھی نہیں ملا ۔تم یوں کرو کہ سائٹ پہ جتنے بھی ورکز کام کر رہے ہیں ہر سطح پہ کل پہلی ہی فرصت میں انکی فوٹوگرافس عناب کو دیکھاؤ تاکہ ہم کسی طرح ایک تک پہنچ سکیں ۔یوں معاملہ آسان ہو جائے گا ۔”آرب نے حماد کو کہا تھا۔ایک نظر عناب کے چہرے پہ ڈالی جو سائٹ کے نام پہ کانپی تھی۔

“عناب اگر تم ایزی فیل نہیں کر رہی ہو تو ہم کچھ دن بعد یہ کام کر لیں گے۔”اسکا ڈر محسوس کرتے ہوئے آرب نے کہا تھا۔

“نہ۔نہیں ۔۔میں ٹھیک ہوں ۔بس کچھ دیر پہلے کا خیال آگیا تھا۔۔اگر وہ۔۔۔”عناب نے جھکے سر سمیت کہا تھا۔سر پہ سفید جما ہوا تھا۔جسکا رنگ اسکے چہرے کی ہی مانند لگ رہا تھا۔رونے سے گالوں پہ آنسوؤں کے نشان

واضح تھے۔پلکیں ابھی بھی نم لگ رہی تھی۔ناک سرخ ہو رہی تھی۔آنکھوں میں ایک حزن کی داستان رقم تھی۔بار بار گھنیری پلکیں جھپکتے ہوئے وہ آنسو کو اپنے اندر اتارنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کئے ہوئے تھے۔دنوں ہاتھ آپس میں جکڑے ہوئے تھے۔آرب نے اپنی زندگی میں پہلی بار کسی مخالف جنس کا یوں بغور ایک منٹ جائزہ لینے میں گزارا تھا۔لاکھ حسین چہرے اسکی آنکھوں سے گزرے تھے مگر ایسی بے اختیاری آج تک نہ دیکھائی تھی اسنے۔آج پتہ نہیں کس احساس کے زیر اثر وہ یوں ساکت سا بیٹھا ہوا تھا۔ورنہ تو اگر کمپنی میں ذرا سی اونچ نیچ ہوتی وہ چین سے نہ بیٹھتا تھا۔

وہ ہوش کی دنیا میں تب آیا جب دیبا اندر آئی تھی۔

"عناب یہ دیکھو۔کہی یہ تو نہیں۔" دیبا نے موبائل عناب نے آگے کیا تھا۔جہاں اندھیرا سا تھا۔غور سے دیکھنے سے تین نفوس کھڑے نظر آرہے تھے۔تصاویر آگے پیچھے ہو رہی تھی۔

"ہاں ہاں ۔۔یہ ہی ہے۔مگر یہ کیسی بن گئی۔" عناب حیران تھی۔جب عناب نے ڈرائیور کو کال کرنے کے لیے سیل نکالا تھا تب ہاتھ لگ کے کیمرہ کھل گیا تھا۔جہاں ویڈیو کا آپشن کلک ہونے پہ خود بخود ویڈیو بننے لگ گئی تھی۔

"یہ دیکھیں ۔۔"دیبا نے موبائل حماد اور آرب کو دیا تھا۔اب مناظر روشن ہو رہے تھے۔پیلی روشنی جب ایک چہرے پہ پڑی تو آرب نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

"انتہائی گھٹیا انسان نکال ہے یہ ۔۔آئی ڈونٹ بلیو دس۔اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے کیسے لوگ دوسروں کے خلاف پیلنگز کرتے ہیں ۔دیکھا میں آپکو پہلے ہی کہہ رہا تھا سر۔"حماد نے فرحان مرزا کی شکل دیکھتے ہوئے آرب سے کہا تھا۔جسکا غصے سے برا حال تھا۔

"مجھے پتہ ہے اب کیسے اس سے نمٹنا ہے۔میں ابھی نکلتا ہوں ۔تم یوں کرو کہ آج ادھر ہی رک جاؤ۔میں فلیٹ کی سیکیورٹی اور سخت کرواتا ہوں ۔تم سمجھ رہے ہو نا۔"آرب کو اب ایک پل میں ہی معاملے کی سنگینی کا احساس ہو گیا تھا۔کیونکہ فرحان مرزا کی خصلت سے واقف تھا وہ اب اس تلاش میں ضرور ہو گا کہ کون اسکے پلان سے آگاہ ہو چکا ہے اب جب تک وہ اس انسان تک نہیں پہنچ جاتا اسنے سکون ہی سانس نہیں لینی تھی ۔اسلئیے آرب کو اب عناب کی حفاظت کی فکر ہو رہی تھی۔ذہن میں وہ لائحہ عمل تیار کر چکا تھا۔ہاتھ موبائل پہ ویڈیو شئیر کرنے میں مصروف تھے۔ماتھے پہ ان گنت لکیریں بن چکی تھیں۔

"اور ہاں ارباز کو کچھ بھی اس بارے میں مت بتانا کوئی بھی۔"آرب نے انکو کہا تھا۔

"اگر بتا بھی دیا تو کونسا انہوں نے آجانا ہے۔وہ تو ملکوں کے حکم کے غلام ہیں نا۔گروی رکھا ہوا جیسے انہوں نے خود کو۔کبھی بھی نہیں آنے دے گے ملک انکو۔۔پتہ ہے مجھے۔۔پہلے بھی کئی قیامتیں ٹوٹی تھی مجھ پہ مگر وہ نہیں آپائے ۔۔۔تو اب کیسے۔۔۔۔"اس سے آگے عناب بول نہ پائی تھی۔جو کب سے خود کو مضبوط ثابت کر رہی تھی۔اب مزید خود پہ بند نہ باندھ سکی۔اسکے اندر ابلتا پانی آنکھوں کے راستے باہر کو اُمڈ آیا تھا۔دیبا نے اسکو ساتھ لگا لیا۔اسکی تکلیف کا اندازہ ہو رہا تھا۔اپنوں کی دوری جھیلنا آسان تھوڑی ہے۔وہ بھی تب جب آپکو سب سے زیادہ انکے سہارے کی ضرورت ہو۔آرب فوراً مٹھیاں بھینچتا باہر کو لپکا۔حماد بھی پیچھے ہو لیا تھا۔آرب یہ تلخ ذکر پہلے بھی ایک دفعہ سن چکا تھا عناب کے منہ سے۔اور اب پھر۔۔۔اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے۔مگر یہ وقت ان باتوں کو نہیں تھا۔اسلئے خود کو پرسکون رکھنا ضروری تھا۔

"میں آپکے ساتھ چلتا ہوں۔یوں آپ اکیلے کیسے جائیں گے۔"حماد نے اسکو کہا تھا۔

"نہیں میں مینج کر لوں گا۔ تمہارا یہاں رہنا زیادہ ضروری ہے میں نہیں چاہتا وہ ایک بات پھر میری خاطر کسی مصیبت میں پھنس جائے۔ تمہیں پتہ ہے اس انسان کا وہ یوں سکون سے نہیں بیٹھنے والا۔ اب جب کہ اسکو پتہ چل چکا ہے کہ کوئی اسکی باتیں سن چکا ہے۔" آرب نے حماد کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔ حماد ایک وفادار انسان ثابت ہوا تھا۔ جو ہر مشکل میں اسکے ساتھ کھڑا ہوتا تھا۔

"میرے ساتھ رابطہ میں رہنا۔ سکیورٹی اور بڑھا لو۔ اگر کوئی مسئلہ ہوا فوراً تم مجھے اور پولیس کو انفارم کرو گے۔" آرب نے ہدایات دی تھیں۔

"آپ بے فکر رہیں۔ میں ادھر ہی رہوں گا۔ کچھ نہیں ہو گا۔" حماد نے تسلی دی تھی۔ اور آرب ہاں میں سر ہلاتا باہر نکل گیا تھا۔ اور حماد نے ایک سرد سانس خارج کرتے ہوئے لاک لگایا اور کسی کو فون ملا چکا تھا۔

گاڑی ایک وسیع و عریض عمارت کے سامنے رکی تھی۔ وہ اترا تھا اور داخلی راستے پہ چلنے لگا تھا۔ چہرہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ نرمی جو اسکی شخصیت کا خاصہ تھی اب چہرے پہ نرمی کا دور دور تک شائبہ نہ تھا۔ بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں کی سرخی اب مزید بڑھ چکی تھی۔ دماغ میں سوچوں کا ایک

طوفان برپا تھا۔ متوازن چال چلتا ہوئے وہ سامنے کا درازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

اندر رونقیں عروج پہ تھی۔ محفل جمی ہوئی تھی۔ موسیقی کا شور۔۔ لوگوں کے قہقہے اور باتوں کی آوازیں۔ ہر کوئی اپنے آپ میں مگن تھا۔ کوئی اکیلا ماحول سے لطف اندوز ہوتا نظر آرہا تھا تو کوئی کپلز کی صورت میں بازوں میں بازو ڈال گھوم رہا تھا۔ کوئی ڈانس فلور پہ اپنے جلوے دیکھا رہا تھا۔ مرد و عورت سب اپنے اپنے حال میں مست تھے۔ کچھ کے تو حلیے بھی قابل اعتراض تھے۔ آرب نے سختی سے مٹھیاں بھینچی تھی۔ وہ کبھی اس طرح کی محفلوں کا حصہ نہیں بنا کرتا تھا۔ بزنس میٹنگز میں بھی وہ ضروری کام نمٹا کر گھر کی راہ لیا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس دنیا کے لوگ "مغرور شہزادہ" کہتے تھے۔ جو یونانی دیوتاؤں کا سا حسن رکھتا تھا مگر مزاج کسی سے نہیں ملتے تھے۔ کام سے کام رکھنا اسکا خاصہ تھا۔

کافی لوگ اسے دیکھ چکے تھے اور حیران بھی تھے۔ ملنے ملانے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ مگر وہ یہاں اس سب کے لیے نہیں آیا تھا۔ معذرت کرتا مخصوص شاہانہ چال چلتا وہ سامنے صوفے پہ بیٹھی شخصیت کے پاس گیا تھا۔

"ارے مرحبا۔۔ آؤ آؤ شہزادے۔۔ آج کیسے راہ بھول گئے۔؟؟" مرزا صدیق نے اسکو آتے دیکھا تو بے ساختہ بولے تھے۔

"اسلام علیکم۔مداخلت کے لیے معذرت ۔مگر مجھے آپکے چند منٹ درکار ہیں ۔یہاں بات کرنا مشکل ہے ۔" آرب نے مرزا صدیق کی بغل میں بیٹھی ہستی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تھا۔

"Arib O MY GOD.WHAT A Pleasant Surprise.." فیا مرزا آرب کو سامنے دیکھ سب کچھ فراموش کرتی اسکی طرف بڑھی تھی۔

"فیا ایکسیوزمی پلیز۔مجھے فی الحال بہت ارجنٹ کام ہے۔" آرب نے اپنے ساتھ چمٹی فیامرزا کو بازو سے پکڑ کے فاصلہ پہ کیا تھا۔جو اس وقت ایک باریک گاؤن میں قابل اعتراض حلیے میں تھی۔

"My angry bird." ۔۔غصہ تو نہ کرو آرب

فیا نے اسکے سخت لہجے کو اگنور کیا تھا۔

"چلو آرب ۔ایکسیوزمی مسٹرکپور۔گیومی آمنٹ ۔" فیا کے کچھ اورکہنے سے پہلے ہی مرزا صاحب نے خود سے محو گفتگو کلائنٹ سے کہا اور آرب کو ساتھ لئے آگے بڑھ گئے ۔اور ایک پر سکون کمرے میں آگئے تھے۔جہاں کسی قسم کا شوروغل نہ تھا۔

"کیا لینا پسند کرو گے ؟کافی یا ڈرنک۔" مرزا صاحب نے اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے آرب سے پوچھا تھا۔

"نو تھینکس ۔مرزا صاحب ۔میں یہاں مہمان نوازی نہیں کروانے آیا ۔بہتر ہے کہ ہم اصل مدعے پہ آئیں ۔" آرب نے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"ایسے بھی کیا بات ہو گئی ہے آرب ملک ۔جو تم اتنے ناراض معلوم ہو رہے ہو۔حالانکہ ہم میں دوستی اور فیملی تعلقات کے علاوہ بزنس ریلیشن شپ بھی رہ چکا ہے ۔" مرزا صاحب کو اب اندازہ ہو چکا تھا اب آرب کے موڈ کا ۔

"بلکل درست فرمایا آپ نے میں بھی یہ ہی بات کرنے والا تھا۔کہ ہمارا بزنس ریلیشن شپ رہ چکا ہے ۔وہ کیسے ختم ہوا وہ نہ آپ سے چھپا ہے نہ ہی مجھ سے۔مگر میں ماضی کی تلخیوں سے اپنا آج برباد نہیں کرنا چاہتا ۔۔مگر آپ کی طرف سے مجھے ایسا کچھ نہیں لگ رہا ۔آپ لوگ آج بھی اس بات میں الجھے ہوئے ہیں ۔اور اب تو وار بھی شروع ہو چکے ہیں ۔اصل مزہ تو تب ہے جب کوئی میدان میں آ کے مات دے ۔یوں چور راستوں سے بزدل لوگ حملے کرتے ہیں ۔مگر مجھے اپنے دشمن بھی بہادر اچھے لگتے ہیں مگر آپکا بیٹا بزدل ہے ۔۔۔" آرب نے ترش اور سرد لہجے میں کہا تھا۔

"کیا ۔۔کیا مطلب ہے اس بات سے ۔میرے بیٹا ایسا کیوں کرے گا ۔تم پہیلیاں مت ڈالو ۔سیدھی بات کرو۔" اب کے صدیق مرزا بھی تلخ ہوئے ۔

"چلیں یوں ہی صحیح ۔۔آپ کے بیٹے کے دل پہ وہ زخم آج بھی تازہ ہے جو دو سال قبل اسکی کرتوں کی وجہ سے اس کا مقدر بنا تھا۔
مطلب شارجہ والی ملک برانچ سے اسکی بے داخلی ۔حالانکہ یہ سب قانونی طور پہ ہوا تھا۔ میں ایگری منٹ کروا چکا تھا جس پہ اسکے دستخط بھی موجود تھے کسی بھی مالی نقصان کی بنا پہ وہ خود کمپنی چھوڑ کے جائے گا اور اسکی انوسمنٹ بھی اسکا سر درد تھی ڈوبو چا ہے ۔اب جب اسنے اپنی پوری پلاننگ سے اپنے ساتھ ساتھ حسد میں میری کمپنی کا دیوالیہ نکالنے کی کوشش کی تھی جس میں مجھے بھی بھاری ہرجانہ بھرنا پڑا تھا۔جس کے نتیجے میں اسکے آج سے دو سال پہلے کمپنی سے نکال دیا گیا تھا۔اور پھر میرے وفادار نے آج میری کمپنی کو اپنی محنت سے اس مقام پہ لاکھڑا کیا ہے کہ سب اس کمپنی سے کنٹریکٹ کے خواہش مند ہیں۔پھر فرحان مرزا اپنے اوچھے ہتکھنڈوں سے میرے خلاف سازشیں کرتا پھر رہا ہے۔۔اور۔۔"آرب نے ایک ایک لفظ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔
"لڑکے اب تم حد سے زیادہ بڑھ رہے ہو ۔۔بلاوجہ کی الزام تراشی مجھے قطعاً پسند نہیں ۔"صدیق مرزا نے جلال میں آتے ہوئے کہا تھا۔
"ارے ارے تحمل سے ۔یہ بات آپکو بھی اچھے سے پتہ ہو گئی کہ میں کوئی کام بنا ثبوت اور جانچ پڑتال کے بغیر کرنے کا عادی نہیں ہوں ۔یہ رہا ثبوت ۔"آرب

نے اپنا موبائل صدیق مرزا کے سامنے کیا تھا۔جو سکرین پہ چلتے مناظر کو دیکھ رہے تھے۔

"اور سب سے بڑا ثبوت میری ایمپلائی انکی ساری سازش سن چکی ہے۔اور آپ کے ہونہار سپوت نے اسکی جان لینی کی کوشش کی ہے۔مگر خدا نے اسکی جان بچا لی ہے۔اس کا مطلب ہے کہ آپکے بیٹے کو ایک موقع اور دے دیا گیا ہے۔اب اگر کوئی اونچ نیچ ہوئی تو میں آپ کو اس طرح تفصیل نہیں دینے آونگا بلکہ اسکے کرتوں کا نتجہ آپ تک پہنچے گا۔۔۔"آرن نے پھنکارتے ہوئے کہا تھا۔

"آرب ملک میں بات کرتا ہوں فرحان سے۔۔۔اگر تو یہ سچ ہوا۔۔۔"صدیق مرزا کو آرب کا پتہ تھا اسلئے فوراً کہا تھا اب تو ثبوت بھی اسکے ہاتھ میں تھے۔اور مرزا کی پہلے ہی پوزیشن اچھی نہ تھی۔

"یہ بات اگر آپ اپنے بیٹے کو سمجھ دے تو بہتر ہو گا ورنہ بگڑے ہوئے لوگوں کو قابو کرنا مجھے خوب آتا ہے۔اور اس اسٹیٹ میں میری پوزیشن کا آپ کو بخوبی اندازہ ہے۔۔۔چلتا ہو۔اسلام علیکم۔"آرب نے مرزا کی بات پوری ہونے سے پہلے کہا تھا اور متوازن چال چلتے باہر کو نکل آیا تھا۔

"آرب۔۔آرب lesson...۔۔۔"فیامرزا اسے آوازیں دیتی رہ گئی تھی۔مگر آرب کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہ تھا۔آج کا دن اسے بری طرح تھکا چکا

تھا۔ صبح سے کاروباری معاملات میں الجھا ہوا تھا اور پھر شام میں یہ واقعہ ہو گیا تھا۔گاڑی میں بیٹھا اور گھر کی جانب گاڑی کا رخ موڑ دیا تھا۔ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ تھامے دوسرا ہاتھ بالوں میں پھیرتے ہوئے وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

سارا وقت اپنی چھپکیلوں کو واٹس ایپ پہ میسجز کرتی رہی تھی ۔پکس اور ویڈیوز سینڈ کرتی رہی تھی۔سبکے مس یو کے میسجز مل رہے تھے۔

سارا دن گزار کے گھر آئی تو اتنی تھک گئی تو کچھ ہی دیر میں نیند نے آن گھیرا تھا۔سو سونے کی کی۔اگلی صبح کا آغاز بھی گہما گہمی سے ہوا تھا۔وہ آج یونی جانے کے لیے بہت ہی ایکسائیٹڈ ہو رہی تھی وجہ تھی ڈھیر ساری باتیں شئیر کرنے کو جمع ہو گئی تھیں ۔اور ان سب چکروں میں وہ ایک بات بلکل بھول بیٹھی تھی جو کہ بہت اہم بات تھی۔

انکا گروپ باتوں میں مگن تھا ۔ہر کوئی تجسس سے رباب کے قصے سننے میں مگن تھا۔

"رباب میری جان ۔۔بس کر جاؤ۔اب چلو کلاس میں لیکچر کا ٹائم ہو رہا ہے۔"مناہل نے اسکے گالوں کو چھوتے ہوئے سب کو الرٹ کیا تھا۔

"ہائے کلاس کون سی کلاس ؟؟بیٹھی رہو آج سر اکرّو کا لیکچر نہیں ہے ۔۔ شکر خدا کا ۔۔" رباب نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا تھا۔

"ہائیں ۔۔دو چھٹیاں ؟؟ ۔۔ خیریت تو ہے نا۔ سر تو اتنے سٹرکٹ ہیں ۔۔ ابھی تو کل ان کا لیکچر نہیں ہوا مگر آج تو تھا نا ۔۔" فضا نے کہا تھا۔

"کل ۔؟کل کیوں نہیں ہوا ۔۔؟" رباب کی جیسے یاداشت واپس آ رہی تھی۔

"یار پرسوں تم خود ہی گلے کا سپیکر پھاڑ پھاڑ کے اعلان کر رہی تھی نا کہ سر کا لیکچر نہیں ہو گا ۔۔تو آج تو پکا ہو گا نا ۔۔ لگتا ہے آؤٹنگ میڈم کے حواسوں پہ چھائی ہوئی ہے ۔۔۔" مناہل نے اسکو گھورتے ہوئے

کہا تھا۔

"ابھی جذبات پہ بند باندھے رکھیں اور پوری بات سن لیں ۔کل تو لیکچر ہو گا نہیں تو پرسوں ٹیسٹ ہو گا ۔ سو بی ریڈی فار اٹ ۔کلاس کو انفارم کر دیجئے گا ۔" ارتضی کا کہا گیا جملہ رباب کے کانوں میں گونجا تھا ۔یاداشت فوراً واپس آئی تھی ۔اعصاب نے کام کرنے سٹارٹ کر دیا تھا۔

"میں تو گئی پکا ۔۔مجھے بچا لو پلیز۔۔۔آج پکا تیسری جنگ عظیم ہو گی ۔۔" رباب نے یاد آنے پہ اپنا سر پیٹا تھا۔اب تو پکا گئی ۔۔

"اوئے اوور ایکٹر۔اب کیا ہوا۔۔چلو کلاس میں۔۔"مقدس نے اسے گھورا تھا۔اور سب اپنی چیزیں سنبھالتی جانے کو لپکی تھیں۔۔

"نہ۔۔نہیں کلاس میں اب تو میری لاش ہی جائے گی نا۔۔کیونکہ میں ظل الٰہی کا فرمان انکی رعایا تک پہچانا بھول گئی تھی۔۔۔ہائے میری عقل۔۔"رباب نے بین کئے۔۔۔

"کیا اول فول بک رہی ہو۔۔چلو۔۔ورنہ ایک لگاؤں گی۔۔"مناہل نے اسکو گھورا تھا۔۔

"یار آج سرپرائز ٹیسٹ تھا۔۔سر نے سب کو بتانے کو بولا تھا مگر مین بھول گئی۔۔۔۔میں گھر واپس جا رہی ہوں۔۔۔۔"رباب نے کہتے ساتھ ہی دوڑ لگانی چاہی۔۔

"ہائے یہ کیا کر دیا۔۔رکو اب۔۔"نشا نے اسکا ہاتھ پکڑا تھا جو بھاگنے کو مچل رہی تھی۔تبھی سامنے سے سر ارتضی نظر آئے تھے۔ساتھ حمدان تھا۔رباب نشاء اور مقدس کے پیچھے چھپ گئی تھی۔

"یا اللہ بچا لے۔۔سر پوچھیں تو کہنا رباب مر گئی۔۔آج اسکے قل ہیں۔۔"رباب نے کہا تھا۔اوپر سے مناہل نے ایک ہاتھ اسکی کمر پہ مارا تھا۔

"اسلام علیکم گرلز۔۔تم لوگو کی باس کدھر ہے؟۔۔"یقیناً حمدان اسکا چھپنا دیکھ چکا تھا۔اسلیے پوچھا تھا۔ارتضی سر بھی کچھ فاصلے پہ رکے تھے۔سب نے انکو سلام کیا تھا۔

"اوکے حمدان باقی کی ڈسکشن بعد میں کرتے ہیں۔میری کلاس ہے۔آئی ایم گیٹنگ لیٹ۔۔"ارتضی نے کہا تھا۔آج وہ وائٹ کلر کے شلوار قمیض میں تھا اوپر واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔ڈارک گلاسز لگائے وہ بلاشبہ کسی ریاست کا شہزادہ ہی لگ رہا تھا۔رباب نے یہ سن کے سکھ کا سانس لیا کہ سر چلے گئے۔۔۔

"اف میری کمر۔۔اور حمدان کیا کام پڑ گیا تھا مجھ سے۔؟؟بھول جاؤ آج کے دن رباب کو۔۔مر گئی رباب۔۔کوئی پوچھے تو کہنا کہ رباب از نو مور۔۔بائے ۔۔اورہاں حمدان تمہاری خبر تو میں بعد میں لونگی۔۔"رباب نے پھولی سانس میں کہا تھا۔

"رباب سر ارتضی کی کلاس۔۔"فضا نے کہا تھا۔

"بھاڑ میں گئی کلاس۔۔جو میری کلاس انہوں نے کلاس میں لینی ہے نا۔میں اس سے یوں ہی بھلی۔۔اب پیچھے سے آواز مت دینا سمجھ آئی۔۔میرا ہاتھ پکڑو میں اٹھنا ہے۔۔"رباب نے فضا کو دو ٹوک لہجے میں کہا تھا۔

"مگر رباب سر ارتضی۔۔"حمدان نے کہنا چاہا تھا۔

"کیا سر ارتضی سر ارتضی ۔۔ تم لوگ ان پہ ریسرچ کر رہے ہو کیا ۔؟یوں کرو انکی قابلیتوں کا نا ہر روز جلوس نکالا کرو ۔۔بلکہ پمفلٹ نکال کے بانٹو ۔۔اور ۔۔" رباب اردگرد سے بے خبر مست بولنے میں لگی تھی ۔۔

"رولنمبر ٹوئنٹی ٹو اگر آپ دو منٹ میں کلاس میں مجھے نظر نہ آئی تو میرا تو پتہ نہیں البتہ کسی اور کا جلوس تو پکا نکلے گا ۔۔" ارتضی جو رباب کی آواز سن کے جاتے جاتے رک گیا تھا ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا ۔ لہجہ ترش تھا۔اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا کلاس کی طرف بڑھ گیا ۔۔حمدان کا پہلی دفعہ اس صورتحال سے سامنا ہوا تھا۔اسکی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔

"حمدان اللہ کرے ۔۔اللہ کرے کہ تمہاری شادی لیٹ ہو جائے ۔اور تمہاری اس گرل فرینڈ ماہم کو چوہے کھا جائے ۔۔اور اور تم مناہل کے ہاتھوں بری طرح پیٹو ۔۔" رباب کا اب کہی اور بس نہ چلا تو حمدان پہ چڑھ دوڑی ۔۔

"بس کرو رباب ۔۔اس کو لے کے چلو تم لوگ ۔۔" مناہل نے سب سے کہا تھا۔تو وہ سب رباب کو ساتھ لئے کلاس کی طرف بڑھ گئی ۔رباب کے احتجاج کی کسی کو پرواہ تک نہ تھی۔

"کسی کا دل دکھانا نہایت ہی بری حرکت ہے۔البتہ یہ کام کرنا آپ کا پرانا شوق ہے ۔مگر یہ شوق میری دوست پہ پورا مت کریں ۔مہربانی ہوگی آپکی حمدان

صاحب ۔" مناہل نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک ایک لفظ سرد لہجے میں کہا تھا۔جس کا مطلب وہ باخوبی سمجھ رہا تھا۔چاکلیٹ کلر کی لیدر جیکٹ پہنے ہوئے تھا حمدان ۔آنکھوں میں مناہل کو دیکھ کے جگنو چمک اٹھے تھے۔"

"چلیں آپکی چپ تو ٹوٹی۔۔مگر دل دکھانے والی بات مجھ پہ زیادہ نہیں جچتا۔یہ کام آپ بھی بہت اچھے سے انجام دیتی ہیں۔۔"حمدان نے ہنستے ہوئے مگر سرد لہجے میں کہا تھا۔

"بہتر ہے کہ ہم ابھی کی بات کریں۔۔گزرے ہوئے قصوں کو مت چھیڑیں ۔۔۔"مناہل نے اسے دبے لفظوں میں تنبیہہ کی تھی۔

"قصے بننے کی تو نوبت ہی نہیں آنے دی کسی بے حس نے ۔حالانکہ میری یہ بہت ہی دیرینہ خواہش تھی کہ چلو قصہ ہی بن جاتے ۔اگر کوئی کسی قابل سمجھتا ۔۔"حمدان نے اسکے تپے تپے چہرے پہ ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"قصہ بنانے میں آپکو بہت مقبولیت حاصل ہے۔۔مگر یاد رکھیے گا مجھے اپنی عزت کل بھی عزیز تھی اور آج بھی مجھ عزیز ہے۔۔اور ویسے بھی ہم جیسے لوگوں کے لیے انکی عزت بہت قیمتی ہے۔۔اور آپ جیسے رائیسوں کا کیا جاتا ہے۔۔"مناہل طنز کے تیر اچھالتی حمدان کو جواب دینے کا موقع دئیے بغیر وہاں سے نکلتی گئی تھی اور حمدان اسکی عقل پہ محض ماتم کر کے رہ گیا تھا۔۔

کلاس میں خاموشی تھی ۔وہ سب فرینڈز بھی اپنی اپنی سیٹ پہ بیٹھ گئی تھیں ۔ارتضی نے ایک نظر ڈالی اور پھر مگن ہو گیا تھا۔کچھ دیر بھی پھر استاد محترم کی آواز گونجی تھی۔رباب نے دعائیں پڑھنا شروع کر دی تھیں ۔

"کلاس آریو ریڈی فار ٹیسٹ ؟؟۔۔"ارتضی نے پوچھا تھا۔چہرے پہ مسکراہٹ کا نام و نشان نہ تھا۔۔ارتضی کی بات پہ ساری کلاس پہلے تو چونکی پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

"ٹیسٹ ۔۔کونسا ٹیسٹ سر؟؟۔"ماہم نے پوچھا تھا۔رباب تو گویا کلاس میں تھی ہی نہیں ۔کتاب کھولے پتہ نہیں کونسی نئی ریسرچ کر رہی تھی۔

"کیا مطلب ۔؟۔۔رولنمبر ٹوئنٹی ٹو آپ نے کلاس کو انفارم نہیں تھا کیا ۔۔؟"اب ارتضی کی توپوں کا رخ رباب کی طرف تھا ۔

"رباب ہمت کرو ۔۔یہ کھا تھوڑی نہ جائیں گے۔۔ہاں بس تھوڑی سی ہو ہی جائے گی نا۔۔میں بھی تو عقل سے کام نہیں لیا ۔۔اور ویسے بھی عظیم لوگوں کو زمانے نے ہر دفعہ تنگ کیا ہے ۔۔تو اسلئیے مجھے بھی ہر روز ہر مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے بس۔۔اور یہ تو پھر ۔۔۔"رباب کا مراقبہ جاری تھا ۔۔

"رولنمبر ٹوئنٹی ٹو آپ سے کچھ پوچھا ہے۔ خود سے ہم کلام بعد میں ہو لیجیے گا۔" ارتضی نے خود سے حساب کتاب میں مصروف رباب کو قہر برساتی نظروں سے دیکھا تھا۔ ابھی کل ہی تو آرب نے ارتضی سے کہا تھا کہ اب وہ کچھ الٹا سیدھا نہیں کرے گی تو زرا اپنا خونخوار روپ میری بہن پہ مت جھاڑنا۔۔جس پہ ارتضی آرب کو صرف لتاڑ سکا تھا۔

مگر وہ رباب ہی کیا جو کچھ سیدھا کر دے۔۔

"وہ دراصل سر ہوا کچھ یوں کہ ۔۔۔پرسوں یونی سے واپسی پہ میں اپنی فرینڈ کی طرف چلی گئی وہاں سے گھر گئی تو میرے بھائی کے فرینڈ(جلاد) کی فیملی آئی ہوئی تھی جو کہ بہت ہی نفیس طبیعت کے لوگ تھے سوا ایک کے۔۔۔اور پھر اگلے دن میں آوٹنگ پہ چلی گئی۔۔وہاں فشنگ کی بہت مزہ آیا۔۔شیر سے بھی آمنا سامنا ہوا۔۔اور تو اور سر آپ کیا بتاؤں میرے کزن نے تو شیر کو دن میں تارے دیکھا دئیے تھے۔۔میں تو۔۔۔" رباب اب خود میں مگن بول رہی تھی اسکا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ باتوں کی شوقین جب شروع ہوتی تو ادھر ادھر کا دھیان اسے کہاں رہتا تھا۔ اب بھی یہ ہی ہوا۔ ساری کلاس میں کھی کھی ہونے لگ گئی تھی۔

"Silence"----

"اور آپ رولنمبر ٹوئنٹی ٹو کلاس کے بعد زرا کیبن میں تشریف لائیے گا۔۔آپ میری سوچ سے زیادہ نا اہل ثابت ہوئی ہیں۔آپ کے سیشنل مارکس میں سے فائیو مارک detect ہو چکے ہیں۔اور آج کا لیکچر آپ میرے بعد ساری کلاس کو دوبارہ ریپیٹ کرے گی۔۔اور کل سے آپکی سیٹ میرے لیکچر میں اسٹیج پہ ہو گی۔۔do you get that??۔"ارتضی نے اپنا فرمان جاری کیا تھا۔۔

"مگر۔۔سر۔۔"رباب روہانسی ہوئی۔۔

"نو مور ارگیومنٹس۔۔"ارتضی نے دو ٹوک لہجے میں کہا تھا۔اور گلہ کھنکھارتا لیکچر کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔

پچھلے پانچ منٹ سے وہ ارتضی کے کیبن میں سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔دل میں بے عزتی کا ڈر کنڈلی مارے بیٹھا ہوا تھا کہ اب ارتضی سٹارٹ ہو گا تب۔اسکی سخت سننے کے لیے وہ ذہنی طور پہ تیار تھی۔مگر وہ اس سے بے نیاز اپنے کام نمٹانے میں لگا ہوا تھا۔چند سیکنڈ گزرے تو آواز گونجی۔

"آپکا مسئلہ کیا ہے؟؟آج اس پہ بات کر لی جائے تاکہ آئندہ کلاس میں میرا وقت ضائع نہ ہو۔۔میری سوچ سے زیادہ نا اہل واقع ہوئی ہیں آپ۔۔اگر جی۔آر کے فرائض انجام نہیں دے سکتی تو آپ وہ کام کر ہی کیوں رہی ہیں؟؟؟"ارتضی

نے اپنا پین بند کیا اور اسکی طرف متوجہ ہوا جس کو برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"آپ سے ہی پوچھ رہا ہوں ۔اب تو یوں لگ رہا ہے کہ منہ میں زبان نامی کوئی چیز ہی نہیں ہے ۔" ارتضی نے جواب نہ ملنے پہ دوبارہ اسے کہا تھا۔جو گود میں ہاتھ دھرے یوں بیٹھی تھی جیسے کہ دنیا کی معصوم ترین لڑکی ہو۔

"میں ۔۔تو کچھ بھی نہیں کیا۔وہ تو واقعی میں ہی دماغ سے بات نکل گئی اب میرا کیا قصور ۔میں بھی تو انسان ہو نا سر ۔"معصومیت سے ارتضی کو دیکھتے ہوئے رباب نے اسکی تائید چاہی تھی۔

"جی بلکل آپ تو انسانوں کی شان میں زبردست اضافہ ہیں ۔" ارتضی نے لٹھ مار انداز میں کہا تھا۔

"دیکھیں ٹوئنٹی ٹو میری آپ سے کوئی خاندانی دشمنی نہیں ہے ۔اس لیے اپنا رویہ کلاس میں ٹھیک رکھا کریں ۔میں اگلی دفعہ آپکی کوئی بھی لاپرواہی برداشت نہیں کروں گا ۔" ارتضی نے بے لچک انداز میں کہا تھا۔جو اسے ہی روہانسی شکل بنا کے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں خیر میرے خاندان سے تو آپکو پیار ہی ہے ۔۔البتہ مجھ سے تو آپکی دشمنی ہی لگتی ہے بات بات پہ ڈانٹ دیتے ہیں ۔باقی ٹیچرز بھی تو ہیں نا۔۔" رباب کی

زبان کہاں رکنے والی تھی۔ذرا سا ارتضی کو نرم پڑتا دیکھا تھا زبان پھر داغا دے گئی۔

"اب خاندان کا ذکر آپ نے چھیڑا ہے تو سن لیں نہ تو میں نے آپکی جائیداد ہتھیانی ہے جو آپ سے خاندانی دشمنی ہو۔دوسرے بات آپ بھی اس خاندان کا ہی ایک ناقابل برداشت حصہ ہیں ۔۔اور تیسری اور اہم بات میں سب سے الگ طبیعت کا مالک ہوں ۔تو میری کلاس میں ویسا ہی انداز اپنائے جیسے میں چاہتا ہوں ۔۔۔"ارتضی نے اسکی ہر بات کی خوبصورتی سے تردید کر دی تھی۔

"کلاس نہ ہو گئی سسرال ہی ہو گیا ۔۔"رباب نے بے دھیانی میں دوبدو جواب دیا۔

"رباب ۔۔۔"ارتضی نے اسے بری طرح جھڑکا ۔۔رباب نے بے اختیار ارتضی کو دیکھا تھا۔پھر سر کو جھٹکا اور بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خود کو پرسکون کرنا چاہا۔

"گو ناؤ ۔۔نیکسٹ ٹائم ایسا ویسا کچھ نہ ہو۔کل میرے لیکچر سے پہلے آپ کلاس کو ایک چھوٹا سے demo دینے والی ہیں ۔پھر میں لیکچر سٹارٹ کرونگا ۔"ارتضی نے اسے جانے کا کہا ساتھ ہی ایک فرمان جاری کیا ۔

"واٹ ۔۔مگر ایسے کیسے ۔؟؟" رباب ہونق سی ملنے والی سزا پہ جھنجھلا اٹھی تھی
۔۔

"یہ لیں نوٹس ۔۔مجھے زیادہ بحث سے چڑ ہے ۔۔" ارتضی نے چند صفحات اسکی جانب بڑھائے اور خود لیپ ٹاپ میں مصروف ہو گیا تھا جس کا مطلب تھا کہ "کہ اب مزید برداشت کی گنجائش نہیں ۔جا سکتی ہیں ۔"۔۔

وہ پاؤں پٹختی باہر نکل آئی ۔ارتضی کو پتہ تھا اب باہر جا کے اسنے ارتضی کی شان میں کیا کیا قصیدے پڑھنے ہیں ۔۔

"آرب تمہاری بہن سدھر جائے ۔ہو ہی نہیں سکتا ۔۔۔احمق لڑکی ۔"" ارتضی بڑبڑایا تھا۔۔۔

سب جا چکی تھیں عناب کو جو نوٹس کل لیکچر کے لیے ملے تھے اسکے لیے سئنیر شرین سے ہیلپ لینی تھی اس لیے رکی ہوئی تھی ۔وہ اب اپنی قابلیت ہر حال میں ثابت کرنا چاہتی تھی ۔دو چار پوائنٹس ہی رہ گئے تھے باقی تو سارا سمجھ آ چکا تھا۔

"شرین تھینکس یارا ۔آج تم نے بہت بڑی پرابلم حل کر دی ۔باقی سب ایزی ہے میں کر لوں گی ۔ تھینکس اگین ۔" رباب نے اسکا شکریہ ادا کیا تھا۔

"تم تو اتنی پیاری لڑکی ہو رباب ۔ شکریہ مت بولو ۔۔"شرین نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"چلو کل ملتے ہیں ۔۔میں بھی نکلتی ہوں ۔اللہ حافظ۔"شرین نے کہا تھا اور آگے بڑھ گئی ۔وہ بھی اپنا بیگ سمیٹ کے بلڈنگ سے باہر آگئی تھی۔

"اسلام علیکم ۔۔پیاری لڑکی ۔۔ صبح کے لیے معذرت ویسے ۔۔"حمدان نے اپنی ہشاش بشاش آواز میں لائبریری سے نکلتے ہوئے سامنے سے آتی رباب کو دیکھ کے کہا تھا۔

"و علیکم اسلام ۔۔اور خبردار مجھے بلایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔"رباب نے اسے اگنور کیا تھا۔

"اف لڑکی اتنی سی ہو تم غصہ دیکھو ۔۔لگتا ہمسائیوں کا اثر ہے۔۔"حمدان نے اسکے سر پہ ہلکی سی ہاتھ میں پکڑی پانی والی بوتل ماری۔

"غصہ تو مجھے بہت تھا ۔مگر چلیں کوئی بات نہیں ۔۔بڑے بڑے دیسوں میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی رہتی ہیں ۔اور ویسے بھی میری دادی کہتی ہیں کہ عظیم لوگ ہمیشہ ستائے ہی جاتے ہیں پھر کہی جا کے دنیا انکی دیوانی ہوتی ہے۔"رباب نے بے نیازی سے کہا تھا۔اور حمدان کا پھر قہقہ پڑا ۔رباب نے پھر گھورا۔

"یہ "ہمسائیوں" سے کیا مراد تھی ویسے آپکی ۔۔؟؟رباب نے ہمسائیوں پہ زور دیتے ہوئے حمدان سے پوچھا تھا۔اب رباب کا دماغ کسی اور طرف چل نکلا تھا۔آخر حمدان کے دل کی بات جاننا چاہ رہی تھی ۔مگر صبح پھر تماشہ ہو گیا تھا۔اب موقع خود چل کے پاس آیا تھا۔

"وہی جو تمہارے آس پاس پائے جاتے ہیں ۔۔ویسے تم ناراض نہ ہو مجھ سے کیونکہ تمہارے حصہ کا کوٹہ صبح تمہاری دوست نے ٹھیک ٹھاک پورا کر دیا تھا "مناہل کا ذکر کرتے ہوئے کسی کا حسین سراپا حمدان کی آنکھوں میں آن اترا تھا۔

"مناہل ۔۔مناہل کی بات کر رہے ہے نا آپ ۔۔وہ ہی میرے لیے لڑ سکتی ہے ۔"رباب نے مناہل کا نام لیا ۔۔

"جی جناب بلکل ۔۔وہ ہی بے حسی کا مظاہرہ کرتی ہیں ۔"حمدان نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا تھا۔

"کیا مطلب ۔؟؟آپ میری دوست کو بے حس کہہ رہے ہیں ۔ناٹ فئیر ۔"رباب کو برا لگا ۔۔

"حقیقت بیان کر رہا ہوں ۔"حمدان نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے رباب کو کہا تھا۔

"آپ نے اسکی بے حسی کہاں دیکھ لی بھلا؟؟آپ دونوں کا تو آمنا سامنا بھی نہیں ہوا کبھی ۔۔"رباب اب کے الجھی تھی۔

"یہ بات اگر آپ اپنی دوست سے پوچھیں تو بہتر بتا دے گئ۔ساتھ میرے ذات کے بارے میں ایسے ایسے انکشافات بھی کریں گی جو کہ میرے لیے بھی نئے اور تکلیف دہ تھے۔

بہرحال اب اپنے دماغ پہ زیادہ زور نہ ڈالو ۔کافی ٹائم ہو گیا ہے۔گھر جاؤ۔"حمدان نے اسکو مسکراتے ہوئے کہا تھا۔رباب جی کہہ کے گیٹ کے جانب بڑھ گئی جہاں ڈائیور موجود تھا۔مگر ذہن اب حمدان کی باتوں میں ہی الجھا تھا۔کچھ نہ کچھ تو ایسا ضرور تھا جو مناہل چھپا گئی تھی۔
حمدان تو اسے شروع سے ہی بہت اچھا لگتا تھا۔نفیس مخلص سا انسان۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انہی سوچوں میں گِھرا وہ گھر آگیا تھا۔جہاں ملازمین اسکے منتظر تھی۔ وہ گاڑی کی چابی ڈرائیور کی طرف اچھالتا خود تھکا سا اندر کی طرف بڑھا تھا۔ "تم جاؤ۔مجھے فی الحال بھوک نہیں ہے۔ بھوک لگنے پہ خود ہی کچھ لے لوں گا۔"آرب نے کُک سے کہا تھا جو اسکے آنے پہ مودب سا کھڑا ہو گیا تھا۔وسیع لیونگ روم سے ہوتا ہوا وہ اپنے روم کی طرف مڑا تھا۔کوٹ کرسی پہ

اچھالتا ہوا وہ بیڈ پہ گراتھا۔ آنکھیں موندلی تھیں تو چھپاک سے وہی دونوں روتی
شکوہ کرتی آنکھیں نظروں میں گھوم گئی تھیں۔چند لمحے تو وہ ہل نہ
پایا۔پھر جھنجھلاتا اٹھا اور واشروم میں گھس گیا۔ کچھ دیر بعد نکلا تو دماغ ابھی بھی
ادھر ہی اٹکا ہوا تھا۔گیلے بال ٹاول سے رگڑتے ہوئے وہ کچن کی جانب
جانے لگا تھا تب ھی بیل کی آواز نے اسکے قدم روکے تھے۔وہ
تقریباً بھاگا ہوا بیڈ سے موبائل اٹھانے کو لپکا تھا کہی کوئی ایمرجنسی نہ ہوگئی
ہو۔ حماد کا فون نہ ہو۔ جب سکرین پہ نظر رڈالی تو کوئی انجان
نمبر تھا۔ اسنے الجھتے ہوئے فون کان سے لگاتا تھا۔ "آرب ملک مجھ تک ہنچ ہی
گیا۔واہ تمہاری ان یتیزیوں نے تو مجھے
تمہارا دیوانہ کیا ہے۔مجھے تمہاری تڑپ مزہ دے گئی۔۔چہ چہ۔۔۔کیسے بلبلاتے تم
میرے باپ کے پاس پہنچے۔۔انکو دھمکانے۔۔۔اگر ہمت ہے تو روبرو آؤ
نا۔۔"دوسری طرف سے فرحان مرزا کی قہقہے لگاتی آواز آئی تھی۔ آرب کی رگیں
تن گئیں تھیں۔ "تڑپتا تو ہے۔میرے جیسے نام کو۔۔عزت
کو۔۔اگر مرد ہے تو اپنے زور بازو سے حاصل کر کے دیکھا سب کچھ اپنی محنت
پہ۔۔اپنے بل بوتے پہ۔اور کیا کہا تم نے ہمت۔۔ہمت کی بات نہ کر۔۔یہ تو بھی
جانتا ہے ہمت کس میں کتنی ہے۔۔میں چور راستوں سے نہیں آتا

کبھی۔مگر تمہاری تو پرانی عادتیں ابھی بھی پختہ ہیں۔۔جوں کی توں

۔۔چور راستے اختیار کر کرنا اور پیچھے سے وار کرنا تمہاری پرانی عادت

ہے۔۔تمہارے باپ کے پاس میں انکو آگاہ کرنے گیا تھا کہ اگر اپنے بیٹے کی زندگی

عزیز ہے تو اسکی لگامیں ڈھیل مت چھوڑو۔۔۔"آرب دھاڑا تھا۔" یہ دھمکیاں

کسی اور کو دینا۔سنا تم نے۔۔زندگی ہاہا۔۔زندگی کی بات

مت کرو۔۔میرا تم بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔۔۔اور تمہاری جو دو کوڑی کی

ورکر ہے نا۔۔کیا نام تھا۔۔ہاں یاد آیا عناب جمشید۔۔اسکو تم میرے عتاب

سے بچا نہیں پاؤ گے۔۔عذاب کر دونگا میں اسکی زندگی۔۔دیکھنا تم۔۔مجھ

سے پنگا لیا ہے نا فرحان مرزا سے۔۔" فرحان مرزا کی پھنکار اسے سنائی دی

تھی۔آرب بلبلا اٹھا تھا۔ "خبردار۔۔خبردار اگر تم نے اسکا نام بھی اپنی زبان

سے لیا۔۔فرحان مرزا میں بھول جاؤں گا کہ کبھی ہمارا کوئی تعلق واسطہ

تھا۔۔اگر تم نے اسکی طرف آنکھ اٹھا کے بھی دیکھا تو آنکھیں نکال دونگا۔۔اسکو

دھمکی نہ سمجھنا کیونکہ یہ میں کر گزروں گا۔۔۔خبردار۔۔۔"آرب

نے چیختے ہوئے اپنے لفظوں پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔اور فرحان مرزا کی

مزید بکواس سنے بغیر فون کاٹ دتا تھا۔اسے اسی بات کا ڈر تھا۔تو کیا اس بار پھر

خدا نے عناب کے خاندان کو آزمائش کے لیے چن لیا تھا۔پہلے تو وہ بے بس

تھا یقیناً۔ اسکو کچھ خبر نہ تھی قدرت کے معاملات کی۔ مگر اب۔۔۔ وہ تو پہلے ہی مقروض تھے۔۔۔ اب مزید۔۔ نہیں۔۔ وہ بڑبڑایا۔۔ حماد کو کال ملائی۔ مسلسل بیل جارہی تھی مگر کوئی جواب نہیں تھا مل رہا۔ آرب کا دماغ سن ہو رہا تھا۔ کیا واقعی ہی فرحان مرزا کچھ کر گزرا ہے۔۔۔ نہیں ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔؟؟ آرب نے منہ پہ ہاتھ پھیر کے خود کو پرسکون رکھنا چاہ تھا مگر سکون تو اسکو نصیب نہ تھا۔۔ "ہیلو۔ آرب سر۔۔ سب ٹھیک ہے کیا۔؟؟" فون سے حماد کی آواز ابھری تھی۔ "سب ٹھیک ہے نا۔؟ تم کال کیوں نہیں تھے اٹھا رہے۔؟؟ عناب کدھر ہے۔؟؟ اور سکیورٹی کا انتظام ہوا۔؟ بلکہ میں یوں کرتا ہوں کہ خود۔۔ خود ہی آتا ہوں۔۔ ہاں۔۔ یہ بیسٹ رہے گا۔۔" آرب اضطرابی کیفیت میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ "سر۔۔ سر۔ سنیں تو۔ یہاں سب ٹھیک ہے۔ گارڈز میں منگوا چکا ہوں۔ سکیورٹی الرٹ ہے۔ عناب بھی بلکل محفوظ ہے۔ آپ آدھی رات گھر سے مت نکلیں پلیز۔۔ یہ سیف نہیں فی الحال جو حالات چل رہے ہیں۔۔" حماد نے اسکو پرسکون رہنے کا کہا تھا۔ آرب نے بھی رات کے اڑھائی بجے جانا مناسب نہ سمجھا تو ایک گہری سانس لیتا وہ صوفے پہ بیٹھ گیا۔ اور حماد کو ساری گفتگو بتا دی جو صدیق مرزا اور فرحان مرزا سے ہو چکی تھی۔۔ معاملہ بہت ہی سنگین ہو چکا تھا۔ عناب کیوجہ سے۔ وہ عناب

کو محفوظ دیکھنا چاہتے تھے۔ اور فرحان مرزا اپنا پلان خراب ہونے کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اسکو کوئی غرض نہ تھی کہ وہ کون ہے کون نہیں۔ اسے صرف اپنا بدلہ لینا تھا۔ چند ہدایات دے کے آرب نے کال بند کردی تھی۔ سونے کی کوشش کی مگر بے سود۔۔ ماضی کی یادیں اس وقت دماغ پہ حاوی ہوگئی تھیں۔۔ ہر گزرا لمحہ تازہ ہوگیا تھا۔ ماضی کی اذیتیں ایک دفعہ پھر ہری محسوس ہو رہی تھیں۔ ملک ہاوس کے لاوئج میں بیٹھا ہر انسان غم کی شدت سے نڈھال بیٹھا تھا۔

۔زخم ابھی تازہ تھے۔ زندگی روٹھی سی محسوس ہو رہی تھی۔ ہر کوئی اجڑی حال میں بیٹھا ہوا تھا۔ رو رو کے آنسو خشک ہو گئے تھے۔ اپنے پیارے کھو گئے تھے۔ پیارے جب کھو جاتے ہیں تو زندگی ویران لگتی ہے۔ جنکے بغیر ایک پل گزارنا مشکل لگتا ہے پھر انکے بغیر زندگی گزارنے کی سوچ ہی انسان کو ہولا دیتی ہے۔ یہ سوچتے ہی نئے سرے سے زخم تازہ ہو جاتے ہیں۔ دل کا درد آنکھوں کے راستے نکل پڑتا ہے۔ دل بین کرتا ہے۔ دھاڑیں مار مار روتا ہے۔ وسیع ہال میں قیامت کی سی خاموشی تھی۔ ہر کوئی چپ تھا اتنی خاموشی کہ خوف محسوس ہو رہا تھا۔ چند دنوں پہلے جہاں زندگی مسکرایا کرتی تھی آج وہاں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ سب ایک دوسرے سے نظریں چرائے بیٹھے

تھے۔ کیونکہ جب نظریں ایک دوسرے کیطرف اٹھتی تو کئے سوال بھی سر اٹھاتے تھے۔ جنکے جواب ابھی انکے پاس نہ تھے۔ مگر وقت سب سے بڑا جواب خود ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ ساری الجھنیں حل ہو جاتی ہیں۔ اس سکوت کو سحرش ملک کے فون کی چنگھاڑتی آواز نے توڑا تھا۔ فون کی آواز سے سب کو گویا یہ احساس ہوا تھا کہ ابھی تو زندگی باقی ہے۔ سانسیں چل رہی ہیں۔ سحرش ملک کی سکرین پہ نظر پڑی تو وہ گوتا بلبلا اٹھی تھیں۔ "آرب۔۔" ایک سسکی نما آواز انکے منہ سے آئی تھی۔ آرب بے بس تھا۔ ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔

"پھوپھی ماں۔۔ میری جان۔۔ خدا کا فیصلہ تھا یہ۔ ہم سب بے بس ہیں۔۔ میں اور آپ کیا کر سکتے ہیں۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ بہترین فیصلہ کرتے ہے۔ یہ آزمائش ہے۔ اسنے ہمیں اس آزمائش کے لیے چن لیا ہے۔ تو صبر سے ہمیں کام لینا ہو گا۔ اور وہ کام انجام دینا ہے جو ہمارے ذمہ لگا دیا گیا ہے۔ آپ تو اتنی سمجھدار ہیں۔ اگر یوں آپ ہمت چھوڑ دے گی

تو مجھے، بی جان، ماما، بابا اور رباب کو کون سنبھالے گا۔ پھوپھی ماں میں اپنی زندگی کے سخت ترین دور سے گزر رہا ہوں۔ میری آخری امید اور

حوصلہ صرف آپ لوگوں کے سہارے وابستہ ہے۔ اگر آپ سب یوں کمزور ثابت ہوئے تو میں اتنا مضبوط نہیں رہ پاؤں گا۔ ٹوٹ جاؤں گا۔۔" آرب کے لہجے میں تھکن تھی۔ ساری دنیا سے لڑ جانے والا آرب۔۔ آج بے بس تھا۔ ساتھ ہی ایک آنسو اسکے ضبط پہ احتجاج کرتا ہوا نکل پڑا تھا۔ مرد بھی روتے ہیں۔ جب چوٹ اتنی شدید ہو کہ سانسیں رکنے والی ہو جائیں۔ تو مرد بھی رو پڑتا ہے۔ گھٹن سے اندر ہی اندر ا گھلتا رہتا ہے۔ اور پھر ختم ہو جاتا ہے۔ اسے اپنے خاندان کا حوصلہ بننا تھا۔ وہ نہیں رو سکتا تھا۔ اسے اپنے جزبات پہ بند باندھنا تھا۔ بے دردی سے چہرہ صاف کیا تھا۔ اور ایک نظر فون سے ہٹا کر بیڈ پہ ڈالی تھی جہاں ایک وجود مشینوں میں جکڑا پڑا تھا۔ مصنوعی سانس کے سہارے موت کو مات دینا چاہ رہا تھا۔ جسم کا ہر حصہ پٹیوں، سوئیوں اور مشینو سے جکڑا ہوا تھا۔ توطے ہوا زندگی بڑی ظالم چیز تھی۔

"آرب میرے بچہ میں ساتھ ہوں۔۔۔۔ میں ساتھ ہوں نا۔۔ تم بس فکر مت کرو۔۔ تم نے ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔ یہاں کی تم نے ٹینشن نہیں لینی سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ میرے بچے تم اپنا خیال رکھنا میری جان۔۔۔ اور۔۔" سحرش ملک اپنی ہاتھوں میں پلے ہوئے بیٹے جیسے بھتیجے کو دلاسے دے رہی تھی تبھی ایک نسوانی چیخ کی آواز سے سحرش ملک

متوجہ ہوئی تھی۔اس چیخ نے سات سمندر پار بیٹھے وجود کی توجہ بھی حاصل کرلی تھی۔۔"اب خوش ہے نا آپ۔۔۔بچالی اپنی جان۔۔۔بتائیں کیا بگاڑا تھا میں نے آپکا آخر کیا۔۔کیوں یہ ظلم ڈھایا میری جان پہ۔۔فرعون بن گئے آپ تو۔۔میں کبھی معاف نہیں کرونگی۔۔۔میرے پاس تھا ہی کیا؟؟۔۔۔ترس نہیں آتا ذرا بھی۔۔۔ملک دل نہیں لرزا۔۔۔"وہ کالے لباس میں ملبوس اجڑی حالت پہ روتی بلکتی سراپا سوال تھی۔۔۔بال بکھرے ہوئے تھے۔۔ڈوپٹہ جھول رہا تھا۔۔پاؤں ننگے

تھے آنکھیں مسلسل اشک برسا رہی تھی۔۔وہ بے خوف کھڑی تھی۔۔بغاوت عود آئی تھی آج اسکی دبو طبیعت پہ بھی۔۔چھپ چھپ کے رہنے والی آج سامنے کھڑی تھی۔۔ شاید آج چھپانے کو کچھ بچا ہی نہ تھا۔۔۔اسوقت وہ کہی سے ڈری سہمی ہوئی نہ لگ رہی تھی۔۔۔گ "بڑا مان ہے نا پیسے کا۔۔تم امیر لوگوں کو جاؤ۔جاؤ اس پیسے سے مجھے وہ لادو۔۔۔یہ دیکھو ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔خدا کا واسطہ ہے میں نہیں رہ پاؤنگی۔۔۔"وہ چیخی تھی اور ہاتھ جوڑے۔۔اب کے بلقیس بیگم بھی بلک اٹھی تھی۔۔اور بی جان بھی اسکی حالت پہ رو پڑی تھی۔۔"نہیں لا سکتے کیا۔۔جواب دے ملک صاحب۔۔۔میری آہ لگے گئی۔۔ ۔میری بددعا۔۔۔ڈرے میری آہوں سے۔۔۔" وہ روتی سسکتی ملک صاحب

کا گریبان پکڑے رو رہی تھی۔۔ملک صاحب کی ہمت جواب دے گئی وہ
اسے پرے کرتے باہر نکل گئے اور وہ روتے وہی
"پھوپھو کون بدتمیزی کر رہا ہے میرے بابا سے۔۔اسکی زبان بند کروائے۔۔آپ
لوگ کیوں ہی۔۔"آرب بھی چیخا تھا۔۔۔"بیٹا ہے یہ بھی قسمت کی
ماری۔۔کیا چپ کروائے۔؟؟بولنے دو ورنہ شاید یوں ہی گھٹ
کے مر جائے گی۔۔"سحرش نے نم لہجے میں کہتے ساتھ ہی فون بند کر دیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔سارا کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔وہ یوں ہی بے سدھ پڑا ہوا تھا۔۔
اچانک سے کچھ آوازیں اسکے آرام میں خلل ڈالنے لگ گئی تھیں۔۔کوئی
دور سے مسلسل چیخ رہا تھا۔۔مدد کو بلا رہا تھا۔۔۔وہ جب پاس گیا تو ایک
گڑھے کے گرد لوگوں کا ہجوم اکٹھا تھا۔۔سب ہنس رہے
تھے۔۔مگر گڑھے سے رونے اور مدد کی آوازیں آ رہی تھیں۔۔وہ بھی
آگے بڑھا اور گڑھے کیطرف دیکھا تو وہ عناب تھی۔۔چیخیں مارتی
۔۔بچاؤ بچاؤ پکار رہی تھی مگر اب سب اس پہ مٹی ڈال رہے تھے۔۔۔تاکہ
گڑھا بند کریں۔۔وہ ان سکو منع کر رہا تھا مگر کوئی اسکی

بات نہیں مان رہا تھا وہ چیخ چیخ کے سب کو پیچھے دھکیل رہا تھا۔۔مگر کوئی اسکی

پرواہ نہ کررہا تھا۔۔عنابن ے اسکیطرف ہاتھ بڑھایا تھا مٹی بس اسکا منہ

ڈھاپنے ہی والی تھی۔۔۔وہ چیخا تھا۔۔

"نہیں۔۔۔عناب۔۔عناب۔۔عناب۔۔۔" آرب حواس باختہ

اٹھا تھا۔۔سانسیں تیز ہو رہی تھی۔۔۔ماتھے پہ بال پڑے ہوئے تھے۔۔پیشانی

پسینے سے تر تھی۔۔۔خواب تھا یہ۔۔آربن ے منہ پہ ہاتھ پھیر کے خود کو پرسکون

کیا تھا۔۔سوچتے سوچتے وہ یونہی پڑا سو گیا تھا۔۔اور اس خوفناک خواب نے

اسے بیدار کیا تھا۔۔۔خود کو گھسیٹتا اٹھا تھا۔۔۔

"ہیلو۔۔کیسی ہو؟؟" ماہم نے گارڈن میں اکیلی بیٹھی ہوئی رباب کو دیکھ

کے پوچھا تھا۔۔۔رباب نے برا سا منہ بنایا۔۔ "ٹھیک ہوں۔۔مجھ پہ کونسی بلڈ

نگ گر گئی تھی جو تم حال چال پوچھنے آ

گئی

۔۔" رباب نے لٹھ مار انداز میں کہا تھا۔۔

"توبہ توبہ رباب۔۔اتنی جلی کٹی کیوں سنا رہی ہو۔۔خیر تمہاری وہ

دوستیں نظر نہیں آ رہی ۔۔اور وہ مغرور مڈل کلاس مناہل۔۔اس لڑکی کا تو نخرہ ختم نہیں ہوتا۔۔تم پتہ نہیں کیسے اسکے ساتھ اتنا ٹائم گزارا لیتی ہو۔۔۔"ماہم نے اکتاہٹ سے کہا تھا۔۔۔"انیف مس ماہم انتیاز۔۔۔پہلی بات یہ کہ آپکو کوئی حق نہیں کسی کے بارے میں کچھ کہنے کا۔۔اور میری دوستوں کو کچھ کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔۔اور کلاس کی بات تو مت ہی کرو تمہاری سوچ سے پتہ لگ گیا ہے کہ تمہارا تعلق کس کلاس سے ہے۔۔۔اب نکلو یہاں سے۔۔"رباب نے لتھاڑا تھا۔۔اسے کب اپنے دوستوں کے خلاف کوئی بات گوارا تھی۔

"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔ان کے ساتھ رہ رہ کے تمہاری عقل بھی ختم ہو گئی ہے۔"ماہم غصے سے کہتی پاس آتی مناہل کو گھورتی چلی گئی۔

"اسے کیا ہوا ہے؟؟کچھ کہا تم نے؟؟"مناہل نے پوچھا تھا۔

"ہاں نا میں ہی ایک بری ہوں۔۔۔باقی سب اچھے ہیں۔۔"رباب نے غصے سے کہا تھا۔

"اوئے میری شیرنی۔۔۔غصہ نہ کر۔۔آؤ کیفے چلتے ہیں۔"مناہل نے اسکے پھولے ہوئے گال دیکھ کے کہا تھا۔

"مجھے نہیں جانا کہی۔۔چپ چاپ یہاں بیٹھی رہو۔اور مجھے ایک بات بتاؤ سچ سچ۔۔تم اور حمدان پہلے کہی ملے ہو؟"مناہل نے اس سے پوچھ ہی لیا تھا۔

"چلو پھر حمدان نامہ شروع ہو گیا ہے۔ایسا ویسا کچھ بھی نہیں۔"مناہل نے اسکو چپ کروایا تھا۔

"ٹھیک ہے میں خود حمدان سے پوچھ لونگی۔"رباب نے کہا تھا۔

"رباب خبردار اگر تم نے اس انسان کا ذکر کیا تو۔اپنے سے کہانیاں بنا بنا کے سنا دے گا۔"مناہل نے غصے سے کہا تھا۔

"وہ کیوں کہانیاں بنائے گا بھلا۔۔؟"رباب نے تیکھے چتونوں سے پوچھا۔۔۔

"کیونکہ وہ صرف کہانیاں ہی بنا سکتا ہے۔۔"مناہل نے تلخ لہجے میں کہا۔۔

"اب پھوٹو گی منہ سے۔۔یا پھر میں خود ہی پتہ کرو۔۔"رباب بھی اب غصے سے بولی تھی۔۔۔

"ایسی کوئی بھی رنگین کہانی نہیں ہے۔۔سن لو۔۔چھٹیوں میں فری تھی مین۔۔تو مجھے کسی نے آفر کی تھی ہوم ٹیوشن۔۔تو میں نے سوچا کیوں نا کر لی جائے۔۔بد قسمتی سے وہ حمدان صاجب کے بھتیجے بھتیجیاں تھیں جنکو میں ٹیوشن پڑھا رہی تھی۔۔باقی سب لوگ بہت اچھے تھے۔۔مگر حمدان عجیب سا رویہ

عجیب ہی تھا۔۔بچھا ہی جا رہا تھا۔۔۔میں نے کافی دفعہ اسکو نوٹس
کیا تھا۔۔چاہے ہماری جان پہچان یونی میں رہ چکی ہو مگر مجھے یہ دوستیاں
پسند نہیں۔۔۔پھر اس دن تو حد ہی ہو گئی میرا ہاتھ پکڑ لیا۔۔کہتے دوستیں کر لیں
۔مجھے تو پہلے ہی اسکی نیت پہ شک ہو رہا تھا۔۔اس دن تو مہر لگ
گئی۔۔۔مجھے تو خود پہ بھی غصے آیا کہ میں کس انسان کو چاہنے لگ گئی
تھی۔۔۔جسکا اب مجھے سخت افسوس رہے گا.۔۔۔"مناہل نے رباب
کو کہا تھا۔۔جو اچنبھے سے اسکو دیکھ رہی تھی۔۔۔"مناہل ایسے نہیں
ہو سکتا۔۔ضرور تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔۔ حمدان ایسا نہیں کر سکتا۔
۔۔"رباب ابھی بھی شاک میں تھی۔۔

"ہاں میں ہی غلط ہوں۔۔اسلیے میں نہیں بتاتی۔۔کیونکہ کسی نے میرا یقین نہیں
کرنا۔ ۔"مناہل غصے سے اٹھی تھی۔۔

"یار میں یہ تو نہیں کہہ رہی۔۔ کبھی کبھی جو دیکھتے ہیں ویسا ہوتا نہیں
ہے۔۔شاید ایسا ہی کچھ تمہارے ساتھ ہوا ہو۔۔۔اچھا رکو تو۔۔"رباب
کہتے اسکی پیچھے لپک تھی۔۔البتہ دل میں ارادہ باندھ لیا تھا۔

کہ سچ ضرور اسکے سامنے لے کے آئے گی۔۔۔دل کو اچانک ہی لگا تھا کہ حمدان دل سے ماہم کے ساتھ نہیں ہے۔۔ شاید پھر دکھاوا۔۔۔۔

ساری کلاس میں خاموشی چھا گئی تھی ۔۔کیونکہ استاد محترم آچکے تھے۔۔رباب کا دل بھی دھڑکا۔۔لاکھ پریزینٹیشن دے چکی تھین اتنا پریشر نہ تھا جتنا ارتضی کا لگ رہا تھا۔۔

"رباب چل میری شیرنی۔۔ایک سانس میں سب پڑھ دینا۔۔جب ایک دفعہ بولنا شروع کرنا ہے تو رکنا نہیں ہے چاہے جو مرضی ہو جائے۔۔آج سر ارتضی حیدر کو پتہ لگ جائے گا کہ میں کتنی اہل ہوں ۔۔۔دیکھنا آج ذرا لیکچر کے بعد سب میری واہ واہ کرے گے۔۔"رباب مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔۔ارتضی اسکی طرف متوجہ ہوا۔۔"

"رولنمبر ٹوئنٹی ٹو خود سے مذکرات گھر جا کے کریجئے گا۔فی الحال آ کے ڈیمو دے۔۔۔ہیری اپ ۔۔۔یو ہیو اونلی ٹین منٹس

۔۔"ارتضی نے اسکو کہا تھا۔۔

رباب ماری بندھی اٹھ کے آگئی

تھی۔۔۔اسٹیج پہ پہنچ کے کلاس کیطرف رخ کیا ایک دفعہ تو دل میں آیا بھاگ جائے۔۔

"یہ سب وہی تو ہے جو ہر روز رباب رباب کر کے میرے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں ان سے کیا گھبرانا۔مگر یہ دائیں جانب کھڑا شخص۔۔۔ان سے الگ حساب کتاب کرنا روز قیامت اللہ تعالیٰ۔۔"رباب نے باقاعدہ اوپر منہ کر کے مطالبہ کیا تھا۔۔۔"ایکسکیوز می ٹوئنٹی ٹو۔۔۔اب کس چیز کا انتظار ہے۔۔جلدی کرے۔"ارتضیٰ نے گھڑی کیجانب دیکھتے ہوئے کہا تھا اور خود چل کے کچھ فاصلے پہ پڑے ڈائس پہ جا کھڑا ہوا۔۔

رباب بھی سانس خارج کرتی آگے بڑھی۔۔"دیکھو سب میں تم لوگوں کی ٹیچر نہیں ہوں جو بہت اچھا پڑھا سکوں مجھے تو خود سزا ملی ہوگئی ہے۔۔مگر دیکھو پلیز ہنسنا مت کوئی بھی۔۔۔ورنہ میرا پتہ ہے نا۔۔۔"رباب نے سب کو کہا تھا۔۔ڈائس پہ کھڑے ارتضیٰ نے اسکو ناگواری سے گھورا تھا۔۔تب ہی رباب نے بھی اسے دیکھا تھا۔۔

"یہاں ڈسکشن نہیں چل رہی مس رباب۔۔جس کام کے لیے بلایا ہے وہی کرے۔۔"ارتضیٰ نے بے لچک انداز میں کہا تھا۔

رباب اب غصے میں آگئی تھی۔۔بس پھر کیا تھا جو ایک دفعہ بولنا شروع کیا تو بولتی ہی گئی۔۔اندر اندر کی بھی کہی کہی۔۔ارتضی نے اسے بولتے ہوئے ایک دفعہ دیکھا پھر سر جھکا گیا تھا۔۔"تھینکس۔۔۔"رباب نے دس منٹ بعد گھڑی پہ دیکھتے ہوئے بیچ میں ہی سب کچھ چھوڑتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ایکسکیوزمی مجھے ایک پوائنٹ کی سمجھ نہیں لگی۔۔"چشمش عاطف نے کہا تھا۔۔جو کلاس کی فرنٹ رو میں ہی بیٹھا تھا۔"چپ عینکو۔۔مجھے تم لیکچر کے پیسے دیتے ہو۔۔تم زرا کلاس کے بعد ملنا خوب سمجھاؤں گی۔۔"رباب نے اتنی تیز آواز میں ضرور کہا تھا کہ اسکی آواز پہلی دو رو اور ارتضی کے کانوں تک پہنچ چکی تھی

".This is your seat .Roll no 22 set and be attentive"

ارتضی نے اسے نیچے اترتا دیکھ کے کہا تھا۔۔اور ساتھ ہی اسٹیج پہ پڑی کرسی کی طرف اشارہ کیا جو ٹیچرز استعمال کرتے تھے۔اسکا رخ وائٹ بورڈ کی طرف تھا۔

"کوائٹ۔"ارتضی نے آنکھیں نکالی تھی۔۔

وہ منہ بسورتے ہوئے اپنی چیزیں اٹھا کے اس چئیر پہ آ کے بیٹھ گئی تھی۔بیچ بیچ میں دورہ پڑتا تو گردن گھوما کے پیچھے کرتی۔۔اب بھی

سر کو گھوما کے پیچھے دیکھنا چاہا تو کسی کے ہاتھ کے دباؤ نے ایسا کرنے نہ دیا۔۔ ارتضی نے اسکا گھومتا سر تھام کے وائیٹ بورڈ کی طرف کیا تھا۔۔۔ آنکھیں نکلنے کے بعد پھر لیکچر دینے میں محو ہو گیا۔۔

وہ فریش ہو کے ناشتے کے ٹیبل پہ پہنچا۔ ناشتہ سلیقے سے لگا ہوا تھا ٹیبل پہ۔۔ رات سے بھی کچھ نہ کھایا تھا۔۔ اب بھوک لگی ہوئی تھی۔۔ کرسی پہ بیٹھا پھر فون نکالا تھا۔۔ حماد کا نمبر ملایا۔ بیل جا رہی
تھی۔

" اسلام علیکم ۔۔کیسے ہے آپ ؟" حماد نے فون اٹھاتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

"وعلیکم اسلام ۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔ تم کیسے ہو؟ اور باقی سب ٹھیک ہے نا؟؟ کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔۔" آرب نے پوچھا تھا۔۔

"جی کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔۔ الحمداللہ۔۔ میں آفس آ چکا ہوں۔۔ فلیٹ پہ البتہ پوری سیکیورٹی ہے۔۔ دیبا بھی ادھر ہی ہے۔۔ کچھ کلائنٹس نے آج ضروری ملاقات کرنی تھی اسلئیے۔ آپ کب تک آئے گے۔" حماد نے پوچھا تھا۔۔

" ٹھیک ہے۔۔۔ میں بس آنے والا ہوں۔۔ تم یوں کرو آج دیبا اور عناب کو بول دو کہ وہ آفس نہ آئے۔۔ اور تم وہ فوٹوگرافس نکلواؤ۔ تاکہ عناب سے پوچھ

کے اس سلسلے کا کوئی حل نکال سکے۔۔۔"آرب اب رات کی نسبت پر سکون

تھا۔۔"جی ٹھیک ہے۔۔میں اپنے طور پہ بھی معلومات لینے کی کوشش کر رہا

ہوں۔۔"حماد نے کہا تھا۔۔

"ہمم ٹھیک ہے۔۔میں بس کچھ ہی دیر میں آرہا ہوں آفس۔۔"آرب

نے کہتے ہوئے فون بند مر دیا تھا۔۔۔

کچھ ہی بعد وہ ناشتے سے فارغ ہو کے اٹھا تھا۔۔دماغ مئ اب بھی کچھ چل رہا

تھا۔وہ لاونج میں رکھے صوفے پہ بیٹھا تھا۔۔

اور سیل پکڑے اور لچھ الجھتے ہوئے ایک نمبر ملایا تھا۔بیل جا رہی تھی مگر

دوسری طرف سے جواب نہیں آرہا تھا۔

"اسلام علیکم۔۔آرب سر۔۔میں بس آنے ہی لگی تھی آفس۔۔ سوری۔۔

"عناب نے چھوٹتے ہی کہا تھا۔۔اسکو لگا آج آفس

سے غیر حاضری پہ اسکا ناراضگی بھرا فون آیا ہو گا۔

"وعلیکم اسلام۔۔کل سے بہتر لگ رہی ہیں۔۔گڈ۔۔مگر آپکو آفس آنے کا تو نہیں

بولا میں نے۔۔تو آپ یہ اندازے خود سے کیوں کر لگا رہی ہیں۔"آرب

نے ہنستے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا تھا۔۔"نہیں مجھے لگا کہ شاید۔۔۔کیسے ہیں

آپ؟"عناب نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔۔"جی الحمداللہ آپ جیسے خیر خواہ

ہے تو مجھے کیسے کچھ ہو سکتا ہے۔۔"آرب نے کہا تھا۔۔اشارہ کل
والے واقعے کیطرف تھا۔۔۔۔عناب کچھ پل کو خاموش ہو گئی تھی۔۔
"بہر حال بہت شکریہ آپکا۔۔مگر آپ ڈریں مت۔۔آپکو کچھ نہیں ہوگا۔۔میں ہوں
نا سب سنبھال لوں گا۔۔۔کل والی مصیبت جو میری وجہ سے آپ پہ پڑی
اسکے لیے معذرت۔۔"آرب نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔۔"نہیں نہیں
ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔آپ معذرت نہ
کریں۔۔"عناب نے جھٹ کہا تھا۔۔"چلیں پھر جلدی سے ٹھیک ہو کے آ
جائے آپ آفس۔۔۔معذرت نہ سہی کافی کا ایک کپ تو میرے ساتھ پی سکتی ہے
نا۔؟؟۔۔تاکہ میں شکریہ ادا کر سکوں آپکا۔۔"آرب نے کہا تھا۔۔"جی میں کل
سے آفس آجاؤں گی۔۔مگر کافی؟؟"عناب ہچکچائی۔۔"گڈ۔۔کافی؟؟کافی
کو کیا ہوا۔۔؟"آرب نے استفسار کیا۔۔اس سے گفتگو دلچسپ محسوس ہو رہی
تھی۔۔"نہیں کافی کو تو کچھ نہیں ہوا۔۔میں کیسے کافی پی سکتی ہوں
بھلا۔۔"عناب نے ہلکی آواز میں کہا تھا۔۔"اپنا والیوم
بڑھائے ذرا۔۔اور جیسے سب پیتے ہے کافی ویسے ہی آپ پیئیگی۔۔کپ اور منہ
سے۔۔"آرب کے ہونٹوں پہ اب مسکراہٹ مچلی تھی۔۔"نہیں میرا وہ

مطلب نہیں تھا۔۔"عناب پھر شرمندہ ہوئی۔۔"اچھا پھر کیا مطلب تھا اس بات سے۔"آرب نے جیسے کوئی بہت اہم
بات پوچھی تھی

"افف آپکو بات سمجھ نہیں آرہی۔۔کیونکہ مجھے کافی نہیں پسند۔۔"عناب نے چڑ کے کہا تھا۔۔جواب میں آرب کا قہقہ سنائی دیا۔۔"تو آپ چائے پی سکتی ہے پھر۔۔ایسا بھی کوئی گھمبیر مسئلہ نہ تھا جو آپ پچھلے پانچ منٹ سے مجھ سمیت خود کو گھوما رہی ہے۔۔"آرب نے اسکی خفت
کو انجوائے کرتے ہوئے کہا تھا۔۔دوسری جانب اب خاموشی تھی۔۔"چلیں پھر اجازت چاہتا ہوں۔۔روبرو ملاقات ہوگی اب۔۔۔خدا حافظ۔۔"آرب
اپنے روعب دار لہجے میں کہتا فون بند کر گیا تھا۔۔۔کچھ
سوچتے ہوئے اٹھا اور آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔

اکاؤنٹ آفس میں اسے کچھ کام تھا وہاں سے نکل کے وہ کلاس کی طرف جانے ہی لگی تھی جب ڈائریکٹر کے روم سے نکلتے باپ اور انکے ہمراہ کچھ لوگوں کو دیکھ کے ان کی طرف مڑی تھی۔۔۔

"اسلام علیکم ۔۔بابا آپ یہاں ؟؟خیریت ہے نا سب ؟؟" رباب نے حیران ہوتے ہوئے اپنے والد سے پوچھا تھا۔۔

"وعلیکم اسلام۔۔جی سب خیریت ہے ۔۔بس ڈائریکٹر صاحب میرے جاننے والے ہے ان سے ہی کچھ کام تھا۔۔ میری گڑیا کیسی ہے ۔۔؟" مجتبی صاحب نے اسکو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تھا۔۔

"جی میں ٹھیک ہوں ایک دم ۔۔میں بھی آج آپ کے ساتھ ہی گھر جاؤں گی۔۔آج کے سب لیکچر تو ہو چکے ہیں ۔۔" رباب بچوں کی سی خوشی سے بولی تھی۔۔۔ مجتبی صاحب اسکی خوشی پہ ہنس دئیے۔۔

"نہیں میرے ساتھ آپکا جانا سیو بلکل بھی نہیں ۔۔آپ ڈرائیور کے ساتھ ہی گھر جاؤں گی۔۔گھر ملاقات ہوتی ہے انشاء اللہ۔۔" مجتبی صاحب نے اسے صاف منع کیا تھا۔۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔آپ کوئی بات نہیں مانتے میری۔۔" رباب روہانسی ہوئی۔۔۔

"یہ سراسر الزام ہے ۔۔اچھا چلو پاگل لڑکی۔" مجتبی صاحب اپنی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ نہیں سکتے تھے تو ماننا پڑا۔۔

"بیسٹ بابا۔۔" رباب کھلکھلا اٹھی۔۔۔

"اچھا ارتضی بھی یہاں پڑھا رہا ہے۔۔مجھے خوشی ہوئی اسے دیکھ کے۔۔۔آج اس بھی ملاقات ہوئی میری۔۔۔"مجتبی صاحب اور رباب اب سیڑھیاں اتر کے پارکنگ کی جانب آ رہے تھے۔۔

"جی۔۔۔مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ ڈائریکٹر صاحب سے یونی میں میری ہی سیکیورٹی کی بات کرنے آئے تھے۔۔۔"رباب نے مجتبی صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔وہ جانتی تھی اپنے باپ کو۔۔۔

"اگر ایسا کیا بھی ہوا تو غلط بات تو ہرگز نہیں۔۔۔اپنے پیاروں کی حفاظت کے لیے اقدام کرنے کوئی گناہ نہیں۔۔جبکہ سب کو پتہ ہے یہ دشمنی میں نے اپنی ذات کے لیے بلکل اوروں کی عزتوں کی بقا کے لیے مول لی ہے۔۔۔تم کیوں فکر کرتی ہو تمہارے بابا ہے نا۔۔"مجتبی صاحب نے اسے رسان سے سمجھایا تھا۔۔رباب نے باپ کی طرف دیکھا تو اس کے آنکھوں میں ننھے منے سے آنسو آن ٹھہرے تھے۔۔

"چلو شاباش بڑا سا دل کرو۔۔سب کچھ ٹھیک ہے۔۔چلو زیادہ وقت نہیں ہے مجھے اپنی بیٹی کو گھر چھوڑ کے کسی کام کے لیے نکلنا ہے۔۔"مجتبی صاحب نے اسکا ماتھا چوما تھا۔۔۔دو گاڑیاں تھیں۔۔ایک گاڑی اور اس میں سوار لوگ باہر ہی تھے جن کے پاس اسلحہ موجود تھا۔۔ان لوگوں کو رباب کی موجودگی کا

احساس کرتے ہوئے جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔۔کیونکہ وہ عجیب نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔۔مجتبیٰ صاحب کی گاڑی گیٹ کے پاس آئی تو رباب کو لئے باہر نکلے۔۔۔سر ارتضی کی گاڑی اب وہاں نہیں کھڑی تھی۔۔۔جس کہ مطلب تھا کہ وہ جا چکے ہے۔۔۔

اب رباب اور مجتبیٰ صاحب گاڑی میں بیٹھے ہی تھے۔۔تبھی فضا گونج اٹھی تھی۔۔۔ہر طرف گولیوں کی تھرتھراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔۔رباب نے چینخی تھی۔۔۔مجتبیٰ صاحب کا ایسے حالات سے کہی دفعہ سامنا ہو چکا تھا۔۔انکو صرف رباب کی ٹینشن تھی۔۔باڈی گارڈز والی گاڑی وہ پہلے ہی رباب کے ڈر کی وجہ سے آگے بھیج چکے تھے۔۔۔سڑک کے بائیں جانب گاڑی میں سوار مسلسل فائر کر رہے تھے۔۔۔

"رباب سیٹ کے نیچے چھپ جاؤں۔۔فوراً۔۔کچھ بھی ہو تم نے باہر نہیں جھانکنا۔۔۔"مجتبیٰ صاحب نے کہا تھا۔۔۔اور دائیں جانب والا دروازے کھول کے نیچے ہی سڑک پہ بیٹھے تھے۔۔۔ڈرائیور اب گاڑی کی اوٹ سے ہو کے بچاؤ کے لیے فائر کر رہا تھا۔۔فضا میں فائرنگ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔۔۔۔ہر طرف خوف وہراس پھیل چکا تھا۔۔۔سڑک پہ رواں دواں ٹریفک بھی اب تھمی چکی تھی۔۔۔کوئی بھی خوف کے مارے آگے نہ آ رہا

تھا۔۔۔۔آگے ہی پل وہ نعرے بازی اور گالی گلوچ کرتے گاڑی بھاگا لے گئے تھے۔۔۔

"آپ ٹھیک ہے مالک صاحب۔۔۔"ڈرائیور نے بیٹھے بیٹھے پاس کھسکتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔مجھے صرف رباب کی فکر ہے۔۔۔اپنے بندوں اور پولیس کو کال کر چکا ہوں میں۔۔"مجتبی صاحب نے ماتھے پہ آیا پسینے صاف کیا تھا۔۔۔

"آپ رباب بی بی کو دیکھے وہ لوگ جا چکے ہے۔۔باقی میں سنبھال لیتا ہوں۔۔۔"ڈرائیور نے تسلی کرتے ہوئے انکو کہا تھا۔۔اور خود اب اٹھا کے ادھر ادھر پھرنے لگا تھا۔۔یہ ایک مصروف شاہراہ تھی شہر کی۔۔جہاں ہر وقت ٹریفک رہتی تھی۔۔۔سڑک پہ ہر جگہ گولیوں کے خول بکھرے پڑے تھے۔۔۔کچھ دیر پہلے چم چماتی لینڈ کروز کا اب گولیوں سے برا حال ہو گیا تھا۔۔کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔۔۔جگہ جگہ سوراخ ہو گئے تھے گاڑی میں۔۔ونڈو اسکرین بھی چھلنی ہو گئی تھی۔۔۔۔ٹائر بھی پنچر ہو چکے تھے۔۔۔

"حمید جلدی آؤ۔۔رباب ٹھیک نہیں ہے۔۔ڈاکٹر کو فون کرو۔۔" مجتبیٰ صاحب نے سیٹ کے نیچے سے بے ہوش رباب کو نکالا تھا۔۔۔رباب کا سر ایک جانب کو لڑھکا ہوا تھا۔۔۔خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔۔ مجتبیٰ صاحب جی تو جان نکل رہی تھی۔۔

ارتضیٰ ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا۔۔جب اسکو یاد آیا کہ وہ اسائمنٹس کیبن میں بھول آیا ہے۔۔یاد آنے پہ وہ واپس مڑا تھا۔۔یونی کے باہر روڈ پہ ہی گاڑی پارک کی۔۔باہر نکلا تو منظر اسکو ساکت کر گیا تھا۔۔

مجتبیٰ صاحب کی گاڑی خراب حالت میں کھڑی تھی۔۔ مجتبیٰ انکل سمیت ایک اور آدمی کسی نسوانی وجود کو پکڑے ہوئے تھے۔۔جو بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔۔ مجتبیٰ صاحب مسلسل اسکا چہرہ تھپتھپا رہے تھے۔۔۔وہ تھوڑا سا آگے بڑا تو جس چہرے پہ اسکی نظر پڑی وہ لرزا اٹھا تھا۔۔۔

"رباب۔۔۔یاخدایا۔۔۔" ارتضیٰ نے دوڑ لگا دی تھی۔۔۔رباب کا خون میں لتھڑا ہاتھ سڑک پہ پڑا ہوا تھا۔۔۔کپڑوں پہ بھی خون کے دھبے لگ چکے تھے۔۔وہ بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔۔۔

"انکل۔۔۔۔یہ سب۔۔کیا ہوا ہے یہ سب؟؟رباب۔۔آنکھیں کھولو۔۔۔"ارتضی نے مجتبی صاحب کے برار گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

"ارتضی دیکھو میری بچی۔۔۔کچھ کرو۔۔۔ڈاکٹر۔۔۔ہاسپتل چلتے ہے۔۔"مجتبی صاحب سے بات نہیں ہو رہی تھی۔۔۔

"انکل حوصلہ رکھے۔۔۔آپ اٹھے اسکو گاڑی میں ڈالے۔۔جلدی کرے۔۔"ارتضی نے منہ سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔رباب کو مجتبی صاحب کی مدد سے گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ منتقل کیا۔۔۔اور گاڑی سٹارٹ کر کے فل سپیڈ میں مین روڈ پہ ڈال دی تھی۔۔۔اگلے تین منٹ میں وہ ایک ہاسپٹل میں تھے۔۔رباب کو فوراً معائنہ کے لیے لے جائیے گیا تھا۔۔۔جبکہ مجتبی صاحب پریشانی سے ٹہل رہے تھے۔۔۔ارتضی ساتھ آئے باڈی گارڈ کو پولیس کو رپورٹ کرنے ،میڈیا کو ابھی کچھ بھی نہ بتانے اور باقی کاروائی کو سنبھالنے کا کہہ کے خود اندر آگیا تھا۔۔

"انکل۔۔حوصلہ رکھے کچھ نہیں ہوگا۔۔یہ لے پانی پی لیں۔۔"ارتضی نے ملک صاحب کو پریشان حال دیکھ کے تسلی دی۔۔۔اور پانی کی بوتل انکی طرف بڑھائی تھی۔۔

"آئیں ۔۔۔بیٹھ جائے ادھر۔۔۔" ارتضی نے کوریڈور میں رکھی چیئرز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔۔۔انکے ساتھ خود بھی بیٹھا ۔۔ارتضی نے بلو پینٹ پہ وائٹ شرٹ پہن رکھی تھی۔۔۔شرٹ کے کف فولڈ کر کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔۔چند پل خاموشی میں گزرے تھے۔۔

"یہ سب کیسے ہوا ؟؟۔۔کیا یہ آج سے دو سال پہلے معاملے کی ہی کڑی ہے ۔۔۔"ارتضی کی آواز نے خاموشی توڑی تھی۔۔

"ہاں یہ انصاف کے لیے آواز اٹھانے کا ہی انجام ہے ۔۔جس کی ایک قسط میں دو سال پہلے ادا کر چکا ہوں ۔۔مگر ابھی نا جانے کیا کیا سہنا باقی ہے ۔۔۔مگر میں ہٹوں گا نہیں ۔۔۔"مجتبی صاحب نے رنجیدہ آواز میں کہا تھا۔۔۔ارتضی کو دلی دکھ ہوا تھا۔۔اور اپنی کوتاہی پہ غصہ بھی آیا تھا کہ وہ کیوں جان نہ سکا اس سارے کرب کو۔۔۔اسے تو لگا تھا کہ اب وہ کیس بند ہو چکا تھا۔۔فائلوں کے انبار کے نیچے انصاف کی ایک اور داستان کی سانس رک چکی ہوں گی۔۔مگر اس خدا کے بندے کی بات سن کے وہ حیران رہ گیا تھا۔۔

"مگر اس کیس کا فیصلہ تو پچھلے سال ہو چکا تھا نا۔۔مجرموں کو رہائی مل گئی تھی۔۔پھر اب یہ سب ۔۔"ارتضی نے پوچھا تھا۔۔۔

"ہمم ۔۔۔ایسا ہی ہوا تھا۔۔مگر میں کیا کروں ارتضی مجھے وہ آواز آج بھی بے چین کئے رکھتی ہے۔۔۔جب میرا جوان بیٹا موت کے منہ میں جا رہا تھا مگر اسکی زبان پہ صرف ایک ہی بات تھی ۔۔بابا۔۔۔بابا ہار با مت ۔۔۔ظلم ۔۔۔ظلم کو ہارانا ہے ۔۔

یہ آواز راتوں کو میرے کانوں میں گونجتی ہے ۔۔دل کو ت چین کئے رکھتی ہے۔۔میں عدالتوں اور کورٹ کی خاک چھاننے پہ خود کو مجبور پاتا ہوں ۔۔۔"مجتبی صاحب چپ ہوئے تھے ۔۔ارتضی نے اس چٹان کو دیکھا تھا جس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلا تھا۔۔۔

"میں یہ کیس ری اوپن کروا چکا ہوں ۔۔۔فیصلہ سننے کے کچھ عرصہ بعد کا ہی ۔۔۔اس دفعہ سخت کوششوں سے میں ایک مظلوم متاثرہ بچی کا بیان بھی حاصل کرنے میں کامیاب رہا ہوں ۔۔۔مگر یہاں کا سسٹم ہی ایسا ہے ۔۔۔تاریخ پہ تاریخ ڈالی جا رہی ہے ۔۔کیونکہ مخالف پارٹی کو اب پھندہ صاف اپنے گلوں میں نظر آ رہا ہے۔۔۔ایسی صورت میں وہ اپنے پیسے کا بے دریغ استعمال کر کے قانون کو خریدنے میں اور مجھے ڈرانے کے لیے سر گرم گھوم رہے ہے ۔۔۔آج سے ٹھیک دس دن بعد کورٹ نے اپنا فیصلہ سنانا ہے ۔۔آج کا واقعہ بھی مجھے پیچھے ہٹانے کی ہٹانے کی ایک کاوش تھی ۔۔مجھے اپنی

جان کی پرواہ نہیں۔۔مگر ارتضی میری بیٹی۔۔۔"اس سے آگے مجتبی صاحب سے کچھ بولا نہ گیا تھا۔۔۔

"انکل کچھ نہیں ہوگا۔۔حوصلہ رکھے۔۔۔میں بھی آپکا آرب ہی ہوں۔۔۔بھروسہ رکھے مجھ پہ۔۔۔ہم سب آپکے ساتھ ہیں۔۔۔"ارتضی نے کہا تھا۔۔۔

"جیتے رہو بیٹا۔۔۔بہت شکریہ تمہارا۔۔"مجتبی صاحب نے کہتے ساتھ ہی اسکو گلے لگایا تھا۔۔۔

"بیٹا بھی کہتے ہیں اور شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔۔آج کے بعد کوئی بھی کام ہو تو بلا جھجھک بول دیجیے گا۔۔"ارتضی نے شکوہ کیا تھا۔۔۔

"بلکل تم بھی میرے بیٹے ہی ہو۔۔بلکل آرب کی طرح مجھے عزیز ہو۔۔"مجتبی صاحب نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔تبھی ڈاکٹر دروازہ کھول کے آتا دیکھائے دیا تھا۔۔

"کیسی ہیں پیشنٹ۔۔؟"ارتضی اور مجتبی صاحب فٹافٹ سے ڈاکٹر کے پاس گئے تھے۔۔

"جی۔۔ماشاءاللہ ٹھیک ہے وہ۔۔۔خطرے والی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔ماتھے پہ اور ہاتھوں پہ ششیے بری طرح کھب گئے تھے۔۔جس کی وجہ

سے خون بہا ہے۔۔اور خوف کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔۔بی پی وغیرہ چیک کر لیا گیا ہے ۔۔اب وہ ہوش میں ہے ۔۔کچھ ہی دیر میں آپ انکو گھر لے جا سکتے ہیں ۔۔"ڈاکٹر نے تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔۔

"شکر خدا کا ۔۔۔"مجتبی صاحب نے کہا تھا۔۔

"آپ ان سے مل سکتے ۔۔"ڈاکٹر کہتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا۔۔

"چلیں انکل ۔۔"ارتضی نے انکو کہا تھا۔۔

۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنا دھیان ڈرائیونگ پہ لگایا تھا۔۔آج پہلی دفعہ اسکا جائزہ لیا تھا۔۔ورنہ تو اسکو ڈانٹنے سے ہی فرصت نہ ملی تھی۔۔

"عام حالات میں کیا وہ اتنی دیر چپ رہ سکتی تھی ۔۔۔ممکن ہی نہیں ۔۔۔"ارتضی کو سوچ آئی تھی۔۔۔

گاڑی کی خاموشی ملک صاحب کے سیل پہ آنے والی کالز توڑ دیتی تھیں ۔۔جن پہ وہ اپنے بندوں کو مسلسل ہدایات دے رہے تھے ۔۔۔

ایک گاڑی پیچھے آ رہی تھی انکی گاڑی کے جن میں ملک صاحب کے بندے انکی حفاظت کے لیے مامور تھے۔۔کچھ ہی دیر میں حویلی کا وسیع گیٹ نظر آنے لگ

گیا تھا۔۔چوکیدار نے گیٹ کھول دیا تھا۔۔گھر میں اس واقعہ کی خبر نیوز چینل نشر کر چکے تھے۔۔گھر میں موجود سب اب ایک ٹانگ پہ کھڑے انکی صحیح سلامت واپسی کے منتظر تھے۔۔۔ملک صاحب رباب کو بازووں کے گھیرے میں لئے اندر آئے تھے۔۔۔ارتضی بھی پیچھے ہی اندر داخل ہوا تھا۔۔رباب کو اندر آتا دیکھ بلقیس بیگم روتی ہوئی ان دونوں کی طرف لپکی تھیں۔۔

"میری بچی۔۔۔"بلقیس بیگم نے رباب کا چہرہ چومتے ہوئے اسکو اپنے ساتھ چمٹا لیا تھا۔۔۔بی جان بھی رو رہی تھی۔۔۔

"بھابھی کیا کر رہی ہے۔۔وہ پہلے ہی پریشان ہے۔۔خدا کا شکر ادا کرے کہ سب ٹھیک ہے۔۔۔بھائی جان اندر آئے آپ۔۔۔"سحرش نے روتی رباب کو دیکھ کے کہا تھا۔۔۔

"آؤ بیٹا آپ بھی اندر۔۔"ارتضی کے سلام کا جواب دیتے ہوئے بلقیس بیگم نے اپنے ڈوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے ارتضی کو کہا تھا۔۔سحرش رباب کو ساتھ لگائے بی جان کے پاس لے گئی تھیں۔۔جو اپنے بیٹے کی پیشانی چوم رہی تھی۔۔۔

"تُو تو میری شیرنی ہے نا۔۔شیروں کو کبھی روتے دیکھا کے کسی نے۔۔۔لو آج دیکھ لو۔۔"بی جان نے سحرش کی آنکھوں کا پیغام سمجھتے ہوئے آنکھیں صاف کرتے ہوئے رباب کا موڈ بحال کرنے کو ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔۔۔

"بی جان۔۔"رباب نم آواز میں کہتی ان کے ساتھ چمٹ گئی تھی۔۔۔وہ بری طرح سہم گئی تھی اس واقعہ سے۔۔۔

"بس بس۔۔میرے مولا نے کرم کیا ہے۔۔۔"بی جان نے رباب کی کمر کو سہلایا تھا۔۔۔

"کیسے ہو بیٹا۔۔۔جیتے رہو۔۔تم نے آج سچ میں بہت مدد کی ہے۔۔خدا تمہیں صلہ دے اسکا۔۔"بی جان نے سامنے صوفے پہ بیٹھے ارتضی کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔۔مجتبی صاحب انکو فون پہ پہلے ہی وہاں ارتضی کی موجودگی کا بتا چکے تھے۔۔وہی انکو ہاسپٹل لے کے گیا تھا۔۔

"ارے بی جان یوں شرمندہ تو مت کرے۔۔۔میرا بھی تو فرض تھا نا۔۔"ارتضی نے کہا تھا۔۔۔بی جان کے پہلو میں بیٹھی رباب نے پہلی دفعہ اس واقعہ کے دوران ارتضی پہ نظر ڈالی تھی۔۔۔جو سنجیدہ سا بھی سب سے الگ لگ رہا تھا۔۔۔تب سے وہ سہمی ہوئی تھی۔۔گھر کی چاردیواری میں آکے وہ خود

کو محفوظ محسوس کر رہی تھی۔۔حواس کچھ سنبھلے تو ارد گرد کا خیال بھی آیا تھا۔۔۔

"آنٹی یہ لے رباب کی میڈیسنز۔۔۔وقت پہ دینی ہے۔۔کل پھر زخموں کی ڈریسنگ چینج کروانی پڑے گی۔۔۔مگر آپ ہاسپٹل مت جائیے گا۔۔نرس کو کل میں دوپہر ایک بجے کا وقت دے آیا ہوں ۔۔آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"ارتضی نے انکو آگاہ کیا تھا۔۔اور دوائیوں کا لفافہ سحرش کی طرف بڑھایا تھا۔۔۔

"خدا لمبی عمر کرے۔۔"سحرش نے کہا تھا۔۔۔

"ملک صاحب انسپکٹر آیا ہے۔۔"حمید نے اندر آکے بتایا تھا۔۔۔

"ٹھیک ہے انکو بیٹھاؤ۔۔میں آتا ہوں۔۔۔"ملک صاحب نے کہا تھا۔۔

"چلیں انکل میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔۔"ارتضی نے کھڑے ہوتے کہا تھا۔۔۔مجتبی صاحب کو بے ساختہ آرب یاد آیا تھا۔۔۔

"آؤ۔۔۔"انہوں نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔۔۔دونوں آگے پیچھے آگے بڑھ گئے ۔۔۔

"ماشاءاللہ۔۔ماشاءاللہ۔۔بہت سعادت مند بچہ ہے۔۔بلقیس جلدی سے صدقہ بھیجو۔۔ساتھ میں ارتضی کا بھی صدقہ بھیجنا۔۔۔خدا نظر بد سے بچائے

--"بی جان نے کہا تھا--تو رباب نے پیچھے سے جاتے اس لمبے چوڑے مرد کو دیکھا تھا--جو ہر روپ میں نرالا ہی لگتا تھا---

----

دو تین گھنٹے بعد وہ فارغ ہوا تھا--فون کر کے گھر بتا چکا تھا-فہمیدہ بہت پریشان ہو گئی تھی سن کے--فوراً آنا چاہا تھا مگر ارتضی نے منع کر دیا تھا--گھر جانے کے لیے وہ نکلا تھا-تو سامنا لاوئج میں سحرش بیگم سے ہو گیا--

"اجازت دے آنٹی--پھر ملاقات ہو گی انشاءاللہ-"ارتضی نے کہا تھا--

"کھانے تک رک جاؤ-اور ہاں آنٹی نہیں میں آرب کی پھوپھو ہوں--تو تمہاری بھی پھوپھو ہوئی---"سحرش نے ہنستے ہوئے کہا تھا---

"نہیں کھانے تک رکنا تو مشکل ہے--پھر کبھی ضرور آؤں گا آپ کے ہاتھ کا کھانا کھانے--کیونکہ آپ کا حکم سر آنکھوں پہ پھوپھو---"ارتضی نے بھی ہنستے ہوئے کہا تھا---

"یہ میں دن دھاڑے کیا دیکھ رہی ہوں---خشک ارتضی حیدر ہنس رہے ہیں--پکا چوٹ میرے سر پہ لگی ہے--"رباب جو سامنے کی صوفے پہ لیٹی ہوئی تھی اٹھ بیٹھی تھی---

"ڈاکٹر نے زخموں کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کی ہے۔۔اور پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔۔اگر کوئی مسئلہ ہوا تو بلا جھجھک مجھے کال کر لیجئے گا۔۔خدا حافظ "ارتضی نے ایک نظر پیچھے بیٹھی رباب پہ ڈالتے ہوئے کہا تھا۔۔جو انکی باتوں کا ایک ایک لفظ سن رہی تھی۔۔۔

"ضرور۔۔۔خدا کی پناہ میں۔۔خیر سے جاؤ۔۔"سحرش کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔۔

"پھوپھو جان۔۔۔عیادت جو بیمار ہو اس سے کرتے ہے لوگ یا پھر انکے رشتے دواروں سے۔۔۔عجیب زمانہ آگیا ہے۔۔۔"ارتضی کو جاتے دیکھ رباب کی زبان میں کھجلی ہوئی تھی۔۔۔گھر کیا آئی کچھ دیر پہلے کی چپ بھی ٹوٹی تھی۔۔۔

"زبان واپس آگئی ہے آپ کی۔۔۔مجھے تو لگا تھا کہ آپ زبان کھو چکی ہیں ۔۔"ارتضی نے بھی واپس مڑ کے طنز کیا تھا۔۔۔

"توبہ۔۔۔یہ آپ عیادت کر رہے ہے کہ بد دعائیں دے رہے ہیں۔۔"رباب چڑی۔۔

"تو کیا اب پھولوں کے ہار لے کے آتا۔۔تاکہ پھولوں کے گلدستوں سے آپکو سلامی پیش کی جاتی۔۔۔"ارتضی نے رباب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"بلکل بھی نہیں۔۔۔کیونکہ آپ سے پھولوں سمیت گملوں کی تو امید کی جا سکتی ہے مگر گلدستوں کی تو ہرگز نہیں۔۔۔" رباب نے اسکی سڑی طبیعت پہ طنز کیا تھا۔۔۔ارتضی نے اسکو آنکھیں نکالی تھیں۔۔

"رولنمبر ٹوئنٹی ٹو۔۔۔" ارتضی نے روعب جھاڑنا چاہا تھا۔۔۔

"ارتضی سر میں یہاں آپ کی شاگرد ہرگز نہیں ہوں۔۔۔میں نے تنگ آ کے اپنا رول نمبر ہی بدل لینا ہے۔۔جب دیکھو رولنمبر ٹوئنٹی ٹو۔۔۔" رباب نے برا سا منہ بنایا۔۔۔

"دراصل آپکا دماغ اپنی جگہ سے کھسک چکا ہے۔۔۔پہلے بھی ڈھیلا ہی تھا مگر اب لگ رہا ہے رہی سہی کسر پوری ہو چکی ہے۔۔۔خدا حافظ۔۔۔" ارتضی نے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

"یہ انسان کبھی کچھ اچھا نہیں کہہ سکتا مجھ سے تو۔۔۔میرے ہی گھر میں میری ہی بے عزتی کر گئے۔۔ناٹ فیئر۔۔" رباب نے برا سا منہ بنایا تھا۔۔۔

حماد۔۔ایک اہم میٹنگ کے سلسلے میں مجھے شارجہ روانہ ہونا ہے۔۔ ابھی ارباز نے انفارم کیا ہے۔۔،، آرب نے حماد کو آفس بلا کے کہا تھا۔

,,ٹھیک ہے آپ فکر مت کریں۔۔۔ میں ادھر سب دیکھ لونگا۔۔۔کل تو ویسے بھی کوئی اہم میٹنگ نہیں ہے۔۔بس وہ فرحان مرزا والا ہی معاملہ ہے وہ میں نمٹا لونگا۔۔ آج میں عناب کے پاس بھی فوٹو گرافس لے کے جا رہا ہوں۔۔ امید ہے کچھ نہ کچھ ہو جائیگا۔۔،، حماد نے آرب کو بتایا تھا۔۔

,,مجھے فرحان مرزا کی طرف سے فکر لگی ہوئی ہے۔۔ وہ ضرور کچھ الٹا سیدھا کرے گا۔۔ عناب لوگوں کا فلیٹ میں رہنا بلکل بھی محفوظ نہیں۔ اس صورت میں تو بلکل بھی نہیں جب میں یہاں موجود نہ ہوں۔۔۔،، آرب کو اصل پریشانی اس بات کی تھی۔

,,یہ تو ہے۔۔ پھر کیا کر سکتے ہیں اب؟؟؟ آپ کے پاس کوئی حل ہے؟۔۔ حماد نے اسکی تائید کی تھی۔

تم یوں کرو عناب اور دیبا کو میرے گھر بھیج دو جب تک میں واپس نہیں آتا۔وہاں وہ لوگ حفاظت میں ہوں گے۔جیسے ہی میں واپس آتا ہوں بھر پر اپر حل نکالتے ہیں تم ان لوگوں کو شفٹ ہونے کا بولو۔آرب نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔کیونکہ وہی ایک محفوظ جگہ تھی جہاں کوئی اس پر غلط نظر بھی نہ ڈال سکتا تھا۔

چلیں میں آپ کو انفارم کرتا ہوں۔ حماد نے آرب کو کہا تھا اور باہر نکل گیا۔آرب نے میٹنگ کے لیے اگلی صبح نکلنا تھا۔اور واپسی کے امکانات ایک روز بعد کے تھے اس لیے واپسی سے پہلے وہ عناب کو کسی محفوظ جگہ چھوڑ کے جانا چاہ رہا تھا۔۔۔

اگلی صبح وہ شارجہ کے لیے نکل چکا تھا۔اور حماد دیبا اور عناب کو با حفاظت آرب کے گھر چھوڑ کے آفس روانہ ہوگیا تھا۔۔۔

"عناب کو یہ گھر کم محل زیادہ لگ رہا ہے" دیبا تو آرب کا محل نما گھر دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔وسیع و عریض پر آسائش گھر تھا۔جہاں دنیا و جہاں کی ہر چیز موجود تھی۔خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

"سر یہاں اکیلے رہتے ہیں میرا مطلب ہے ان کی فیملی؟؟؟" عناب جو ارد گرد کا جائزہ لینے میں مصروف تھی دیبا سے پوچھا تھا۔

"سر کی فیملی پاکستان میں سیٹل ہے۔سر اکیلے یہاں ہوتے ہیں۔وہ خود بھی پاکستان کم جاتے ہیں۔میرے خیال میں لاسٹ ٹائم دو سال پہلے ہی گئے ہونگے۔ حماد سر نے بتایا تھا۔" دیبا نے اپنی معلومات شئیر کی تھیں۔

"ہمم۔۔۔یہ امیر لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں پیسہ بنانے میں لگے رہتے ہیں اور اپنوں کو بھول جاتے ہیں۔" عناب نے تبصرہ کیا تھا۔

"ایک تو عناب تم امیر لوگوں کے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑی رہتی ہو سر تو اتنے اچھے ہیں۔انکا اپنا اسٹاف سے رویہ اتنا اچھا ہے تو اپنوں سے بھی اچھا ہوگا۔۔۔۔پتہ نہیں کیا سوچتی رہتی ہو تم تو۔" دیبا نے عناب کو جھڑکا تھا۔

"اچھا بابا سوری۔۔۔تم تو آفس جارہی ہو مجھے اس قید میں چھوڑ کے۔۔۔میں کیا کروں گی۔" عناب روہانسی ہوئی تھی۔

"ایک رحم دل شہزادے کے خوبصورت محل کی قید۔۔۔۔ناشکری انجوائے کرو۔" دیبا نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"ٹھہرو ذرا تم۔۔" عناب نے پاس پڑا کشن اچھال کر اسے مارا تھا۔دیبا کے جانے کے بعد عناب ٹی وی کے آگے بیٹھ گئی تھی۔

پھر کبھی دیبا کو فون کرتی رہی کبھی ارباز بھائی کو میسج جن کا جواب اس کو لیٹ ملتا رہا تھا۔کیونکہ آج وہ کام میں مصروف تھے۔کہیں جا کے شام ہوئی تو دیبا واپس لوٹی تھی دوپہر میں عناب نے برائے نام کھایا تھا۔اب بھوک چمک اٹھی تھی۔دیبا اور عناب کا کھانا کمرے میں ہی آگیا تھا۔کھانا کھانے کے بعد عناب تو کمرے میں سوگئی تھی جبکہ عناب باہر نکل کے پھر ٹی وی کے آگے بیٹھ گئی۔آج نیند تو آنہیں رہی تھی کچھ دوپہر میں سونے کی وجہ سے نیند اڑگئی تھی۔ وقت دیکھا تو

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔۔ عناب ٹی وی دیکھنے میں محو ہوگئی تھی جہاں فیری ٹیل چک رہی تھی۔ عناب کو دروازہ کھلنے اور لگنے کی آواز سنائی دی تھی۔۔ عناب کا دل اچھل کر باہر آنے کو بےتاب ہورہا تھا۔۔ بمشکل پیچھے مڑ کے دیکھا تو لیونگ روم کے دروازے میں اسے کسی کا سایا دیکھا تھا۔۔ اب اسکی رہی سہی ہمت جواب دے گئ۔۔

"چ۔۔۔چور۔۔۔چور۔۔۔" عناب کو جو سمجھ آیا اس نے وہ ہی کیا۔۔ وہ صوفے پہ بیٹھی چیخ اٹھی تھی۔۔۔ وہ اٹھ کے بھاگنے لگی تھی جب کسی نے اسکو دبوچا۔۔۔

"چہ۔۔ بالکل چپ۔۔۔" بھاری آواز عناب کے کانوں میں گونجی تھی۔۔۔ ہاتھ سختی سے منہ پے جمادیا تھا۔۔ عناب نے خوب سے آنکھیں بھینچ رکھی تھیں۔۔۔ سانس تیز ہوگئ تھی۔۔۔ سفید رنگت جو اب سرخ ہورہی تھی۔۔ اسکی حالت پے آرب کی ہنسی نکلی۔۔

"ملکہ عرب آنکھیں کھولیں... اتنا ہینڈسم بندہ آپکو چور لگ رہا ہے... کیا..." آرب نے ہنستے ہوئے کہا.. کو اس کو ہونقوں کی طرح دیکھ رہی تھی

"ہیلو میں ہوں آرب... ایلین نہیں ہوں جو یوں گھور رہی ہیں آپ... پہلے مجھے چور بنایا اب یوں گھور رہی ہیں.... ارادے کیا ہیں... ".. آرب نے بیگ صوفے پہ رکھا اور خود اسکے سامنے ہی کھڑا تھا...

"آپ... آپ تو شارجہ تھے ناں... اتنے جلدی کیوں آگیے...؟ اور یہ کونسا طریقہ ہے گھر میں گھسنے کا...؟ "عناب کو اسکی حرکت پہ غصہ آیا تھا... اسے لگا تھا چور آگیا ہے یا پھر فرحان مرزا کے آدمی...

"یہ بغل میں شارجہ ہے.. میرا کام ختم ہوگیا تو میں آگیا... عجیب بات ہے اپنے گھر پہ آنے پہ بازپرس ہورہی ہے مجھ سے... اور میں انتہائی شریفانہ طریقے سے گھر میں آیا ہوں دروازے کے راستے..." آرب بھونچلا گیا تھا اسکے سوالات...

اسکا اپنا گھر تھا وہ جب مرضی آئے

جائے۔

آرب کا جونہی کام ختم ہوا پہلی فرصت میں گھر کو روانہ ہوا تھا۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا دراصل مجھے لگا کہ ۔۔۔۔۔" عناب شرمندہ ہوئی بھلا اس کا گھر تھا جب مرضی آئے۔

"اب آپ کو شرمندہ ہونے کا تو نہیں کہا تھا مجھ نے نہ ہی میں وضاحت سننے کا موڈ نہیں ہے پہلے ہی تھک چکا ہوں پھر آپ کی عدالت میں حاضری ہوئی ۔"آرب نے ماتھے پر پڑے بال پیچھے کرتے ہوئے کہا تھا ۔

"آپ کھانا کھائیں گے؟ میں کھانا گرم کروں؟؟؟اس نے خفت مٹانے کو کہا۔

"کھانا تو نہیں ہاں مگر آپ کی چائے ڈیو ہے مجھ پہ ۔"آرب نے ہنستے ہوئے کہا تھا ۔عناب آرب کی ہنسی میں کھو گئی جلد حماقت کا احساس ہوا تو بولی۔

"رات کے اس ٹائم چائے ۔۔چائے پی کے نیند اڑ جانی ہے۔"عناب نے اسکو اطلاع دی تھی ۔"میری تو اڑ چکی ہے۔جب آپ نے چیخنا شروع کیا تھا ۔۔اور ویسے بھی کل آف ہے۔"آرب اسکے تاثرات سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"میں چائے بناتی ہوں ۔" وہ کہتی جلدی سے آگے بڑھ گئی ۔

آرب دس منٹ کے بعد فریش ہو کے ٹراوزر شرٹ میں باہر نکلا تھا ۔۔تو عناب پہ نظر پڑی جو صوفے پہ پریشان صورت لئے بیٹھی تھی ۔

"چائے بن گئی؟؟۔اور منہ پہ بارہ کیوں بج رہے ہیں ؟"آرب نے پوچھا تھا۔

" وہ ۔ ۔وہ دراصل ۔ "عناب نے ہچکچاتے ہوئے کہا تھا۔ "کیا وہ۔۔آگے بھی کچھ بول دیں۔"آرب نے پاکٹس میں ہاتھ ڈالتے ہوئے پوچھا تھا۔

"مجھے کچن نہیں ملا۔" عناب نے شرمندہ ہوتے ہوئے رونی شکل بنائی۔ آرب کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"آپ ہنس کیوں رہے ہیں میں کونسا یہاں صدیوں سے رہ رہی ہوں۔۔۔ اور کونسا یہ میرا گھر ہے جو مجھے پتہ ہوتا۔۔ اور آپ نے بھی تو بھول بھلیاں میں گھر بنوایا ہے۔۔ مانا کہ خدا نے آپ کو دماغ دیا ہے مگر آپ نے تو حد ہی کردی۔۔۔ اگر کوئی بندہ اندر داخل ہو تو بھول ہی جاتا ہے جانا کہاں تھا اور اب جائے کہاں۔۔۔؟" عناب کو اسکی ہنسی پہ تاؤ آیا تو اس پہ ہی نکال دیا۔۔۔

"اسلئے تو بنایا ہے کہ کوئی پری جب آئیں تو راستہ بھٹک جائیں۔"

آرب نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔۔ اور قدم آگے کو بڑھا دیئے۔۔

"بہت شوق ہے پریوں کا۔۔۔" عناب نے ہلکی سی آواز میں کہا تھا۔ آرب نے لیونگ روم سے نکل کے دائیں جانب راہداری میں مڑا تھا۔ جہاں ایک وسیع ہال تھا۔۔ اس ہال کو بھی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔۔ اس ہال کے آخری سرے پہ ایک دروازہ تھا جو کچن کا تھا۔۔

یہ رہا کچن.... آرب نے آگے بڑھ کر لائٹ ان کی آرب کے پیچھے ہی عناب نے قدم رکھا... وہ تو بھونچلا کے رہ گئی... یہ اتنا بڑا کچن تھا کیا...

اتنا بڑا تو ہمارا سارا گھر ہوگا"... عناب بے ساختہ اتنے بڑے کچن کو دیکھ کر بڑبڑائی تھی. ووڈ کیبن دیوار پر بنے ہوئے تھے.. سلیب پہ لگا چمکتا پتھر... دیواروں پہ لگا ماربل.. ڈیکوریشن کے لیے لگے فروٹس اور مختلف چیزوں کی تصاویر... شیشے کی الماریاں اور ان میں پڑے برتن....

وہ ارد گرد کا جائزہ لینے میں مگن تھی جبکہ آرب کے ہاتھ کام میں لگ چکے تھے.. گرم پانی دو مگوں میں انڈیلا.. ملک پاؤڈر کے چمچ گرم پانی میں مکس کئے دونو میں ٹی بیگ ڈبویا اور ٹرے میں شوگر پاٹ اور دونوں کپ رکھ کے وہ کچن ٹیبل پہ آگیا.. پانچ منٹ میں سارا کام کیا تھا اس نے... عناب حیرانی سے سب دیکھ رہی تھی...

"شوگر" آرب نے اسکے تاثرات دیکھتے ہوئے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ٹو۔"عناب منمنائی۔آرب نے شوگر ڈال کر اسکا کپ اسکی طرف کھسکایا۔اور اپنی کپ میں ایک چمچ ڈال کے اپنے سامنے کیا تھا۔

"عرصے سے اکیلا رہ رہا ہوں۔تو مجھے اپنے کام کرنے کی عادت ہے ۔چاہے ہی میرے کام کرنے کو ورکرز ہیں۔مگر خود کے کام کرتے ہوئے میں انجوائے کرتا ہوں۔کبھی کبھار تو وقت ملتا ہے"آرب نے عناب کی حیرت دور کرنے کو کہا تھا۔

"آج آپ نے اپنی کڑوی کافی نہیں پینی"عناب نے کڑوا سا منہ بناتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آپ تو کافی کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑی ہوئی ہیں۔

آج آپ کا ساتھ دینا تھا اسلئے آج خلاف عادت چائے پی رہا ہوں"

آرب نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

ابھی چند پل ہی گزرے ہونگے کہ عناب کی آنکھوں کے سامنے ماضی کا قصہ گھوم گیا تھا۔جب وہ کچن میں تھی اور ثاقب آگیا تھا۔آج بھی تو وہ انجان ملک میں انجان آدمی کے گھر رات کے اس پہر وہ اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔اگر اس نے کچھ ایسا ویسا کر دیا اسکے ساتھ تو۔۔۔۔یہ سوچتے ہی اسکے پسینے چھوٹ گئے تھے۔۔۔۔

اسنے ایک خوفزدہ نظر آرب پر ڈالی جو ہنستے ہوئے اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔مگر وہ اپنے حواسوں میں ہوتی تو بتاتی۔وہ غائب دماغی سے بیٹھی ہوئی تھی۔

عناب کیا ہوا ہے؟؟؟آریو آل رائٹ؟؟؟آرب نے اسکی کیفیت دیکھ کر پوچھا تھا۔جو تین چار دفعہ اسکو پکار چکا تھا۔مگر وہ سن نہیں رہی تھی۔

عناب کا چہرہ گیلا ہو رہے تھا پسینے سے۔ہتھیلیاں نم ہو رہی تھی۔

عناب۔۔۔کیا ہوا؟ سن رہی ہو؟؟؟آرب اب اٹھ کر پاس آیا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ اسکو ہاتھ لگاتا۔عناب الرٹ ہوئی تھی۔اسے لگا تھا ثاقب آرب کا روپ دھارے سامنے کھڑا ہے۔

"نہ۔نہیں۔ہاتھ۔۔ہاتھ مت لگائیں۔"عناب نے اپنی طرف بڑھتا ہاتھ دیکھ کر زور سے جھٹکا تھا۔آرب حیران پریشان اسکی صورت دیکھ رہا تھا۔آخر ہوا کیا ہے۔

عناب کرسی کو دھکیلتی ہوئی اندھا دھند باہر کو لپکی تھی۔آرب بھی پیچھے ہو لیا۔

"عناب بات تو سنو بتاؤ کیا ہوا ہے۔تم ٹھیک ہو ناں۔۔۔"آرب پریشانی سے اسکے پیچھے لپکا۔اور اسکا بازو پکڑ کر اسکو روکا۔جو بھاگنے کو مچل رہی تھی۔

"دیکھیں۔۔میں کسی کا کیا بگاڑا ہے۔۔۔مم۔۔مجھے جانے دیں۔۔کیوں مجھے اپنی حوس کا نشانہ بنانا چاہ رہے ہیں"۔۔۔عناب چینخی تھی۔لفظ ہوس پہ آرب کا دماغ تپ گیا تھا۔

"تمھارا دماغ ٹھیک ہے؟ ؟کیا بکواس کر رہی ہو۔۔۔"آرب چلایا تھا۔وہ اس حملے پہ بلبلا اٹھا تھا۔عناب اسکو کیا سمجھ رہی تھی۔اسکی رگیں تن گئیں تھیں۔اسنے اپنی گرفت مضبوط کی تھی عناب کے بازو پہ۔

ہاں آپ نے مجھے مفت کا مال سمجھ رکھا ہے۔اور اب آپکا اصلی روپ دیکھا ہے میں نے۔۔۔۔میں آپکو آپکے گندے ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دونگی۔عناب نے کہتے ہوئے مچلتے ہوئے اپنا بازو آزاد کروایا تھا۔اور صوفے میں جالگی۔اس سے پہلے کہ سنبھل پاتی سرپاس رکھے ٹیبل کی نوک میں لگا تھا۔تو خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔آرب جو ساکت کھڑا اس کا جنون دیکھ رہا تھا۔اسکی طرف لپکا عناب ہوش و خرد سے بیگانہ اب خون سے رنگے سر کے ساتھ فرش پہ بے ترتیب پڑی تھی۔

ماضی کبھی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔بری یادیں آکٹوپس کی طرح انسان کو جکڑے رکھتی ہیں۔خون چوستی رہتی ہیں۔ایسے ہی ماضی عناب کو جکڑے ہوئے تھا۔جب جب وہ حال میں آگے بڑھنے لگتی تھی کچھ نہ کچھ ایسا ہوجاتا تھا جو اسکو خوفزدہ کرکے پھر اسی نگری میں لا پٹختا تھا۔ناجانے کب تک یہ ماضی اور حال کی آنکھ مچولی چلنے والی تھی۔

Episode:8

میری روح میں اتر زرا

از قلم عنایہ احمد۔

قسط نمبر:۸

مجتبیٰ ملک کے چار بچے تھے۔ آرب، احتشام،ہشام اور سب سے چھوٹی بیٹی رباب مجتبیٰ تھی۔ احتشام اور ہشام جڑواں تھے۔ دونوں کی شکل ہو بہو ایک جیسی تھی۔ اگر دونوں کی جسامت میں فرق نہ ہوتا تو ان کو پہچاننا مشکل کم تھا۔ احتشام کا جسم پتلا تھا۔ جبکہ ہشام کا جسم بھرا ہوا تھا۔

آرب دونوں سے دو سال بڑا تھا۔ملک ہاؤس کا چشم و چراغ جو وجاہت کے ساتھ زندہ دل اور قابل انسان تھا۔ مجتبیٰ ملک کا شمار نیک لوگوں میں تھا۔

لوگوں کی مدد کرنا اور ان کے مسائل حل کرنا ان کا خاصہ تھا اور یہی عادات ان کی اولاد میں بھی تھیں۔

اس وجہ سے پورے گاؤں میں ان کی نیک نیتی مشہور تھی اور سب ان کا احترام کرتے تھے۔

دوسری طرف رحمت شاہ اور ان کے دو بیٹے جمال اور کمال تھے۔ دونوں نے عادات اپنے باپ سے لی تھیں۔ دھوکے بازی، جھوٹ اور شراب۔ کسی کی عزت تک ان سے محفوظ نہ تھی

کمیوں کی حیثیت ان کے نزدیک چیونٹی کے برابر بھی نہ تھی اور ان کی لڑکیوں کی عزتیں وہ پیروں تلے روندتے تھے۔ اور وہ غریب ان کی طاقت کے سامنے منہ تک کھولنے کی ہمت نہ کرتے تھے۔ صرف اپنے خدا سے ہی مدد طلب کر سکتے تھے اس کے سامنے ہی گڑگڑا سکتے ہیں ۔ آہ و فریاد کرتے ہیں۔ اور وہ خدا کسی کی پکار کو رد نہیں کرتا اور جس پکار میں شدت اور اور تڑپ شامل ہو اس کو تو بلکل ہی نہیں رد کرتا۔ اور شائد اب وقت آن پہنچا تھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب احتشام اور ہشام بی ایس کے پیپرز دے رہے تھے۔

ایک رات احتشام اپنے دوست کے گھر نوٹس لینے گیا تھا۔ جو گاؤں کے دوسرے کونے میں رہتا تھا۔ جہاں شاہوں کا ڈیرہ بھی راستے میں پڑتا تھا۔ وہ پیدل ہی تھا۔

واپسی پر رات کے ١٠ بج گئے تھے۔ جو گاؤں کے مطابق آدھی رات کا وقت سمجھا جاتا تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ سب لوگ گھروں میں سو رہے تھے۔

چار سو اندھیرا تھا۔ اور کچھ لوگ جن کے ضمیر مر چکے ہوتے ہیں اور ان کی انسانیت مر چکی ہوتی ہے اس رات کے اندھیرے میں کالے کرتوت کرتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کی اس اندھیرے میں کوئی کچھ نہیں دیکھ سکتا جو وہ کرتے ہیں مگر اس خدا سے تو کوئی نقطہ بھی مخفی نہیں۔

احتشام کو کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ شاہوں کے ڈیرے سے تھوڑا آگے ہی آیا تھا۔ کچھ لمحے کو رکا اور اپنا وہم سمجھ کر چلنے لگا مگر پھر سے آوازیں آئیں۔

اس نے غور کیا تو یہ آوازیں ڈیرے سے آ رہی تھیں۔ آوازیں کم ہو رہی تھیں۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے درختوں کی اوٹ میں آ کر کھڑا ہو گیا جو سڑک سے چھ سات انچ نیچے کھیتوں میں لگے ہوئے تھے۔ وہاں سے فارم کا بایاں حصہ نظر آ رہا تھا وہ دیکھنا چاہ رہا تھا کہ آوازیں کس کے چیخنے کی ہیں جو اب کم ہو رہی ہیں۔ ایک کھیت کی پگڈنڈی پر قد آور درختوں کی قطار تھی۔ اس نے سوچا کہ گیٹ پر گارڈ ہو گا۔ وہ درختوں کی اوٹ میں چل کر فارم جانے کا سوچ کر چل پڑا۔

جہاں سے اسے کھڑکی سے نظر آسکتا تھا وہ تھا فارم کا پچھلا حصہ جہاں اسے ایک کھلی کھڑکی نظر آئی تھی. پچھلے حصے میں روشنی نہ ہونے کے برابر تھی.وہ جائزہ لینے احتیاط سے وہاں تک گیا.

وہ اب ہمت کرتا اس ادھ کھلی کھڑکی تک گیا تھا.یہ کھڑکی کا کھلا ہونا شاید خدا کی طرف سے ایک اشارہ تھا اور کسی کی مدد کا انتظام تھا.

جیسے ہی اس نے اس کھڑکی کے پاس ہو کر اندر جھانکا تو احتشام کی ٹانگیں ایک دفعہ کپکپاگئ تھیں.اندر جمال شاہ نشے میں دھت کسی کی عزت خراب کرنے میں لگا ہوا تھا.احتشام ساڑھے ایک بالغ مرد تھا.وہ ایک دفعہ پورا گھوما تھا.اس نے کھڑکی کو تھاما.

حواس بحال کئے. مجتبی ملک کا بیٹا تھا کسی کو مرتے بے آسرا نہیں چھوڑ سکتا تھا.اگر کوئی آواز کرتا یا ان کو روکتا تو الٹا اس کی جان کو خطرہ تھا.

اتنی دیر میں اس کا چہرہ پسینے میں بھیگ چکا تھا. ایک خیال بجلی کی تیزی سے اس کے دماغ میں آیا. احتشام نے اپنی پاکٹ میں سے موبائل نکالا تھا اور کچھ سوچتے ہوئے کیمرہ آن کیا اس اینگل سے کہ لڑکی کی شکل نہ آئے. وہ زیادہ دیر برداشت نہ کر سکا تبھی پاس پڑا مٹھی جتنا پتھر اٹھایا اور زور سے کھڑکی پر مار دیا تھا.اور خود بچتا بچاتا وہاں سے بھاگ نکلا تھا.واپسی پر وہ کئ جگہ گرا بھی تھا مگر اسے کوئی ہوش نہیں تھی.

حویلی آیا تو اس کے کپڑے گندے ہو چکے تھے اور گرنے کی وجہ سے گھٹنوں سے پھٹ چکے تھے. علی جو ملک صاحب کے ساتھ کل دیکھا گیا واقعہ ہی ڈسکس کر رہا تھا یوں احتشام کو بدحواس دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا.

"شامی بچے کیا ہوا ہے" ملک صاحب بھی فوراً اس کی طرف بڑھے تھے. وہ اس وقت کوئ سہما ہوا چھوٹا بچہ لگ رہا تھا

"بابا.....وہ.....لوگ....." شامی نے خشک گلے کو تر کرتے ہوئے کہا تھا.

"بتاؤ شامی کیوں پریشان کر رہے ہو. کیا ہوا میرے بچے کو" ملک صاحب نے بے قراری سے پوچھا تھا جنہوں نے ہمیشہ اپنے بچوں کو زمانے کے سرد و گرم سے بچا کر رکھا تھا.

احتشام نے پاکٹ سے موبائل نکال کے ان کی طرف بڑھا دیا۔ جیسے جیسے وہ یہ ویڈیو دیکھ رہے تھے انکے رنگ اڑ رہے تھے۔

"دیکھو رحمت شاہ یہ جو تمھارے بیٹے کرتے پھر رہے ہیں بہتر ہے کہ تم ان کو روک لو, ورنہ میں تو ہوں. تم یہ سمجھ رہے ہو کہ کوئ تمھاری اصلیت نہیں جانتا تو تم غلط ہو. اپنے رعب سے تم لوگوں کو دبا سکتے ہو مجھے نہیں. مجھے ان خودکشیوں کے پیچھے کیا ہو رہا ہے سب پتا ہے. تمہیں ذرا ڈر نہیں اس ذات کا"

مجتبی ملک نے رحمت شاہ کو پہلے صلح جو انداز میں سمجھانا چاہا تھا. شاید کہ بات بن جائے.

"کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے ملک. خوامخواہ کی الزام تراشی سے پرہیز کرو. ورنہ...." رحمت شاہ نے کہا تھا

خوامخواہ کی الزام تراشی بالکل نہیں. کل رات کی تمہارے بیٹے کی کالی کرتوتوں کے ثبوت ریکارڈ ہیں میرے پاس. اس لیے کہ رہا ہوں کہ سدھر جاؤ. اگر اب تمہاری ایک بھی حرکت سے کسی گاؤں والے کا دل بھی دکھا تو تمہیں اور تمہارے بیٹوں کو میرے عتاب سے کوئی نہ بچا سکے گا. یہ بات اپنے بیٹوں کو بھی سمجھا دو" مجتبی ملک نے سخت لہجے میں کہا تھا.

"یہ دھمکیاں کسی اور کو دینا ملک. میرے بیٹے کیا کرتے ہیں کیا نہیں تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے سمجھے" رحمت شاہ نے کہا تھا.

"ٹھیک ہے مرضی تمہاری. تمہارے شیطانوں کو روکنے کے لئے خدا نے میرے بیٹوں میں ہمت دی ہے. اب دیکھنا میں کرتا کیا ہوں" مجتبی ملک نے کہتے ساتھ کال بند کر دی تھی.

رحمت شاہ غصے میں ٹہل رہا تھا۔ وہ علاقے پر اپنا جما ہوا خوف اور حکومت گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

پکا ملک کے ہاتھ کوئی ثبوت ہے۔ کچھ دیر کے لیئے خود اور اپنے بیٹوں پر قابو پانا ہو گا۔ یہ ہی وقت کا تقاضا ہے۔ تبھی سامنے سے کمال شاہ آتا نظر آیا تھا۔

" یہ تو کیا کرتا پھر رہا ہے۔ زرا ہوش سے سنبھل کر۔ ملک کو تمھارے کرتوت کا پتا لگ گیا ہے۔ اور اس کے پاس ثبوت بھی موجود ھیں"۔ رحمت صاحب اپنے سپوت پر گرجے تھے۔

" ملک کی اتنی جرات۔ وہ الیکشن میں ہارنے کا بدلہ لینا چاہ رہا ہو گا۔ مجھے ان لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ قانون خرید سکوں"۔ کمال شاہ طاقت کے نشے میں چور تھا۔

"کمال شاہ میں کہ رہا ہوں کہ کچھ دیر کے لیئے محتاط ہو جاؤ۔ یہ نہ ہو کہ ہم علاقے کے لوگوں کو اپنے رویے سے باغی بنا دیں۔ اس ملک کے ارادے مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے"۔ رحمت شاہ اسے کچھ سمجھانا چاہ رہا تھا مگر اس پہ اس وقت پیسے کا نشہ اور طاقت کا غرور چڑھا ہوا تھا۔

"اس کو تو میں وہ سبق سکھاؤں گا کہ وہ یاد رکھیں گے۔ سارا موڈ خراب کر دیا۔ کرم داد گاڑی نکالو"۔ کمال شاہ جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس چلا گیا۔ رحمت شاہ کو طوفان کا خدشہ ہو رہا تھا مگر خودسر باغی بیٹوں کو سمجھا نہ سکتے تھے۔

ابھی وہ اپنے فارم پر جانے والی سڑک پر تھا جب اس کی نظر منشی نذیر کے گھر کھڑی ملک مجتبیٰ کی گاڑی اور باڈی گارڈز پر پڑی۔ وہ طیش میں آگیا۔ منشی نذیر کی بیٹی نے آج صبح زندگی کی بازی ہار دی تھی۔ کس کی وجہ سے یہ اس کو بہتر پتا تھا۔

" کرم داد جو کام ہم نے دو چار دن بعد محض ڈرانے کے لیئ کرنا تھا وہ کام کل ہی ہو جائے اور کوئ بھی نہ بچ پائے"۔ کمال شاہ نے سفا
کیت سے کہا تھا اور گاڑی زن سے آگے بڑھ گئ۔

"آجائیں سب کھانا لگ گیا ہے"۔ بلقیس بیگم نے سب کو کہا تھا۔

احتشام، ہشام اپنی کتابیں سب چھوڑ کر بھاگے آئے تھے۔

" ندیدے ہیں دونوں ایسے لگ رہا ہے جیسے جنگل سے چھوٹے ہوں"۔ بی جان کے پاس بیٹھی رباب نے کہا تھا۔

" چل لومڑی دماغ نہ کھاؤ کل ویسے بھی پیپر ہے"۔ یہ ہشام تھا۔

" دماغ ہو گا تو کھاؤں گی نا۔ ہاہاہا "۔ رباب نے کہا تو ہشام نے اسکا کان مڑوڑا۔

" شامی بھائی"۔ رباب نے مدد کو پکارا۔

" نہ کرو ہشام۔پٹو گے مجھ سے"۔ احتشام نے اپنے دو منٹ بڑے ہونے کا رعب جمایا تھا۔

" اچھا جی دو منٹ بڑے بھائی"۔ ہشام نے کہا تھا۔

" بس کرو باتیں بچوں اور کھانا کھاؤ "۔بی جان نے ان سب کی نظر اتارتے ہوئے کہا تھا۔ تبھی سحرش بھی اندر داخل ہوئی تھیں۔ اور سب کو سلام کر کے رباب کے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں۔

" آرب سے بات ہوئی؟" بی جان نے کہا تھا۔

" جی ہوئی ہے وہ آج زرا مصروف تھا اس لیۓ آپ سے بات نہیں کر سکا"۔ سحرش نےبی جان کی فکر پہ مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

" شکر ہے مولا۔ میرا دل پتا نہیں کیوں بیٹھا جا رہا ہے۔ خدا سب ٹھیک کرے۔ میرے بچوں کو اپنی حفاظت میں رکھے"۔بی جان نے آیۃ الکرسی پڑھ کر سب پر دم کیا۔ لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔

صبح کالج جاتے ہوئے احتشام اورہشام کی گاڑی پہ فائرنگ ہوئی تھی۔جس کی وجہ سے وہ دونوں شدید زخمی ہوئے تھے۔ملک ہاؤس پہ قیامت ٹوٹ گئی تھی۔وہ دونوں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ملک صاحب نے جواں بیٹوں کو کو

خون آلودہ کپڑوں میں دیکھا تو ضبط کھو بیٹھے تھے۔آرب بھی وطن واپسی کے لیے فلائٹ پکڑ چکا تھا۔ہر کوئی صدمے سے نڈھال تھا۔لمحے صدیوں پہ محیط لگ رہے تھے۔نیکی کی راہ پہ ان کو کن حالات سے سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔مگر ابھی تو یہ آغاز تھا۔نیکی کی سیدھی راہ ہمیشہ کٹھن ہوتی ہے۔کیونکہ خدا نے انسان کو آزمائشوں سے گزار کے مضبوط اور صابر بنانا ہوتا ہے۔سب سے الگ اور منفرد۔

انسان کو صبر سیکھانا مقصود ہوتا ہے۔اور کبھی کبھی تو اس راہ میں سب سے عزیز ترین چیزوں جو قربان کرنا پڑ جاتا ہے۔

جوان بیٹے آئی سی یو میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے۔پولیس نے بھی کاروائی شروع کر دی تھی۔مگر رحمت شاہ کا اثرورسوخ اسکو بچا رہا تھا۔شام کے پانچ بجے جب آئی سی یو کا دروازہ کھلا تھا تو سب بے صبری سے ڈاکٹر کی سمت بھاگے تھے مگر ڈاکٹر کا ایک لفظی جواب "sorry" سب کو جیتے جی مار گیا تھا۔قیامت کا سا منظر تھا۔آہ وبکا۔آرب باپ کو سنبھالنے آگے بڑھا تھا جو یہ خبر سنتے ہی گرنے لگے تھے۔ہر آنکھ اشکبار تھی۔دل جوان اموات پہ ماتم کناں تھا۔

جب صندوقوں میں میتیں ملک ہاؤس لائے گئی تھیں تو رونے سے حویلی کی درودیوار لرز اٹھے تھے۔

دوسری طرف عناب حویلی کے کواٹر میں بخار میں جھلس رہی تھی۔
ہوش و خرد سے بیگانہ۔اسے حویلی والوں پہ ٹوٹنے والی قیامت کی خبر نہ
تھی۔علی بھی اس کٹھن وقت میں وفادار ملازم ہونے کا ثبوت دیتا ملک صاحب
کے ساتھ ساتھ تھا۔آرب اور ارتضی میں کوئی راز چل رہا تھا۔نڈھال سے آرب
کو ارتضی سہارا دیئے ہوئے تھا۔
تدفین والے دن کے بعد آرب کو واپس دوبئی بھجینے پہ ملک صاحب کا اصرار بڑھ
رہا تھا۔
"بابا۔۔"ملک صاحب اس وقت اپنی سٹڈی میں اندھیرے میں بیٹھے ہوئے
تھے جب آرب نے آواز دی تھی اور ساتھ ہی لائٹ آن کی تھی۔ملک صاحب
کے اشک رواں تھے۔باپ کی اجڑی حالت دیکھ کے آرب کا دل کٹ سا گیا
تھا۔انہوں نے بازو وا کئے تھے آرب اگلے ہی پل آگے بڑھا تھا۔
"بابا حوصلہ کریں۔خدا کا فیصلہ تھا یہ۔"آرب بمشکل بولا تھا۔جان سے
پیارے بھائی کھوئے تھے۔
"آرب کیا کروں میں یار۔۔احتشام کی آخری بات میرے کانوں میں گونج رہی
ہے۔وہ کہہ رہا تھا بابا ہار مت مانئے گا۔وہ لوگ درندے ہیں۔خون میں لت
پت بھی مجھ سے یہ عہد لے رہا تھا کہ میں انکو سزا دلواؤں۔مجھے ایک پل بھی

اسکی آواز سکون نہیں لینے دے رہی ۔۔میرے شہزادے مجھ سے چھن گئے ۔"ملک صاحب کی آواز میں کرب تھا۔اولاد کو کھونا آسان تو نہیں ہوتا ۔وہ اولاد جس کی معمولی سی تکلیف پہ بھی والدین بے چین ہوئے ہو اٹھتے ہیں ۔اتنی تکلیفوں کے بعد پال پوس کے اب مٹی کے سپرد کر آئے تھے۔

ہائے ان ماں باپ کے حوصلے اور صبر۔۔کسی کی مدد کی خاطر ،نیکی کی راہ پہلی قربانی میں اپنا آشیانہ ہی جل گیا تھا۔

"بابا اس بات کو پورا کرنے کی ہی خاطر حوصلہ کریں آپ ۔ہمت مت ہارے کیونکہ آپ کے شہزادے یہ چاہتے تھے ناں ۔ہمارا احتشام گناہگاروں کو انکے انجام تک پہچانا چاہتا تھا اب وہ یہ کام ہمارے ذمہ لگا گیا ہے ۔میں ہوں ناں آپ کے ساتھ ۔"آرب نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں آرب تم یہاں نہیں رہ سکتے ۔تم فوراً دوبئی واپس جاؤ گے۔مجھ میں اور حوصلہ نہیں پہلے ہی دو بیٹوں کو کھو چکا ہوں ۔اب تمہیں کچھ ہوتا نہیں دیکھ سکتا ۔میں خود دیکھ لوں گا سب ۔"ملک صاحب آرب کی بات پہ حواس باختہ ہوئے تھے۔

"بابا ریلکس۔۔"آرب نے انکو پریشان ہوتا دیکھ کے کہا تھا۔

"بس تم جلدی سے واپسی کا انتظام کرو بس ۔۔" ملک صاحب حتمی انداز میں بولے تھے۔

آج چوتھا روز تھا عناب کو بخار میں جلتے ہوئے۔ علی گھن چکر بن کے تہ گیا تھا حویلی اور کوارٹر کے چکر لگاتا ۔ اسنے کسی اور کو عناب کی طبیعت کے بارے میں بتایا بھی نہ تھا وہ لوگ خوامخواہ پریشان ہوتے پہلے ہی وہ لوگ شاک میں تھے۔ڈاکٹر نے آج دوا بدلی تھی تو عناب کی طبیعت میب بہتری آئی ۔

"آپا کیسی طبیعت ہے آپ کی اب ۔۔" علی اسکے سرہانے بیٹھا پوچھ رہا تھا۔ رات کے ساتھ بج چکے تھے۔

"ہمم ۔بہتر ہوں اب علی ۔پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا ۔ اچھا بھلی تو تھی۔" عناب بولی تھی۔

"دیکھیں کیا حال کر لیا ہے اپنا ۔ رنگ پیلا ہو گیا ہے آپکا ۔" علی نے کہا تھا۔ عناب مسکرا دی۔

"ہو جاؤں گی ٹھیک ۔ ارباز بھائی کی کال آئی تھی کیا؟؟ وہ ٹھیک ہے۔؟" عناب نے پوچھا تھا۔

"جی سب ٹھیک ہے بس آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائے۔پھر ہم نے بہت سے کام کرنے ہیں ۔"علی نے عناب کو دیکھ کے کھوئے انداز میں کہا تھا۔

"اچھا ۔۔کون سے کام ۔۔"عناب نے پوچھا تھا۔

"بس بتاؤں گا ۔ابھی آپ ٹھیک تو ہو جائے ۔"علی نے اسکی طبیعت کے پیش نظر اسکو ملکوں کے بارے میں کچھ نہ بتایا تھا ۔اور جو ملازم کوارٹر میں آتے تھے انکو بھی کچھ بتانے سے منع کر رکھا تھا۔

"اچھا ۔اگر تو اچھے کام ہوئے تو ضرور ساتھ دونگی میں اپنے شہزادے کا ۔"عناب نے اسکا گال تھپتھپایا۔

"اچھے ہی ہیں ۔اور میں برے کام کروں گا بھلا ۔"علی نے کہا تھا۔

"آپا میرا دل کرتا ہے میں ساری برائی ختم کر دوں ۔ظلم لوگوں کو انکے انجام تک پہنچا دوں چاہے وہ کتنے ہی طاقت ور کیوں نہ ہوں ۔"علی نے کھوئے انداز میں کہا تھا۔

"ہمارے اختیار میں طاقتوروں سے لڑنا نہیں ہے ۔مگر ہم انکو برا بھلا کرنے پہ ملامت کر سکتے ہیں بس ۔"عناب نے کہا تھا۔

"مگر یہ تو ایمان کا سب سے نچلا درجہ ہوا آپا۔ہم کیونکر ڈرے ایسے لوگوں سے ۔مقابلہ کرنا چاہیے ۔"علی نے کہا تھا۔

"علی کیسی باتیں کر رہے ہو۔مجھے خوف آرہا ہے۔"عناب کو علی کی باتوں سے ڈر محسوس ہوا۔

"ارے آپا کچھ بھی نہیں ویسے ہی بات کر رہا تھا۔آپ کیوں ڈر گئی ہے۔یہ لیں دودھ پی لیں۔"علی نے عناب کا اڑتا رنگ دیکھاتو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا کیونکہ یہ وقت نہ تھا بات کرنے کا۔مگر شاید اب بات کا وقت بھی نہیں ملنے والا تھا۔

عناب کی طبیعت اب پہلے سے بہتر تھی مگر وہ کام کے لیے حویلی نہیں جا رہی تھی۔مگر اسکو حویلی کی خاموشی کھٹک رہی تھی۔ہر کوئی خاموش تھا۔علی بھی آج کل پراسرار لگ رہا تھا۔آرب واپس جا چکا تھا۔علی ابھی کوارٹر میں سویا ہوا تھا۔رات کو اسنے ملک صاحب کے ساتھ شہر کے لیے نکلنا تھا۔

وہ کواٹر کی چھت پہ جانے والی سیڑھیوں پہ بیٹھی ہوئی تھی۔جہاں سے گاؤں کے کھیت صاف نظر آتے تھے۔

شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ہرے بھرے کھیت لہلہا رہے تھے۔کچھ لوگ کھیتوں میں کام کرتے نظر آرہے تھے۔کچھ لوگ پگڈنڈیوں پہ چل رہے تھے۔ہوا نے ماحول کو اور بھی سحر انگیز بنا دیا تھا۔عجیب خاموشی تھی۔ہر چیز جو

لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ایک عجیب حزن اور ملال عناب کو اپنے اندر پھیلتا محسوس ہوا تھا۔اس پراسرار ماحول سے اسے اچانک خوف محسوس ہوا تھا۔تو اسکا دل ڈوب گیا تھا۔ تبھی موذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدیاں بلند کی تھیں۔ عناب اٹھی اور نماز ادا کرنے چل دی۔

"ملک صاحب سب تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔" ایک آدمی نے اندر آکے بتایا تھا۔کل کورٹ کی پہلی سنوائی تھی۔جس میں ملک صاحب نے اس ویڈیو سمیت جانا تھا جو شاہوں کو موت تک پہنچا سکتی تھی۔

شاہوں کو اس ویڈیو کا علم ہو چکا تھا اب وہ کسی بھی حال میں اس ویڈیو کو تباہ کرنے کے درپے تھے۔ صبح تک کورٹ میں صحیح سلامت پہنچنا ایک معرکہ بنا گیا تھا۔اس لئے آج رات کو رازداری سے نکلنے کا پلان کیا گیا تھا۔

"ہمم ٹھیک ہے۔علی کدھر ہے۔؟" ملک صاحب نے علی کا پوچھا تھا جس کے پاس ویڈیو چپ تھی۔

"جناب وہ گاڑی میں آپکا انتظار کر رہے ہے۔بارہ بج چکے ہیں۔اگر ابھی ہم لوگ نکلے تو صبح کے چار بجے تک شہر پہنچ جائے گے۔وہاں آپکو بحفاظت ٹھہرانے کا انتظام میں کروا چکا ہوں۔" اس آدمی نے آگاہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم نکلتے ہیں ۔ حویلی میں ہر کسی کو ہوشیار رہنے کا بول دو ۔ ہم یہاں نہیں ہونگے تو مجھے پیچھے کی بھی فکر لگی رہے گی ۔ "ملک صاحب نے کہا تھا۔

"جناب آپ فکر مت کریں ۔قابل بھروسہ آدمی ہیں یہاں سب ۔ "پھر مودب سا جواب آیا تھا۔اور دونوں آگے پیچھے چلتے باہر کو نکل پڑتے تھے۔ملک صاحب کو گاڑی کے پاس کھڑے ایک آدمی نے چادر دی تھی جس میں انہوں نے اپنا آپ لپیٹ لیا تھا۔گاڑی بھی انہوں نے اپنی استعمال کرنے کی بجائے آج دوسری کی تھی۔ڈرائیونگ سیٹ علی سنبھالے بیٹھا تھا۔ملک صاحب پیچھے جا کے بیٹھ گئے تھے۔پہلے ایک جیپ آگے نکلی تھی جہاں انکی حفاظت کو آدمی موجود تھے پیچھے علی کی گاڑی نکلی تھی ۔ہر طرف گھوپ اندھیرا تھا ۔صرف گاڑیوں کی روشنی سے سڑک روشن ہو رہی تھی۔

گاؤں کی حدود سے پانچ منٹ نکلنے سے پہلے دو گاڑیاں سامنے سے آئی تھیں اور ان میں سے نکل کے آدمیوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔ہر طرف سے انگارے بلند ہو رہے تھے۔دل دہلا دینے والا منظر تھا۔

"ملک صاحب آپ فورا نظر بچا کے گاڑی سے نکل کے اس نچلے ٹیلے میں چھپ جائے ۔ "علی نے کہا تھا۔وہ صرف اس وقت علی کی جان بچانا چاہ رہے تھا۔

"مگر۔۔ "ملک صاحب نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"یہ ضروری ہے اس وقت انکو یہ ہی لگے کہ گاڑی میں کوئی نہیں ہے۔اس طرف اندھیرا بھی ہے آپ کسی کی نظر میں بھی نہیں آئے گے۔" علی نے کہا تھا اور ساتھ ہی انکی طرف کا دروازہ کھولا تھا۔ملک صاحب پل میں غائب ہوئے تھے۔اور جا کے خود کو درختوں کے جھنڈ میں چھپا لیا تھا۔

پانچ سے آٹھ منٹ تک یہ سلسلہ جاری رہا تھا۔جو لوگ بچ گئے تھے وہ پھر گاڑی میں سوار ہو کے فرار ہو گئے تھے۔ملک صاحب والی گاڑی کے انجن کو آگ لگ چکی تھی۔ملک صاحب نے شور تھمنے کے بعد باہر نکلنے کے بعد دیکھا تھا تو ہر طرف خون ہی خون تھا۔لاشیں بکھری پڑی تھیں۔دونوں گروپس کے لوگ مارے گئے تھے۔

"علی۔۔" ملک صاحب نے اپنی گاڑی جلتی دیکھی تو بے اختیار علی کو پکارتے آگے بڑھے تھے۔مگر اب شاید دیر ہو چکی تھی بہت دیر۔وفاداری اور نیکی کی جنگ میں وہ بھی حصہ لے چکا تھا۔

کیسے بتاؤں

کیا ہوتا ہے

دنیا سے ہر درد چھپانا

اپنی ذات کی دیواروں سے سر ٹکرانا

اپنے سر کو اپنے کاندھے آپ ٹکانا

اشک بہانا

ہر دکھ اپنا. خود کو سنانا

خود سے روٹھ کے آپ منانا

اپنے اندر آگ جلا کر

اپنی ذات کو راکھ بنانا

یہ سب سہہ کر

پھر بھی جینا

جیتے رہنا

اور پھر اس پر

خوش ہونے کا ڈھونگ رچانا

کیا ہوتا ھے

دیبا نے ایک نظر بیڈ پہ سوئی عناب پہ ڈالی تھی۔جس کے سر پہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔کچھ دیر پہلے والے واقعہ پہ اسنے تاسف سے سر ہلایا اور درازہ بند کر کے باہر

نکل آئی تھی۔ابھی کچھ دیر پہلے حماد انکو گھر چھوڑ کے گیا تھا ہاسپٹل سے واپسی پہ۔آرب تو نا جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔آرب سے خوفزدہ ہو کے جب وہ دوڑی تھی تو گرنے سے ٹیبل کا کونہ سر پہ لگا تھا اور خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔آرب تو حماد کو کال کر کے غائب ہو گیا تھا۔مختصراً ساری تفصیل بتا کہ وہ چلتا بنا تھا۔

قصور ان حالات میں عناب کا بھی نہ تھا۔اس پہ حالات نے اپنی چھاپ چھوڑی تھی۔پہلے ماں اور باپ کی لڑائیوں میں پستی رہی پھر زرا بڑی ہوئی تو باپ نے سوتیلی ماں کو سر پہ لا بٹھایا جس نے اپنے رویوں سے اسکا جینا حرام کر دیا تھا پھر ثاقب کا شیطانی چہرہ دیکھنا پڑا۔
اور جس بھائی نے اعتماد دیا تھا اور جس کا سہارا تھا وہ ہی دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔اور بڑا بھائی کمانے کے چکروں میں دور بیٹھا ہوا تھا۔اسکی زندگی میں دوراہے ہی ایسے آئے تھے کہ وہ کسی پہ یقین نہیں کر پائی تھی۔

مناہل اس وقت یونی کے گراونڈ میں کتابیں اردگرد بکھیر کے بیٹھی نوٹس بنا رہی تھی۔باقی سب کیفے میں تھیں۔ان سب کا آج یونی کے بعد رباب کے گھر

جانے کا ارادہ تھا۔کالز تو کل کی ہزار کر چکیں تھیں۔مناہل جلدی جلدی اپنا کام ختم کر رہی تھی۔جب عقب سے آواز پہ سر اٹھایا تھا۔

"ہیلو۔مناہل۔۔"ماہم نے اپنی سریلی آواز میں کہا تھا۔مناہل نے سر اٹھا کے دیکھا تو ایک پل کو مناہل کا دل تھم سا گیا تھا۔کیونکہ ماہم کے ساتھ حمدان قریشی بھی تھا۔

"ہیلو۔"مناہل نے سرسری انداز میں کہتے ہوئے حمدان کو اگنور کیا تھا اور واپس کتابوں پہ جھک گئی۔

"کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں مناہل؟؟"ماہم نے پوچھا۔

"تمہاری بھی یونی ہے جہاں مرضی بیٹھ سکتی ہو۔میں کیوں منع کرنے لگی۔"مناہل کو غصے تو بہت آیا مگر ضبط کر گئی تھی۔حمدان اس تمام وقت میں خاموش تھا۔مگر مناہل اسکی نظریں اپنے چہرے پہ محسوس کر سکتی تھی۔اسلئے پیچ وتاب کھا کے رہ گئی۔

"کیسی ہو مناہل؟؟۔"حمدان نے اسکے سامنے گھاس پہ بیٹھتے ہوئے سوال کیا تھا۔اسکی آواز پہ مناہل نے بے ساختہ سر اٹھایا۔وہ بھی مناہل کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔عجیب پیغام سا تھا اسکی آنکھوں میں۔

"ٹھیک ہوں۔مجھے کیا ہونا ہے۔" مناہل نے لٹھ مار انداز میں کہا تھا۔دل تو کر رہا تھا کہ کرارا سا جواب دے مگر ماہم کی موجودگی کا احساس کر گئی تھی۔

"خدا نہ کرے کہ کچھ ہو۔" حمدان نے اسکے انداز پہ ہنستے ہوئے کہا تھا۔مناہل کو وہ زہر لگا تھا۔

"رباب کیسی ہیں اب؟؟بہت دکھ ہوا مجھے سن کے۔رباب کے بابا کوئی کرپٹ انسان لگ رہے ہیں مجھے جو یوں ہو رہا انکے ساتھ۔" ماہم نے عجیب لہجے میں سوال کیا تھا۔

"کسی انسان کے بارے میں جانے بغیر اسکے بارے میں رائے قائم کرنا نہایت ہی غلط بات ہے مس ماہم۔اور میرے خیال میں آپکو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ یوں انکی ذات پہ بات کریں۔" مناہل نے اپنا لہجہ سخت کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہاری پہلی بات سے بلکل متفق ہوں۔کسی انسان کو جانے اور پرکھے بغیر رائے دینا کہاں کی عقلمندی ہے بھلا۔یہ تو سامنے والے سے زیادتی ہے ناں۔مگر افسوس لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں۔" حمدان نے مناہل کو گھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کچھ باور کروایا تھا۔اسکا مطلب سمجھ کے مناہل تپ گئی تھی۔

"ارے زین آؤ ناں ۔ ادھر آؤ تمہیں مناہل سے ملواؤ ۔ میں اسکی بات کر رہی تھی ۔" اس سے پہلے کہ مناہل کوئی جواب دیتی حمدان کو ماہم نے پاس سے گزرتے ٹولے کو آواز دے ڈالی تھی ۔ جس کا سربراہ زین درانی تھا ۔ یونی کا مشہور امیر ترین بگڑا لڑکا اور ماہم کا کزن تھا ۔ اسکا سارا گروپ بھی ایسا ہی تھا ۔ مناہل اپنے ذکر پہ گڑبڑا گئی تھی مگر چپ بیٹھی رہی ۔

"اوہ ۔۔ تو آج اس شاہکار سے ملاقات ہو ہی گئی ۔ جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کے پایا ۔" مناہل کا جائزہ لیتے ہوئے زین درانی نے اپنے ازلی لہجے میں کہا تھا ۔ ساتھ ہی زین اور اور اسکا چمچہ فرقان مناہل کو عجیب نظروں سے گھورتے اسکے دائیں جانب گھاس پہ بیٹھ گئے ۔ حمدان کو ماہم پہ غصے آ رہا تھا ۔

"ہیلو مس مناہل ۔ بہت عرصے سے آپ سے ملنے کی خواہش ہو رہی تھی ۔ مجھے زین درانی کہتے ہیں ۔ میرا پتہ تو ہو گا ناں ۔" زین نے ہاتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا تھا ۔ مناہل کے دل میں آیا کہ دو لفظ بھیج اسکی صورت پہ یہاں سے غائب ہو جائے ۔

"کیسے ہو زین ۔ نظر نہیں آئے تم کافی دنوں سے ۔" حمدان نے اسکا مناہل کی طرف بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا تھا اور بات بدلی ۔

"بس تمہیں تو پتہ ہے ناں ہمارے کاموں کا۔پہلے ان سے تو مل لینے دو۔" زین نے حمدان کو ایک آنکھ مارتے ہوئے لوفرانہ انداز میں کہا تھا۔حمدان کا تو دل کیا اسی ہاتھ سے اسکا منہ توڑ دے۔

"مناہل دراصل زین کے بھتیجوں کے لیے کسی ٹیوٹر کی ضرورت تھی۔تو مجھے تم اس کام کے لیے بہتر لگی تھی۔کچھ عرصہ پہلے تم یہ کام حمدان کے گھر بھی کر چکی ہو۔پیسوں کی فکر مت کرو۔وہ بہت اچھا پیکج ہو گا کچھ میں بات کر لوں گی ۔تم ہاں بولو بس۔" ماہم نے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا تھا۔مناہل کو پہلی دفعہ اپنی کم حیثیت پہ دکھ اور غصہ آیا تھا۔اس نے ہے ہتھلیاں نم پڑ گئی تھیں ۔آنکھوں کے کنارے بھی نم ہوئے۔مگر وہ خود پہ قابو پانے کے جوہر سے واقف تھی۔حمدان کے سامنے اس تذلیل پہ وہ حقیقتاً لرز گئی تھی۔اگر حمدان سامنے نہ ہوتا تو شاید وہ ماہم کو سخت باتیں سنا دیتی مگر اب۔

"لازماً یہ حمدان اور ماہم کی سازش ہو گی جو یوں مجھے ذلیل کروا رہے ہیں سب کے سامنے۔اس انسان سے ہر کام کی امید کر سکتی ہوں میں۔" مناہل نے تلخی سے سوچا تھا۔بدگمانی بہت بری چیز ہے۔جو اچھائی کو بھی دھندلا کے رکھ دیتی ہے۔مناہل بھی شاید اسکا شکار ہو گئی تھی۔

"ہاں جی مناہل آپکو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔آپکو پیسوں کے علاوہ اور بھی بہت سے سہولیات دی جائے گئیں۔کیوں بھئی فرقان۔"زین نے فرقان کو آنکھ مارتے ہوئے اسکے تائید چاہی تھی۔ان سہولیات کا مطلب حمدان بخوبی سمجھ چکا تھا۔اس لیے خود پہ قابو نہ پا سکا۔

"زین مناہل کو ہرگز بھی یہ آفر منظور نہیں ہے۔تب وہ فری تھی مگر آجکل یونی ہے۔تم کسی اور ٹیوٹر کو دیکھ لو۔"حمدان نے خود کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"حمدان کسی اور میں مناہل والی بات تو نہیں ہوگی ناں۔یہ تو اپنی اپنی سی لگتی ہیں۔"زین نے اب حد کر دی تھی۔

"دیکھیں زین صاحب میں آپکی آفر پہ سوچ کے جلد آپکو بتا دونگی۔آپکا شکریہ جو آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔۔خدا حافظ۔"مناہل نپے تلے لفظوں میں جواب دیتی اپنی چیزیں سمیٹ کے اٹھی تھی۔وہ یہ الفاظ ہرگز نہ کہتی زین جیسے شخص کو۔مگر اب جبکہ حمدان بھی اس معاملے میں بول رہا تھا تو مناہل نے صرف اسکی بات کی نفی کے لیے نیم رضامندگی کا اظہار کیا تھا۔اس وقت اسکو یہ اندازہ ہرگز نہ تھا کہ یہ نرمی اسکے لیے یہ رنگ لا سکتی ہے مستقبل میں۔

"تم پاگل ہو گئی ہو کیا۔ اس گھٹیا انسان کے گھر میں تمہیں ہرگز نہیں جانے دونگا ۔ اگر تمہیں جاب ہی کرنی ہے تو میں بندوبست کروا دیتا ہوں ۔ مگر یہ زین ہرگز بھی نہیں ۔" مناہل کو اپنے پیچھے حمدان کی آواز سنی تو گارڈن سے باہر جاتے قدم بے ساختہ رکے تھے۔

"آپ ہوتے کون ہیں حمدان صاحب یہ سب حدیں مجھ پہ جاری کرنے والے آخر۔ میرے جو جی میں آئے گا میں وہ ہی کرونگی ۔ اسلئے آئندہ کبھی اس لہجے میں مجھ سے بات مت کیجئیے گا ۔" مناہل نے سرخ ہوتی آنکھوں سے کہا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اپنی ضد میں تم اتنی اندھی ہو جاؤ گی میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ بس کردو مناہل ۔ آنکھیں کھولو اپنی ۔ سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے ۔" حمدان نے بے بسی سے کہا تھا۔

"جی بلکل حمدان صاحب ۔ ابھی بھی آپ اور ماہم اتنی اچھی آفر لے کے آئے تھے میرے لیے ۔ اب یہ اچھے ہونے کا ڈھونگ کرنے میرے پیچھے چلے آئے ہیں کہ وہ زین اچھا انسان نہیں ہے۔ مگر آپ سے تو اچھا ہے ناں ۔ جو بھی ہے سامنے ہے۔ آپ کی طرح اسکے ہزار روپ تو نہیں ناں ۔" مناہل نے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔ اور ماہم کی اس بکواس میں حمدان کو بھی شامل کر دیا۔

"مناہل مجھ سمجھ نہیں آرہی میں کس طرح تمہیں یقین دلاؤ کہ میں ویسا نہیں ہوں جیسا تم مجھے سمجھ رہی ہو۔" حمدان نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے ہارے لہجے میں کہا تھا۔

"آپ بس مجھ سے دور رہے یہ ہی اچھا ہو گا۔" مناہل نے کہا تھا اور ایک نظر حمدان کی شکوہ کرتی آنکھوں میں دیکھا تو فوراً نظریں پھیرتے آگے بڑھ گئی تھی۔

"حمدان ۔۔کدھر گم ہو گئے ہو چلو چلیں ۔" ماہم نے اسکا بازو پکڑ کے اسکو ہلایا تھا جو مناہل کو جاتے ہوئے تک رہا تھا۔

"شٹ اپ ۔جسٹ شٹ اپ۔تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی ایسی گھٹیا حرکت کرنے کی۔ سمجھتی کیا ہو تم خود کو ۔آئندہ کبھی زین شاہ سے مناہل کے متعلق بات مت کرنا ۔" حمدان پھنکارتا بازو چھڑوا کے غصے سے تن فن کرتا پارکنگ کی جانب بڑھ گیا تھا۔اور ماہم ہکی بکی کھڑی دیکھتی رہ گئی۔

سب لوگ یونی کے بعد رباب کے گھر جمع ہو گئی تھیں ۔اب گھر میں اودھم مچا ہوا تھا۔رباب کے کمرے سے قہقہوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں ۔تبھی ارتضی اپنی ماما فہمیدہ اور حفصہ کو لے کے آگیا تھا۔حفصہ اور فہمیدہ سب سے ملنے کے

بعد رباب کے کمرے میں چلی گئیں تھیں جبکہ ارتضی کو مجتبی صاحب سے کام تھا تو انکے روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"ماما یہ سب لوگ بھی میری یونی میں پڑھتی ہیں۔"حفصہ نے سلام دعا کے بعد فہمیدہ کا سب سے تعارف کروایا تھا۔

"ماشاءاللہ۔بہت پیاری بچیاں ہیں۔خدا سب کے نصیب اچھے کرے۔"فہمیدہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"آمین۔آمین۔بس انکے نصیبوں سے ہی ڈر لگتا ہے۔"پاس بیٹھی بی جان نے نم لہجے میں کہا تھا۔

"اوئے حفصہ تم ادھر کدھر؟؟"مقدس سے آخر رہا نہ گیا تو رباب کو گھورتے ہوئے حفصہ سے پوچھ ہی لیا۔

اسکی بات پہ رباب بھی ہنسی۔

"بتاؤ حفصہ۔مجھے تو مت گھورو کدو۔"رباب نے ہنستے ہوئے مقدس کو کہا تھا۔

"میں ارتضی سر کی بہن ہوں۔اور یہ ہماری ماما ہیں۔"حفصہ نے ہنستے ہوئے مقدس سمیت فضا،نشاء اور نیہا کے سر پہ بم پھوڑا تھا۔مناہل رباب کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھی مسکرا رہی تھی کیونکہ وہ پہلے ہی واقف تھی۔

"مگر تم لوگ یہاں کیسے حفصہ۔"نیہا کو اسکی یہاں موجودگی سمجھ نہ آرہی تھی۔

"یار آرب بھائی اور سر ارتضی بیسٹ فرینڈز ہیں۔" رباب اس بار خود بولی تھی۔

"رولمنبر ٹوئنٹی ٹو۔تمہاری تو خیر نہیں ہمارے ہاتھوں۔" نشاء نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔تبھی دروازہ کھلا تھا اور ملازمہ اندر آئی تھی اس کے پیچھے ہی وائٹ کپڑوں میں ملبوس ایک لڑکی جو نرس تھی۔

"آپ سب لوگوں کو بیگم صاحب بلا رہی ہیں۔ٹیبل لگا دیا ہے۔اور یہ رباب باجی کی مرہم پٹی کرنے آئی ہیں۔" ملازمہ نے کہا تھا۔

"آجاؤ بچیوں کچھ کھا پی لیں۔آؤ بیٹی تم بھی۔" بی جان نے فہمیدہ بیگم اور لڑکیوں سے کہا تھا۔نرس اندر آچکی تھی۔

"کیسی ہیں آپ۔" نرس نے اپنی پیشہ ورانہ انداز میں کہا تھا۔

"جی بہتر ہوں۔مگر درد ہو رہی ہے سر میں بھی اور ہاتھ میں بھی پین کلر لی ہے اسلئے ابھی بہتر محسوس کر رہی ہوں۔" رباب نے کہا تھا۔

"میں ادھر ہی ہوں رباب کے پاس تم لوگ جاؤ۔" مناہل نے کہا تھا تو سب آگے پیچھے نکل گئی تھیں۔

سب بیٹھے چائے پی رہے تھے جب رباب کے کمرے سے آتی چیخوں کی آوازوں کے ساتھ ہی سحرش سیڑھیوں سے اترتی نظر آئی تھی۔

"ہائے سحرش کیا ہوا میری بچی کو۔کب سے وہ یوں شور کر رہی ہے۔"بی جان نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

"بی جان کچھ بھی نہیں ہوا۔پتہ نہیں کب بڑی ہو گی۔کب سے بیچاری نرس مجھے اور مناہل کو اس لڑکی نے آگے لگا رکھا ہے۔نہ ہی ڈریسنگ ٹھیک کے کروا رہی تھی اور اب انجکشن نہ لگوانے کا شور ڈال رکھا ہے۔"سحرش نے کرسی کھینچ کے بیٹھتے ہوئے صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔

"یہ پٹاخہ رباب انجکشن سے ڈرتی ہے سیریسلی۔"فضا نے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔سب ہنس دئیے تھے۔تبھی ایک اور دل دہلا دینے والی رباب کی چیخ نے جہاں سب کو ہنسنے پہ جبکہ مجتبی صاحب کے کمرے سے فائلز سمیت نکلتے ارتضی کو چونکا دیا تھا۔

"اسلام علیکم۔"ارتضی نے سب کو دیکھتے ہوئے سلام کہا تھا اور بی جان کے سامنے جھکا۔سب لڑکیوں نے بھی کھی کھی کرتے ہوئے ارتضی سر کو سلام کیا تھا۔جسکا سنجیدگی سے اسنے جواب دیا تھا۔

"آنٹی رباب کسی صورت میں انجکشن نہیں لگوا رہی۔جبکہ سسٹر کا کہنا ہے کہ یہ ضروری ہے۔"مناہل نے نیچے جھانکتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا کروں میں اس لڑکی کا۔" بلقیس بیگم نے مناہل کی آواز سن کے ماتھا پیٹا تھا۔ساتھ ہی رباب کی پر احتجاج آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ارتضی کو ساری بات سمجھ میں آگئی تھی۔

"اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں مدد کر دوں۔" ارتضی نے پوچھا تھا۔

"ہاں ضرور۔اگر وہ تمہاری بات مان لے۔" سحرش بیگم نے کہا تھا۔

ارتضی سرہلاتا شاہانہ چال چلتا سیڑھیاں عبور کرتا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہوا تو منظر کچھ یوں تھا۔نرس ہاتھ میں انجکشن بھرے کھڑی تھی۔مناہل رباب کی منتیں کر رہی تھی۔اور رباب میڈم بیڈ کے بیچوں و بیچ بیٹھی ہوئی تھی۔اردگرد کشن اور تکیے بکھرے پڑے تھے۔جو کہ اس معرکہ کے دوران ہی الٹ پلٹ ہوئے تھے۔ارتضی اپنے پیروں میں پڑا ایک کشن اٹھاتا سائیڈ پہ رکھتا آگے بڑھا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے رولنمبر ٹوئنٹی ٹو۔" ارتضی کی گھمبیر آواز پہ رباب نے سر اٹھا کے اسے دیکھا تو جو کیمل کلر کی شرٹ میں تروتازہ اپنے دراز قد میں سامنے کھڑا خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہا تھا۔

"سر آپ۔یہ سب آپکی سازش ہے ناں۔آپ نے ہی کل اس نرس کو ٹائم دیا تھا یہاں آنے کا ہے ناں۔حالانکہ مجھے لگتا کے مجھے انجکشن کی ضرورت بھی

نہیں ہے ۔مگر سب آپ لوگوں کی سازش ہے جو مجھ معصوم کو اتنا بڑا انجکشن لگوا رہے ہیں۔" رباب روہانسی ہوئی تھی۔

"اور مناہل تم غداری تو مت کرو۔" رباب نے ساتھ ہی مناہل کو لتاڑا تھا۔

"مناہل آپ جائیں نیچے ۔میں ادھر سب سنبھال لوں گا۔" ارتضی نے پریشان کھڑی مناہل سے کہا تھا۔

"مگر سر۔۔۔" مناہل نے کچھ کہنے کو منہ کھولا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں ۔صرف یہ دو منٹ کا کام ہے ۔اور ہو گیا آج کا کوٹہ پورا آپ کے پاگل پن کا ۔۔؟؟" ارتضی مناہل کو کہتے رباب کی طرف متوجہ ہوا جو اب ڈوپٹہ ٹھیک کرتی بیڈ کی ایک سائیڈ پہ ٹک کے بیٹھی ہوئی تھی۔مناہل سر ہلاتی باہر نکل گئی تھی۔جبکہ نرس بیڈ کے دائیں جانب رکھی کرسی پہ بیٹھ چکی تھی۔کیونکہ وہ اس سب سے اکتا گئی تھی۔

"میں کبھی انجکشن نہیں لگوایا۔مجھے ڈر لگتا ہے ۔اسلئے اب بھی نہیں لگواؤں گی۔بس اتنی سی بات آپ لوگوں کو سمجھ نہیں آرہی۔" رباب مصلحتی انداز سے بولی تھی۔

"چپ چاپ سسٹر سے انجکشن لگوا لیں ورنہ دوسری صورت میں میں نے لگا دینا ہے۔مجھے اسکا تجربہ ہے نہیں تو سرنج بازو میں ہی ٹوٹ جائے گی۔جس سے

مسئلہ زیادہ ہو جائے گا۔بازو میں انفیکین ہو جائے گا بازو کاٹنا بھی پڑ ا سکتا ہے۔اب فیصلہ کر لیں کس سے انجکشن لگوانا ہے۔" ارتضی نے نقشہ کھینچا تھا ساتھ ہی نرس کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا تھا۔رباب ٹکٹکی باندھے ارتضی کی دل دہلا دینے والی باتیں سن رہی تھی۔

"خدا کا خوف کریں ۔اگر آپ کو انجکشن لگے تو آپ پہ کیا گزرے گی۔" رباب نے پلکیں جھپکتے ہوئے معصوم لہجے میں پوچھا تھا۔

"کچھ بھی نہیں صرف زرا سی سوئی بازو میں سے گزرے گی۔جو ابھی آپ کے بازو میں ہے ۔۔" ارتضی نے کہتے ہوئے اسکا بائیں بازو پکڑا تھا جس میں نرس نے اپنے پیشہ ورانہ انداز سے روئی رکھنے کے بعد انجکشن لگا رہی تھی۔رباب باتوں میں اتنی مگن ہوئی تھی کہ اسے پتہ ہی نہیں لگا ۔رباب نے بازو میں گھستی سوئی کو دیکھ کے چیخ ماری تھی۔

"ہلنا مت ورنہ نیڈل ادھر ہی رہ جائے گی۔بس دو منٹ کا کام ہے۔" ارتضی نے اسکی آنکھوں سے نکلتے موٹے موٹے آنسو دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"بس ہو گیا ۔آپ خوامخواہ اتنا ڈر رہی تھیں ۔" اپنے کام سے فارغ ہو کے نرس نے کہا تھا۔ارتضی نے بھی اسکی روتی بسورتی صورت دیکھی تھی اس وقت وہ

کوئی بچی ہی لگ رہی تھی۔بے ساختہ ارتضی کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آئی تھی۔جسے وہ جلد چھپا گیا تھا۔

"شکریہ آپ کا بہت بہت۔"ارتضی نے نرس کا شکریہ ادا کیا۔اور نرس مسکراہٹ اچھالتی اپنا بیگ پکڑتی نیچے چلی گئی۔

"آگیا آپ کو سکون یہ ظلم کرکے۔آپ کو ٹیچر نہیں کچھ اور ہونا چاہیے تھا۔"اپنا بازو پکڑے وہ مسلسل بول رہی تھی۔

"اور تمہیں ایک نہیں بلکہ پاگل پن کے پورے کورس کے انجکشن لگنے چاہیے۔آرام سے بیٹھ جاؤ زخم ابھی بھرے نہیں ہیں۔خون نکلنے لگ گیا ہے۔"ارتضی نے رباب کی ماتھے کی پٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔اس سے پہلے کہ رباب کوئی جواب دیتا سحرش کی آواز آگئی تھی۔

"لگ گیا انجکشن۔بس اتنی سی بات تھی۔مگر رباب تم نے تو آسمان سر پہ اٹھایا ہوا تھا۔"اندر آتی سحرش نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"بعض لوگوں کو بات آرام سے سمجھ نہیں آتی۔اسلئے انکو ان کے ہی سٹائل میں سمجھانا پڑتا ہے۔"ارتضی نے رباب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کل اگر کسی نے مجھ سے انجکشن لگوانے کی بات کی ناں تو سن لیں پھوپھو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"رباب نے سحرش بیگم کی طرف

دیکھتے ہوئے سنایا کسی اور کو تھا۔

"کل لگتا بھی نہیں ہے۔پھوپھو یہ شروع سے ہی ایسی ہیں۔؟؟؟"ارتضی نے رباب کو کہنے کے ساتھ اپنی کنپٹی پہ انگلی رکھ کے پاگل پن کی طرف اشارہ کیا تھا۔ سحرش ہنس پڑی تھی۔

"پھوپھو۔۔"رباب نے احتجاج کیا تھا۔

"اچھا اچھا ریسٹ کرو میرا بچہ۔ارتضی بچے آؤ نیچے چلتے ہیں۔میں مناہل لوگوں کو بھجتی ہوں۔زیادہ ہلو مت ابھی۔"سحرش نے رباب کو کہا تھا اور باہر نکل گئی تھی۔

"انسان مروتاً کسی بیمار سے حال چال بھی پوچھ لیتا ہے۔اس میں پیسے تو خرچ نہیں ہوتے۔۔"رباب کی زبان پھر پھسلی تھی۔

"ابھی چوبیس گھنٹے پہلے ہی اس بیمار بندے کی تیمارداری کا فریضہ میں ہاسپٹل سے ادا کرو کے گھر لایا تھا۔"ارتضی نے بھی رباب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تو وہ نیکی تھی ناں۔اب جتا جتا کے کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔"رباب نے چیخ کے کہا تھا۔

"اس بیمار بندے کی گز لمبی زبان تو جوں کی توں چل رہی ہے۔حالانکہ یہ پہلے بند ہونی چاہئے تھی سپیشلی تمہارے کیس میں۔"ارتضی نے تنک کے اسکی زبان

درازی پہ طنز کیا تھا۔رباب کے جواب دینے سے پہلے ہی نیہا لوگ شور ڈالتی اندر داخل ہوئی تھیں ۔ارتضی کو دیکھ کے خاموش ہو گئی تھیں ۔

"کیسے ہیں سر آپ ۔"نیہا نے پہل کی تھی۔

"الحمداللہ میں ٹھیک ہوں ۔آپ سب سنائیں کیسی ہیں ؟؟۔"ارتضی نے خوش اخلاقی سے پوچھا تھا۔تو سب کو جھٹکا لگا تھا کسی کو اس سے اس خوش اخلاقی کی امید نہ تھی۔

"جی ہم سب بھی ٹھیک ہیں ۔سر مجھے آپکا ٹیچنگ سٹائل بہت پسند ہے ۔اتنے اچھے سے آپ پڑھاتے ہیں کہ سب کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔۔"اب کے جواب مقدس کی طرف سے آیا تھا۔جو کہ سو فیصد سچ بھی تھا۔

"جی یہ بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے سر ہم سب تو آپ کے فین ہیں ۔"اب کے نشاء چہکی تھی۔ارتضی مسکراتے ہوئے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔حفصہ اور مناہل رباب کے پاس بیڈ پہ بیٹھی مسکراتی انکی باتیں سن رہی تھیں۔

"بہت شکریہ آپ کا ۔یہ تو اچھی بات ہوئی کہ آپ سب کو میری سمجھ لگ جاتی ہے ورنہ اکثر لوگوں کے سر کے اوپر سے میرا سارا لیکچر گزر جاتا ہے۔۔"ارتضی نے چوٹ کی تھی ۔اسکی بات پہ سب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگ پڑی تھی اسکا مطلب سمجھ کے ۔جبکہ رباب سلگ کے رہ گئی تھی۔

"بلکل ٹھیک کہا ہے ایسے لوگوں کا خدا ہی حافظ ہے سر۔چلیں چھوڑیں آپ مجھے اپنا نمبر دے دیں تاکہ میں آپکو واٹس ایپ پہ ایڈ کر سکوں اور ایک گروپ بنا لیں کیونکہ اب تو آپ ہماری حفصہ کے بھائی نکلے ہیں تو اتنا تو بنتا ہے ناں ۔۔"نشاء پھر میڈیا بیچ میں لے آئی تھی۔

"ویل میں سوشل میڈیا اتنا یوز تو نہیں کرتا ۔خیر آپ میرا نمبر حفصہ سے لے لی جائیے گا۔آپ سب سے مل کے اچھا لگا ۔خدا حافظ ۔"ارتضی نے کہتے ہوئے بات سمیٹی تھی۔

"ہمیں بھی ۔خدا حافظ ۔"لڑکیوں نے کہا تھا۔ارتضی ایک نظر ٹوئنٹی ٹو پہ ڈالتا باہر نکلتا چلا گیا تھا۔

دیبا آرب کے آفس سے نکلی تھی ۔عناب کمپیوٹر پہ فائل تیار کر رہی تھی۔دو دن بعد آج عناب آفس آئی تھی ۔اپنے رویہ پہ اسکو غصہ تھا مگر وہ کیا کرتی اسکے اختیار میں کچھ نہ تھا۔

"عناب آرب سر تمہیں آفس میں بلا رہے ہیں ۔"دیبا نے اطلاع دی تھی۔

"کیا ۔۔مم ۔مجھے ۔۔مگر کیوں ؟؟"عناب کے طوطے اڑ گئے تھے۔

"کیوں کیا مطلب ۔۔یار کوئی کام ہو گا ناں ۔جاؤ اس سے پہلے کہ سر کو اور غصہ آئے۔مگر اب پلیز کوئی حماقت مت کرنا ۔" دیبا نے عناب کو دو دن پہلے والی بات یاد دلائی تھی۔

"دیبا پلیز وہ بات بار بار مت کرو ۔مجھے خود نہیں سمجھ آرہا کہ میں کیسے اتنا ری ایکٹ کر گئی۔حالانکہ آرب سر ایسے نہیں ہیں جانتی ہوں میں ۔مگر اس وقت پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔"عناب روہانسی سی بولی تھی۔

"اچھا اچھا پلیز تم میری باتوں کو سیریسلی نہ لو ۔موڈ ٹھیک کرو اپنا اب ۔جاؤ اس سے پہلے کہ سر کو مزید غصہ آئے ۔" دیبا نے کہا تھا۔

عناب ہمت کرتی سرہلاتی چل پڑی۔آفس کا دروازہ کھول کے جانے ہی لگی تھی کہ دو ورکرز منہ لٹکائے باہر نکل رہے تھے اور اندر سے آرب کی دھاڑ نما آواز بھی آئی تھی جس کا مطلب تھا کہ غصہ اپنے عروج پہ ہے۔عناب کا دل دھڑکا تھا۔ہتھیلیاں نم ہو گئی تھیں ۔وہ اپنا ڈوپٹہ ٹھیک کرتی ہاتھ پہ بندھی گھڑی کی طرف دیکھتی ہمت کرتی اندر گئی تھی۔

لارا پہ آرب کسی بات پہ برس رہا تھا۔ایک اچٹتی سی نظر جب اندر داخل ہوتی عناب پہ ڈالی تو غصہ اور تیز ہوا ۔لارا کو جانے کا کہہ کے اب وہ عناب کی طرف متوجہ ہوا تھا جو کہ دروازے کے پاس ہی کھڑی تھی۔

"آپ کو اب کوئی سپیشل انویٹیشن دینا ہو گا یا اٹھا کے لانا ہو گا۔تشریف رکھیں محترمہ۔"آرب کا طنز گونجا تھا۔عناب نے ذرا سا سر اٹھا کے اسکو دیکھا جو اسکو ہی گھور رہا تھا تو فوراً عناب سر جھکا کے آگے چل پڑی۔

"یہ چیئر ہے جیسے بیٹھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔تو گھورنا بند کریں اسکو اور تشریف رکھیں۔میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں ہے۔"آرب نے سرد لہجے میں کہا تھا۔عناب کو یہ کہی سے بھی نرم لہجے

والا آرب نہ لگا تھا۔

"کیا آپ بتانا پسند کریں گی کہ پچھلے دو دن آپ آفس کیوں نہیں آئی؟؟آپ اس آفس کی ورکر ہیں مگر آپکا ایٹی ٹیوڈ ایک اونر سے بھی زیادہ ہے۔اتنی ذہین ہیں کہ آپکو اتنا بھی نہیں علم کہ اپنی غیر حاضری کی اطلاع دینا لازمی ہے۔"آرب مسلسل اس پہ برس رہا تھا۔

"یہ رہی آپکی رپورٹ۔پچھلے چار ماہ سے آپ اس کمپنی کا حصہ ہیں مگر آپکی کارکردگی صفر ہے۔میں آخر کس بھرتے پہ آپکو مزید اپنی کمپنی میں رکھوں۔کچھ بتانا پسند کرے گی آپ مس عناب جمشید۔"آرب نے ایک ایک لفظ چبا کے کہتے ہوئے ایک فائل اسکے سامنے اچھالی تھی۔عناب نے ایک نظر اٹھا کے آرب کو دیکھا تھا۔ایک لحظے کو آرب کو اپنے لہجے کی سختی کا احساس ہوا

تھا۔عناب کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے جو اسکو شکوہ کرتے نظر آئے تھے۔اگلے ہی پل آرب کو عناب کی اس رات والی بے اعتباری اور اپنی ذات کے لیے استعمال کیا گیا لفظ ہوس یاد آیا تھا۔تو ایک غصے اور اشتعال کی لہر دوڑ گئی تھی۔

"I hate tears.stop crying.."

آرب نے سخت لہجے میں کہتے ہوئے جبڑے آپس میں بھینچے تھے۔

"لسن مس عناب جمشید دس ازیور لاسٹ چانس۔مجھے سائٹ کی فائل آج رات نو بجے تک ریڈی چاہئیے۔آپ ابھی سائٹ پہ جائیں گی اور کام سٹارٹ کرے گی۔انڈرسٹینڈ۔۔"آرب نے کہا تھا تو عناب نے سائٹ کے نام پہ جھکا سر اٹھایا تھا۔

"مم۔۔میں ک۔کیسے۔۔سائٹ۔سائٹ پہ جا سکتی ہوں ۔۔وہ۔ت۔۔۔"عناب تو سائٹ کا نام سن کے ہی دہشت میں آگئی تھی۔تو بدقت بولی تھی۔

"نو آرگیومنٹس۔مجھے آج رات تک یہ فائل چاہیے۔سو لیو ناؤ۔"آرب تو جیسے کان لپیٹے بیٹھا تھا۔اب کے کرخت لہجے میں بولا تھا۔تو عناب اٹھ کے باہر نکل گئی تھی۔آرب نے اپنا سر پیچھے کرسی پہ لگا لیا تھا۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔"آرب بڑبڑایا تھا۔

"مجھے اتنا روڈ نہیں ہونا چاہیے تھا۔"آرب کو اپنے لہجے کا احساس ہوا تھا۔جو بھی تھا وہ ایک لڑکی تھی آخر اسکی خاطر اسُنے اپنی جان مصیبت میں ڈالی تھی وہ سائٹ کے نام سے ہی خوفزدہ ہو گئی تھی ۔

"میں نے اسے سائٹ پہ ہی جانے کا بول دیا ۔افف۔۔"آرب منمنایا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کے خود جاتا یا پھر کال کر کے منع کرتا حماد کے ہمراہ کلائنٹ آفس میں داخل ہو چکے تھے۔مجبوراً انکے ساتھ آرب کو رکنا پڑا ۔پندرہ بیس منٹ بعد وہ جب کلائنٹ کے ساتھ باہر نکلا تو دیبا اکیلی بیٹھی نظر آئی تھی۔کلائنٹس کی ہمراہی میں وہ لفٹ کی طرف بڑھا تھا جب بلڈنگ سے نکلتے ہوئے اسکی نظر روڈ سائیڈ پہ کھڑی عناب پہ پڑی تھی ۔اسنے شولڈر پہ بیگ ڈالا ہوا تھا۔کلائنٹ سے ہاتھ ملانے کے واپس جاتے آرب کے قدم گولی کی آواز سے تھم گئے تھے وہ پیچھے مڑا تھا تو عناب اسے روڈ پہ کھڑی نظر آئی تھی جس کے سامنے سے ایک گاڑی تیزی رفتاری سے گزرتی چلی گئی تھی۔سب ایک لمحے میں ہوا تھا۔ہر منظر جیسے تھم سا گیا تھا۔کائیں سائیں سائیں کرنے لگ گئے تھے۔عناب زمین پہ ڈھیر تھی خون اس کے اردگرد پھیلتا جا رہا تھا۔وقت نے ایک اور چال چلی تھی ۔اب کی بار شاید زندگی کی بازی ہارنی پڑ جانی تھی۔

میری روح میں اتر زرا

از قلم عنایہ احمد۔

قسط نمبر:۹

آرب ساکن کھڑا خود سے چند فٹ کے فاصلے پہ زمین پہ ڈھیر خون میں لتھڑی پڑی عناب کو دیکھ رہا تھا۔اپنے غصے کی وجہ سے وہ اس بیچاری پہ چلایا تھا اور اب وہ صرف اس کی وجہ سے یوں موت کے منہ میں جا پڑی تھی۔اگر اسکو کچھ ہو گیا تو ؟؟؟اس احساس نے آرب کے منجمند وجود میں ہلچل مچا دی تھی وہ دوڑتا ہوا عناب کی طرف گیا تھا۔مگر چند فٹ کا فاصلہ ختم نہیں ہو رہا تھا۔اسے یوں لگ رہا تھا کہ وہ آگے کو بڑھ رہا ہے مگر اسکے قدم اسکو پیچھے دھکیل رہے ہیں۔وہ گرتا پڑتا عناب تک پہنچا تھا۔عناب خون میں لتھڑی بے حس و حرکت بے سدھ زمین پہ ڈھیر تھی۔

"عناب۔۔"آرب نے اسکو سیدھا کرتے ہوئے پکارا تھا۔کیا کیا نہ تھا اسکی آوازیں۔۔بے چینیوں نے آرب کا وجود حصار میں لے رکھا تھا۔عناب کی اس

حالت پہ آرب کا دل کٹ گیا تھا۔اور اسکو اپنی حالت غیر ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔تبھی حماد اور دیبا کی آوازیں آئی تھیں اسے مگر وہ بے حس وحرکت عناب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا۔جیسے اگر یہ ہاتھ چھوٹ گیا تو دنیا روٹھ جانی ہے۔

آرب کو ہوش تو تب آیا تھا جب عناب کا بے جان ہوتا ہاتھ آرب کی گرفت ڈھیلی ہونی کی وجہ سے پھسلا تھا۔اسے یوں لگا جیسے زندگی اسکے ہاتھوں سے نکل رہی ہوں ۔معصوم سا چہرہ اس وقت خاموش تھا۔

"کال دی ایمبولینس ۔ہری اپ۔۔"آرب دھاڑا تھا۔اگر دیر ہو گئی تو۔اس احساس نے اسکے وجود میں بجلیاں دوڑا دی تھیں ۔وہ عناب کا چہرہ ہاتھوں میں لیتا تھپک رہا تھا۔ساتھ ساتھ دیوانہ وار اسکو بلا رہا تھا۔

" plzzz anab wake up??open your eyes..anab ..."

وہ خون آلود ہاتھوں سے اسکا چہرہ تھپک رہا تھا۔جو غنودگی میں جا رہی تھی۔اگلے ہی پل حماد کی آواز اسکے کان میں پڑی تھی۔

"چلیں آرب سر۔۔"آرب یہ آواز سنتا ایک پل ضائع کئے بغیر عناب کو بازوں میں بھرتا گاڑی تک لے کے گیا تھا۔راستہ آج طویل تر ہوتا جا رہا تھا یا شاید

آرب کو یوں لگ رہا تھا۔ آرب عناب کو غنودگی میں نہ جانے دینے کے لیے مسلسل جتن کر رہا تھا۔ مگر عناب کا ذہن ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

ہسپتال پہنچ کے اسے فوراً آئی سی یو میں لے جایا گیا تھا۔ آرب کی وائٹ شرٹ اس وقت خون آلودہ تھی ہاتھ بھی خون سے بھرے تھے۔

وہ دونوں ہاتھ منہ پہ رکھے خود پہ ضبط کرتا آئی سی یو کے کوریڈور میں بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھیں ضبط سے سرخ پڑ گئی تھیں۔ عناب کی اس حالت کا ذمہ دار وہ خود کو سمجھ رہا تھا۔ اور یہ احساس اسکو مارے ڈال رہا تھا۔ آج سے دو سال پہلے اسکے بھائی نے اپنی جان دی تھی اور آج آرب کے واسطے وہ اپنی جان پہ گولی کھا گئی تھی۔ آرب کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کر دے۔ اس وقت اسے عناب کی زندگی کی فکر تھی۔

"حماد ارباز کی ٹکٹ بک کرواؤ۔ وہ اگلے گھنٹے میں مجھے یہاں چاہیے۔" آرب نے حماد سے کہا تھا جو اسکے ساتھ کھڑا تھا۔ دیبا چیئر پہ روہانسی سی بیٹھی تھی۔

"مگر سر۔۔اتنی جلدی۔۔وہاں کون ہو گا۔؟ اور۔۔۔" حماد کو یہ بات خاص پسند نہ آئی تھی شاید۔

"حماد کال ارباز رائٹ ناؤ۔۔" حماد کی بات پوری ہونے سے پہلے آرب بولا تھا۔ آرب کے لہجے میں سختی تھی۔ فی الحال آرب کے اختیار میں یہ ہی تھا۔

حماد نے ارباز کو کال کرنے کے لیے سیل نکال تھا اور باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ آرب وہی بیٹھا تھا۔

منٹوں کا کھیل ہو گیا تھا۔ سب ختم ہو گیا تھا۔ جو شاہراہ چند منٹ پہلے سنسان اور اندھیر پڑی تھی اب وہاں پولیس کے سائرن لوگوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ سڑک پہ جا بجا خون کے دھبے اور تباہ شدہ گاڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔
علی بھی اس جنگ میں جان کی بازی ہار گیا تھا۔ اور علی کے ساتھ ساتھ ایک ثبوت جو کہ وہ ویڈیو تھی وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ اب جو کیس جتنے کا آخری سہارا تھا وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ ملک صاحب اور انکے دو ملازم جان بچا پائے تھے۔ مگر وہ بھی زخمی تھے۔
جیسے ہی یہ خبر حویلی پہنچی تھی۔ عناب کی چیخوں سے ملک ہاؤس کی درو دیوار لرز اٹھی تھیں۔ وہ ماتم کناں تھی۔ چھوٹے ہاتھوں میں کھیلا بھائی آج موت کے منہ میں جا سویا تھا۔ اپنی بیماری سب کچھ بھول بھال گیا تھا۔ اسکی تو گویا زندگی اجڑ گئی تھی۔ اسکا چھوٹا معصوم بھائی۔ جو گود میں کھیلا تھا۔
کیا کیا نہ یاد آیا تھا۔ ننھے سے قدموں کا بچپن میں اپنی طرف بڑھنا۔ جب پہلی دفعہ اسنے "آپا" پکارا تھا۔ اسکی آواز کی ٹھنڈک اسکو کانوں کے راستے دل میں اترتی

محسوس ہوئی تھی۔اسکو سکول کے لیے تیار کرنا۔بیماری میں اسکو سنبھالنا
۔راتوں کو جاگ جاگ کے۔اسکی شرارتیں،باتیں اور مستیاں۔
ڈر کے اسکا "آپا آپا" کہہ کے رونا۔کسی کی ڈانٹ یا مار کھا کے
روتے ہوئے عناب کے آنچل میں آن چھپنا۔ایک ایک پل سب اسکو یاد آ کے
تڑپا رہا تھا۔پانچ چھ گھنٹے کے بعد جب پوسٹ مارٹم کے بعد علی کی لاش کو حویلی لایا
گیا تھا تو عناب کی چیخوں نے سب حاضرین کو رولا دیا تھا۔آج باقی غم بھی اسکو
بری طرح ڈس گئے تھے پھر سے۔پہلے قسمت کی ستم ظریفی کم تھی کیا۔۔پہلے
حالات نے ستم کئے پھر باپ نیلم کے روپ میں ایک دوسری عورت لے آیا
جس نے زبان اور ہاتھوں دونوں سے جینا حرام کر دیا تھا۔پھر ماں کی جدائی اور
بھائی کی جدائی۔

ثاقب کا شیطانی روپ جس میں علی کمزور ہونے کے باوجود ڈھال بنا تھا۔اب وہ
آخری سہارا بھی چھن گیا تھا۔

اسکا علی اسکا بچوں جیسا بھائی۔عناب نے اسکے بالوں میں ہاتھ ڈالے تھے جیسے
وہ ہمیشہ اسے پیار کر کے پکارا کرتی تھی۔مگر وہ وہ خاموش سا لیٹا ہوا تھا۔جیسے
سارے جہاں سے لڑ کے سویا ہوا تھا۔عناب نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر کے
تڑپتے ہوئے امید سے 'علی' پکارا تھا۔ایک امید تھی شاید کہ وہ پلٹ کے جواب

دے دے۔مگر وہاں تو جامد خاموشی تھی۔عناب کا ہاتھ خون سے بھر گیا تھا۔عناب تڑپ اٹھی تھی۔علی کی اذیت کا خیال کرتے ہوئے اسکا خون دیکھ کے۔یوں لگا جیسا کسی نے کلیجہ نکال لیا ہو۔جیسے کسی نے دل پہ خنجر گھونپ دیا۔وہ بلبلا اٹھی تھی۔اسکی معمولی سی تکلیف پہ وہ کانپ اٹھتی تھی۔پتہ نہیں کتنا تڑپا ہو گا؟

کتنی اذیت سہی ہو گی؟

مدد کے لیے پکار رہا ہو گا۔مگر کوئی بھی نہیں پہنچ پایا ہو گا۔۔

"علی اٹھو ناں۔آپا بلا رہی ہے۔" وہ اسکے سر پہ ہاتھ پھیرتے امید سے روتے بلکتے کہہ رہی تھی۔مگر علی نے تو چپ سادھ لی تھی۔ظالم اور بے رحم لوگوں کی دنیا سے منہ موڑ لیا تھا۔سحرش،بی جان،رباب اور بلقیس بیگم بھی اسکے دکھ پہ رو رہی تھی۔دوسروں کو دکھی دیکھ کے اپنے دکھ بھی یاد آجاتے ہیں۔

جب ارباز آیا تو اسکو دیکھ کے عناب روتی اسکے سینے سے جا لگی تھی۔عناب کے رونے بلکنے پہ ہی جنازہ اٹھا لیا گیا تھا۔وہ چیختی رہ گئی کہ

"بھائی انکو بولیں کہ میرے بھائی کو مت لے کے جائیں۔"

"بھائی آپکو نہیں پتہ مگر مجھے پتہ ہے علی میرے بغیر نہیں رہتا۔"

"بھائی آپ سن کیوں نہیں رہے ۔۔مت لے جائے علی کو کہی بھی۔وہ اکیلا ڈر جاتا ہے۔" عناب غائب دماغی سے بول رہی تھی۔ ارباز خود روتا عناب کو چپ کروا رہا تھا۔

یہ تو قدرت کا قانون ہے۔یہاں سب محبتیں دم توڑ دیتی ہیں ۔چاہے کوئی کتنا بھی پیارا کیوں نہ ہو۔جس کے بغیر سانس لینے کا تصور بھی محال ہو پھر بھی اپنے ہاتھوں سے اسے منوں مٹی تلے چھوڑ کے آنا پڑتا ہے۔ ضبط کی انتہا ۔درد کی انتہا۔۔۔۔

یہاں دنیا کا ہر رشتہ اور طاقت بے بس ہو جاتی ہے۔

ارباز عناب کو ساتھ لگائے رکھتا تھا۔وہ اس غم سے نڈھال تھی۔ اسنے سب سے درخواست کی تھی کہ کوئی بھی اسے ہشام اور احتشام والے واقعہ کا نہ بتائے نہ ہی خودکشیوں کے بارے میں ۔کیونکہ ڈاکٹر نے عناب کی طبیعت کے پیش نظر اسکو کسی بھی ٹینشن سے دور رکھنا کا کہا تھا۔ورنہ اسکی حالت بگڑ سکتی تھی۔سب نے ارباز کی خواہش کا احترام کیا تھا۔

ملک صاحب احسان فراموش نہیں تھے سب کو پتہ تھا کہ علی نے ملک صاحب کو وہاں چھپا کے انکی جان بچائی تھی اور خود جا کے ملک صاحب کے چادر لپیٹ

کے بیٹھ گیا تھا تاکہ انکو یہ ہی شک ہو کہ یہ ملک ہے ۔ ہوا بھی یہ ہی تھا وہ علی کو ملک سمجھ کے گولیاں برسا گئے تھے۔

اس جانثاری پہ یہ تو بنتا تھا کہ علی سے جڑے لوگوں کا خیال رکھا جاتا۔
اسکا ذمہ دار عناب ملکوں کو ہی گردانتی تھی۔ملک کی جان بچانے کی خاطر اسکے بھائی کو بھینٹ چڑھا دیا گیا ۔وہ واویلا بھی کرتی کبھی ملک صاحب کا گریبان پکڑ کھڑی ہو جاتی تھی۔
۔سحرش بیگم کو یہ بچی بلکل اپنے جیسے لگی تھی جب انکا شوہر انکو چھوڑ کے گیا تھا وہ بھی دنیا سے دور ہو گئی تھیں ۔اسلئے وہ خود کو عناب کے قریب کرنا چاہ رہی تھی انکو پتہ تھا کہ ذہنی اذیت کتنی بری ہوتی ہے۔ ارباز عناب کو چھوڑ کے جانا نہیں چاہ رہا تھا مگر اسکی جاب تھی ۔ سحرش بیگم اور حویلی والوں کی یقین دہانی پہ وہ دل مضبوط کرتا اسکو چھوڑ پھر دوبئی چلا گیا تھا۔
ادھر اب عناب بھی سنبھل گئی تھی زرا۔مگر خاموشی جوں کی توں تھی۔نہ ہی وہ ٹائم سے کچھ کھاتی پیتی تھی۔ صرف سحرش بیگم کی باتوں کا جواب ہوں ہاں میں دے دیتی تھی۔ ارباز سے مشورہ کر کے سحرش بیگم نے شہر میں اپنی ایک پروفیسر دوست کے ہاں عناب کو بھیج دیا تھا تاکہ وہ یہاں سے دور رہ کے پڑھ سکے اور یہاں کی سوچوں سے خود کو آزاد کروا سکے۔

پھر یوں دو سال کا عرصہ وہاں گزار کے ارباز سے جب رہا نہ گیا تو بہن کو دوبئی بلوا لیا تھا۔ لیکن خود ابھی تک بہن سے ملنے نہ آپایا تھا۔ دنیا کے کام ہی جان نہ چھوڑ رہے تھے۔ اور ویسے بھی خدا نے ہر کام کا ایک وقت تعین کیا ہوتا ہے۔

دوسری طرف ملک صاحب نے کیس لڑا تھا مگر شاہ کچھ عرصہ جیل میں رہے مگر پھر ضمانت پہ رہا ہو گئے تھے۔ کچھ عرصہ سکون سے گزرا تھا مگر پھر انکی حیوانیت کی بھینٹ ثریا نامی ایک لڑکی چڑھی تھی۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ میرا دل کر رہا ہے کہ میں ۔۔" آرب نے بے بسی سے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کوریڈور میں ٹہلتے ہوئے کہا تھا۔

اس میں آپکا کیا قصور بھلا؟ خود کو مت برا بھلا کہیں سر آپ ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" حماد نے آگے بڑھ کے تسلی دی تھی وہ جانتا تھا کہ اسکا رحمدل باس کسی کو تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

"میرا ہی قصور ہے نہ میں غصہ ہوتا نہ اسکو باہر جانے کا کہتا نہ یہ سب ہوتا۔ ہمیشہ ہی ان سب کو ہماری وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔" آرب نے شکستہ لہجے میں کہا تھا۔

تبھی دروازہ کھول کے ڈاکٹر باہر آیا تھا ۔ وہ دونوں ڈاکٹر

کی طرف لپکے تھے۔

"شی از آؤٹ آف ڈینجر ریلکس۔گولی بازو کو چیر کے نکلی ہے ۔شکر کریں کہ ہڈی محفوظ رہی ہے ۔اور گرنے کی وجہ سے اور بھی چوٹیں آئی ہیں ۔گولی نکال دی گئی ہے۔کچھ ہی دیر میں انکو ڈریسنگ کرنے کے بعد روم میں شفٹ کر دیا جائے گا۔"ڈاکٹر پیشہ وارانہ انداز میں کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔

اور آرب شکر ادا کرتا سامنے کرسی پہ ڈھ سا گیا تھا۔پچھلے وقت میں اسے یوں لگا تھا کہ جیسے اسکی انرجی ختم ہو گئی تھی ساری ۔

روم میں شفٹ کرنے کے ڈیڑھ گھنٹے بعد ارباز آگیا تھا۔عناب بھی اب ہوش میں تھی۔دیبا اور حماد سارا وقت عناب کے ساتھ ساتھ تھے۔البتہ آرب نے ایک دفعہ جھانک کے بھی نہ دیکھا تھا۔ارباز اندر داخل ہوا تو عناب کی حالت پہ اسکا دل کٹ گیا تھا۔جو اس وقت سفید یونیفارم میں تھی جو اس ہسپتال کا تھا۔بازو پہ پٹی بندھی تھی جس پہ خون کے دھبے تھے۔ماتھے پہ بھی پٹی بندھی تھی۔ہاتھ پہ ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ ارباز دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تھا۔

"عناب۔"ارباز اسے پکارتا اندر داخل ہوا تھا۔عناب آواز سن کے اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی وہ مہربان محرم چہرہ دیکھ کے رکے آنسو بہہ نکلے تھے۔ارباز نے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔عناب کو یوں لگا وہ تپتے صحرا سے

گلستان میں آگئی تھی۔دھوپ سے گھنی ٹھنڈی چھاؤں میں۔اسکا محافظ جان سے پیارا بھائی اسکے سامنے تھے آج۔سارے دکھ غم آج پھر تازہ ہو رہے تھے دونوں وقت کی سازشوں پہ رو رہے تھے۔مجبوریوں نے انکو جکڑا ہوا تھا۔کئے منٹ یوں ہی گزر گئے تھے۔ارباز اسکا سر تھپکتا اسکو چپ کروا رہا تھا۔

رباب آج مکمل ریسٹ کے بعد یونی آئی تھی۔زخم کافی حد تک مندمل ہو چکے تھے۔ماتھے پہ اور ہاتھ پہ بینڈیج لگی تھی بس۔صبح سے اس کے اردگرد حال چال پوچھنے والا کا ہجوم رہا تھا۔ان سب سے فارغ ہو کے وہ کلاس لینے چلی گئی تھی۔آج کلاس میں نہ ہی رباب نے کوئی حرکت کی اور نہ ارتضی نے اسکو نوٹس کیا تھا۔

کلاس ختم ہوئی تو ارتضی اپنا فولڈر اور لیپ ٹاپ اٹھائے جانے لگا تو ایک سٹوڈنٹ کچھ پوچھنے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔باقی کلاس کو فری کرتا وہ اسکی طرف گیا تھا۔کچھ ہی فاصلے پہ رباب میڈم براجمان تھی جو لگ رہا تھا کہ آج ہی ساری بک ختم کر ڈالے گی۔اسکو سمجھا کے وہ نکلنے ہی والا تھا کلاس سے جبھی ایک کاغذ اڑتا ہوا کلاس سے باہر جاتی رباب کے ہاتھ سے بلکل ارتضی کے پیروں میں گرا۔

"ایکسیکوزمی رول نمبر ٹونٹی ٹو۔ازدِس یورپیج۔؟؟"ارتضی نے اسے متوجہ کرتے ہوئے پیپر کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی نیچے دیکھا تھا۔چند سیکنڈ نیچے گرے صفحہ پہ غور کرنے پہ ارتضی کے چہرے کا رنگ سرخ پڑ گیا تھا۔رباب نے اپنے ہاتھ لبوں پہ رکھے اور آنکھیں میچ کے بند کی۔

"یا اللہ بچا لے بچا لے پلیززز۔پکا آج سے تہجد بھی پڑھوں گی۔پلیززززز۔"رباب نے دعاؤں کا سلسلہ شروع کیا زیر لب بڑبڑاتے ہوئے۔

ایک پتلی پتلی ٹانگوں والا کارٹون نما انسان بنایا گیا تھا۔سامنے ایک وائٹ بورڈ بنایا تھا۔وہ انسان کھڑا وہاں کچھ لکھ رہا تھا ایک ہاتھ وائٹ بورڈ پہ دھرا ہوا تھا اور رخ کلاس کی طرف تھا۔

عجیب نین نقوش بنائے گئے تھے۔ارتضی کو سمجھنے میں ایک منٹ نہ لگا کہ یہ شاہکار کون ہو گا۔

"یہ لیں آپکی پچھلے ڈیڑھ گھنٹے کی محنت۔اگر یہ ہی حالات رہے تو عنقریب ٹاپ آف دی لسٹ آپکا ہی نام ہو گا۔فیل ہونے والوں میں۔"ارتضی نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے ادا کیا تھا۔

"چوٹ کا اثر دماغ پہ ہوا ہے سیدھا۔بہتر ہے کہ اپنے دماغ کا علاج کروا لیں ۔ورنہ میرے پاس تو کوئی نہ کوئی حل ضرور ہے آپ کے لیے۔"اب کے ارتضی نے اسکی چوٹ پہ طنز کیا تھا۔

رباب نے جھکے سر سے اسکی ساری باتیں سنی۔اور مرے ہاتھوں سے صفحہ پکڑا وہ پھنکارتا باہر نکل گیا۔اسکے جاتے ہی سکون کا سانس لیا۔

"اللہ۔ٹیچر کیا ہیں پورے جلاد ہیں۔ہائے کتنی پیاری ڈرائنگ کی ہے میں ۔"شرمندہ ہونے کی بجائے الٹا بولی۔

"رباب سدھر جاؤ۔۔"ضمیر نے ملامت کی تھی۔جیسے وہ سلاتی اپنے معرکہ پہ ہنستی باہر کو لپکی۔

رباب کندھے پہ بیگ ڈالے سامنے بنی سیمنٹ کی روش سے بے دھیانی سے گزر رہی تھی۔وہاں خاصا ہجوم تھا۔کلاسز کا ٹائم ختم ہو گیا تھا تو ٹیچرز سمیت سٹوڈنٹس کا طوفان بھی امڈ آیا تھا۔رباب پانی کی بوتل کا ڈھکن کھول کے منہ کو لگا کے واپس ہاتھ میں پکڑتی موبائل میں گھسی گزر رہی تھی جب زوردار تصادم ہوا تھا۔اور پانی کی بوتل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کے زمین بوس ہو چکی تھی۔رباب نے سر اٹھا کے دیکھا تو مقابل اسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔رش کے

پیش نظر رباب کا بازو سختی سے پکڑ کے سیمنٹ کی روش سے نیچے بنی کچی جگہ پہ کیا تھا۔

"عقل کدھر رہتی ہے آپکی ؟آخر کس جنم کے بدلے لے رہی ہیں آپ مجھ سے ؟؟جہاں مجھے دیکھتی ہیں وہاں آپکا دماغ کام کرنا چھوڑ جاتا ہے۔" ارتضی تپا کھڑا تھا۔

"میں کیا کیا ہے اب ؟" رباب نے انجان بنتے الٹا سوال کیا تھا۔حالانکہ دیکھ چکی تھی کہ پانی کی بوتل ارتضی کے جوتے میں موجود پیر کو غسل دی چکی تھی۔ نتیجتاً جراب بھی گیلی ہو چکی تھی۔ ارتضی کا تو غصے سے برا حال تھا۔

"اب کرنے کو رہ کیا گیا ہے؟؟۔دنیا کا ہر الٹا اور کھسکا کام آپ نے ہی کرنا ہوتا ہے۔مگر میرے سامنے ہی کیوں ؟؟جہاں مجھے دیکھتی ہیں آپکے نٹ کیوں ڈھیلے ہو جاتے ہیں ؟" ارتضی کا دل کر رہا تھا کہ اسکو کچا چبا جائے۔رباب نے سر اٹھا کے اردگرد ہجوم کو دیکھا تھا جہاں اب اکا دکا لوگ ہی تھے۔

"اس میں میرا قصور تو نہیں ۔وہ بوتل خود ہی میرے ہاتھ سے نکل کے گر گئی تھی ۔آخر اس میں میری غلطی کہاں تھی؟؟" رباب کی منطق نرالی تھی۔اسنے سارا الزام بوتل پہ دھر دیا۔

"آپ کوئی قصور نہیں۔آپ کو نہیں لگتا یہ دنیا آپکی ہرگز نہیں ہے آپ غلط جگہ آ گئی ہو۔آپکو تو کہی سپیس میں ہونا چاہیے تھا۔ایلین جیسی حرکتیں ہیں ساری۔"ارتضی نے درشت لہجے میں کہا تھا۔

"آپ جناب کر کے مجھے پہ طنز کے تیر مت برسائے۔اس دن گھر پہ تو "تم" کہہ کر عزت کر رہے تھے۔آج اتنی عزت مجھے ہضم نہیں ہو رہی ہے۔"رباب نے تنک کے کہا تھا۔

"رباب مجتبی آخر آپ چیز کیا ہو؟؟"ارتضی نے اسکی بے تکی بات پہ بے بسی سے پوچھا تھا۔

"میں۔۔تو چیز بڑی ہے مست مست۔۔لقمان کہہ رہا تھا مجھے۔"رباب نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔مگر جب مقابل کے تیور دیکھے اور اپنی بات پہ غور کیا تو خود پہ لعن طعن کرنا شروع کر دیا۔کچھ بھی اول فول بک دیتی تھی وہ روانی میں۔اب پتہ نہیں کیا سمجھے ارتضی سر اسکے بارے میں۔

"رباب۔۔۔اپنا منہ کھولنے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ کیا بولنے لگی ہیں۔جو منہ میں آتا ہے وہ ہی بولنا شروع کر دیتی ہیں۔"ارتضی نے سخت لہجے میں کہا تھا۔اسکے آواز کی سختی سن کے رباب کو اپنی غلطی کا احساس دوگنا ہوا تھا۔

"یہ لقمان کون ہے ؟؟ لقمان مرزا؟؟ بی بی اے کا ؟؟" ارتضی نے کڑے تیوروں سے استفسار کیا تھا۔ لقمان مرزا رباب کا کلاس فیلو ہی تھا ۔جو کہ حد درجہ بگڑا شخص تھا۔

"جی ۔۔" رباب منمنائی تھی۔

"ٹھیک ہے آئندہ اس طرح کی فضول گوئی میں برداشت نہیں کرونگا ۔اور اگر مجھے منہ اٹھائے تم لقمان مرزا کے پاس سے گزرتی بھی نظر آئی ناتو اس دن یونیورسٹی میں تمہارا آخری دن ہو گا۔" ارتضی نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے بات ختم کی تھی۔

"آپکو اس سے کیا ؟میں جو مرضی کروں ۔آپ کیوں مجھ پہ حد جاری کر رہے ہیں ۔" رباب تپ اٹھی تھی۔

"بہتر ہے کہ یہ سوال آپ جا کے انکل ملک سے پوچھ لیں تو آپکو بہتر جواب مل جائے گا۔انہوں نے یہ ناقابل برداشت ڈیوٹی مجھے سونپی ہے جو مجبوراً مجھے نبھانی پڑے گی ۔" ارتضی نے چبا چبا کے کہا تھا۔کیونکہ مجتبی صاحب اسے درخواست کر چکے تھے کہ وہ یونی میں رباب کا دھیان رکھے کیونکہ سب حالات سے ارتضی آگاہ تھا۔ جبھی بلا چوں چراں ارتضی نے مان لیا تھا۔

"آپ ۔۔" رباب نے بولنے کے لیے لب کھولے تھے کہ ارتضی آگے بڑھ گیا ۔

"میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں کہ میں یہاں کھڑا آپ کی بے تکی باتوں کا جواب دیتا رہوں ۔"ارتضی نے کہا اور آگے بڑھ گیا ۔

"اف اف اللہ۔یہ مغرور بندہ ۔ سمجھتے کیا ہیں خود کو۔خدا نے اگر صورت پیاری دے دی ہے تو اسکا کیا مطلب ہوا دوسروں کو یوں طنز کے تیر برسا برسا کے مار دیں گے۔کیا کروں میں اس انسان کا ۔۔"رباب وہی کھڑی بڑبڑائی رہی تھی۔

"یہ مرض اتنا کب بڑھ گیا ؟؟اکیلے ہی بڑبڑائے جا رہی ہو۔"حمدان نے پاس آ کے اسکے سر پہ چپت لگاتے ہوئے کہا تھا۔رباب نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا تھا۔

"ارے ارے یوں مجھ معصوم کو کیوں گھور رہی ہو۔"حمدان نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی تھی۔رباب آگے بڑھ گئی۔

"یار تم تو ناراض ہی ہو گئ؟میں تو تمہاری طبیعت کا پوچھنے آیا تھا۔کیسی ہو اب ؟؟مجھے بہت دکھ ہوا سب سن کے۔"حمدان تیز تیز چلتا رباب کے برابر جا رہا تھا جو غصے میں کیفے کی طرف جا رہی تھی۔

"اچھا سنو تو ۔۔اوئے چڑیل ۔"حمدان اسکا ہاتھ پکڑ کے ایک ٹیبل کی طرف بڑھا اور اسکو کرسی کھینچ کے بیٹھا دیا ۔

"کیوں اتنی خونخوار بنی گھوم رہی ہو؟ مجھ جیسے ہینڈسم انسان کو دیکھ تو تم غصہ کرنے سے رہی۔ بتاؤ پھر کیا وجہ ہے۔؟" حمدان نے رازداری سے پوچھا تھا۔

"ہینڈسم اور حمدان قریشی۔ واٹ آ جوک۔ اور میں مذاق کے موڈ میں ہرگز بھی نہیں ہوں۔" رباب نے تنک کے کہا تھا۔

"اچھا بابا سوری۔ کیوں موڈ خراب ہے میری بہن کا۔ اس وقت تم بلکل اس خونخوار مناہل کی طرح لگ رہی ہو۔" حمدان نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"خبردار جو مناہل کو بیچ لائے۔ آخر کیا بیر ہے تمہارا مناہل کے ساتھ۔" رباب کے مطلب کی بات نکلی تھی۔

"خدا گواہ ہے مجھے ہرگز اسکے ساتھ کوئی بیر نہیں ہاں البتہ اسکا کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ جس رفتار سے وہ مجھ پہ طنز کے تیر برساتی ہیں ناں تو پکا اسنے کوئی دشمنی مجھ سے مول لی ہوئی ہے۔" حمدان پھیکی ہنسی ہنسا تھا۔

"ہاں جی وہ تو نظر آتا ہے مجھے بھی۔ صاف صاف کہو کیوں آئے ہو اب؟؟" رباب بلکل بھی رعایت کے موڈ میں نہیں تھی۔

"یہ جوس پی کے پہلے اپنا موڈ ٹھنڈا کرو پھر بات کرتے ہے۔" حمدان نے ہنستے ہوئے جوس اسکے سامنے کیا جو ویٹر ابھی سرو کر کے گیا تھا۔ حمدان بیٹھے ساتھ ہی ویٹر کو اشارہ کر چکا تھا۔

"ہاں واقعی ہی اس مریخ کی روح سے ٹکر کے بعد مجھے ٹھنڈے جوس کی ضرورت تھی۔خیر تم بتاؤ مل گئی آپکو اپنی اس گرل فرینڈ سے فرصت ۔" رباب اب ارتضٰی کو کہتی حمدان کو لتاڑ رہی تھی ۔ حمدان ہنستے ہوئے اسکے دھوپ چھاؤں روپ کے دیکھ رہا تھا۔

"پاگل ہو تم رباب بلی۔" حمدان نے ہنستے ہوئے اسکے سر پہ چپت لگائی تھی۔اب رباب بھی ہنس پڑی تھی۔

کل رات سے خود سے لڑتا لڑتا آخر کار وہ اکتا گیا تھا تو اب تیار ہوتا دل میں عہد کرتا ہاسپٹل کے لیے نکل چکا تھا۔کل بارہا دل میں آیا کہ سے ہاسپٹل جانا چائیے مگر پھر عناب کی حالت کا خود کو ذمہ دار ٹھہراتا نہ جا پایا تھا۔پولیس میں کل اسنے رپورٹ کروادی تھی ۔آرب کو شک کیا پکا یقین تھا کہ حرکت فرحان مرزا کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا مگر اسکے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔شک پہ پولیس کو آرب نے اس واقعے کے بعد سے ہی الرٹ کر دیا تھا مگر بعد میں پتہ لگا کہ فرحان مرزا تو پچھلے ہفتے سے ملک سے باہر گیا ہوا ہے نہ صرف یہ بلکہ وہ مرزا جس کے خلاف روزانہ کوئی نہ کوئی کمپلین درج ہوتی ہے پچھلے ایک ماہ سے اسکا ریکارڈ نہایت شفاف تھا۔خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔آرب کو اسکے پیچھے

مرزا کا کوئی بڑا گیم لگ رہا تھا۔ اب تو اسکو انجام تک پہنچانا لازم ہو گیا تھا۔آرب اگلا لائحہ عمل سوچتا باہر نکلا تھا۔نک سک تیار وہ ہاسپٹل پہنچا تھا۔ارباز اسکو کوریڈور میں مل گیا تھا۔

"اسلام علیکم ۔کیسے ہو ارباز ؟؟"آرب نے پہل کی تھی۔

"وعلیکم اسلام میں بلکل ٹھیک ہوں ۔آپ سنائیں۔آپ کا بہت شکریہ سر عناب کو آپ بروقت ہاسپٹل لے آئے ۔"ارباز نے کہا تھا۔

"شکریہ کر کے شرمندہ مت کرو ۔یہ سارا مسئلہ ہوا بھی میری وجہ سے ہی ہے ۔"آرب نے اسکو سچ بتایا تھا۔

"مطلب ۔۔؟آپکی وجہ سے ؟؟میں سمجھا نہیں ۔۔"ارباز جو پہلے ہی اس بات پہ پریشان تھا کہ یہاں عناب کو گولی کیسے لگ سکتی ہے ۔مگر فی الحال وہ چپ تھا اب آرب کے بات وہ الجھتا پوچھ گیا تھا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں پہلے عناب سے مل لوں ۔پھر تم سے مجھے کچھ ضروری باتیں کرنی ہے ۔"آرب نے اسکا کندھا تھپکتے ہوئے کہا تھا۔

"جی کیوں نہیں ۔آپ ہو آئے میں ادھر باہر ہی ویٹ کر رہا ہوں ۔"ارباز کہتے ہوئے اپنے فون پہ آنے والی کال کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔آرب شاہانہ چال چلتا اس روم میں موجود چوتھے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔اس وقت وہ گرے

ٹوپیس میں ملبوس تھا۔عربوں کے رنگ و روپ والا آرب مجتبیٰ ملک ۔جو ایک دنیا کو اپنے آگے چپ کروا دیتا تھا آج اس وقت خود کنفیوژ ہو رہا تھا۔ جھجکتے ہوئے دروازہ ہلکا سا ناک کیا اور کمرے میں داخل ہوا تھا۔عناب کی حالت پہ آرب کا دل دکھ گیا تھا۔وہ بیڈ پہ لیٹی تھی ۔گلابی ہونٹ خشک پڑے تھے۔ سرخ رخسار زرد رنگ پکڑ چکے تھے۔بال لاپرواہی سے بندھے تھے۔اس حالت میں اسکو پہچانے والا میں ہی ہوں ۔دل نے کٹھرے میں لا پٹخا تھا۔کسی کی نظروں کی تپش اپنے چہرے پہ محسوس کر کے عناب نے دروازے کی طرف دیکھا تو نظر واپس آنا بھول گئی۔دل دھڑکا تھا اور اس دن والا واقعہ یاد آگیا تھا۔وہ سفاک آرب ۔آرب ایک سرد آہ خارج کرتا آگے بڑھا اسکے بیڈ کے قریب پڑی کرسی پہ بیٹھا تھا۔

"کیسی ہو؟"آرب نے سوال کیا تھا۔چندپل خاموشی رہی۔

"زندہ ہوں ۔"عناب کی آواز خاموشی میں ابھری تھی ۔آرب کا دل اس شکوے پہ مچل اٹھا تھا۔

"میں اس تکلیف پہ تم سے معافی چاہتا ہوں ایک بار پھر میری ذات کے بدلے تمہیں تکلیف اٹھانی پڑی۔"آرب نے ہارے لہجے میں کہا تھا۔اور نظریں عناب کے چہرے پہ ٹکا دی تھیں جو آرب کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

"نہیں آپ بھلا کیوں معافی مانگ رہے ہے۔۔۔۔معافی تو مجھے مانگنی چاہیے
۔۔۔میری وجہ سے آپکو اور آپکی کمپنی کو پچھلے کئی ماہ سے خسارہ اٹھانا پڑ رہا ہے
۔میں اس نقصان پہ شرمندہ ہوں ۔مگر میں اس نقصان کی تلافی نہیں کر سکتی
۔۔"عناب منمنائی تھی ۔آرب یک ٹک اسکے چہرے پہ نظریں جمائے بیٹھا
تھا۔جو پہلے سے اسے کمزور لگی تھی۔آخر کل ہی اتنا خون بہا تھا۔

"اچھا۔۔اور کچھ یا بس۔۔"آرب اسکے خاموش ہونے پہ اطمینان سے بولا
تھا۔عناب نے اسکے لہجے پہ بے اختیار اسکی طرف دیکھا تھا۔

"میں بلکل مذاق نہیں کر رہی ہوں ۔ہر ایک بات درست کہہ رہی ہوں اور اب
تو ارباز بھائی بھی آگئے ہیں ۔تو میں یہاں نہیں رہوں گی ۔جلد ہی آپکی کمپنی کا
فلیٹ بھی چھوڑ دونگی ۔

اب خدا نے ان ظالم ملکوں کے دل میں لگتا ہے رحم ڈال دیا ہے جو انہوں نے
ارباز بھائی کو بھیج دیا ہے اس بہانے آپکی بھی ایک ناکارہ ایمپلائی سے جان
چھوٹ جائے گی ۔"عناب نے اطلاع فراہم کی تھی ۔ملکوں کے ایک بار اس
قدر اچھے الفاظ میں ذکر پر آرب نے تاسف سے سر اٹھایا تھا مگر اس وقت وہ یہ
ہرگز بتانا افورڈ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بھی وہی ملک ہے جو عناب کے ذہن میں
ایک سفاک خاکہ بنوا چکے ہیں ۔

"دیکھو عناب ۔ تم اس وقت بیمار ہو ۔ تو تمہارے لیے بہتر یہ ہی ہے کہ باقی فضول سوچوں کو جھٹک کے تم آرام کرو۔" آرب نے عناب سے کہا تھا۔

"یہ فضول سوچیں نہیں ہے آرب سر۔" عناب نے اپنی بات نظرانداز کئے جانے پہ آرب کو گھورا تھا۔

"دیکھو تم اس وقت منفی سوچوں کا شکار ہو رہی ہو۔" آرب نے اسکا تپا چہرہ دیکھ کے کہا تھا۔

"جو مرضی ہو رہی ہوں ۔ مگر میں مزید کسی کے ترس پہ نہیں رہ سکتی۔ آپکی آنکھوں میں اب واضح مجھے اپنی ذات کے لیے ترس و ہمدردی نظر آنے لگ گئی ہے۔ حلانکہ میں آپکو کہہ چکی ہوں کہ اس میں سب میں آپکا کوئی قصور نہیں ۔ ہر بری چیز میری طرف ہی آنی ہوتی ہے ۔ شروع سے ہی ایسا ہوتا آیا ہے تو اب آپ کیوں خود کو ذمہ دار سمجھ رہے ہیں بھلا۔" عناب نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ آرب اس الزام پہ چلا اٹھا تھا۔

"کیا ترس و ہمدردی کی گردان کئے جا رہی ہو تم ۔ میں کیوں ترس کھانے لگا تم پہ۔ تمہاری بیماری نے سیدھا تمہارے ذہن پہ اثر کیا ہے تو تم چپ چاپ آرام کرو ۔ باقی کس نے کہاں جانا ہے اور کیا کرنا اس سب کا فیصلہ کرنے کو ہوں میں ۔" آرب نے جھنجھلاتے ہوئے اس بے وقوف کو کہا تھا۔

اس سے پہلے کہ عناب کچھ کہتی دروازہ کھول کے دیبا اور حماد اندر داخل ہوئے تھے۔آرب کو دیکھ کے دونوں نے سلام کیا تھا۔

"دیکھو عناب کون آیا ہے ؟؟" دیبا نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔عناب بھی تجسس لئے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔جب کوئی خوشبوؤں میں رچا بسا چہرے پہ مسکراہٹ لئے اور ہاتھوں میں بکے تھامے اندر داخل ہوا تھا۔

"ہیلو پرنسز۔" داخل ہونے والے نے بلند آواز میں کہا تھا۔

"کیسے ہو جاسوس ۔" عناب نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا تھا۔آرب کو عناب کی خوش اخلاقی پہ جھٹکا سا لگا تھا۔

"ہمیشہ کی طرح چارمنگ ،فریش اینڈ ہینڈسم ۔یہ ایک چھوٹا سا تحفہ اس پرنسز کے لیے ۔"آنے والے نے ایک ادا سے عناب کے سامنے جھکتے ہوئے اسکو بکے پیش کیا تھا۔جو کو عناب نے مسکراتے ہوئے تھام لیا تھا۔

"اوہ ۔سوری مجھے اس پرنسز سے ملنے کی خوشی میں اردگرد کا دھیان نہیں رہا سر۔اسلام علیکم آرب سر۔" اب وہ خوش شکل نوجوان آرب کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

یہ دیبا اور عناب کا ٹیم ممبر تھا زریان ۔ اسکا تعلق بھی پاکستان سے تھا۔وہ ایک ہنس مکھ لڑکا تھا۔عناب سے اس کی اچھی بن گئی تھی وہ ہر وقت ہنستا ہنساتا رہتا تھا۔

"وعلیکم اسلام ۔۔"آرب نے کہا تھا۔اب سب عناب کو گھیرے کھڑے تھے۔عناب نے پھولوں کو سونگھتے ہوئے خوشبو اندر اتاری تھی۔

"زریان بہت خوبصورت پھول ہیں ۔ سچی ۔بہت شکریہ ۔"عناب کھلکھلائی تھی۔اور آرب عناب اور زریان کی فرینکس دیکھ کے عش عش کر اٹھا تھا۔

"مائی پلیژز پرنسز۔اب جلدی سے ٹھیک ہو کے آفس آجاؤ۔تمہارا یہ کریزی فین تمہیں بہت مس کرتا ہے ۔"زریان نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔آرب کا مزید بیٹھنا محال ہو گیا تھا۔

"ایکسیوز می ۔"آرب کہتا اٹھ کے باہر نکل گیا تھا۔

"سر کب آئے تھے۔؟"حماد نے اسکے جاتے عناب سے پوچھا تھا۔

"ابھی آئے تھے بس ۔آپ سب لوگ بتائیں ۔ ٹھیک ہے ناں ؟؟اور میں کب گھر جاؤں گی۔مجھے زیادہ وقت اب ارباز بھائی کے ساتھ رہنا ہے"عناب آخر میں نم لہجے میں بولی تھی۔

"جی بھائی کی جان ہم آج شام تک چیک اپ کروا کے گھر جائے گے۔ تم فکر مت کرو۔ اور بھائی اپنی گڑیا کے ساتھ ہی اب سارا وقت رہے گے۔" اندر داخل ہوتا ارباز اسکی بات سن چکا تھا تو پیار سے بولا تھا۔ اب سارے چھیڑ چھاڑ میں لگ گئے تھے۔

آرب آفس آیا تو غصے سے بھرا ہوا تھا۔ پتہ نہیں کیوں اسکو اتنا غصہ آرہا تھا۔

"Lara come into my office."

آرب اندھی طوفان بنا لارا کو کہتا اپنے آفس میں چلا گیا تھا۔ روم میں اے سی آن تھا مگر اسکو تپ چڑھی ہوئی تھی اپنا کوٹ اتار کے کرسی پہ پھینکا تھا۔ اور گلاس میں پانی انڈیل کے پیا تھا۔

"Relax arib.everything is ok ."

آرب بڑبڑایا تھا۔ اور ایک گہری سانس لیتے ہوئے خود کو پر سکون کیا تھا۔ تبھی ٹیبل پہ تازہ پڑے پھولوں پہ نظر پڑی تھی جو vase میں سجائے ہوئے تھے۔ تو آنکھوں میں جیسے مرچیں بھر گئی تھیں۔

"زریان بہت خوبصورت پھول ہیں۔" ابھی کچھ دیر قبل بولا گیا جملہ آرب کو یاد آیا تھا۔ تو اسکا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

"ہونہہ خوبصورت ۔کوہ قاف سے آئے تھے کیا پھول ؟؟یا وہ خار دار جھاڑیوں سے جان مشکل میں ڈال کے کالے گلاب لے آیا تھا ۔تعریفوں سے منہ ہی نہیں تھک رہا ہے ۔حد ہے ۔"آرب قدرے اونچی آواز میں بڑبڑایا تھا۔تو اندر آتی لارا جس کو اردو کا ایک لفظ نہ آتا تھا اپنی باس کو اکیلا بولتے دیکھ کے چونکی تھی۔

"Yes Sir "

لارا نے سوالیہ انداز میں پوچھا تھا۔

"مجھے سے تو سیدھے منہ اسنے کبھی بات نہیں کی ۔مگر آج تو دانت اندر نہیں جا رہے تھے ۔میرا دل تو کر رہا تھا کہ پھولوں سمیت پھول لانے والے کو اٹھا کے ہاسپٹل کی بلڈنگ سے نیچے پٹخ دوں ۔"آرب لارا کے بولنے پہ بھی نہیں چونکا تھا۔اپنی کیفیت کے زیراثر وہ پھر بولا تھا۔

"What???sir??i can't understand.."

لارا کو ایک لفظ نہ سمجھ آرہا تھا اسکی جان الگ مشکل میں آگئی تھی تو پھر وہ آرب کو بولی تھی۔

"یہ ہی تو مجھے بھی سمجھ نہیں آرہی آخر کون سے اس دنیا کے انوکھے پھول تھے۔یا لانے والا سر کے بل چل کے آیا تھا جو شکریہ شکریہ کی گردان سے زبان نہیں تھک رہی تھی اسکی ۔"آرب اب زور سے لارا کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

“Arib sir..Are you ok ??

What are you saying I can’t understand a word..”

اب کے لارا کی آواز میں تشویش تھی ۔تو آرب بھی ہوش میں آیا تھا۔

“Oh lara .nothing i am alright.don’t worry.”

آرب نے خود کو نارمل رکھتے ہوئے کہا تھا۔اور لارا آج کی اہم میٹنگز اور اپڈیٹس آرب کو بتانے لگ گئی تھی۔آرب بھی اب باقی سوچوں کو جھٹکتا کام کی طرف متوجہ ہونا چاہ رہا تھا۔

“بی جان کیسی ہے اب رباب بیٹی؟؟اور مجتبی کیسا ہے؟؟”گلریز ملک کی آواز فون سے ابھری تھی۔

“ہاں شکر اس پاک ذات کا مگر تم لوگوں سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ حال چال پوچھنے ہی آجاؤ۔”بی جان نے کہتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔

“بس بی جان کیا بتائیے زمینوں کے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔اسلئیے نہیں آسکے۔”گلریز ملک بولا تھا۔

"بس بس یہ تو بہانے ہوتے ہیں سب ورنہ اپنوں کے لیے تو انسان وقت نکال ہی لیتا ہے۔خیر بتاؤ کیسے فون کرنا ہوا؟؟"بی جان کی آواز میں ابھی بھی شکوہ نمایاں تھا۔

"وہ دراصل میں کافی عرصے سے آپ سے ایک بات کرنا چاہ رہا تھا مگر سمجھ نہیں آتی کہ کیسے بات کروں۔جب اولاد جوان ہو جائے تو ماں باپ انکے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں۔"گلریز ملک نے تمہید باندھی تھی۔

"بولو کیا بات ہے۔۔"بی جان بھی اب فکر سے بولیں تھیں۔

"وہ دراصل بی جان شہروز کو اپنی کلاس فیلو پسند ہے تو وہ اس سے شادی کرنا چاہ رہا ہے مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی زبان پہ قائم نہیں رہ سکا۔میں تو رباب بیٹی۔۔۔"گلریز ملک سے اصل بات بتائی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارے کہنے کا۔۔۔گلریز تمہیں پتہ ہے تم کیا کہہ رہے ہو ۔۔۔یہ بات تو شروع سے طے تھی ناں۔۔"بی جان کا دل ہولا تھا اس بات پہ۔

"مجھے پتہ ہے کہ میں شروع سے ہی شہروز کے لیے رباب کا ہاتھ مانگ چکا تھا۔مگر اب یہ ناممکن ہے کیونکہ نہ تو شہروز یہ چاہتا ہے اور میرے خیال میں بھی اسکا یہ

فیصلہ درست ہے۔ اگلے ہفتے اسکا نکاح ہے اسکی کلاس فیلو کے ساتھ۔۔۔" گلریز ملک نے بم پھوڑا تھا۔

"گلریز اتنے سفاک مت بنو تم۔ تمہیں پتہ ہے یہ کتنا مشکل ہے بیٹی کے ماں باپ کے لیے۔ ہم تو رباب کی طرف سے بے فکر بیٹھے تھے۔ مگر تو۔۔" بی جان کے لہجے میں دکھ تھا۔

"تو یہ بات بیٹی والوں کو دشمنیوں سے پہلے سوچنی چاہئیے ناں۔ میں اور میرا بیٹا مجتبی کی بڑھتی ہوئی دشمنی دیکھ کے پیچھے ہٹے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کل کو میرے بیٹے کی جان کو بھی خطرہ ہو۔" اصل بات زبان پہ اب آئی تھی۔

"کچھ خدا کا خوف کرو گلریز۔ یہ دشمنی اسنے کیوں مول لی یہ تم لوگوں سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ وہ اپنی ذات کی خاطر کچھ نہیں کر رہا۔ بجائے اسکے کہ تم لوگ اس مشکل گھڑی میں اسکا سہارا بنو تم لوگ اس کو یوں تنہا چھوڑ رہے ہو۔۔" بی جان نے نم لہجے میں کہا تھا۔

"بی جان آپ یوں بات کا بتنگڑ مت بنائیں۔ ہر کسی کو حق ہے کہ وہ اپنی اولاد ہے لیے بہتر چنے میں بھی وہ ہی کر رہا ہوں۔ مجھے اپنی اولاد کا رشتہ کسی ایسی جگہ نہیں کرنا جہاں مجھے چوبیس گھنٹے اسکی جان کا دھچکا لگا رہے۔" گلریز ملک

نے سخت لہجے میں کہا تھا۔کیسے اپنے تھے مشکل وقت میں شانہ بشانہ کھڑے ہونے کی بجائے راستے الگ کرنے پہ لگے ہوئے تھے۔دنیا میں رشتے کو نبھانے اور پرکھنے کے پیمانے بھی عجیب ہوتے ہیں۔

"فیصلہ تو تم اب لے چکے ہو تو میرے خیال میں اب کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔خدا تمہارے اولاد کے نصیب اچھے کرے اور ہماری اولاد کے بھی۔مگر ایک بات یاد رکھنا گلریز ملک موت کا ایک دن مقرر ہے جہاں مرضی چھپ جاؤ موت کا فرشتہ ڈھونڈ لاتا ہے۔اگر زندگی لکھی ہوئی ہے ناں تو تلواروں کے سائے تلے سے بھی انسان غازی بن کے نکل آتا ہے۔اور اگر موت کا دن آن پہنچا ہے ناں تو گھر پہ بھی فرشتہ آن دبوچ لے گا۔خدا حافظ۔"بی جان نے کہتے ہوئے فون رکھا تھا۔اور بلک بلک رو پڑی تھی۔انکی پھولوں جیسی پوتی کو ٹھکرایا تھا اور جس وجہ سے ٹھکرایا تھا وہ اور رلانے پہ مجبور کر رہی تھی۔

بی جان کو یکدم اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی تھی۔انہوں نے ایک ہاتھ دل پہ رکھا تھا۔تو انکو کھانسی کا دورہ سا پڑ گیا تھا۔وہ کھانستے کھانستے نڈھال ہوتی کرسی سے نیچے لڑھک گئی تھیں۔اس بزرگ وجود میں اب اتنی جان نہ تھی کہ وہ اٹھ پاتی۔کچھ تھوڑی دیر پہلے والے الفاظ انکو اپنی سماعت میں گونجتے محسوس ہو

رہے تھے تو وہ کوشش کے باجود بھی اٹھ نہ پائی تھی تو نڈھال ہوتی وہی ہوش کھو بیٹھئ تھیں ۔

میری روح میں اتر زرا

از عنایہ احمد

قسط نمبر ۱۰ :

بی جان کو یوں بے سدھ پڑے دیکھ اندر آتی سحرش چیخی اٹھی تھی ۔انکو ہاسپٹل لے جایا گیا تھا۔ڈاکٹرز نے بتایا تھا کہ ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔رباب کا تو رو رو برا حال ہو گیا تھا۔آئی سی یو کے کوریڈور میں رباب ،بلقیس بیگم ،سحرش اور مجتبی صاحب رباب کو سنبھالتے ہلکان ہو رہے تھے۔مگر وہ بی جان کے بے حد قریب تھی اسکو ایک پل کو چین نہ آ رہا تھا۔بلقیس بیگم نے جب بی جان کے ہاتھوں گرا موبائل دیکھا تھا تو اٹھا کے گلریز صاحب کا ریسیوڈ کال میں سے نمبر ملایا تھا ڈھڑکتے دل کے ساتھ کہ پتہ نہیں کوئی انہونی گلریز بھائی کے ساتھ نہ ہو گئی ہو جو یوں بی جان کی حالت بگڑ گئی تھی مگر جب گلریز بھائی کی زبان سے رشتے سے انکار سنا تو وہ سن رہ گئی تھی ۔یوں بی جان کے بیمار پڑنے کی وجہ سامنے آئی ۔

"بابا دیکھ لیں کیا ہو گیا ہے میری بی جان کو۔آپ ۔۔آپ کچھ کر کیوں نہیں رہے ۔" رباب سراپا التجا تھی۔

"بابا کچھ کریں اگر بی جان کو کچھ ہو گیا تو ۔۔۔آپ ڈاکٹرز سے بات کریں ۔بی جان کو کچھ نہیں ہونا چاہیے ۔" وہ روتے بلکتے کہتی ان سب کو بھی رلا رہی تھی۔

"میرے بچے کچھ نہیں ہو گا تمہارے پارٹنر کو ۔تم بس دعا کرو میری جان۔" سحرش بیگم نے روتی رباب کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

"بابا دیکھ لیں آپکی اس نیکی کی جنگ میں کون کون لپیٹ میں آ رہا ہے۔پہلے احتشام اور ہشام ۔پھر وہ معصوم علی ۔اور اب میرا رشتہ ختم ہونا ۔۔اور بی جان ۔۔۔آپ کو خدا کا واسطہ ہے ختم کر دیں یہ سب ۔۔" رباب تکلیف میں لحاظ کو بالائے طاق رکھ کے باپ سے سوالوں جواب کرنے لگی تھی۔

"دیکھیں جا کے آپ کی وجہ سے میری بی جان آج یوں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہیں ۔بابا آپ اتنی سفاک کیوں بن رہے ہیں ۔یہ سب آپکی وجہ سے ۔۔" رباب چیخی تھی۔اس سے پہلے کے وہ بات پوری کرتی کسی کی بلند ہوتی آواز نے اسکی اونچی ہوتی آواز کا گلا گھونٹ دیا تھا۔

"شٹ اپ رباب۔آپ کو تمیز نہیں ہے۔کس لہجے میں آپ انکل سے بات کر رہی ہیں۔"ارتضی کی درشت آواز رباب کو سنائی دی تھی جو سر پہ کھڑا سرخ آنکھیں لئے رباب کو گھور رہا تھا۔ساتھ فہمیدہ بیگم بھی تھی۔

"ہونہہ۔نہیں ہے تمیز مجھے۔جو مجھ پہ بیت رہی ہے اگر آپ پہ بیتے تو آپ مجھ سے زیادہ بدلحاظ ہو چکے ہوتے۔آپ کو آخر پتہ ہی کیا ہے جو یوں میرے چیخنے پہ آپکو اعتراض ہو رہا ہے۔"رباب اب ارتضی کی طرف مڑتی چیخی تھی۔وہ واقعی ہی اس وقت اپنے حواسوں میں نہ تھی۔

"آپ کو کیسے پتہ ہو گا بھلا۔میں۔۔میں بتاتی ہوں آپ کو پتہ ہے دو سال پہلے میں نے اپنے دو جوان بھائی کھوئے ہیں۔میرے شہزادوں جیسے بھائی۔جن کے زخم میرے دل پہ یوں ہی تازہ ہیں۔پھر مجھے پہ اور بابا پہ حملہ ہونا۔

اور اب پتہ ہے کیا ہوا ہے۔۔میرا رشتہ ختم ہو گیا ہے۔مجھے ریجکیٹ کر دیا گیا ہے۔رباب مجتبی ملک از ریجیکٹڈ۔مم۔۔مجھے اس چیز کا زرا بھی غم نہیں۔مگر جو اس غم سے نڈھال ہستی اندر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے ناں۔۔انکا غم مجھے سانس نہیں لینے دے رہا۔۔"رباب گالوں پہ بہتے آنسو صاف کرتے بول رہی تھی۔ارتضی نے رباب کا یہ روپ پہلے کب دیکھا تھا۔وہ تو موج

مستی میں گم رہنے والی لڑکی تھی۔اسے بھی درد ہوتا ہے ارتضی کو آج پتہ لگا تھا ۔اسکی آنکھیں اشک برسا رہی تھی۔

"آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں بدتمیز ہوں ۔مگر واقعی ہی مجھے لگتا ہے کہ میں کسی قابل ہوں ہی نہیں ۔اگر کسی قابل ہوتی یا میری اپنی کوئی اہمیت یا پہچان ہوتی تو یوں میری ذات کو بے مول نہ کیا جاتا ۔صرف مجھے اس لیے مسترد کیا گیا کہ میں مجتبی ملک کی بیٹی تھی۔یہاں لوگوں کے معیار دیکھ لیں بیٹی کے ماں باپ کا سٹیٹس دیکھ کے رشتہ کرتے ہے ۔لڑکی کی خود کی ذات تو صفر ہوئی پھر ۔۔" رباب شکوہ کناں تھی۔اسکو ہر غم آج پھر ڈس رہا تھا۔

"بس کرو میری بچی ۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔" فہمیدہ بیگم نے آگے بڑھ کے رباب کو ساتھ لگایا تھا۔ارتضی یک ٹک اسکو گھور رہا تھا۔مجتبی ملک خود دکھ سے نڈھال تھے۔سحرش اور بلقس بیگم بھی رو رہی تھی۔

تبھی ڈاکٹر باہر نکلا تھا اور انکی طرف بڑھا ۔

"کیسی ہیں اب پیشنٹ ؟؟۔" ارتضی آگے بڑھا اور پوچھا تھا۔

"ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا ۔مریضہ کی حالت خطرے میں ہے ابھی ۔کچھ انکی عمر کا تقاضہ بھی ہے ۔آپ لوگ دعا کریں بس ۔" ڈاکٹر ارتضی کا کندھا تھپکتا آگے

بڑھ گیا تھا۔تو یہ سن کے مجتبیٰ صاحب ڈھ سے گئے تھے۔اور رباب کے رونے کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا تھا۔

"انکل آپ حوصلہ کریں۔کچھ نہیں ہو گا بی جان کو۔"ارتضیٰ نے انکے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔تبھی نظر واویلا کرتی رباب پہ پڑی تو اشتعال کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔

"ماما آپ ادھر رکیں۔میں رباب کو گھر چھوڑ کے آتا ہوں۔مجھے انکی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تو انکو گھر پہ آرام کرنا چاہیے۔"ارتضیٰ نے بظاہر پرسکون لہجے میں فہمیدہ کو کہا تھا جو عورتوں کو دلاسہ دینے میں لگی تھیں۔

"ہاں بیٹا چھوڑ آؤ اس کملی کو۔رو رو کے برا حال کر لیا ہے۔"سحرش بیگم آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولی تھی۔ارتضیٰ سر ہلاتا ان سب کو تسلی دیتا آگے بڑھا تھا۔

"چلیں میرے ساتھ۔"ارتضیٰ نے رباب سے کہا تھا جو رونے میں مشغول تھی۔رباب نے سر اٹھا کے ارتضیٰ کو دیکھا تھا۔

"کہاں۔؟؟میں نہیں جاؤں گی کہی بھی۔"رباب باغی ہوئی۔

"میں تو بھول گیا تھا کہ عزت اور شرافت کی زبان آپکو سمجھ کب آتی ہے۔" ارتضی نے کہتے ساتھ ہی سختی سے اس کا بازو دبوچا اور لے کے تیزی سے باہر نکل آیا تھا۔ رباب بلبلا اٹھی تھی۔ اسنے مزاحمت کی مگر مقابل کی گرفت سخت تھی۔ ارتضی نے گاڑی میں پٹخ کے ہی اسکا بازو چھوڑا تھا۔

"آپ ایسے کیسے کر سکتے ہیں۔ اتنے سخت دل کیوں ہیں آپ؟؟ کہاں لے کے جا رہے ہیں مجھے۔؟؟" رباب نے روتے ہوئے ارتضی کو کہا تھا جو گاڑی سٹارٹ کر کے مین روڈ پہ ڈال چکا تھا۔

"رباب چپ چاپ بیٹھی رہو میرا دماغ خراب مت کرو۔ کڈنیپ کر کے نہیں لے جا رہا اور نہ ہی مجھے تمہاری رفاقت کی کوئی چاہ ہے تو چپ چاپ بیٹھی رہو۔" ارتضی نے سرد لہجے میں کہا تھا تو اسکے لہجے کی سختی دیکھ کے رباب لب بھینچ گئی تھی۔ دس پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ایک خوبصورت گھر کے سامنے گاڑی رکھی تھی۔ ارتضی اپنی سائیڈ والا دروازہ کھول کے نکلا تھا۔ اور رباب کی طرف آیا۔

"اب باہر آجائیں یا یہ کام بھی میں ہی انجام دوں۔" ارتضی سلگ کے بولا تھا۔ رباب کی آنکھیں اور ناک رونے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔ آنکھیں سوج

گئی تھیں۔ارتضی کا طنز سن کے وہ اور دل برداشتہ ہوئی ایک شکوہ کناں نظر اس پہ ڈالتی وہ باہر نکل آئی تھی۔

"چلیں۔" ارتضی نے اسکو اپنے پیچھے آنے کا کہا۔وہ ایک خوبصورت راہداری سے گزر کے ارتضی کی ہمراہی میں آگے بڑھ رہی تھی۔ایک پیارا سا مگر چھوٹا سا گارڈن تھا جہاں خوبصورت پھول لگے ہوئے تھے۔پھر لکڑی کے خوبصورت مین ڈور کو عبور کر کے وہ ایک شاندار لاونج میں داخل ہوئے تھے۔نفاست سے ہر چیز سجی پڑی تھی۔خوبصورت پردے لگے ہوئے تھے۔پردوں کے ہم رنگ صوفے۔ٹیبل پہ پڑے خوبصورت ڈیکوریشن پیسز۔دیواروں پہ ٹنگی خوبصورت اور عمدہ پینٹنگز مکینوں کے اعلی ذوق کا ثبوت دے رہی تھیں۔

"بیٹھیں آپ۔۔" ارتضی اسکو صوفے کی طرف اشارہ کرتے بولا تھا۔

"مگر۔۔" رباب منمنائی تو ارتضی اسکو سخت نظروں سے گھورتا آگے بڑھ گیا تھا۔رباب کے ذہن میں سوال سر اٹھا رہے تھے۔کہ یہ کہاں آئی ہے وہ؟کس کا گھر ہے؟ارتضی اسکو کیوں لایا ہے یہاں ؟؟

وہ مجبوراً بیٹھی اور اردگرد دیکھنے لگ گئی تھی۔ سر بھاری ہو رہا تھا مسلسل رونے کی وجہ سے۔سامنے ہی دو کمرے تھے۔ایک طرف کچن بنا ہوا تھا۔اور بائیں جانب ایک کمرہ اور تھا جو شاید ڈرائنگ روم تھا۔سامنے سے سیڑھی اوپر والی

منزل کو جا رہی تھی جہاں کمرے بنے ہوئے تھے۔گھر چھوٹا تھا مگر اچھے طریقے سے سجایا گیا تھا۔وہ اردگرد کا جائزہ لینے میں مصروف تھی جب پانچ منٹ بعد ایک ڈیسنٹ سی لڑکی اسکو اپنی جانب آتی نظر آئی تھی۔اسکے چہرے پہ ایک نرم سی مسکراہٹ تھی۔گندمی رنگ تھا۔نقش نقوش تیکھے تھے۔وائٹ کلر کے ڈوپٹے سے سر کو ڈھانپا ہوا تھا۔

"اسلام علیکم ۔کیسی ہو رباب؟"اسنے پاس آ کے محبت سے پوچھا تھا۔

"وعلیکم اسلام ۔آپ کون ہیں ؟؟اور سر مجھے یہاں کیوں لے کے آئے ہیں ؟؟پلیز آپ مجھے اچھی لگ رہی ہیں آپ میری مدد کریں مجھے ہاسپٹل جانا ہے میری بی جان وہاں ۔۔آپ مجھے ۔۔"رباب مقابل کا نرم رویہ دیکھ کے التجا کرنے لگی تھی۔

"ارے رباب رو مت پلیز۔میں تحریم ہوں ۔حفصہ اور ارتضی کی بڑی بہن ۔فہمیدہ آنٹی کی بیٹی ہوں ۔ڈرو مت تم یہاں بلکل محفوظ ہو جان۔ارتضی نے مجھے بی جان کے بارے میں بتایا ہے ۔بہت دکھ ہوا سن کے ۔مگر تم پریشان مت ہو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا دیکھنا تم ۔۔"تحریم نے اسکے ساتھ بیٹھتے ہوئے اسکی گال صاف کرتے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"مگر مجھے جانا ہے۔۔اگر وہ ۔۔"رباب نے کہا تھا۔

"رباب میری جان ضد مت کرو۔ تمہارے رونے سے سب وہاں پریشان ہو رہے تھے وہ لوگ تو پہلے ہی پریشان ہیں۔ اسلئے بھائی تمہیں یہاں لائے ہیں۔ وہ ابھی ہاسپٹل جائیے گے تم اتنی دیر ریسٹ کر لو پھر انشاءاللہ شام کو جب بی جان کو ہوش آئے گا ناں میں اپنی بہن کو خود لے کے جاؤں گی۔" تحریم نے اسکو بہلایا تھا۔

"مگر مجھے ابھی جانا ہے۔" رباب ضدی ہوئی۔

"رباب تو اچھی لڑکی ہے ناں تو ضد کیوں کر رہی ہو۔" تحریم نے اسکو پچکارا تھا۔ اس وقت وہ کسی چھوٹی بچی کی طرح لگ رہی تھی جو اپنی کسی پیاری چیز کے چھن جانے سے خوفزدہ تھی۔

"نہیں ہوں۔۔وہ مجھے بدتمیز اور ضدی کہتے ہیں۔" رباب منمنائی۔

"وہ جو کوئی بھی ہے ناں خود ہی بدتمیز اور ضدی ہو گا۔ رباب تو بہت اچھی ہے۔" تحریم نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"ہائے۔ آپ انکو بدتمیز اور ضدی نہیں کہہ سکتی۔ وہ بہت غصے کرے گے۔ یوں آنکھیں بڑی بڑی کر کے کھانے کو دوڑتے ہیں۔" رباب اس لمحے سب کچھ بھلائے آنکھیں بڑی کرتی بولی تھی تو تحریم کی ہنسی نکلی۔

"اچھاااا۔آخر کون وہ بے رحم انسان ہے جویوں ہماری رباب کو بڑی بڑی آنکھیں نکال کے ڈراتا ہے۔"تحریم اسکو باتوں میں لگانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

"ارے جو ابھی ابھی آنکھوں میں خون لئے اندر گئے ہیں ناں وہ ہی۔اس پتھر سے مجھے سر پھوڑنا پڑ رہا ہے۔"رباب بھی تیزی سے بولی تھی۔

"یو مین۔ارتضی۔؟؟"تحریم نے حیرانی سے استفسار کیا تھا۔

"جی وہ ہی جلاد ٹائپ۔۔وہ۔۔"رباب نے روانی سے کہا اس سے پہلے کہ اور کچھ کہتی اسکی نظر تحریم پہ پڑی جو ہنسی ضبط کرتے اسکو دیکھ رہی تھی تو رباب نے دانتوں تلے زبان دبا لی۔

"سوری۔۔"رباب منمنائی۔

"اٹس اوکے۔تم بہت پیاری ہو رباب۔حفصہ اور ماما تمہاری بہت تعریفیں کرتے تھے مجھے تم سے ملنے کا بکت شوق تھا تو آج پورا ہو گیا۔"تحریم نے سچے دل سے اسکی تعریف کی تھی۔

"شکریہ۔آپ بھی بہت اچھی ہیں۔آپ پکا مجھے لے کے جائیں گی ناں۔؟؟"رباب نے تصدیق چاہی تھی۔

"ہاں میری جان۔"تحریم نے کہا تھا۔

ارتضی غصے میں کمرے میں داخل ہوا تھا۔صوفے پہ گرنے والے انداز میں بیٹھا اور خود کو پرسکون کرنے لگا تھا۔کمرے میں اس وقت اندھیرا تھا صرف پردوں سے آنی والی روشنی تھی۔

چند لمحے یوں ہی گزرے تھے وہ خود پہ قابو پا چکا تھا۔اگلے لمحے وہ اٹھا اور الماری کے سب سے نیچے دراز سے ایک باکس نکال کے وہ بیڈ پہ آگیا تھا۔جیسے ہی اسنے یہ ڈبہ کھولا تھا ماضی کی یادیں تتلیوں اور جگنوؤں کی مانند اسکے اردگرد ٹمٹمانے لگ گئیں تھیں۔

اسنے ہاتھ بڑا کہ ڈبے میں سے وہ تصویر نکال کے سامنے کی تھی۔یہ ایک ایسا راز تھا جس سے وہ آج تک منہ موڑتا آیا تھا۔چاہ کے بھی اس بات کو ماننے سے ہچکچا رہا تھا۔مگر یوں کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔بلکہ اور الجھتے جاتے ہیں۔

"اتنے برسوں بعد بھی کچھ نہیں بدلا۔۔۔نہ وہ اور نہ ہی میں۔" ارتضی بڑبڑایا تھا۔

ارباز اور حماد آرب کے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"سر پولیس تب تک فرحان مرزا کے خلاف کاروائی نہیں کرے گی جب تک انکو کوئی ثبوت نہیں مل جاتا۔کیونکہ اس بار اسنے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا۔اب اس بات کا صرف آپکو اور ہمیں پکا یقین ہے کہ عناب پہ حملہ اسنے ہی کروایا ہے۔"حماد نے کہا تھا۔

"ہمم۔مگر کب تک ہم یوں چپ رہے گے۔اس بار تو اسنے یہ کام خود منظر سے غائب ہونے کے بعد کروایا کے تاکہ اس پہ کوئی شک نہ کر پائے۔"ارباز بولا تھا۔

"بہر حال جو بھی ہے اسکی نیویارک کی ساری ایکٹیوٹز کی ڈیٹیلز مجھے معلوم ہیں۔جہاں آجکل وہ پایا جا رہا ہے۔ارباز میں چپ نہیں بیٹھا ہوں میں صرف ٹھیک وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔"آرب نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔اسکے دماغ میں کیا چل رہا تھا ارباز اور حماد اندازہ نہ کر پائے تھے۔

"مگر سر میں نہیں چاہتا آگے چل کے عناب کے لیے کوئی مشکل ہو۔اسکو کچھ برا فیس کرنا پڑے۔وہ پہلے ہی بہت ڈری ہوئی ہے اور اب یہ سب۔"ارباز کی اصل پریشانی اسکی زبان پہ آئی تھی۔

"فکر نہ کرو۔اب ایسا کچھ نہیں ہو گا۔عناب کی طبعیت کیسی ہے اب ؟کب ڈسچارج ہو رہی ہے وہ۔؟۔"آرب نے ارباز سے پوچھا تھا۔

"آج شام تک"ارباز نے آگاہ کیا۔

"گڈ۔تم ابھی واپس نہ جانا ارباز وہاں سب ٹھیک چل رہا ہے۔اب زیادہ وقت تم عناب کے ساتھ رہو۔"آرب نے کہا تھا۔

"جی میرا بھی یہ ہی ارادہ ہے۔بس آپ سے ایک ریکویسٹ کرنی تھی کہ ابھی عناب کو یہ پتہ نہ لگے کہ آپ ہی گاؤں والے ملک ہیں۔وہ ملکوں کے بارے میں کچھ اچھی رائے نہیں رکھتی۔تو میں نہیں چاہتا کہ وہ آپکے ساتھ تلخ ہو۔"ارباز نے کہا تھا۔جبکہ آرب تلملا کے رہ گیا تھا۔

"واقف ہوں اچھی طرح میں۔خیر تم فکر مت کرو۔کافی لو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"آرب نے کہا تھا۔

شام کو جب عناب کو ڈسچارج کیا گیا تو آرب بھی ہاسپٹل آن پہنچا تھا۔

دیبا کمرے سے ضروری سامان اکٹھا کر رہی تھی۔عناب ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ماتھے پہ اور بازو پہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔

"اسلام علیکم۔کیسی ہو عناب۔"آرب نے پوچھا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔ٹھیک ہوں۔"عناب نے کہتے سر جھکا لیا تھا۔

"ہو گئی پیکنگ ساری۔؟"آرب نے استفسار کیا تھا۔

"جی ہو گیا سب۔"دیبا نے جواب دیا تھا تبھی ارباز اندر داخل ہوا تھا۔

"چلیں۔" ارباز بولا تھا۔

"لسن ارباز۔تم اور عناب فلیٹ میں نہیں جاؤ گے بلکہ میرے گھر ہی رکو گے۔ساتھ دیبا بھی وہی رکے گی کیونکہ جب تم چلے جاؤ گے تو عناب کمفرٹیبل رہے۔یہ سب سیکورٹی کی وجہ سے کرنا ضروری ہے۔تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ؟؟"آرب نے اپنی بات کہتے ہوئے ارباز سے پوچھا تھا۔

"مجھے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے بھلا۔بلکہ اطمینان رہے گا کہ یہ دونوں محفوظ جگہ پہ ہیں ۔"ارباز نے کہا تھا۔

"نہیں ۔۔نہیں ایسے کیسے ہو سکتا ہے بھلا۔ہم۔۔ہم ٹھیک ہیں وہاں ہی ۔۔"عناب منمنائی تھی۔ارباز کے سیل بجا تو وہ باہر نکل گیا تھا۔

"عناب آخر وہاں رہنے میں آپکو کیا مسئلہ ہے ؟؟"اب کے آرب نے تیکھے چتونوں سے اسکو پوچھا تھا۔

"میں یہ چیزیں رکھ کے آتی ہوں۔" دیبا کہتے باہر نکل گئی تھی۔

"کیا آپ مجھ پہ شک ۔۔"آرب دکھ سے بولا تھا۔

"نہیں نہیں۔شک والی بات ہرگز بھی نہیں۔"عناب نے اسکو ٹوکا تھا۔

"دیکھو عناب یہ سب تمہاری حفاظت کے لیے کیا جا رہا ہے۔پہلے ہی تمہاری اس رات والی حرکت پہ مجھے بے حد غصہ ہے۔"آرب نے کہا تھا۔

"میں سوری کر چکی ہوں۔"عناب منمنائی۔

"کب کیا سوری؟؟خواب میں کیا ہو گا۔۔"آرب ششدرہ تھا۔

"ابھی تو کیا ہے جب کہہ تھا کہ شک ہرگز نہیں کیا آپ پہ میں نے۔"عناب نے اپنے ہاتھ آپس میں جکڑتے ہوئے صفائی دی تھی۔

"سوری ایسے بولتے ہیں آپ کے ہاں؟؟"آرب نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"نہیں۔گاؤں میں تو لوگ سوری نہیں بولتے۔مگر میں تو کبھی کسی سے ناراض بھی نہیں ہوتی تھی۔ہاں اگر کبھی کسی دوست سے جھگڑا ہوتا تھا تو گلے مل کے گلے شکوے دور کر لیتے تھے۔"عناب نے آرب کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔آرب کا قہقہ ابلا تھا۔عناب کو اب سمجھ آئی تو خفت کے مارے چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"واؤ۔بہت ہی امیزنگ وائے ہے یہ تو۔"آرب نے اسکا سرخ چہرہ دلچسپی سے دیکھا تھا۔

"وہ۔وہ ارباز بھائی کدھر رہ گئے ہیں؟"عناب نے بات بدلنی چاہی۔

"ادھر ہی ہو گا۔تم پھر چل رہی ہو ناں میرے گھر۔مقصد میں پہلے ہی واضح کر چکا ہوں تمہاری حفاظت۔"آرب نے کہا تھا۔

"دیکھیں میں ارباز بھائی کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی کچھ وقت میں ۔بس میں ارباز بھائی کو ان ملکوں سے جان چھڑانے پہ قائل کر لوں ۔پھر آپکو کوئی فکر نہیں کرنی پڑے گی۔"عناب نے اپنی شہد رنگ آنکھوں سے آرب کو دیکھا تھا جو ملکوں کے اس قدر اچھے الفاظوں میں ذکر پہ پھر جھنجھلا اٹھا تھا۔

"تم کو آخر ملکوں سے مسئلہ کیا ہے۔کبھی تو اچھے الفاظ میں انکا ذکر کر لیا کرو۔"آرب نے تیز لہجے میں کہا تھا۔

"آپکو انکی سفاکیوں کا نہیں پتہ آرب سر۔"عناب نے کہا تھا۔

"اوکے لیو دس ٹاپک ۔اٹھو چلیں ۔"آرب کا موڈ سخت خراب ہوا تھا ۔

"جی ۔"عناب نے اسکا خراب ہوتا موڈ ملاحظہ کیا تو حیران ہوئی تھی۔وہ کافی کمزور لگ رہی تھی۔بازو کو سہلاتے اٹھی اور بیڈ کی جانب بڑھی تھی ۔آرب اسکا جائزہ لے رہا تھا۔سر پہ لیا ڈوپٹہ ۔آج بال نفاست سے باندھے ہوئے تھے۔ہاتھ میں گھڑی بھی بندھی ہوئی تھی۔بالوں کی لٹیں آج ماتھے پہ پڑی تھی۔آرب کے ماتھے پہ بل تب پڑے جب وہ بیڈ پہ پڑے مرجھائے بکے کو اٹھانے کو جھکی تھی۔

"سٹاپ۔" آرب ناگواری سے چیخا تھا۔ عناب اچھل پڑی تھی۔ اور حیرانی سے آرب کو دیکھا تھا۔ یہ یقیناً زریان کا دیا گیا بکے تھا۔ جو اپنا رنگ و روپ بھی کھو چکا تھا۔

"چلو عناب۔ دیر ہو رہی ہے۔" آرب نے پاس جا کے اسکا ہاتھ پکڑا تھا۔

"چلیں۔ مگر یہ زریان کا بکے تو اٹھا لوں۔" عناب نے بکے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں اب اسکا کیا کرنا ہے بھلا؟؟ فریم کروا کے روم میں رکھنا ہے یا میوزیم میں رکھوانا ہے۔" آرب نے طنز کیا۔

"اسکو کتنا برا لگے گا اگر میں اسکو یہاں چھوڑ گئی۔ آخر اتنے خلوص سے لایا تھا وہ۔" عناب نے معصومانہ لہجے میں کہا تھا کہ آرب اور جھنجھلا اٹھا تھا۔

"آخر کون سے ایسے انوکھے پھول جڑے تھے اس میں۔ آسمان سے گرے تھے یہ پھول۔ بکے بکے۔ اس بکے کی رٹ سے میں عاجز آگیا ہوں" آرب نے سرد لہجے میں کہا تھا عناب ہونق سی کھڑی اسکی بحث کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہو رہی تھی۔ تبھی صفائی کرنے والا عملہ اندر آیا تھا اور اپنا مدعا بیان کیا کہ روم خالی کریں تاکہ صفائی کی جائے۔

"یہ کام آپکو پہلے کرنا چاہیے تھا ایک مریض کے سرہانے یہ مرجھائے بکے پڑا تھا۔اتنے لاپرواہ لوگ ہیں آپ۔اگر کسی کو الرجی ہو جاتی۔"آرب اب آنے والے ملازم پہ برسا تھا اور بکے اٹھا کے ڈسٹ بن میں پھینکا تھا۔

"یہ کیا کیا آپ نے۔"عناب دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ کے بولی تھی۔

"کیا کیا۔خس کم جہاں پاک۔"آرب نے ہاتھ جھاڑنے والے انداز میں آخری جملہ آہستہ کہا تھا۔

"چلو ملکہ عرب اب۔"آرب کا لہجہ اب پہلے سے ہشاش بشاش لگ رہا تھا۔

"آپ۔"عناب کو غصہ آ رہا تھا۔

"چلو بھی اب۔"آرب تو اسکی کسی بات پہ کان دھرنے کے موڈ میں نہ تھا۔

رات تک سارا سامان فلیٹ سے آرب کے گھر سے ملحق انیکسی میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔یہ بھی عناب کی ضد تھی کہ اسکو انیکسی میں رہنا ہے۔ارباز اپنے کمرے میں ریسٹ کر رہا تھا جب دروازے پہ کوئی آیا تھا۔عناب اٹھی اور دروازہ کھولا تھا۔سامنے ملازم کھڑا تھا۔ہاتھ میں خوبصورت سے پھولوں کی ٹوکری پکڑی ہوئی تھی۔جس میں وائٹ اور لائٹ پنک کلر کے فریش فلاوز تھے۔ساتھ ایک GET Well soon کا وشنگ کارڈ بھی تھا۔

"یہ کس نے بھیجا ہے ؟؟" عناب نے پوچھا تھا ۔

"یہ آرب سر نے ۔" عربی زبان میں گفتگو ہوئی ۔عناب کو اب تھوڑی بہت عربی کی سمجھ آجاتی تھی۔

" تھینکس ۔" عناب نے کہا تھا۔پہلے ہی عناب آرب کی ہاسپٹل والی حرکت کی وجہ سے غصے میں تھی اب اور جھنجھلا اٹھی تھی۔

"اب یہ بھیج کے سمجھ رہے ہوں گے کہ میں برا نہیں مانوں گی۔کتنا روڈ تھا ناں انکا رویہ میرے ساتھ ہاسپٹل میں ۔اور تو اور زریان کے پیار سے لائے گے پھول میں پھینک آئے ۔" عناب روہانسی ہوئی تھی۔

"کیسی ہو اب ؟؟" ابھی عناب اندر آکے ہی بیٹھی تھی جب دیبا آفس سے لوٹی

۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں اب ۔پانی لاؤں ؟؟ تھک گئی ہو لگتا بہت آج " عناب نے تھکی تھکی دیبا سے استفسار کیا تھا۔

"افف لڑکی ٹھیک ہوں میں ۔اتنی سی بات پہ پریشان نہ ہو جایا کرو ۔ادھر بیٹھی کیا کر رہی ہو ۔جا کے کمرے میں ریسٹ کرتی ۔کچھ کھایا بھی ہے کہ نہیں

۔" دیبا نے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔عناب نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیا کروں میں تمہارا۔ اچھا میں لاتی ہوں کھانا ۔ واہ یہ پھول کتنے پیارے ہیں کس نے بھیجے ؟؟" دیبا نے اٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یہ ۔۔وہ آرب سر نے ۔" عناب نے سامنے ٹیبل پہ پڑے پھولوں پہ نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"ارے واہ۔ اچھا تم بیٹھو میں فریش ہو کے کھانا گرم کر کے لاتی ہوں ۔" دیبا کہتی آگے بڑھ گئی ۔ اور عناب ٹک کے بیٹھنے والوں میں سے نہ تھی وہ اٹھی اور کچن کی طرف بڑھ گئی ۔ جب آرب انیکسی میں داخل ہوا تو وہاں خاموشی تھی کوئی بھی موجود نہ تھا۔ وہ آگے بڑھا تو نظر ٹیبل کی سائیڈ پہ پڑے بکے پہ پڑی ۔ وشنگ کارڈ نیچے کارپٹ پہ پڑا ہوا تھا۔ اور بکے بھی ٹیبل کی کونے پہ پڑا تھا جیسے اب گرا تب گرا ۔ آرب کے بھنویں غصے سے تن گئے تھے اتنے پیار سے اسنے یہ بکے بھیجا تھا تاکہ زریان کے بکے کا ملال کم ہو سکے عناب کو ۔ مگر یہاں تو ۔۔ اس بکے کی حالت پہ وہ جل اٹھا تھا۔ تبھی عناب کچن سے نکلی تھی ہاتھ میں ٹرے پکڑی تھی جس میں دو پلیٹس پڑی تھی ایک ہاتھ سے مشکل سنبھالتے ہوئے وہ باہر نکل رہی تھی۔

"اگر یوں ہی اسکو پھینکنا تھا تو رکھتی ہی ناں بھلا ۔ زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی ۔" آرب نے آگے بڑھ کے وہ بکے اٹھایا تھا۔

"مطلب ۔۔" عناب بھونچلا گیا تھا۔

"اوہ مطلب ۔کچھ بھی نہیں کیا مطلب ہو سکتا ہے میرا بھلا۔بلکہ مجھے تم سے سوری بولنا چاہیے جو میں نے خراب پھول تمہیں بھیجوا دیں تھے ۔مگر ڈونٹ یو وری نیکسٹ ٹائم میں کیئرفل رہوں گا۔انفیکٹ زریان لغاری سے پوچھ لوں گا کہ کس جگہ سے پھولوں کا بکے لائے تھے۔جو مس عناب جمشید کو دل وجان سے بھا گیا تھا۔اور میرے پھول سونگھنے سے ہی انکو الرجی ہونے لگ گئی تھی اسلیے یوں انکو پھینک دیا گیا تھا۔" آرب بھڑکا رہا تھا۔عناب نا سمجھی سے کبھی آرب کو دیکھتی کبھی اسکے ہاتھ میں پکڑا بکے۔آرب کو تو پتنگے لگ گئے تھے۔

"دیکھیں ۔آپ کیا کہہ رہے ہیں ۔میں تو صرف ۔" عناب نے آگے بڑھ کے ٹرے ٹیبل پہ رکھی تھی۔

"نو نیڈ ٹو ایکسپلین مس عناب ۔میں بہت اچھے سے سمجھ گیا ہوں ۔" آرب نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔اور قالین پہ پڑا وشنگ کارڈ اٹھایا اسکے ٹکڑے کر کے ہوا میں اچھال دیں تھے۔عناب ہونق سی کھڑی اس خبطی کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ آرب سر۔" عناب کو آرب کی ذہنی حالت پہ شک گزارا تھا۔

مگر وہ جواب دینے کے موڈ میں کہاں تھا۔ آندھی طوفان بنا ہاتھ میں پکڑا بکے دروازے کے پاس پڑی ڈسٹ بن میں پھینکتا انیکسی کے دروازے سے نکلتا گیا تھا۔

عناب کو سخت غصہ آیا تھا۔

"عجیب انسان ہیں ۔جب جو دل میں آئے گا وہ کریں گے ۔جب دل کی بے عزتی کریں گے ۔پھر پھول بھیج دیئے۔ اب خود ہی آ کے بولے اور یہ حشر کر کے چلے گئے ۔" عناب نے منمناتے ہوئے کارڈ کے بکھرے ٹکڑے چنے اور بکے اٹھا کے اپنے روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ تو آج تک کسی کی نفرت کو نہ ٹھکرا پائی تھی یہ تو پھر کسی کا خلوص سے دیئے جانے والا تحفہ تھا۔ اسکو کیسے ٹھکرا سکتی تھی بھلا ۔مگر آرب کا غصہ اسکے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم کر رہا تھا۔

---------------،،،،،------------------------

مناہل لائبریری سے نکل کے کلاس کی طرف جا رہی تھی جب حمدان کی آواز نے اسکے قدم روک دیئے تھے۔

"کیسی ہو؟؟" حمدان نے اپنی نظریں اسکے چہرے پہ جماتے ہوئے کہا تھا۔

"ابھی تک تو ٹھیک تھی۔" مناہل نے منہ بگاڑ کے جواب دیا تھا۔ حمدان اسکے اس رویے پہ بے بسی سے ہنس دیا تھا۔

"اتنے شکوے۔۔" حمدان نے کہا تھا۔

"میں کیوں بھلا کسی سے شکوے کرنے لگ گئی ۔" مناہل نے تپا جواب دیا تھا۔

"خیر۔آپ مجھے اس قابل تو نہیں سمجھتی ہیں مگر آپکی مدد درکار ہے مجھے۔" حمدان نے سرد آہ خارج کرتے پوچھا تھا۔

"یوں تو مت گھوریں۔دراصل ایک جاننے والی آنٹی ہیں ۔انکو اپنی این جی او کے لیے ایک نرم دل اور قابل لڑکی کی ضرورت ہے ۔انہوں نے مجھ سے بات کی تھی۔تو میرے خیال میں زین شاہ کی گھٹیا ڈیل کی بجائے آپ اس جاب کو جوائن کر لیں ۔" حمدان نے اسکے گھورنے پہ بتایا تھا۔حمدان کو زیادہ ڈر اس بات کا لگا رہتا تھا کہ کہی وہ ضد میں زین شاہ کی جاب والی آفر قبول نہ کر لے۔

"اور آپ کو آخر یہ خوش فہمی کیونکر لاحق ہوئی کہ میں آپکی بات مان لوں گی۔" مناہل نے تیکھے چتونوں سے پوچھا تھا۔

"دیکھو مناہل چاہے تم یہ بھی آفر قبول مت کرو مگر اگر مجھے پتہ لگا نا کہ تم زین شاہ کے ہاں جاب پہ جا رہی ہو تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔میری نرمی کا فائدہ مت اٹھاؤ۔" اب کے حمدان بھڑکا۔

"کس رشتے سے آپ یہ حق جتا رہے ہیں ۔میں پہلے بھی آپکو وارن کر چکی ہوں اب بھی کر رہی ہوں دور رہے مجھ سے اور میرے معاملات سے۔" مناہل بھی زور دے بولی۔

"حق بھی اس دن حاصل ہو جائے گا جو دن میرے خدا نے مقرر کیا ہو گا۔" حمدان نے غصے سے لال ہوتے چہرے پہ دیکھتے ہوئے کہا تھا۔پھر مناہل کے چیلجنگ رویے پہ غور کرتے ہوئے وہ مصلحت آمیز انداز میں بولا۔

"اوکے اوکے۔سوری ناں ۔میں اس لہجے میں بلکل بات نہیں کرونگا ۔مگر ایک ریکوسٹ ہے مناہل ۔اگر تمہیں یہ جاب اچھی لگے تو ضرور جانا ۔صدقہ جاریہ بھی ہو گا اور جگہ بھی مناسب ہے بجائے کہ تم کسی اور جگہ جاؤ۔" حمدان نے صلح جو انداز میں کہا تھا۔مناہل اب خاموش رہی۔

"یہ رہا مسز سعید کا کارڈ۔آج تین بجے ان سے مل لینا یونیورسٹی کے بعد۔خیال رکھنا اپنا۔" حمدان اسکی طرف کارڈ بڑھاتا بولا تھا تو مناہل نے جھجھکتے ہوئے کارڈ پکڑ لیا تھا۔حمدان آگے بڑھ گیا تھا۔

مناہل نے اسکی چوڑی پشت دیکھی تھی ۔کبھی دل کرتا کہ اسکی بولتی آنکھوں پہ یقین کر لوں مگر پھر اگلے ہی پل اسٹیٹس کا فرق آنکھوں پہ پٹی باندھ دیتا

تھا۔مناہل کو اپنی ذات بہت عزیز تھی ۔کل کو وہ کسی کی بات برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ مڈل کلاس نے ایلیٹ کلاس کے لڑکے کو پھانس لیا ۔
وہ سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی تھی۔

مناہل یونی سے جلد نکل آئی تھی گھر پہ کال کر کے وہ بتا چکی تھی کہ وہ کسی این جی او میں انٹرویو پہ جانا چاہتی ہے۔اسکے والدین صرف اسکا شوق دیکھ کے اسکو اجازت دے رہے تھے۔ورنہ اسکی ضروریات تو وہ پورے کر رہے تھے۔یہ شہر سے دور ایک آفس تھا۔آدھے گھنٹے بعد پبلک ٹرانسپورٹ میں وہاں پہنچی تھی۔سنسان سا علاقہ تھا ۔ویسے تو یہ روڈ پہ تھا ۔مگر روڈ کے بلکل سامنے کھیت تھے۔اور سڑک پہ اکا دکا گاڑیاں چل رہی تھیں ۔وہ اردگرد کا جائزہ لیتی اندر داخل ہوئی تھی گیٹ کیپر پڑا اونگھ رہا تھا۔
"اسلام علیکم انکل ۔"مناہل نے جھجھکتے ہوئے اسکو سلام کہا اور جگانا چاہا تھا۔مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا ۔
"سنیں انکل۔"اب کے وہ زرا بلند آواز میں بولی تھی اب کے وہ ہڑبڑا اٹھا تھا۔اسنے ناگواری سے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا تھا۔
"کیا ہے لڑکی ۔"اسنے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔

"وہ مجھے مسز سعید سے ملنا تھا۔" مناہل نے ہلکی آواز میں کہا تھا۔

"سیدھا اندر جاؤ تو سامنے آفس ہے مل لو جا کے۔" اسنے کہا تھا اور واپس سونے کے انداز میں لیٹ گیا۔

مناہل دل میں ڈر لئے اب اندر داخل ہوئی تھی۔آجکل کے حالات سے دل میں خوف سا آگیا تھا۔ایک تنگ سی راہداری تھی۔جاتے دائیں ہاتھ ایک آفس تھا مناہل نے دروازہ کھولا تھا۔مگر اندر کا منظر اسکو حیران کر گیا تھا۔اندر مسز سعید کی بجائے زین شاہ اور اسکا گروپ براجمان تھا۔

"ارے آئیں آئیں کب سے انتظار کر رہے تھے ہم آپکا۔"زین شاہ نے جیسے ہی اسکو اندر داخل ہوتے دیکھا تو ٹیبل سے اٹھ کے آگے بڑھا تھا۔

"آ۔آپ۔۔یہاں۔۔وہ مم۔میں یہاں مسز سعید سے ملنے آئی تھی۔وہ دراصل ۔۔" مناہل اب کے خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"شش شش۔۔مناہل ڈارلنگ چھوڑو مسز سعید کو آج ہم سے مل لو۔"زین شاہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف کھینچا تھا۔تو مناہل کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔

"ہاہاہا۔ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں سویٹ ہارٹ۔" اب کے پیچھے سے آواز آئی تھی۔تین لڑکے پیچھے بیٹھے مناہل کا جائزہ لے رہے تھے۔مناہل کا دل کر رہا تھا کہ وہ بھاگ جائے یہاں سے۔

"دیکھیں ۔آ۔آپ ۔مجھے غلط سمجھ رہے ہیں ۔۔۔میں ایسی لڑکی نہیں ہوں ۔"مناہل کی آنکھوں میں اب آنسو آ گئے تھے ۔

"اوہ ڈارلنگ ڈونٹ کرائے بے بی۔انجوائے کرتے ہیں ۔"زین شاہ نے پیار سے کہا تھا۔مناہل نے اسکا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"چلو بوائز روم خالی کرو ۔"زین شاہ نے مناہل کو اپنے گھیرے میں لیتے ہوئے کہا تھا جو نکلنے کو مچل رہی تھی۔سب قہقہہ لگاتے نکل گئے تھے ۔مناہل اب اسکے رحم و کرم پہ آنسو بہا رہی تھی۔مناہل کا دل شدت سے دعائیں کر رہا تھا کہ وہ مرجائے ۔عزت جانے سے بہتر تھا کہ جان چلی جاتی ۔زین شاہ مناہل کی طرف بڑھا رہا تھا اور مناہل کی سانسیں بند ہو رہی تھی۔

"اسلام علیکم ۔آنٹی کیسی ہیں آپ ؟؟"حمدان نے مسز سعید کو کال کی تھی۔حمدان کا دل مناہل کو وہاں اکیلا بھیج کے پریشان سا تھا ۔اسلئے جب مناہل نکلی اسکے کچھ دیر بعد وہ نکل پڑا تھا۔

"وعلیکم اسلام ۔جی بیٹے میں بلکل ٹھیک ہوں ۔اچھا جو لڑکی تم نے بولا تھا ناں ۔آج اسکو مت بھیجنا ۔میں آفس نہیں ہوں ۔زین آفس میں ہے اسکی کال آئی

تھی کہ آنی آج میں آپکے آفس بیٹھ جاؤں ۔میں اسکو بولا ٹھیک ہے۔" مسز سعید زین شاہ کی خالہ تھی۔اس خبر نے حمدان پہ بجلیاں گرا دی تھیں۔

"کیا ؟؟آپ ۔آپ کم از کم مجھے بتا تو دیتی ۔میں آپ کے آفس کے باہر ہی ہوں ۔۔۔۔مگر وہ گھٹیا شخص ۔"حمدان غصے سے فون پٹخا تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھولتا بھاگ کے اندر گیا تھا۔چوکیدار ابھی بھی پڑا سو رہا تھا۔

جب حمدان راہداری میں داخل ہوا تو مناہل کے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں ۔حمدان کا دل پھٹنے لگا تھا۔سانسیں تھم رہی تھیں ۔وہ دیوانہ وار بھاگتا آواز کے تعاقب میں گیا تھا۔پھولی سانس سے وہ کمرے کا دروازہ زوردار جھٹکے سے کھولتا اندر داخل ہوا تھا تو اندر کا منظر حمدان کو غصے سے پاگل کر گیا تھا۔مناہل کا ڈوپٹہ زین کے ہاتھ میں تھا اور مناہل روتی بلکتی اس سے بچتی پھر رہی تھی۔دروازہ کھلنے پہ دونوں نے دیکھا تھا تو مناہل کا دل کیا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"تمہاری اتنی ہمت ۔۔میں تمہیں آج جان سے مار دوں گا۔وارن کیا تھا ناں کہ دور رہنا میری مناہل سے ۔"حمدان غصے سے دہاڑتا آگے بڑھا تھا اور زین شاہ کو پیٹنے لگ گیا تھا۔آوازیں سن کے اسکے دوست بھی کمرے میں آگئے تھے ۔مناہل

اب خود کو چھپانے کی خاطر ٹیبل کے نیچے چھپ گئی تھی۔وہ بری طرح سہم گئی تھی۔زین مار کھا کھا کے ادھ موا ہو چکا تھا۔

"اگر تم لوگ اپنی خیر چاہتے ہو تو اسکو اٹھا کے نکل جاؤ یہاں سے۔ورنہ تم سب کے گھر والوں کو تم سب کی کرتوتوں کی ویڈیوز بھیجنا میرے لیے مشکل نہیں۔"حمدان نے سرخ نظروں سے سب کو وارن کیا تھا۔دو منٹ میں کمرہ خالی ہو گیا تھا۔حمدان نے دکھ سے آنکھیں بھینچی تھی اور مناہل کو تلاشنا چاہا تو ٹیبل کے پیچھے سے اسکو مناہل کی شرٹ نظر آئی۔حمدان نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لی اور بے بسی سے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔نیچے پڑا ڈوپٹہ اٹھایا۔اور آگے بڑھا۔

"مناہل۔۔ڈرو مت کچھ نہیں ہو گا۔۔میں ہوں یہاں۔باہر آؤ شاباش۔"حمدان نے اسکے گرد ڈوپٹہ لپیٹ کے اسکو پچکارا تھا۔بدلے میں مناہل کی ابھرنے والی سسکی حمدان کا دل چیر گئی تھی۔

"مناہل پلیز۔بی بریو۔"حمدان نے اسکو کندھوں سے پکڑ کے مقابل کیا تھا۔مناہل کی آنکھیں رونے سے لال ہو گئی تھیں۔بال بکھرے ہوئے تھے۔اور ماتھے پہ پسینے کی بوندیں چمک رہی تھی۔اسکی اس حالت پہ حمدان کا دل

کٹ گیا تھا۔دل کر رہا تھا کہ اسکو اپنے دل میں چھپا کے رکھ کے جہاں حمدان کے علاوہ اسکو چھونا تو دور کوئی ایک جھلک دیکھ بھی نہ سکے۔

"وہ۔۔وہ۔۔۔مم۔"مناہل روتے ہوئے بے ربط بول رہی تھی۔

"بس بس۔۔چپ کر جاؤ۔۔اسکو میں خود دیکھ لوں گا۔تم خود کو پر سکون رکھو پلیز۔میں ہوناں تمہیں کچھ نہیں ہو سکتا۔۔ٹرسٹ می۔"مناہل کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کے اپنے سامنے کرتے ہوئے حمدان نے کہا تھا۔

"چلو اب اچھے بچوں کی طرح سامنے واش روم میں جاؤ اور اپنا حلیہ درست کر کے آؤ تاکہ ہم بات کر سکیں۔"حمدان نے مناہل کو پچکارا تھا۔جبکہ مناہل کے دماغ میں کوئی اور ہی بات ابھری تھی۔

"ا۔۔ایک منٹ۔۔آپ یہاں کیسے بھلا۔۔؟"مناہل نے شک بھری نظروں سے حمدان کو دیکھا تھا۔

"وہ بعد میں بتاؤں گا۔فی الحال۔"حمدان نے کہا تھا۔مگر اسکی بات کو مناہل نے کاٹ دیا۔مناہل کے حواس بیدار ہوئے تو سوال ذہن میں ابھرے۔

"میرے خیال میں یہ سوال زیادہ اہم ہے کہ آپ یہاں کیسے آئے۔؟؟اور زین شاہ کا یہاں کیا کام،؟؟۔اسکو کیسے پتہ میں یہاں ہوں۔۔؟؟"مناہل نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ کہ اسکو کیسے پتہ لگا کہ تم یہاں آئی ہو۔" حمدان نے الجھتے ہوئے کہا تھا۔

"آپکو نہیں پتہ ؟؟ مگر مجھے پتہ چل گیا ہے۔۔افف میں کتنی بدھو ہوں۔آپکی چال میں پھنس گئی۔پہلے آپ نے مجھے جاب آفر کی۔پھر زین شاہ کو میری یہاں موجودگی کا بتایا۔۔اور۔۔اور پھر یہاں آ کے آپ نے میری عزت بچانے کا جو ڈرامہ کیا۔واہ واہ کیا اداکاری تھی۔۔اور میں پاگل۔

کیسے بھول گئی۔۔آپ صرف اپنے ایک تھپڑ کا بدلے لینے کے لیے اتنا گر گئے۔کہ مجھے اس بھیڑیے کے حوالے کر دیا۔جو میری عزت تار تار۔۔۔" مناہل سرخ آنکھوں کے ساتھ چیخ رہی تھی مگر حمدان کے زناٹے دار تھپڑ نے اسکی بولتی بند کروا دی تھی۔

"بس بہت ہو گئی تمہاری بکواس۔اور میری محبت کی توہین۔بہت عقل مند ہو تم تو مناہل ابرار۔مگر تم کو کھرے اور کھوٹے جذبوں کا فرق نہیں معلوم۔اگر میں نے بدلہ لینا ہوتا تو اس دن تم وہاں سے واپس نہ آتی جس دن مجھکو تھپڑ مارا تھا۔مجھے اتنا گرا ہوا سمجھتی ہو تم۔۔ارے میں تو تمہیں اپنی عزت سمجھتا ہوں۔تو تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا ؟؟ کیسے ؟؟؟ بولو جواب دو مناہل ؟؟؟" حمدان کی گرفت مناہل کے بازو پہ مضبوط تھی۔اور آنکھیں مناہل کی آنکھوں میں

ڈالے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"آج تو میں اپنی محبت پہ تمہارا شک برداشت کر گیا ہوں مگر آج کے بعد اگر ایسا ہوا ناں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔نفرت کرتی ہو ناں مجھ سے تو ٹھیک ہے پھر۔۔آج سے میں کبھی تمہارے راستے میں نہیں آؤنگا۔حمدان قریشی بھول جائے گا کہ وہ کسی مناہل ابرار کو جانتا بھی تھا۔جسکا دل پتھر کا تھا۔

بس اب ہو گیا بہت۔آج سے تمہاری اور میری راہیں جدا جدا۔۔"حمدان پتھریلے لہجے میں کہتا باہر نکلتا گیا تھا۔جبکہ مناہل اسکے لہجے کی سختی پہ دہل کے رہ گئی تھی۔دو منٹ یوں ہی گزر گئے جب آفس کے دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔

وہی چوکیدار اندر آیا تھا۔

"آپکو باہر وہ صاحب بلا رہے ہیں۔"اسنے اطلاع دی تھی اور مناہل سنبھلی۔منہ ڈوپٹے سے صاف کرتی اور حالت درست کرتی باہر نکل آئی تھی۔پچھلے ڈیڑھ گھنٹہ اسکی زندگی کا سخت ترین وقت تھا۔جس دل سے وہ اندر گئی تھی اب شاید اسکی دنیا بدل گئی تھی۔

وہ سڑک پہ کھڑی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ میرون جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ سن گلاسز لگائے ہوئے تھے۔چہرے پہ سنجیدگی رقم تھی ۔وہ بلاشبہ ایک خوبرو نوجوان تھا۔

"حلانکہ مجھے معلوم ہے مگر پھر بھی اگر مجھے کسی قابل سمجھتی ہیں تو بیٹھ جائیں میں آپکو باحفاظت پہنچانا چاہتا ہوں ۔کیونکہ میری جاب آفر بلکہ بقول آپکے "ڈرامہ" پہ آپ یہاں آئی تھی تو اس لحاظ سے آپ کو واپس چھوڑ کے آنے کی ذمہ داری بھی میری بنتی ہے۔ محض اور بیس منٹ مجھے برداشت کرلیں ۔آئندہ کوشش کرونگا کہ میری ذات کا ذکر بھی کبھی آپکے سامنے نہ ہو۔" حمدان نے سرد لہجے میں کہا اور مناہل کی جانب کا دروازہ کھول کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھل چکا تھا۔ حمدان بری طرح ٹوٹ چکا تھا۔ اپنے جذبوں کی تذلیل پہ۔

ہر دفعہ مناہل یوں ہی اسکے جذبوں کا قتل کرتی تھی۔ مگر اس بار تو اسنے حد کر دی تھی حمدان کی پارسائی پہ شک کیا تھا۔ حمدان کو دو کوڑی کا کر دیا تھا۔ اس تمام وقت میں اسنے اپنی آنکھوں کو گلاسز سے ڈھانپا ہوا تھا۔ کیونکہ وہاں تو اپنے دل کی دنیا کے برباد ہونے کا ماتم بچھا ہو اتھا۔ مگر اس دنیا کو برباد کرنے والا بے خبر تھا۔ مناہل بیٹھی تو حمدان گاڑی کو اڑاتا آگے بڑھ گیا تھا۔ رش ڈرائیونگ کرتے وہ مناہل کے گھر تک آگیا تھا۔ مناہل حیران تھی کہ اسکو مناہل کے گھر کا اڈریس

تک پتہ ہے مگر آج تک اسکو تنگ کرنا تو دور کبھی اس سے بلا مقصد بات بھی نہ کرتا ہے۔

"باحفاظت پہنچا چکا ہوں آپکی منزل تک۔جیسی آپ آئی تھی ویسی واپس جا رہی ہیں ۔خدا حافظ ۔"گاڑی روکتے ہوئے حمدان نے درشت لہجے میں کہا تھا۔مگر مناہل کے دل نے اسکی آخری بات کی نفی کرنا چاہی تھی۔مناہل اداس دل کے ساتھ دروازہ کھول کے اتری تو حمدان اسی سپیڈ سے گاڑی اڑا لے گیا تھا۔

میری روح میں اتر زرا

از عنایہ احمد

قسط نمبر:١١

بی جان کو ہوش آگیا تھا۔مگر ڈاکٹرز نے انکو ٹینشن سے دور رہنے کو بولا تھا کیونکہ انکا بی پی بگڑ جانا تھا جس سے انکی حالت خراب ہونے کا خدشہ تھا کچھ عمر کا بھی تقاضہ تھا۔مگر بی جان کو تو ایک پل کو سکون نہ مل رہا تھا۔

"مجتبی میری رباب۔ میری شہزادی ۔۔"بی جان کو رباب کا یوں رد کیا جانا چین نہ لینے دے رہا تھا۔ اب بھی جب مجتبی صاحب ان سے ملنے آئے تو انکی زبان پہ ایک ہی بات تھی۔

"بی جان سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ بس جلدی سے ٹھیک ہو جائیں ۔پھر ہم مل کے آپ کی شہزادی کے لیے شہزادہ ڈھونڈ لے گے ۔"مجتبی صاحب نے نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے بی جان کا کمزور ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا تھا۔

"مجتبی مجھے گلریز ملک کے بیٹے شہروز کے نکاح سے پہلے اپنی رباب کو رخصت کرنا ہے تاکہ میں اسکو دیکھا سکوں کہ میری پوتی ارزاں نہیں ۔اگر اسنے ٹھکرا دیا تو اس کی یہ بد نصیبی ہے ۔مجھے اس ہفتے ہی رباب کو رخصت کرنا ہے ورنہ پوری برادری ہنسے گی۔۔۔ میری بچی کو کم سمجھے گی ۔سو باتیں بنائیں گے کہ نا جانے جواب کی کیا وجہ تھی۔۔۔"بی جان باضد تھی ۔مجتبی صاحب کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیسے انکو سمجھائے ۔

"بی جان وہ سب بھی ٹھیک ہے ۔اب جلدی سے گھر آجائیں ٹھیک ہو کے پھر دیکھتے ہیں ۔اب آرام کریں ۔زیادہ بولیں مت ۔"مجتبی صاحب نے انکی پیشانی پہ بوسہ لیا تھا۔

"نہیں مجتبیٰ مجھے بہلاؤ مت ۔۔ میری سانسوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہے ۔" بی جان رنجیدہ ہوئی ۔

"ایسی باتیں مت کریں بی جان ۔ میں پہلے ہی پریشان ہوں ۔ آپ دعا کریں بس خدا سے کہ سب ٹھیک ہو جائے ۔" مجتبیٰ صاحب اس وقت خود کو بے بس محسوس کر رہے تھے۔

یہ ایک تنگ و تاریک گلی میں رات کا منظر تھا۔ سامنے ایک بوسیدہ سا گھر بنا ہوا تھا ۔ جس میں ایک اکلوتا کمرہ تھا ۔ اور ساتھ ایک چند فٹ پہ مشتمل واش روم تھا جس پہ چھت کے نام پہ اسکو چند لکڑیوں سے ڈھانپا گیا تھا۔ ایک لکڑی کا پرانا سا دروازہ لگا ہوا تھا ۔

چھوٹے سے صحن سے گزار کے وہ اپنے آدمیوں سے ساتھ اندر داخل ہوا تھا جہاں سے بلب کی پیلی روشنی دروازے کے نیچے بنی جگہ سے باہر آ رہی تھی ساتھ ہی کسی نسوانی چیخوں کی آوازیں بھی آ رہی تھی ۔ اسنے اپنا چہرہ بلیک ماسک سے ڈھانپ رکھا تھا ۔ اور ایک زوردار کک سے سامنے دروازے کو ٹھوکریں ماری تھیں جس سے دروازہ ٹوٹ کے گر چکا تھا اندر کا منظر کچھ یوں تھا ۔ ۔ لڑکی کے منہ پہ سرہانہ رکھا ہوا تھا اور گلے میں کپڑے کا پھندہ تھا ۔ وہ

چارپائی پہ لیٹی ہوئی تھی اسکا ہاتھ چارپائی سے نیچے ڈھلک رہا تھا۔وہ اسکی حالت پہ آنکھیں بھینچتا آگے بڑھا اور دائیں بائیں کھڑے اس لڑکے کے باپ اور بھائی پہ جھپٹا جو کہنے کو تو اسکے محافظ تھے مگر آج خود اسکو جان سے مارنے پہ در پے تھے۔

"تم جیسے مردوں کو جینے کا حق نہیں ہے۔" وہ کہتا ہوا ان پہ ٹوٹ پڑا تھا۔اب وہ دونوں اس کے رحم و کرم پہ گرے مار کھا رہے تھے۔

"تم مجھے ملک کے آدمی لگ رہے ہو۔دیکھو ہاتھ جوڑتا ہوں تمہارے سامنے جاؤ یہاں سے۔آج اس لڑکی کو جان سے ختم کر لینے دو ورنہ وہ شاہ ہم لوگوں کو ختم کر دیں گے۔ہم غریب آدمی ہیں رحم کرو۔" بوڑھا آدمی اب سسکا تھا۔اب اسکا اٹھا ہوا ہاتھ رکا اور اس بوڑھے کو ہاتھ بڑھا کے اپنے مقابل کھڑا کیا تھا۔

"اپنی جان کی خاطر اپنی بے بس معصوم بچی کی جان لے رہے ہو۔اسکا بھلا کیا قصور اس سب میں۔وہ تو خود ان ظالموں کی بھینٹ چڑھی ہے۔اب جب کہ وہ انکے خلاف بیان دینے لگی ہے تو تم لوگ اسکو ہی ختم کر رہے ہو۔" وہ ماسک پہنے ہوئے ہی چیخا تھا۔

"تو کیا کریں ہم پھر۔میں ایک ٹھیلا لگاتا ہوں تاکہ دو وقت کی روٹی کھا سکوں۔مگر جس دن سے شاہوں کو پتہ لگ گیا تھا کہ ثریا۔ انکے خلاف کورٹ میں جا کے

بیان دے گی اس دن اسکا بیٹا آیا اور میرا ٹھیلا تباہ کر گیا تھا۔ اور یہ دیکھو میرے جسم پہ نشان زخموں کے۔۔۔ اور یہ دیکھو میرے بیٹے کو بھی پیٹا ہے اسکو بھی جان سے مارنے کی دھمکی دی ہے۔ ہم غریب لوگ انکا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں ۔۔" وہ بوڑھا آدمی بولا تھا۔

"مرد بن کے حالات کا مقابلہ کرو یوں کسی کی جان لینے کا کیا حق ہے تم لوگوں کو ۔۔آئندہ مجھے اگر اس کے آس پاس بھی نظر آئے تو اس سے پہلے تم دونوں باپ بیٹا جان سے جاؤ گے۔ اٹھاؤ اس لڑکی کو عزت سے اور گاڑی میں ڈالو۔" وہ بولا تھا اور غصے سے کہتا آگے بڑھ گیا۔

ملک صاحب کو اسکے بندوں نے اطلاع دے دی تھا کہ جس جگہ ثریا کو رکھا تھا وہ اب وہاں نہ تھی۔ ارتضی کے اندازے کے مطابق اسکو اسکے بھائی اور باپ کے علاوہ کوئی نہیں لے جا سکتا کیونکہ ان دنوں کو ان ٹھکانے کا پتہ تھا کیونکہ جب وہ اسکو چھوڑ کے گئے تھے تب ہی وہ ڈرے ہوئے تھے وہ بس ملک صاحب کی باتوں میں آ کے چھوڑ تو گئے تھے مگر جب شاہوں نے انکو ڈرایا دھمکایا تو ثریا کو لے گئے تھے اب اسکو جان سے مار کے قصہ ہی ختم کرنا چاہتے تھے مگر ارتضی اور ملک صاحب جب بندوں نے وقت پہ پہنچ کے اسکو بچا لیا تھا۔

"بہت شکریہ بیٹا۔اس دفعہ پھر تم نے بہت مدد کی ہے میری۔" مجتبی صاحب نے ارتضی کو کہا تھا۔بی جان ابھی ہاسپٹل ہی تھیں۔ڈاکٹرز نے ڈسچارج کیا تھا مگر اچانک ہی انکا بی پی لو ہو گیا تھا۔پھر انکو انڈر ابزرویشنز رکھا گیا تھا۔بی پی کبھی لو ہو جاتا تھا تو کبھی ہائی۔

"ارے انکل شرمندہ مت کریں یوں کہہ کے آپ۔آرب کا فون آیا تھا وہ پوچھ رہا تھا بی جان کا کافی پریشان تھا میں اسکو تسلی تو دی کہ وہ پریشان نہ ہو۔صرف آپکی قسم کی وجہ سے وہ پاکستان نہین آرہا۔ورنہ بہت مجبور بیٹھا ہے وہاں۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"اندازہ ہے مجھے کہ وہ پریشان ہو گا مگر ارتضی میں مجبور ہوں اور خوفزدہ بھی۔اسکی حفاظت کی خاطر اسکو نہیں بلا رہا یہاں۔باپ ہو ناں۔کیا کروں۔" مجتبی صاحب نے تھکے انداز میں کہا تھا۔

"فکر نہ کریں آپ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا بس زرا سی آزمائش پڑی ہے۔صبر کا اجر دے گی خدا کی ذات۔" ارتضی نے ملک صاحب کو دلاسہ دیا تھا۔

"وہ ارتضی تم سے ایک بات کرنی تھی۔" مجتبی ملک نے پرسوچ انداز میں کہا تھا۔

"جی انکل بولیں۔" ارتضی انکی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"تمہیں پتہ تو ہے بیٹا کہ رباب بیٹی کے رشتے سے انکار کر دیا گیا ہے۔اب کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں تم سے۔بی جان کا اس بات پہ اصرار ہے کہ وہ اس ہفتے کے اندر اندر رباب کی شادی کرنا چاہتی ہے۔کافی رشتے دیکھ چکا ہوں میں مگر سب کی طرف سے ایک ہی جواب ہے کہ باقی سب تو ٹھیک ہے مگر دشمنی۔عجیب دوراہے پہ آن کھڑا ہو گیا ہوں میں۔" مجتبیٰ صاحب نے شکستہ لہجے میں کہا اور چپ ہوئے۔

"انکل حوصلہ کریں۔سب اچھا اچھا ہو جائے گا۔" ارتضی کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کن الفاظ میں تسلی دے ملک صاحب کو۔

"اب ایک پرپوزل آیا ہے مگر مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔وہ ایم این اے وقار عباس کا بیٹا ہے۔رباب بی جان کی ضد اور حالت کے پیش نظر ہاں کر چکی ہے۔بی جان کو ہم بتا نہیں سکتے کہ کیا حالات ہیں کیونکہ انکی صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ کوئی ٹینشن لے سکے۔وہ لوگ کل رباب کو دیکھنے آرہے ہیں۔میں چاہ رہا ہوں کہ تم اس لڑکے کے بارے میں پوچھ تاچھ کر لو۔" ملک صاحب کی بات پہ ارتضی کے اعصاب تن گئے تھے۔کیونکہ ایم این کے لڑکے کے بارے میں وہ بخوبی واقف تھا۔

"جی بہتر۔" ارتضی نے ملک صاحب کو مزید پریشانی سے بچانے کی خاطر کہا تھا۔مگر اسکا دماغ کچھ پلان بُن رہا تھا۔

رباب بی جان کے پاس تھی۔ارتضی بھی جلا بھنا ہاسپٹل پہنچا تھا تاکہ رباب بی بی کے مزاج درست کر سکے۔اس سے پہلے کہ وہ اندر داخل ہوتا رباب کسی کام سے باہر نکلتی نظر آئی تو اسکو جا لیا۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں۔" ارتضی نے سلام دعا کئے بغیر کڑے تیوروں سے استفسار کیا تھا۔

"کیا سن رہے ہیں آپ؟؟اور ویسے بھی یہ آپکو پتہ ہونا چاہیے کہ آپ کیا سن رہے ہیں۔کیونکہ آپکے کان ہیں۔مجھے بھلا کیسے پتہ ہو گا۔" رباب کی طرف سے تسلی بھرا جواب موصول ہوا تھا۔

"کبھی سنجیدہ بھی ہو جایا کرو۔زندگی مذاق نہیں ہے۔" ارتضی جھنجھلایا۔

"میری سنجیدگی آپ افورڈ نہیں کر پائے گے۔" رباب اترائی۔

"اتنی تم مس ورلڈ نہ بنو۔" ارتضی نے گھورا تھا۔

"وہ تو میں ہوں۔بننے کی مجھے بھلا کیا ضرورت ہے۔" رباب کو اسکے مزاج کی سمجھ نہیں تھی آرہی بھلا اتنا غصہ کیوں ہو رہا ہے۔

"میرے خیال میں کام کی بات کرلی جائے۔آپکی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا وقت نہیں ہے میرے پاس ابھی۔" ارتضی طنز کیا تھا۔جس پہ رباب بھپری۔

"آپ۔۔" رباب چلائی۔

"صبح ایم این اے کے بیٹے کے لیے اسکے گھر والے تمہیں دیکھنے آرہے ہیں۔تو اس لڑکے کے کردار اور چال چلن کا بھی تمہیں بخوبی علم ہوگا۔تو اس ہاں کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔" ارتضی نے دانت پیستے ہوئے پوچھا تھا۔

"پہلی بات یہ میرا پرسنل میٹر ہے۔دوسری بات میں آپکو بتانے کی پابند نہیں ہوں۔اور آخری اور تیسری بات میں کیوں بتاؤں آپکو۔" رباب نے بھی دوبدو کہا تھا۔ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"میں بلکل سنجیدہ ہو رباب۔مجھے جواب چاہیے۔" ارتضی نے اونچی آواز میں کہا تھا۔رباب کو بھی غصہ آیا۔

"تو سن لیں۔مجھے یہ فیصلہ ہر حال میں لینا ہے۔مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کون ہے؟؟کیسا ہے؟؟مجھے بس اپنی بی جان کی جان عزیز ہے۔" رباب کی آواز رندھ گئی۔ارتضی کو بھی بے اختیار اس پہ ترس آیا۔کہاں وہ زندگی سے بھرپور لڑکی تھی اور اب کیسے خود کی زندگی کو داؤ پہ لگا رہی ہے۔

"دیکھو رباب میں سمجھ سکتا ہوں۔مگر یہ کوئی حل تو نہ ہوا۔ہم بی جان کو کچھ وقت کے لیے بہلا سکتے ہیں۔وہ اچھا لڑکا نہیں ہے۔" ارتضی نے اسے سمجھانے کی خاطر اپنا لہجہ نرم بنایا تھا۔اس پل اسکا دل عجیب سا احساس لئے اس لڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔رباب کا منی سی لڑکی جو شکستہ سے انداز میں اسکے سامنے کھڑی تھی۔

"کوئی حل نہیں ہے۔۔۔اب بات کھلی ہے تو پوری سن لیں۔اب تک کئی پرپوزل آچکے ہیں سبکے سامنے میں سج سنور کے گئی ہوں۔۔۔مگر۔۔۔مجھے رد کیا گیا۔کیونکہ۔۔۔کیونکہ میرے بابا نے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی۔جو ان سمیت ہم سب کا ناکردہ جرم بنادیا گیا ہے۔تو اب میری خیال میں ہم اور ایم این اے کے بگڑے ہوئے لڑکے کا جوڑ بلکل ٹھیک ہے لوگوں کی نظر میں۔" رباب کی نے نم لہجے میں کہا تھا اسکی آواز میں ایک تکلیف تھی جو ارتضی کو محسوس ہو رہی تھی۔

"تو اسلئیے بہتر ہے کہ آپ کو اگر میرے بابا نے اس معاملے میں آنے کا بولا ہے تو مت آئے۔جو جیسا چل رہا ہے چلنے دیں۔مہربانی ہوگی آپکی۔خدا حافظ۔" رباب کہتی ارتضی کے پاس سے گزر گئی تھی۔ارتضی کو ایک عجیب سا احساس بے چین کر گیا تھا۔وہ رنجیدہ سا وہی کھڑا رہ گیا تھا۔

"اگر میں آج تم سے کچھ مانگوں تو مجھے دو گے؟؟اپنی ماں کی جگہ رکھ کے مجھے میری بات سننا۔"ارتضی اس آواز کے تعاقب میں پیچھے مڑا تھا تو سحرش بیگم کا چہرہ نظر آیا تھا۔وہ اچھی طرح سے ارتضی کے چہرے اور لہجے کا اتار چڑھاؤ سن رہی تھی اور سمجھ بھی۔

"جی۔جو میرے اختیار میں ہو گا میں کروں گا۔"ارتضی نے ایک نظر سحرش بیگم کو دیکھ کے کہا تھا۔جو ایسے لگ رہا تھا کہ کسی فیصلے پہ پہنچ چکی ہیں۔

"رباب کو اپنا لو۔"سحرش نے کہا تھا۔مگر ان الفاظ نے ارتضی پہ بم پھوڑا تھا۔وہ بے یقینی سے سحرش بیگم کو دیکھ رہا تھا۔جو آنکھوں میں نرمی لئے ارتضی کو دیکھ رہی تھی۔

ارباز واپس جا چکا تھا۔عناب بھی کافی حد تک بہتر ہو گئی تھی۔مگر ابھی آفس نہیں جا رہی تھی۔ادھر آرب کچھ بی جان کی وجہ سے ٹینشن میں تھا کچھ عناب سے اس دن والی منہ ماری کی وجہ سے وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔جسکی وجہ سے آجکل وہ انتہائی غصے میں رہتا تھا اور اسکے غصے کا شکار سارا آفس ہو رہا تھا۔دیبا ساری رپورٹ عناب کو آفس سے واپسی پہ دیتی تھی کہ آج کس کس کی درگت بنی باس کے ہاتھوں۔

ابھی بھی عناب ٹی وی کے آگے بیٹھی ہوئی تھی مگر ذہن کہی اور ہی تھا جب اسکا موبائل بج اٹھا تھا۔

اسنے دیکھے بغیر فون کان کو لگایا تھا۔تو آواز پہ اچھل پڑی۔

"اسلام علیکم !محترمہ اگر آپ بھول گئی ہیں تو میں یاد دلا دیتا ہوں کہ آپ ایک نوکری کر رہی ہیں ۔پچھلا پورا ماہ آپ چھٹیوں میں گزار چکی ہیں ۔اگر آپکو زحمت نہ ہو تو اپنی مصروف روٹین سے وقت نکال کے آفس تشریف لے آئے ۔"آرب نے بھگو بھگو کے لفظوں کے تیر اچھالے تھے ۔عناب محض پیچ و تاب کھا کے رہ گئی ۔

"اب جواب بھی دیں گی محترمہ کہ نہیں ۔باقیوں کے ساتھ تو بہت خوشگوار مزاج ہوتے ہیں آپکے۔"ایک اور طنز آیا تھا آرب کی طرف سے۔

"آپ موقع دیں گے تو میں بولوں گی ناں ۔۔۔"عناب منمنائی ۔دوسری طرف آرب عش عش کر اٹھا تھا اسکے جواب پہ۔

"جی اب میں منتظر ہوں آپکے جواب کا ۔بولیں ۔"ایک پل کی خاموشی کے بعد آرب بولا ۔

"پہلی بات تو یہ کہ ایک ماہ نہیں صرف ڈیڑھ ہفتہ ۔اور مجھے اپنے فرائض بھولے نہیں اچھے سے یاد ہیں ۔میں جلد ہی آفس آجاؤں گی۔"عناب نے دبی دبی آواز میں جواب دیا تھا۔

"چلیں یہ تو آپکا احسان ہوا جو آپکو یاد ہے۔"آرب نے کہا تھا۔آجکل وہ خود بھی اپنے مزاج کے بدلتے رنگوں کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

"اس میں اتنی بری طرح بات کرنی کی کیا ضرورت ہے بھلا۔آپ کا آفس ہے اگر دل کرے تو نکال دیں آپ۔اور ویسے بھی اس دن خود ہی بکے ڈسٹ بن میں پھینک گئے تھے اور کارڈ بھی پھاڑ کے پھینک گئے تھے ۔"عناب نے حوصلہ کر کے بلآخر بول دیا۔

"بری طرح بات۔۔وہ بھی میں ۔ہرگز نہیں ۔محترمہ شاید آپکو اپنا رویہ بھول گیا ہے تبھی مجھے کہہ رہی ہیں ۔میں اپنی آنکھوں سے اپنے بھیجے گئے پھولوں کا حال ملاحظہ کر چکا ہوں ۔کیسے وہ پھینکے گئے تھے۔اب اتنا تو میرا بھی بنتا تھا ناں ۔"آرب آج سارے حساب کتاب کے موڈ میں تھا۔

"میری بات کا تو آپ نے یقین کرنا ہی نہیں ہے ناں ۔"عناب نے جھٹ کہا تھا۔

"تم نے یقین دلایا ہی کب ہے بھلا۔"آرب نے اسکے ہی لہجے میں کہا۔

"آپ خود سے ہی باتیں فرض کر لیتے ہیں ۔اور پھر اسکو ہی سچ سمجھ کے اس پہ ڈٹے رہتے ہیں ۔خیر میں کل سے آفس آ جاؤں گی۔تو اب آپکو جو بلا وجہ ڈانٹنے کے لیے فون کرنے کی زحمت اٹھانی پڑی کل سے وہ نہیں ہو گی ۔آپ براہ راست ڈانٹ سکتے ہیں ۔"عناب نے اس دن والی آفس میں ڈانٹ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا۔آرب کو عناب کی بات بری طرح چھبی تھی۔

"عناب۔۔"آرب نے اسکو بے اختیار ٹوکا تھا۔

"دیکھو عناب ۔کل سے آفس آؤ ۔گھر میں فارغ رہ رہ کے تمہارے دماغ میں چربی چڑھ گئی ہے ۔کل ملاقات ہوتی ہے ۔خدا حافظ ۔"آرب نے کہتے کھٹاک سے فون بند کر دیا تھا۔ اپنی آواز میں سختی کا اندازہ ہوا تو ہونٹ بھینچ لئے ۔اور اپنی دو انگلیوں سے ماتھے کو مسلا ۔اور گہرا سانس لے کے خود کو نارمل کیا ۔یہ لڑکی آرب کے لیے عجیب مسائل کھڑے کر رہی تھی مگر وہ مسائل اسکی ذاتی تھے۔وہ پچھلے دنوں سے بی جان اور عناب دونوں کی وجہ سے عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا۔کوئی سرا ہاتھ نہ آرہا تھا۔ایک بے چینی نے اسکے وجود کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

حمدان اور مناہل کا یونی میں آمنا سامنا نہ ہوا تھا۔اور نہ ہی حمدان ایسا چاہ رہا تھا۔اس بار مناہل نے اسکی محبت کو گالی دی تھی جو اسے کسی صورت قبول نہ تھی۔حمدان نے اسکو دل سے چاہا تھا۔مگر مناہل کی آنکھوں پہ بندھی شک کی پٹی سے سب کچھ دھندلا گیا تھا۔

اب بھی وہ ماہم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔زین شاہ آج یونی نہیں آیا تھا۔

اب وہ ماہم پہ برس رہا تھا۔

"آخر اس زین شاہ کو پتہ کیسے لگا کہ مناہل ادھر گئی تھی۔"حمدان نے غصیلے آواز میں کہا تھا۔

"مجھے بھلا کیا پتہ ہو گا۔"ماہم منمنائی۔وہ حمدان کے غصے سے ڈر گئی تھی۔

"مسز سعید کے کہنے پہ میں صرف اس زین کو معاف کیا ہے۔ورنہ اسکو وہ حال کرتا کہ وہ دیکھتا رہ جاتا۔"حمدان کسی بھوکے شیر کی طرح غرایا۔

"آخر تم اس مناہل جیسی لڑکی کے لیے کیوں پرائی لڑائی میں کود رہے ہو۔"ماہم چڑی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا مناہل جیسی لڑکی سے۔ہاں۔۔"حمدان نے اب کے ماہم کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"مطلب کیا۔ سیدھی سی بات ہے وہ دو ٹکے کی مڈل کلاس مناہل ہی کیوں ہر وقت تمہارے حواسوں پہ سوار رہنے لگ گئی ہے۔ ایسا بھی کیا اس لڑکی میں۔ وہ دو ٹکے۔۔" ماہم اب غصے سے بولی مگر حمدان کے غصے نے اسکو بیچ میں ٹوک دیا تھا۔

"خبردار اگر تم نے مناہل کے بارے میں ایک لفظ بھی بولا تو۔ میں بھول جاؤں گا کہ تم میری دوست ہو۔ اس میں ایسا کیا ہے کیا نہیں۔ اس سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے۔ آئندہ میں تمہارے منہ سے اگر مناہل کے لیے کچھ برا سنا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا سمجھی تم۔" حمدان نے ماہم کا سختی سے جکڑا بازو چھوڑا اور آگے بڑھ گیا تھا۔ ماہم ہکی بکی اسکا یہ روپ دیکھ کے مناہل سے اور بد ظن ہو گئی تھی۔

"دیکھ لوں گی میں اس مناہل کو بھی۔ بڑی بنی پھرتی ہے ناں۔ حمدان تم نے مناہل کو مجھ پہ فوقیت دے کے اچھا نہیں کیا۔" ماہم بڑبڑائی تھی۔ اور اسکی آنکھوں سے بدلے کی آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

اس بات پہ پہلے تو سب بھونچلا گئے تھے مگر پھر سب خوشی خوشی تیاریوں میں جُت گئے تھے۔ ارتضی کی والدہ ملک ہاؤس رباب کا ہاتھ مانگنے جا پہنچی تھی تو بی

جان جی اٹھی تھی جیسے ۔اسی ہفتے کو دونوں کا نکاح اور رخصتی طے ہوئی تھی ۔رباب کا تو مانو برا حال ہو گیا تھا۔سب کو سمجھا سمجھا کے کہ یہ سب کیسے ممکن ہے ؟؟ایسا نہیں ہوتا ۔۔

مگر سب اسکو پیار بھری ڈانٹ سنا کے خاموش کروا دیتے تھے۔تو رباب نے بھی چپ سادھ لی تھی۔

آرب کو یہ خبر سننے کو ملی تو جہاں اسکو خوشی ہوئی وہاں اسکو بہن کی رخصتی میں شامل نہ ہونے کا غم بھی تھا۔مگر ارتضی جیسا انسان اسکی بہن کی زندگی میں شامل ہونے جا رہا تھا جس پہ وہ جتنا خوش ہوتا اتنا کم تھا۔

"رباب اس منحوس موبائل کو چھوڑ دو اپنے ہاتھ سے ۔ورنہ میں اسکو آگ لگا دونگی ۔کیا گھسی رہتی ہوں ہر وقت اس میں ۔شادی ہے تمہاری ۔اور خود کا حال دیکھ لو زرا ۔"بی جان کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔بلکہ وہ خود بضد تھی کہ انکو گھر جانا ہے۔اب پوتی کے سرہانے بیٹھی ہوئی اسکو لتاڑ رہی تھیں جو اپنی شادی کے لیے لئے نکالے جانے زیورات پہ نظر ڈالنا گوارہ نہ کر رہی تھی۔

"شادی کے دوسری دن کے لیے جوڑا ہی دیکھ رہی ہوں ۔جو آپکے داماد جی لے کے دیں گے مجھے۔ڈیزائنر جوڑا ہے ۔پورے دس لاکھ کا ۔بہت شوق ہو رہا تھا

ناں شادی کا۔ کریں زرا اب شادی رو لنمبز ٹوئنٹی ٹو سے۔" رباب نے جلے بھنے انداز میں کہا تھا۔

"باولی ہو گئی ہو تم۔ اتنا مہنگا جوڑا۔ ہم نے کیا کرنا ہے بھلا۔ چند گھنٹے کی خاطر تو پہننا ہے۔ توبہ توبہ یہ آجکل کی نسل کو پتہ نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے۔ خبردار اگر تم نے میرے بھولے بھالے بچے سے ایسی الٹی سیدھی فرمائش بھی کی تو۔" بی جان نے فٹ سے رباب کو کہا تھا۔

"ہونہہ۔ کہہ تو یوں رہی ہیں جیسے آپکا بھولا بھالا بچہ میرے لیے واقعی ہی خرید کے لادیں گے۔ فکر نہ کریں وہ بھی ارتضی حیدر ہیں خیر سے۔" رباب نے ناگواری سے کہا تھا۔

"اے لڑکی اپنا لب و لہجہ درست کر لو زرا تم۔ ہونے والا مجازی خدا ہے وہ تمہارا۔" بی جان نے رباب کو ڈپٹا تھا۔

"بی جان کہاں گئی آپکی وہ باتیں کہ میری شہزادی کے لیے شہزادہ آئے گا۔ کہاں ہے شہزادہ بھلا۔ وہ صرف باتیں تھیں کیا آپکی۔" رباب اب کے روہانسی ہوئی تھی بی جان مسکرا اٹھی تھی۔

"میری جان تو وہ شہزادہ ہی ہے۔ شہزادوں کی سی آن بان ہے ارتضی کی۔ تابعدار، فرمانبردار اور عزت کرنے والا بچہ ہے۔ ہر وصف موجود ہے اس میں

۔خدا نے ارتضی کے روپ میں شہزادہ ہی بھیجا ہے میری شہزادی کے لیے
۔"بی جان نے رباب کا چہرہ ایک ہاتھ سے بلند کر کے اسکا منہ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا تھا۔آنکھوں میں نمی تھی دونوں کے ۔گھر کے دہلیز پار کرنا آسان تو نہیں ہوتا ۔اور نہ ہی اپنا جگر گوشہ پال پوس کے کسی اور کے حوالے کرنا آسان ہوتا ہے۔

رباب کو ماحول کی سنجیدگی کا احساس ہوا تھا تو بولی تھی۔

"ہاں اور جب بولتے ہیں تو منہ سے شہد کی جگہ زہر ٹپکتا ہے ۔جلاد اور ہٹلر کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں آپکے شہزادے صاحب ۔beast لگتے ہیں پورے ۔" رباب نے کہا تھا۔

"اسلام علیکم بی جان ۔" ارتضی کی رعب دار آواز رباب کے کانوں میں پڑی تو ہمیشہ کی طرح آج بھی غلط موقع پہ بولنے پہ رباب نے خود کو ہزار بار لتاڑا تھا۔ارتضی صاحب اندر آتے ہوئے یقیناً اپنی ہونے والی زوجہ کی گفتگو سے مستفید ہو چکے تھے ۔

"وعلیکم اسلام ۔کیسا ہے میرا بچہ ۔آؤ آؤ ابھی تمہاری باتیں ہی ہو رہی تھی۔"بی جان نے ارتضی کو دیکھ کے خوش ہوتے کہا تھا۔

"جی بی جان سن چکا ہوں میں۔" ارتضی نے کہا تھا۔تو رباب جو ہلکے پیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھی بالوں کو بھی بے دھیانی سے باندھا گیا تھا۔بے اختیار اپنا سر گھٹنوں میں رکھ کے منہ چھپا گئی تھی۔

تبھی بی جان کے پاس پڑا فون بجا تھا تو وہ ادھر متوجہ ہو گئی تھی۔ارتضی ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز رکھنے جھکا تو بولا تھا۔

"اگر منہ کھولنے سے پہلے سوچ لیا جائے رولنمبر ٹوئنٹی ٹو تو یوں منہ چھپانا نہ پڑے۔" ارتضی کا کندھا رباب کے کندھے سے مس ہوا اور آواز رباب کے کانوں سے ٹکرائے تو وہ لرز اٹھی تھی مگر سر نہ اٹھا۔

"یہ انسان شادی کے بعد بھی مجھے رولنمبر ٹوئٹی ٹو ہی کہہ کے مخاطب کیا کرے گا۔" رباب نے بے اختیار سوچا پھر خود کو لتاڑا تھا اس سوچ پہ۔

تبھی کچن سے نکلتی حمیدہ اور بلقیس بیگم کی نظر ارتضی پہ پڑی تھی۔تو بلقیس بیگم مسکراتی ہوئی اس طرف آئیں تھیں۔ارتضی نے سلام کیا تھا۔

"ارے بیٹھو بیٹا۔کھڑے کیوں ہو۔" بلقیس بیگم نے کہا تھا۔ساتھ ہی خونخوار نظروں سے رباب کو گھورا تھا جس کو مہمان نوازی کی الف ب بھی نہ پتہ تھی۔خود ریلکس سی گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔اور وہ سر پہ کھڑا تھا۔

"جی آنٹی۔" ارتضی نے کہا اور ساتھ ہی سامنے بیٹھ گیا۔

"ارے ہماری رباب بی بی کو شرم آرہی ہے اپنے ہونے والے میاں سے ۔دیکھو تو سہی زرا کیسے منہ چھپا کے بیٹھی ہیں ۔اور ارتضی باؤ آپ ملاقات کے بہانے سے آئے ہیں کیا ۔"حمیدہ نے ہنستے ہوئے دونوں سے کہا تھا۔ارتضی اپنی جگہ کھجل ہو گیا تھا۔تو رباب نے اس شرم والے الزام پہ بے اختیار سر اٹھایا تھا۔

"حمیدہ بی مجھے کیوں شرم آنی ہے بھلا ۔میں کیوں شرمانے لگی ۔"رباب نے تڑخ کے کہا تھا ۔ساتھ ہی نظر ارتضی پہ پڑی جو رباب کے چہرے پہ آنے والی سرخی ملاحظہ کر رہا تھا۔

"کیوں تم بے شرم ہو گیا؟؟ہمارے زمانے میں تو لڑکیاں اپنے ساس سسر سے شرما شرما کے دھری ہو جاتی تھی ۔اور ایک اسکو دیکھ لو کیسے دیدے پھاڑ پھاڑ اپنے ہونے والے میاں کو دیکھ رہی ہے ۔نظر لگانی ہے کیا ۔؟؟"بی جان نے بھی لقمہ دیا تھا ۔سب ہنس دئیے تھے سوائے رباب اور ارتضی کے ۔رباب غصے سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔

"دراصل آنٹی مجھے انکل سے کچھ کام تھا تو اسلیے آیا ہوں میں تو ماما نے آتے وقت یہ کچھ چیزیں بھیج دیں تھیں ۔"ارتضی نے اپنے آنے کی وجہ بتائی تھی۔

"ارے ارے جب مرضی آؤ بیٹا۔ہم لوگ تو یوں ہی مذاق کر رہے تھے۔تمہارا اپنا گھر ہے۔"بلقیس بیگم نے ارتضٰی کی وضاحت پہ کہا تھا تو ارتضٰی ہولے سے ہنس دیا۔

عناب آج پورے دو ہفتوں کے بعد آفس آگئی تھی۔یہاں زندگی رواں دواں تھی۔ہر کوئی مصروف تھا۔کوئی کمپیوٹر پہ کھٹر پٹر کر رہا تھا تو کوئی فائل اٹھائے بھاگ رہا تھا۔کوئی فون پہ کسی کو ڈانٹتا ہوا ہدایات جاری کر رہا تھا۔غرض یہ کہ ہر کوئی اپنی زندگی میں الجھا ہوا تھا۔عناب ایک بار تو یہ سب دیکھ کے چکرا گئی تھی جیسے پہلی بار آفس آئی تھی۔مگر پھر پیچھے سے آتی دیبا نے اسکو کہنی مار کے حاظر کیا تھا اور اسکو لئے اپنے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔ابھی وہ لوگ کیبن میں آئے کام دیکھ رہی تھیں جب دروازہ کھلا تو زریان ہنستا مسکراتا پھولوں کا گلدستہ لے کے اندر آن پہنچا تھا۔

"خوش آمدید مرحبا پرنسز۔"زریان نے آگے جھکتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہا تھا۔دیبا سمیت عناب مسکرا اٹھیں تھیں۔

"شکریہ۔زریان بس کرو اب کیا پوری دکان کھولو گے میرے لیے پھولوں کی۔"عناب نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"اف تمہارے لیے تو پھولوں کی دکان بھی حاظر ہے جناب ۔" زریان نے عناب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"بائے دا وائے پھول بہت خوبصورت ہیں ۔" عناب نے پھولوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔یہ منظر کیبن کے اس پار کسی نے یہ منظر دیکھا تو شدید ناگوار گزارا تھا۔ اگلے پل ہی وہ دروازہ دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔سب نے آنے والے کے جارحانہ انداز کو دیکھا تھا۔

"یہ آفس ہے مطلب کہ کام کی جگہ ۔یہاں گپ شپ صرف لنچ بریک میں ہی کی جا سکتی ہیں میرے خیال میں ۔مگر یہاں تو سرے عام بے تکلفی کے مظاہرے ہو رہے ہیں ۔" آرب نے ترش لہجے میں کہا تھا۔اور نظر سر جھکائے کھڑی عناب پہ گاڑھ دی تھیں ۔اسکے ہاتھ میں پکڑے پھول ہی آرب کو غصے دلانے کی وجہ بنے تھے۔

"زریان آپکو آفس جوائن کئے بہت کم عرصے ہوا ہے تو اپنی توجہ کام پہ رکھیں آپکے لیے بہتر ہو گا۔اور دیبا آپ کے پاس آدھا گھنٹہ ہے مجھے الحمرا کی فائل پہنچ جائے ۔مس عناب آپ میرے آفس میں تشریف لائے ۔" آرب نے تینوں کو باری باری حکم نامہ جاری کیا تھا۔اور جیسے آندھی طوفان بنا آیا تھا ویسے ہی نکل گیا تھا۔

غصے سے آفس کا دروازہ کھول کے داخل ہوا۔ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور پاس پڑا پانی کا گلاس منہ کو لگایا۔ہاتھ مار کے گلوب کو سائیڈ پہ رکھا اور پاس پڑا لیپ ٹاپ بیگ سے نکال کے سامنے پٹخنے کے انداز میں رکھا تھا اور کرسی پہ بیٹھ کے اسکو اون کرنے لگ گیا تھا۔چہرہ پہ اس وقت تناؤ تھا۔لب بھینچے ہوئے تھے۔ایک سیکنڈ کے لیے گھڑی پہ وقت دیکھا۔

"یا وحشت۔"اور وہ بڑبڑایا تھا۔

تبھی دروازہ دھکیلا کے عناب اندر داخل ہونی کے لیے اجازت لینے کے لیے منہ کھول رہی تھی جب آرب نے شدید غصے سے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا تھا۔

"واٹ دا ہیل۔"اور سختی سے عناب کو گھورا اور بولا تھا کہ اجازت طلب کرتی ہوئی عناب کے الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے تھے۔

"کم مس عناب جمشید۔"آرب کے الفاظ سن کے عناب منہ بند کرتی اندر داخل ہوئی تھی۔

"پہلے تو آپکی آمد کا شکریہ مس عناب جمشید۔آپ نے ہمیں اس قابل جانا اور یہاں تشریف لائیں۔اب رشتے داریاں نبھانے سے وقت نکال کے کچھ وقت آفس کے کام پہ بھی لگا دیں۔"آرب نے لفظ چبا کے ادا کئے تھے۔آواز بلند تھی۔ادھر آرب کی آواز بلند ہوئی اور عناب نے سر اٹھا کے آرب کا غصیلا

روپ دیکھا تو اسکی آنکھوں میں ننھے قطرے چمک اٹھے تھے۔آرب نے بھی عناب کو دیکھا تو اپنی آواز اور رویے پہ بے اختیار خود کو کوس ڈالا تھا۔

گلاس میں پانی ڈال کے عناب کی طرف بڑھایا۔اور خود کو پرسکون کرنے کو لمبی سانس لی تھی۔عناب نے گلاس کو چھوا تک نہ تھا۔سر جھکا ہوا تھا۔جب آرب کی آواز اسکے کانوں میں پڑی تھی۔

"پانی پیو عناب۔"آرب نے کہا تھا تو عناب نے ڈرتے ہوئے بنا ایک پل کی تاخیر کئے گلاس اٹھا کے منہ سے لگا لیا تھا۔آرب اسکے تاثرات دیکھ رہا تھا کتنا ڈر گئی تھی وہ اس سے۔اس سے پہلے کہ وہ ایک گھونٹ میں سارا پانی پی لیتی آرب نے ہاتھ بڑھا کے عناب سے گلاس جھپٹا تھا۔جس پہ اسکے گرفت مضبوط تھی جسکا مطلب تھا کہ عناب کو پانی کی طلب نہیں تھی صرف آرب کے ڈر کی وجہ سے پی رہی تھی۔آرب نے اسکو کبھی خود سے ڈرانا نہ چاہا تھا۔اسکے ڈر پہ اب آرب نے زیر لب خود کو گالی سے نوازا تھا۔اور ٹشو باکس سے ٹشو نکال کے عناب کی طرف بڑھا تھا۔

"ریلیکس عناب۔میری طرف دیکھو میں ایک انسان ہی ہوں۔تمہاری طرح کا ہی۔کوئی خونخوار نہیں ہوں جو تم یوں ڈر رہو ہو۔پلیز ریلیکس۔"آرب کا لہجہ اب شہد جیسا میٹھا اور نرم تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب ؟ اگر تم چاہوں تو کچھ دیر اور ریسٹ کر سکتی ہو۔" آرب نے خود پہ کنٹرول کرتی عناب کا دھیان بٹانے کو بولا تھا جو تڑپ کے اسکی بات کے جواب میں بولی تھی۔

"تاکہ آپ پھر فون کر کے مجھے میری کوتاہی کا احساس دلائے۔ اور طنز کے تیر اچھالے۔ آپ خوامخواہ مجھ پہ غصے کیوں کرنے لگ جاتے ہیں پھر پوچھتے ہیں کہ ڈرتی کیوں ہو میں کونسا خونخوار ہوں۔ تو اور کیا ہیں پھر۔" عناب اسکے نرم پڑنے پہ گویا ہوئی تھی۔

"تو تمہارا مطلب ہے کہ میں خونخوار ہوں۔" آرب نے پوچھا تھا۔

"یہ تو نہیں کہا میں نے۔ بس آپکو غصہ کرنے کا موقع چاہئیے ہوتا ہے۔" عناب نے کہا تھا۔

"ہاں تو تم مجھے غصہ کرنے کا موقع کیوں دیتی ہو۔ پہلے وہ پھولوں والی بات۔ اور اوپر سے میرے تحفے کی بے وقعتی۔ زریان کے پھول تو بہت پسند آتے ہیں۔" آرب کو پھر یاد آگیا تھا۔ عناب کو غصہ آیا۔

"ہاں کیونکہ اسکی فلورز میں چوائس بہترین ہے۔" عناب کو بھی غصے آیا تو منہ میں آیا وہ بول دیا۔ زندگی میں پیار اور توجہ اسکو پچھلے پانچ چھ ماہ میں نصیب ہوئی تھی وہ آج سے پہلے نہ ملی تھی۔ دیبا جیسی دوست بھی ایک تحفہ تھی جو ہر وقت

عناب جی ٹیوننگ میں لگی رہتی تھی اسلئے اب وہ پہلے سے پر اعتماد ہو گئی تھی ۔کچھ ارباز نے اسکی برین واشنگ میں سارا وقت گزارا تھا۔

"اُفف خدایا تم مجھے کہہ رہی ہو کہ پھولوں میں میرا ٹیسٹ اچھا نہیں ہے ؟؟تمہیں اندازہ بھی ہے کہ وہ سب سے مہنگے پھول تھے دوبئی کے ۔"آرب کو صدمہ ہی لگ گیا تھا۔عناب کی بات پہ وہ چیخا تھا۔جو اسکی کئی ہزار درہم کے پھولوں کو رد کر رہی تھی ۔

"جس دن آپ چیزوں یا تحفوں کو دولت کے ترازو میں تولنا چھوڑ دے گے تو یقین جانیں خود آپکو احساس ہو جائے گا کہ کونسا چیز دوسروں کو خوشی دے گی ۔"عناب نے چڑ کے کہا تھا۔

مس عناب جمشید میں جب بھی کسی کو کچھ دیتا ہوں وہ بیش قیمت اور انوکھی چیز ہی ہوتی ہے ۔مگر یہ بات آپکی سوچ سے بالاتر ہے ۔"آرب نے اس سر پھری کو دیکھ کے کہا تھا۔عناب کو اسکی خود پسندی بھائی نہ تھی۔

"کبھی کبھی ناں مجھے لگتا ہے کہ آپ بھی ہمارے گاؤں والے ملکوں میں سے ہی ہو ۔"آرب نے ناک چڑھا کے کہا تھا۔

"فار گاڈ سیک اب تم اپنا ملک نامہ نہ شروع کر دینا ۔"آرب کا موڈ اب خراب ہو چکا تھا۔

"اب آپ جا سکتی ہیں ۔آپکا بہت شکریہ میرا موڈ خراب کرنے کا۔"آرب نے کہا تھا ۔عناب آزادی کا پروانہ ملتے ہی اٹھ گئی تھی ۔ تبھی حماد اندر داخل ہوا تھا ۔

"حماد سارے آفس کی صفائی کروادو دوبارہ ۔مجھے اپنے آفس میں کوئی پھول نظر نہ آئے ورنہ میں خود اٹھا کے ڈسٹ بن میں پھینکوں گا ۔"آرب نے عناب کو سناتے ہوئے کہا تھا۔دروازہ کھولتی ہوئی عناب کا منہ آہ کی شیپ میں کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔

"مس عناب اب کیوں سکتہ طاری ہو گیا ہے ۔گو بیک ٹو ورک ۔"آرب نے عناب کی حالت ملاحظہ کرتے ہوئے کہا تھا تو عناب جھٹ باہر نکل گئی تھی اور حماد اب باس کے اس عجیب و غریب آرڈر پہ ہونق سا کھڑا تھا۔

"Hammad where is lara??

آرب نے لیپ ٹاپ پہ تیزی سے ای میل ٹائپ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔آج لارا آفس نہیں آئی تھی۔

"سر لارا کو آج صبح ایمرجنسی میں سڈنی واپس جانا پڑا ہے ۔اسکی مدر ہاسپٹلائزڈ ہیں ۔اب وہ ایک ویک تک تو واپس نہیں آپائے گی ۔اس مسئلے کے حل کے لیے

میں آپکے پاس آیا تھا۔تب تک ہم کسی کو عارضی طور پہ ہائر کر لیتے ہیں۔"حماد نے کہا تھا۔

"ہمم ٹھیک ہے۔"آرب نے مصروف انداز میں کہا تھا۔حماد واپس جانے کو مڑا تھا۔تبھی آرب کے ذہن میں بجلی کی سی تیزی سے ایک خیال کوندا تھا۔

"ویٹ حماد۔لارا کو آپ ایک منتھ کی چھٹی دے دیں۔انکو بولیں کہ وہ کسی قسم کی فکر مت کریں۔انکی سیلری انکے اکاؤنٹ میں بھیج دیں۔اور اس پوسٹ پہ ہمارے ساتھ تب تک مس عناب کام کریں گی۔"آرب نے منٹوں میں فیصلہ کیا تھا۔

"واٹ۔سر مگر وہ کیسے؟؟"حماد الجھا تھا۔یہ کام اور عناب۔دونوں بہت مختلف چیزیں تھیں۔

"اٹس فائنل۔گو ناؤ اینڈ انفارم مس عناب۔"آرب نے حتمی انداز میں کہا تھا۔پتہ نہیں کیا تھا اس فیصلے کے بعد وہ مطمئن سا محفوظ کر رہا تھا۔

ابھی ارتضی کو آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں ہوا ہو گا جب میسج ٹون بجی تھی اسکے موبائل کی۔اسنے موبائل اٹھا کے میسج چیک کیا تھا۔

"رولنمبر ٹوئنٹی ٹو ہوں میں۔بات کرنی ہے آپ سے۔"رباب کا میسج آیا تھا۔

"نہ بھی بتاتی آپ تو بھی پتہ لگ جانا تھا۔" ارتضی منہ میں بڑبڑایا۔

"فرمائیں۔" ارتضی کے یک لفظی جواب پہ رباب سلگ گئی تھی۔

"آپ زرا یہ ملک ہاؤس کے چکر کم کر دیں آجکل۔مہربانی ہوگی۔" رباب سیدھی بات پہ آئی تھی۔آج والا مذاق وہ آنے والے دنوں میں نہیں چاہتی تھی تو بنا سوچے سمجھے میسج کر دیا جذبات میں آ کے۔

"اچھاااا۔میں وہاں ہرگز آپکے درشن کے لیے نہیں آیا تھا۔" ارتضی نے اپنا غصے دباتے ہوئے موبائل پہ انگلیاں زور زور سے مارتے ہوئے لکھا تھا۔

"مجھے ایسی کوئی آرزو ہے بھی نہیں۔" رباب نے گھورتے ہوئے میسج پڑھ کے جواب لکھا۔

"رکھیں گا بھی مت۔کیونکہ پوری نہیں ہونے والی۔" ارتضی نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا تھا۔

"آپ۔ سمجھتے کیا ہیں خود کو آخر۔آخر اس شادی کے پیچھے آپکے مقاصد کیا ہیں ؟؟" رباب کا سی آئی ڈی دماغ ایکٹیوٹ ہو چکا تھا۔

"نہ تو تم بل گیٹس ہو جو میں تمہاری دولت ہڑپنا چاہتا ہوں۔نہ کوئی اتنی ذہین فطین جیسے کی ریسرچز میں چرانا چاہتا ہوں۔ایک خالی لمبی زبان ہی ہے

آپکے پاس ۔جسکی مجھے طلب ہرگز نہیں ۔تو اپنا دماغ ان مقاصد والی گھٹیا پہیلی میں مت الجھائیں ۔" ارتضی نے اسکی عقل پہ ماتم کیا تھا۔

"ہاں جی وہ کیوں چاہیے ہوگئ بھلا آپکو ۔آپکے پاس خود کی موجود ہے ۔" رباب بھی پھر رباب تھی ۔ارتضی کو اسکے لفظ ہی واپس لٹائے تھے ۔

"رولمنز ٹوئنٹی ٹو ۔" ارتضی میسج پڑھ کے زور سے چلایا تھا تو جواب میں بھی یہ ہی ٹائپ کر کے سینڈ کر دیا ۔رباب اسکے تاثرات کا سوچ کے محفوظ ہوئی ۔اسکو چڑانا اسکا اصل مقصد تھا جو اب پورا ہو گیا تھا۔اب وہ موبائل رکھ کے سونے کی تیاریوں میں لگ گئی تھی تب دو منٹ بعد اسکی میسج ٹون بجی تھی ۔

"مقاصد پوچھے تھے ناں مس رباب مجتبی ملک ۔تو تھوڑا صبر کر لیجئے ۔ٹھیک دو دن بھی جب میرے نام ہو کے میرے ہی پہلو میں سج سنور کے بیٹھی ہوں گی ناں تو اس تنہائی میں سب مقاصد بتا اور سمجھا دونگا۔۔مسز ٹوبی ۔۔
جسٹ ویٹ اینڈ واچ ۔۔۔" ارتضی کا میسج رباب کے چھکے چھوڑا گیا تھا۔اب رباب ارتضی کو چھیڑ کے برا پھنسی تھی۔جواب دینے کی بجائے موبائل ہی بند کر کے سائیڈ پہ رکھ دیا تھا۔

دوسری طرف سے اب جواب کی بجائے ارتضی کو سو فیصد خاموشی کا یقین تھا ۔ہوا بھی یوں ہی تھا۔تو اب وہ بھی مطمئن سا سونے کی تیاری کرنے لگا تھا۔

آفس سے نکلنے لگا تو آرب کا موبائل بج اٹھا تھا۔

"کیا رپورٹ ہے جسٹن ؟؟"آرب نے نمبر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"سر آپکی توقع کے مطابق سارا کام ہو رہا ہے۔میں اسکی ہر حرکت پہ نظر رکھے ہوئے ہوں۔ثبوت بھی اکٹھے ہو رہے ہیں۔"جسٹن نے کہا تھا۔

"گڈ ورک۔مجھے ہر حال میں اس بار کام چاہئیے ہے۔"آرب نے کہا تھا۔

"یس سر ڈونٹ وری۔"جسٹن کی آواز ابھری تھی۔

"کل وہ فلیٹ چھوڑ دے گا اور ہوٹل میں سٹے کرے گا۔اسکی میٹنگ کلائنٹ کے ساتھ کل دن کے تین بجے شروع ہو گی۔اسکے بعد وہ اپنی دل لگی کا ساماں پیدا کرے گا۔وہ بہترین موقع ہو گا۔"آرب نے جسٹن کو الرٹ کرنا چاہا تھا۔

"آپکے پلان کے مطابق ہی کام ہو گا سر۔"جسٹن نے کہا تھا۔

"اگر اسکا عین موقع پہ پلان چینج بھی ہو گیا تو جسٹن گھبرانا نہیں۔پلان بی بھی تیار ہے ہمارا۔تم اس پہ کام سٹارٹ کر دینا۔بس کسی حال میں ہار نہیں ماننی۔"آرب نے اگلا ہدایت نامہ جاری کیا تھا۔

"سر آپکی سپورٹ ہے جب تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔"جسٹن نے ایک عزم سے کہا تھا۔

"بس اس بار وہ شکنجے سے نکلنے نہ پائے۔ہر طرف جال پھیلا کے اسکو شکار کرنا ہے۔جہاں اسکی پلاننگ ختم ہوتی ہے وہاں سے ہماری شروع ہوتی ہے۔"آرب نے کہا تھا۔اور ساتھ ہی رابطہ ختم کر دیا تھا۔

آج کا دن طلوع ہو چکا تھا۔ملک ہاوس میں آج سورج نے انگڑائی لی تو ہر طرف افراتفری مچ گئی تھی۔ہر کوئی بوکھلایا کام کر رہا تھا۔بی جان کو ہر کام پرفیکٹ چائیے تھا۔آرب کا فون بھی سورج طلوع ہوتے ہی آگیا تھا۔وہ ویڈیو کال پہ ایک ایک مومنٹ انجوائے کرنا چاہ رہا تھا۔

سجاوٹ والے اپنا کام کر رہے تھے۔کوئی کپڑے لیے اندر جا رہا تھا کوئی باہر کچن کی طرف لپک رہا تھا۔کوئی بلقیس بیگم کی نصیحت پہ رباب کے سسرالیوں کے لیے لئے گئے تحفے پیک کر رہا تھا تو کوئی بی جان کے حکم پہ رباب کے لیے لوازمات لا رہا تھا۔

رباب کو مہندی لگانے والی آگئی تھی وہ منہ کے زاویے بگاڑتے اسکے آگے بیٹھی ہوئی تھی کیونکہ یہ بی جان کا حکم تھا۔مجتبیٰ ملک نے باہر کے انتظامات سنبھالے ہوئے تھے۔وہ خدا کا شکر کرتے نہ تھک رہے تھے ارتضی کی شکل میں ایک تابعدار اور نیک لڑکا انکا داماد بننے جا رہا تھا۔

ہر کوئی خوش تھا سوائے ایک رباب کے۔وہ من میں وسوسے اور خدشات لئے بیزار بیٹھی تھی۔

زیادہ لوگوں کو نہیں بلایا گیا تھا رباب نے سختی سے منع کر دیا تھا۔آرب نے سب کو سمجھا دیا تھا کہ جیسا رباب کہہ رہی ہے ویسا ہی کریں۔

آرب نے طے کیا تھا جب وہ پاکستان آئے گا تب اپنی بہن اور دوست کی شادی کی خوشی میں ایک گرینڈ فنکشن رکھے گا تاکہ اسکے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے۔

ابھی وہ آفس میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔عناب اندر داخل ہوئی تھی۔

آرب ایک طرف آفس میں رکھے صوفے پہ بیٹھا ہوا تھا۔سامنے لیپ ٹاپ کھلا پڑا تھا ایک طرف فائلز پڑی تھی مگر نظریں سکرین پہ تھیں اور چہرے پہ مسکان تھی۔

"ہینڈسم بتاؤ زرا میرا ڈریس کیسا لگ رہا ہے؟؟؟"لیپ ٹاپ سے کھنکتی نسوانی آواز اندر آتی عناب کے کانوں میں پڑی تھی۔

"بیوٹیفل لائک یو مائے سویٹ ہارٹ۔"آرب بھی آنکھوں میں پیار سموئے بولا تھا۔عناب کو لگا کہ وہ غلط وقت پہ آگئی ہے تو لب بھینچتے واپس مڑی تھی تبھی آرب نے اسکو مڑتے دیکھا۔

"ویٹ۔"آرب نے اسکو روکا تھا۔

"میں بعد میں آجاتی ہوں۔آپ بات کر لیں۔"عناب نے معصومیت سے کہا تھا۔اسکو عجیب سے جھجک آرہی تھی سویٹ ہارٹ اور ہینڈسم جیسے الفاظ سن کے۔دونوں کتنے فرینک تھے ایک دوسرے سے۔

"ماڈرن لوگ،ماڈرن زمانہ۔مجھے کیا بھلا۔میری بلا سے۔گرل فرینڈ ہی ہو گی۔"عناب محض سوچ سکی تھی۔وہ حماد کی سیکرٹری والی بات سن کے انکاری تھی حماد نے سفید جھنڈی دیکھائی تو اب وہ آرب سے بات کرنے آئی تھی۔

"اور یہاں یہ موصوف عشق فرمانے میں مصروف ہیں۔لوگوں کو اپنی نوکریوں کی پڑی ہوئی ہے۔"عناب نے تلخی سے سوچا تھا۔آرب نے اس سے کچھ کہا تھا مگر وہ صرف اسکے ہلتے لب دیکھ سکی خود تو حساب کتاب میں مصروف کھڑی تھی۔تبھی ہوش میں آئی تو آرب پھر لیپ ٹاپ والی"گرل"یا پتہ نہیں"گرل فرینڈ"سے مخاطب تھا۔

"اوکے سویٹ ہارٹ میں بعد میں بات کرتی ہوں ابھی کام ہے ۔ لویو مائے پرنسز ۔"آرب کی طرف سے ایک بار پھر اظہار کیا گیا تھا۔عناب تو پانی پانی ہو گئی تھی ۔حیا سے اسکے سفید گال دہک اٹھے تھے ۔

"لویو ٹو مائے پرنس ۔"دوسری طرف سے بھی آواز ابھری تھی ۔ شہد رنگ میچی ہوئی گول آنکھیں کھلی تھی اس جواب پہ ۔اس سے زیادہ عناب نہ سن سکتی تھی وہ واپس مڑی تھی۔

"توبہ ایسی بھی کیا بے شرمی ۔"وہ اپنی سوچوں میں غلطاں یہاں سے بھاگی ۔

"عناب رکیں ۔اب کہاں جا رہی ہیں ؟؟بولیں کیا بات ہے ۔"آرب جو اسکی خاطر اپنی اتنی اہم کال بند کر رہا تھا اسکو واپس جاتا دیکھ کے بولا تھا۔

"نہیں آپ بات کر لیں اپنی گرل ۔۔۔"عناب روانی سے بولتی بولتی رک گئی تھی۔

"کیا گرل ؟؟"آرب نے اچھنبے سے پوچھا تھا۔

"نہیں میں کہہ رہی تھی کہ آپ کر لیں بات تب تک ہم باہر گرل ۔گَرل کچن ۔۔ہاں گرل چکن کی پارٹی کرنے کا سوچ رہے تھے ہم سب ۔۔تو وہ میں ڈسکس کر کے آتی ہوں ۔"عناب نے بوکھلاتے ہوئے کہا تھا۔

"جو کام کرنے آئی تھی وہ کر لیں پہلے ۔میں کال بند کر چکا ہوں ۔ اور میں اپنی گرل فرینڈ بقول آپکے "گرل کچن" سے بات نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنی سویٹ ہارٹ سے بات کر رہا تھا۔" آرب نے اسکی بوکھلاہٹ انجوائے کرتے ہوئے رازدانہ انداز میں بتایا تھا۔عناب نے ہراساں سا ہو کے سانس لیا تھا۔

"خیر مجھے کیا جس کسی سے بھی کر رہے تھے ۔میں یہ بتانے آئی تھی کہ مجھے سیکرٹری والی جاب نہیں کرنی ہے تو آپ کسی مناسب کو ڈھونڈ لیں ۔" عناب نے اصل بات کی تھی ۔آرب اسکے کالے اسکارف کے ہالے میں چھپے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا اسکے انکار پہ آرب کے چہرے سے نرمی والا تاثر غائب ہوا تھا۔

"کیوں وجہ پوچھ سکتا ہوں ؟؟" آرب نے پوچھا تھا۔

"میں خود کو اس نوکری کے لیے مناسب نہیں سمجھتی ۔" عناب نے جھٹ کہا تھا۔

"کیوں آپکے پیر نہیں ہیں کیا؟؟ دو ہاتھ نہیں ہیں کیا ؟؟ بولنے کے لیے زبان نہیں پاس کیا ؟؟ زبان تو خیر آجکل آپکی خاصی تیزی پکڑ چکی ہے ۔" آرب نے طنز کیا تھا۔

"خدانہ کرے۔کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔۔"عناب نے جھرجھری لی تھی
۔

"کیسی باتیں کر رہا ہوں میں اب؟کچھ دیر پہلے کی جانے والی باتوں پہ بھی آپکو اعتراض تھا۔اب ان باتوں پہ بھی۔وہ تو شکر میں وقت پہ کال بند کر دی تھی ورنہ تم نے بے ہوش ہو جانا تھا۔"آرب نے کچھ دیر پہلے والی بات کا حوالہ دیا تھا۔

"وہ تو مجھے پتہ چل گیا تھا اب اتنی بھولی بھی نہیں۔آپ اپنی گرل فرینڈ سے ہی بات کر رہے تھے۔"عناب نے ہمت کرتے ہوئے بول دیا تھا۔ایسے تو ایسے ہی سہی۔خود اپنے پول کھلوانا چاہ رہا تھا۔

"ہاں بھولپن کا اندازہ باخوبی ہو رہا ہے۔"آرب نے اسکے چہرے پہ کچھ کھوجتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہا تھا۔

"مم۔میں یہ نوکری نہیں کروں گی بھلے ہی میرے پاس ٹانگیں کان،ناک،ہاتھ سمیت سب کچھ ہے۔"عناب نے آرب کے رویے میں الجھتے ہوئے بھونڈے انداز میں کہا تھا۔

"ہاں مگر عقل نہیں ہے بس۔کچھ بھی سمجھنے کی۔کیا واقعی ہی تمہیں لگتا ہے کہ وہ میری گرل فرینڈ تھی۔"آرب ابھی بھی اسی کھوئی ہوئی کیفیت میں بولا تھا۔

"بولو اب۔" عناب کو خاموش پا کے سوال آیا تھا۔ لہجہ اب تپش دیتا ہوا تھا۔ جس سے عناب کے گال دہک اٹھے تھے۔

"مم۔بب۔۔بس یہ ہی بتانے آئی تھی جو بھی ہو میں سیکرٹری پوسٹ پہ جاب نہیں کر سکتی۔۔" عناب منمنائی۔اور باہر کو لپکی۔

"میری بھی سن لو۔یہ کام تم ہی کروگے ہر حال میں۔کل تم مجھے تم اس ڈیوٹی کے لیے ریڈی ملو آفس میں۔" آرب نے حکم جھاڑا تھا۔اور عناب جلتی بھنتی باہر نکلتی گئی تھی۔

میری روح میں اتر زرا

از عنایہ احمد

قسط نمبر:۱۲

ملک ہاوس میں عرصے بعد رونقیں اتری تھیں۔ہر طرف چہل پہل تھی۔ہر کسی کے چہرے پہ خوشی تھی۔حویلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔خاندان والے حیران تھے کہ آخر اتنی جلدی کون سا رشتہ مل گیا۔چند لوگوں نے شرکت کی تھی

اس تقریب میں ۔بی جان تو گویا کھل اٹھی تھیں ۔اپنے رشتہ داروں کو ارتضی کے گن بتاتی انکی زبان تھک نہ رہی تھی ۔

ریڈ ڈریس پہنے رباب کا روپ سب کی آنکھیں چندھیا رہا تھا۔دلہن پہ جم کے روپ آیا تھا۔اگر دلہن چاند کی طرح خوبصورت لگ رہی تھی تو دوسری طرف ارتضی کی بھی چھب نرالی تھی ۔وائٹ شلوار قمیض اوپر اسکائے بلو واسکٹ پہنے ۔بال ہمیشہ کی طرح نفاست سے ماتھے پہ پڑے تھے ۔چہرے پہ وہ ہی رعب دار سنجیدگی جو اسکی شخصیت کا خاصہ تھی ۔وہ کسی ریاست کا شہزادہ ہی لگ رہا تھا۔سب اس جوڑی کی بلائیں لے رہے تھے ۔صدقے کے بکرے غریبوں میں بانٹے گئے تھے ۔تاکہ ہر بلا دور رہے ۔ارتضی کی ماں بہنیں اور انکے کچھ رشتے دار بھی اس تقریب میں تھے ۔حفصہ اور تحریم تو بھابھی کے دائیں بائیں ہی رہی تھیں ۔رباب کی چڑیلوں یوں اچانک پتہ لگنے پہ بے ہوش ہوتے بچی تھیں ۔مناہل یہ خبر سن کے پہلے تو سن رہ گئی تھی پھر جب ہوش آئی تو رباب کو خاصا ذلیل کیا اتنی دیر سے بتانے پہ ۔یونہی نکاح کا وقت آن پہنچا تھا۔رباب کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کے دستخط کرتے ہوئے گرا تھا۔ہر طرف مبارک باد کا شور اٹھ گیا تھا۔کھانے کے بعد رخصتی کا شور اٹھا گیا تو یو ہی دعاوں کے سائے رباب ارتضی حیدر ملک ہاوس چھوڑ آئی تھی ۔رباب خود بے یقینی کی

کیفیت میں جھول رہی تھی۔اگر عام حالات ہوتے تو رباب کبھی ارتضی سے شادی کی حامی نہ بھرتی مگربی جان کی خاطریہ سب کرنا پڑا۔شاید اب باقی زندگی بھی سمجھوتوں کی نذر ہو جاتی ۔۔

ارتضی کے گھر مہمانوں کا زیادہ رش نہ تھا۔جو ایک آدھ تھا بھی وہ بھی چلے گئے تھے۔باہر کے کام نبٹا کے وہ اپنا ذہن تیار کرتا کمرے کی طرف چل دیا تھا۔اس شادی میں اسکی ذات بھی اہمیت رکھتی تھی ۔دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تو اندر اندھیرا تھا۔صرف مدھم سی روشنی تھی اور کچھ آوازیں آرہی تھیں ۔وہ الجھتا اندر بڑھا تو اندر کا منظر اسکو بھونچلا گیا تھا۔

رباب بی بی ٹی وی کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی ۔پاوں سامنے ٹیبل پہ رکھے تھے سرخ لہنگا نیچے ڈھلک رہا تھا ۔مگر پرواہ کسے تھی ۔پیزا کا ڈبے بھی ٹیبل پہ پڑا تھا مگر ٹیبل پہ بھی اسکے ٹکڑے بکھرے پڑے ہوئے تھے ۔کوک کا ٹین پیک ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا ٹیبل پہ بھی کوک گر کے اسکو داغ دار کر گئی تھی۔اور رباب اس دن ،جگہ اور وقت کی اہمیت بھلائےیوں مصروف تھی کارٹون دیکھنے میں کہ ارتضی جیسا مضبوط اعصاب کا بندہ بھی سارا گھوم اٹھا تھا۔

"کہاں پھوٹی گئی میری قسمت ۔"

ارتضی غصے میں کھولتا سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا تھا۔ اور اندازے سے ساری لائٹس آن کی تھیں تو رباب بھی واپس دنیا میں آئی تھی ۔ رباب نے دیکھا تو سامنے ارتضی صاحب کھڑے تھے ۔ وہ صرف اسکا ٹیچر ہی نہیں تھا اب رباب کے جملہ حقوق اپنے نام کروا چکا تھا۔ رباب کا دل ایک پل کو دھڑکا تھا۔ مگر اگلے ہی پل وہ خود کو نارمل کر چکی تھی ۔

"رولنمبر ٹوئنٹی ٹو ۔" ارتضی اسکے سر پہ آ کے بولا تھا۔ رباب آج بھی اسکے اس انداز میں بلانے پہ جھنجھلا گئی تھی۔

"اف خدایا یہ انسان اب بھی مجھے رولنمبر رولنمبر بلا کر ٹارچر کرے گا ۔" رباب نے کڑھ کے سوچا ۔

"اگر آپ بھول رہے ہیں تو یہ کلاس روم نہیں ہے ۔" رباب نے جتایا تھا۔ اشارہ رولنمبر ٹوئنٹی ٹو کی طرف ہی تھا۔

"معلوم ہے یہ بیڈ روم ہے میرا ۔ جسکو آپ کیفے ٹیریا کا روپ دینے کی ناکام کوشش کر رہی ہیں ۔" ارتضی کو گندگی سے سخت چڑ تھی ۔ درشت لہجے میں بولا تھا۔ اور ٹشو باکس اٹھا کے وہ ٹیبل کی طرف آیا تھا۔ پیزے کا ڈبے اٹھا کے ایک سائیڈ پہ پڑی ٹرے میں رکھا تھا ۔ ساتھ ہی رباب کے ہاتھ سے ٹین پیک اچک کے ٹرے میں رکھا۔ ٹشو باکس سے ٹیبل صاف کیا ۔ پیزے کے ٹکڑے

اور گری کوک صاف کی ۔پھر دو اور ٹشو نکال کے ٹیبل پہ مارے تو ٹیبل اپنی اصل حالت میں واپس آیا ۔گندے ٹشو پڑی ڈسٹ بن میں پھینکے تھے اور ڈسٹ بن کو واپس اسکی جگہ پہ رکھا تھا۔ اور ٹرے کو اٹھا کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا ۔نیچے گرے کشن اٹھا کے صوفے پہ رکھے تھے ۔یہ ساری کاروائی اس نے منٹوں میں انجام دی تھی رباب تو دنگ رہ گئی تھی ۔

"آپ ۔۔آپ مجھے کھانے سے روک رہے ہیں کیا ؟؟اور کیا کہا ہے آپ نے کہ یہ آپکا بیڈ روم ہے ؟؟آپ بھول گئے ہیں کیا آپکی شادی ہوئی ہے کچھ گھنٹے پہلے جو کہ غلطی سے مجھ سے ہوئی ہے ۔تو ہر قانون اور رواج کے مطابق اس گھر اور آپکی ہر چیز پہ میری بھی اتنی ہی ملکیت ہے جتنی کہ آپکی۔"رباب کا دماغ گھوم گیا تھا تو حقوق و فرائض کی تقریر بھی جھاڑ دی ۔

"پہلی بات کھانے سے نہیں روک رہا ۔انسانوں کی طرح کھانے کا طریقہ سیکھو۔دوسری بات جن حالات میں شادی ہوئی ہے وہ آپ محترمہ کو بھی یاد ہو گا ۔تو یہ حقوق اور فرائض کا ذکر شروع مت کریں۔ اگر ان باتوں پہ آئی ناں آپ محترمہ تو آپکا بہت خسارا ہو گا ۔"ارتضی نے معنی خیز انداز میں کہا تھا ۔رباب کے گال دہک اٹھے تھے ۔وہ تو چھیڑ کے پچھتائی تھی ۔

"اب یوں ہی ساری رات کھڑا رہ کے گزارنے کا ارادہ ہے محترمہ۔" ارتضی جانے کو مڑا تو رباب کو یوں کھڑا دیکھ کے بولا تھا۔ رباب کی ساری تیز طراری ہوا ہو گئی تھی۔

"دیکھیں سب حالات کا آپکو بھی با خوبی علم ہے۔مجھے معلوم ہے آپ کو بھی مجبور کیا گیا۔اس رشتے کو میں نبھا نہیں پاؤگی۔مجھے کچھ وقت درکار ہے۔آپ میرے ٹیچر ہیں اور میں آپکی سٹوڈنٹ۔تو اگر ہم ٹیچر سٹوڈنٹ ہی بن کے رہے تو بہتر ہے۔" رباب ہمت کر کے بولی تھی۔ارتضی اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔

"محترمہ اتنی خوش فہمیاں پالنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔مجھے باخوبی علم ہے مجھے کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا۔وہ سامنے واش روم ہے حلیہ درست کرو اپنا جا کے۔" ارتضی نے بھی تیز لہجے میں کہا تھا۔رباب کو ارتضی کا لہجہ ناگوار گزارا تھا تو اپنا ڈریس سنبھالتی آگے بڑھی تھی۔دنیا کا عجیب کپل تھا۔اس دن بھی لڑائی جھگڑے سے فرصت نہ تھی۔نہ ہی اپنے مابین بننے والے نئے رشتے کا احساس تھا۔

رباب تقریباً پون گھنٹے بعد واش روم سے نکلی تھی ارتضی نے بھی چینج کرنا تھا تو باہر انتظار کرتا وہ غصے سے بھرا ہوا تھا۔رباب کے سر پہ ڈوپٹہ ویسے ہی پڑا ہوا تھا۔تو ارتضی تیر کی سی تیزی سے اسکے سر پہ پہنچا تھا۔

"ابھی تک اسی حلیے میں گھوم رہی ہیں محترمہ ۔کیا کہا تھا کہ حلیہ درست کر کے آؤ ۔زیادہ شوق نہیں ہے دلہن بننے کا ۔"ارتضی نے اسکو بازوں سے پکڑ کے دیوار سے بنی الماری سے جا لگایا تھا۔رباب جو پہلے ہی ڈوپٹے کی پنز نہ اترنے پہ روہانسی ہوئی تھی آنکھوں میں نمی لے آئی تھی وہ کہاں ایسے لب ولہجے کی عادی تھی ۔اگر گھر ہوتی تو ہزار لوگ اسکے کام کرنے کو حاضر ہوتے تھے اور یہاں یہ محترم ۔ارتضی نے اسکی آنکھوں میں نمی دیکھی تو نرم پڑا ۔خوبصورت تو وہ پہلے سے ہی تھی اوپر سے بیوٹیشن کے ہاتھوں نے کمال کر دیا تھا ۔اب اداسی نے اسکے حسن کو چار چاند لگا دئیے تھے۔

"اب یہ نہیں اتر رہا تو میرا کیا قصور ہے اس میں ۔گلہ دبا دیں میرا ۔"رباب کی آواز میں نمی تھی ۔ارتضی نے لب بھینچے ۔اور اسکے مکھڑے سے الجھتی نظروں پہ قابو پاتے اب ڈوپٹے سے پنز اتارنے لگا تھا۔

"چھوڑیں ۔میں کر لیتی ہوں ۔"رباب اب غصے سے بولی تھی۔اور خود کو چھڑانا چاہا تھا۔ارتضی کی گرفت مضبوط تھی ۔اور آنکھوں سے رباب کو نہ ہلنے کی تنبیہ

کی تھی ۔رباب مجبوراً کھڑی رہی ۔ارتضی اب اپنا کام کر رہا تھا۔وہ اسکے پاس کھڑا تھا ایک ہاتھ سے بھی کم فاصلہ تھا دونوں کے بیچ ۔ارتضی کے قیمتی کلون کی خوشبو سے رباب کی سانسیں مہک اٹھی تھیں ۔وہ اس قربت پہ شرم سے دھری ہوئی جا رہی تھی ۔رباب کی جان پہ بن آئی تھی ۔وہ کہاں اس قربت کی عادی تھی۔ارتضی اسکی حالت جانے بغیر اپنے کام میں مگن تھا۔سر سے پنز اتر چکی تھی تو ڈوپٹہ ڈھلکا تھا اور سر سے اتر کے پیچھے کو ہوا تھا ۔ارتضی کی نظر رباب کی ماتھے پہ لگی بندیا پہ گئی تھی۔رباب کا چہرہ دیکھا تو وہ آنکھیں بھینچے کھڑی تھی ۔ارتضی کی نظروں سے اسکے گال سرخ ہو رہے تھے ۔ارتضی اس دھنک کے رنگوں میں ایک پل کو کھویا پھر خود کو سنبھالا تھا۔

"مم ۔میں جج ۔۔جاؤں ۔۔خود کر لیتی ہوں ۔" رباب اس سے زیادہ برداشت نہ کر پائی تھی تو منمناتے ہوئے بولی تھی ۔ارتضی کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی وہ بھاگتی واش روم میں گھس گئی تھی۔ارتضی چونکا تھا یوں اسکے گھبرانے پہ ۔دس منٹ بعد ڈھیلی ڈھالی فراک میں اور ٹراوزر میں رباب باہر نکلی تھی ۔چہرے پہ اب میک اپ ہلکا ہلکا تھا جو اسکے نقوش کو اور بھی جان لیوا بنا رہا تھا۔ارتضی سر جھٹکتا وارڈروب کی جانب بڑھا تھا اور اپنے کپڑے نکال کے واش روم کی

جانب بڑھ گیا تھا۔باہر نکلا تو رباب کو صوفے پہ لیٹے دیکھا تھا۔تو اسکی سر پہ جا پہنچا تھا۔

"بیڈ پہ چلیں۔" ارتضی نے حکم دیا تھا۔رباب نے کمفرٹر کا کونہ مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

"ن۔نن۔نہیں۔۔میں ٹھیک۔۔ہوں۔۔۔ادھر ہی ٹھیک ہوں۔۔" رباب تو ارتضی کی ان مہربانیوں پہ حیران کم پریشان زیادہ تھی۔

"محترمہ یہ کوئی ڈرامہ یا فلم ہرگز نہیں۔تو آرام سے اٹھیں اور بیڈ پہ چلیں۔" ارتضی نے رباب کو گھورا تھا۔

"دیکھیں۔۔مم۔۔" رباب نے کہنے کو منہ کھولا تھا۔
مگر باقی ماندہ الفاظ منہ میں دم توڑ گئے۔کیونکہ ارتضی نے اسکا کمفرٹر ہٹا کے اسکو بازوؤں میں اٹھا لیا تھا اور لے جا کے بیڈ کی بائیں جانب پٹخا تھا۔

"رباب اگر میرا دماغ گھوما ناں تو بہت برا ہو گا۔تو چپ چاپ وہ ہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔میں تمہارے حسن سے اتنا بھی گھائل نہیں ہوا۔تو چپ چاپ سو جاؤ۔" ارتضی اسکے اوپر جھکا کہہ رہا تھا۔رباب کی تو آج صحیح معنوں میں بولتی بند ہوئی تھی۔

ارتضی وہاں سے ہٹا اور اپنی جگہ پہ آ کے لیٹ گیا تھا۔رباب نے سرہانے پڑے کشنز اٹھا کے سینٹر میں رکھے تھے۔ارتضی اس حرکت پہ مسکرا اٹھا تھا۔رباب تو غائب دماغی سے چھت کو گھور رہی تھی۔

"شب بخیر مسز۔"ارتضی کی متبسم آواز اندھیرے میں گونجی تھی۔رباب کو ارتضی کی ذہنی حالت پہ شبہ ہوا تھا۔

صبح جب وہ اٹھی تھی آفس کی تیاری کے لیے تو فلیٹ کے ڈور بیل بجی تھی دیبا دیکھنی گئی تو دو آدمیوں سمیت واپس لوٹی تھی جو سامان سے بھرے شاپرز سے لدے پھدے ہوئے تھے۔وہ سب سامان رکھ کے پلٹی تو عناب نے دیبا کو حیرانی دیکھا تھا۔

"یہ سب کیا ہے؟؟کیا کچھ ایک ساتھ ہی آرڈر کر دیا تم نے دیبا؟؟"عناب نے دیبا سے استفسار کیا تھا۔

"اوئے بدھو یہ سب میں آرڈر نہیں کیا۔۔"دیبا نے اسکے تاثرات دیکھ کے کہا تھا۔

"تو پھر کس نے کیا ہے؟؟میں نے بھی نہیں کیا۔"عناب کی حیرانگی جوں کی توں تھی۔

"یہ سب تمہارے لیے ہے میڈم عناب ۔" دیبا نے شرارت سے کہا تھا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو کیا ؟؟میں نہیں یہ سب منگوایا ۔ضرور کوئی آرڈر غلط ڈلیور کر گئے ہوں گے ۔" عناب نے جھٹ کہا تھا۔

"ارے ارے دھیرج رکھو لڑکی ۔غلط آرڈر نہیں ہے بلکل ٹھیک ہے ۔" دیبا پہلیاں ڈالنے کے موڈ میں لگ رہی تھی ۔

"افف خدایا ۔بتاؤ دیبا ورنہ۔" عناب نے اب عاجز آ کے کشن اٹھا کے اسکو باقاعدہ وارن کیا تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔اچھا بابا ۔یہ سب ڈریسز اور شاپنگ تمہاری نیو پوسٹ کی جوائنگ پہ آفس کی طرف سے ہی آئی ہے ۔سر آرب نے بھیجی ہے میری حماد سر سے بات ہوئی تھی۔" دیبا نے اسکو آگاہ کیا تھا۔

"مگر کیوں حد ہے ۔یہ سب ڈریسز تو لارا کیطرح کے ہونگے ۔افف خدایا میں ابھی آتی ہوں ۔" عناب کو تو چالیس واٹ کا جھٹکا لگا تھا ۔وہ تیزی سے کمرے کی طرف مڑی تھی ۔غصے میں دیبا کی پکار کو بھی نظر انداز کرتی اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔فون اٹھا کے نمبر ملایا تھا۔اور دوسری طرف سے ہیلو کی آواز سن کے عناب شروع ہو چکی تھی۔

"آپ نے یہ سب کیوں بھجوایا ہے ؟؟میں وجہ جان سکتی ہوں ؟؟"عناب نے کال ملاتے ہی ڈائریکٹ پوچھا تھا۔کیونکہ یہ بات سیدھی اسکی خودداری پہ ایک چوٹ تھی۔

"جب مسلمان دوسرے مسلمان سے بات کرتا ہے ناں تو سب سے پہلے سلامتی کا تبادلہ کرنا چاہیے ۔دوسری بات میں باس ہوں تو میرا حال چال پوچھنا بھی عائد ہوتا ہے ۔"دوسرے طرف سے تسلی بھرا جواب موصول ہوا تھا جس میں تنبیہہ بھی تھی۔

"چاہے آپ جو بھی ہیں آپ یہ بتائیں مجھے اس نوازش کی وجہ ؟؟"عناب نے تیکھے چتونوں سے پوچھا ۔

"کونسی نوازش ؟؟سیدھی بات کرو عناب ۔۔صبح صبح کیوں گھوما رہی ہو تم مجھے ۔"آرب نے پوچھا تھا۔

"آپکو تو جیسے پتہ ہی نہیں ناں ۔یہ جو ڈریسز کی بوتیک مجھے بھیجی ہیں ناں اسکی بات کر رہی ہوں میں ۔"عناب نے اب کے بپھرے انداز میں کہا تھا۔

"اُفف اس بات کے لیے مجھے کال کر کے تم بھڑک رہی ہو۔حد ہے عناب ۔ڈریسز ہیں وہ آرام سے پہن کے آفس آؤ ۔تفتیش لازم تو نہیں اب ۔"آرب نے اچھنبے سے کہا تھا۔

"میرے لیے یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔آپ نے کیا سمجھ کے آخر مجھے لارا جیسے ویسٹرن ڈریسز بھیجے ہیں۔اور اوپر سے کہہ رہے ہیں کہ میں آرام سے پہن کے آفس آؤ۔اس سے بہتر ہے کہ میں قبروں میں چلی جاؤں۔"اب کے عناب نے بھی تیز لہجے میں کہا تھا۔

"عناب۔۔"عناب کی آخری بات پہ آرب گرجا تھا۔عناب کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔

"جب بولتی ہو تو سوچ سمجھ لیا کرو کہ کیا کہنا ہے کیا نہیں۔اور وہ بیگز سب کھول کے دیکھ لینے تھے اس میں اس قسم کا کوئی بھی ڈریس نہیں ہے۔"آرب نے جھڑکنے والے انداز میں کہا تھا۔دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

"اب بولو بھی چپ کا روزہ رکھ لیا ہے۔تب توٹیں ٹیں کر رہی تھی۔"آرب نے پوچھا تھا۔

"نن۔نہیں۔مجھے لگا تھا کہ۔۔شاید وہ ڈریسز لارا کی طرح کے ہونگے تو بس اسلئے۔۔"عناب نے اب کے ہلکی سی آواز میں کہا تھا۔

"لارا لارا۔پک چکا ہوں میں تمہارے منہ سے یہ گردان سن سن کے۔"آرب جھنجھلایا تھا۔

"اور میں بھی آپکے منہ سے پھولوں پھولوں کی گردان سن کے۔" عناب نے بھی دوبدو کہا تھا۔

"مس عناب جمشید بات کا رخ بدلے مت اور وہ بھی بہت ہی غلط سمت میں۔ آج پھر آپکو لگتا ہے صبح صبح پھولوں کی یاد ستا رہی ہے ناں۔" آرب نے آخری بات طنزاً کہی تھی۔

"مجھے کسی کی بھی یاد نہیں ستا رہی۔" عناب منمنائی تھی۔

"ویسے اگر لارا کے ڈریسز زیادہ ہی پسند ہیں تو میں وہ بھیجوا دوں کیا ؟؟" اب کے آرب نے شرارت سے پوچھا تھا۔

"توبہ توبہ ۔۔کیسی باتیں کر رہے ہیں ۔مجھے کیوں چھوٹے چھوٹے کپڑے پسند ہونے لگے ۔۔" عناب نے جھٹ کہا تھا۔

"نہیں اب بار بار لارا لارا کی مالا تم جھپ رہی تھی تو مجھے یوں لگا۔" آرب نے وضاحت کی۔

"آپکو آج کل بہت کچھ لگنے لگ گیا ہے ویسے بھی۔ خدا حافظ۔" عناب نے کہتے ہوئے فون رکھنا چاہا تھا۔

"ہمم مجھے بھی آجکل یہ ہی لگ رہا ہے کہ مجھے بہت کچھ نیا نیا اور اچھا لگ رہا ہے ۔" آرب کی گھمبر آواز گونجی تھی۔پتہ نہیں اسکے لہجے میں ایسا کونسا تاثر تھا جو

عناب کا دل دھڑکا گیا تھا ۔اور وہ سن رہی گئی تھی ۔خاموشی چھائی تھی کچھ دیر کے لیے ۔

"کچھ انوکھا سا ۔ملکہ عرب ۔خدا حافظ ۔"آرب نے اسکی خاموشی بھانپ کے خدا حافظ کہتے کال بند کر دی تھی ۔لائن کی خاموشی نے عناب کو حقیقی دنیا میں لا پٹخا تھا ۔اور وہ خود کو نارمل کرتی اٹھ کے آفس کے لیے تیار ہونے چل پڑی تھی ۔

حمدان اور مناہل کے درمیاں سرد جنگ کو چلتے آج پورا ہفتہ ہو گیا تھا نہ ہی حمدان کبھی مناہل کے راستے میں آیا تھا نہ ہی مناہل میں اتنی ہمت تھی ۔حمدان جہاں مناہل کو دیکھ لیتا راہ بدل لیتا تھا ۔اسکے ان حرکتوں پہ مناہل کا دل کٹ سا جاتا تھا ۔ایسی بے رخی کب سہی تھی اسنے پہلے حمدان کی طرف سے ۔وہ تو شروع سے نوازشوں پہ قائل تھا ۔نرمیاں نچھاور کرتا آیا تھا مناہل پہ ۔محبت اور فکر کی ٹھنڈی چھاؤں رکھی تھی مناہل پہ ۔مگر اب مناہل سے اسکی بے رخی کی جھلستی دھوپ نہیں سہی جا رہی تھی ۔

"بس اتنی سی محبت تھی کیا تمہاری حمدان ۔بہت جلدی منہ موڑ لیا ۔" مناہل کا دل اکثر واویلا کرتا تھا اسکی بیگانگی پہ ۔پھر خود ہی مناہل خود کو ڈپٹ کے چپ کروا لیتی تھی ۔

آج یونی میں کافی گہما گہمی تھی ویلکم پارٹی اور فئیرویل پارٹی کی تیاری شروع ہو چکی تھی ۔جس میں انتظامات کا ذمہ حمدان کو ہی سونپا گیا تھا ۔وہ سب سٹوڈنٹس کو گائیڈ کر رہا تھا اور ٹیچرز کے ساتھ مل کے سلیکٹ کرنے کے ساتھ ساتھ سارے ایونٹ کے انتظامات کو ہینڈل کر رہا تھا ۔

اب بھی وہ پلے میں پارٹ کے حوالے سے پمفلٹ لئے گراونڈ میں کچھ اور سٹوڈنٹ کے ہمراہ سب کو انوائٹ کرتا پھر رہا تھا ساتھ ساتھ انکو معلومات بھی دی جا رہی تھی۔ٹیبلو پمفلٹ میں ایڈیشن سمیت سب مراحل کی تاریخ اور وقت لکھا ہوا تھا۔ تبھی حمدان مناہل لوگوں کے گروپ کے پاس آیا تھا اور سب کو مخاطب کیا تھا ۔

"ہیلو گرلز ۔" حمدان کی آواز گونجی تھی ۔مناہل تو اتنی دیر بعد اسکی آواز سن کے اچھل پڑی تھی فوراً سر اٹھا کے دیکھا تھا حمدان نے بھی دیکھا تھا ۔واضح شکوہ تھا ۔

ہم نے پڑھی ہیں صاف صاف ، ہم نے سنی ہیں غور سے
نظریں کہ جو اٹھیں نہیں ، باتیں کہ جو ہوئی نہیں

حمدان اگلے ہی پل آنکھیں ہٹا گیا تھا۔منابل کا دل گویا کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔اسے اب اردگرد کا ہوش نہ رہا تھا۔حمدان سمیت اسکا گروپ منابل کے گروپ کو ایونٹ کے بارے میں بتا رہا تھا ہنسی مذاق ہو رہا تھا۔منابل کو اپنا اگنور کئے جانا ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔وہ دل برداشتہ وہاں سے اٹھی تھی اور سیدھی گراونڈ سے نکل گئی تھی۔کسی نے اسکا یوں جانا محسوس نہ کیا تھا سوائے ایک انسان کے۔

"آج بھی تمہاری بے رخی مجھے مر رہی ہے منابل۔" حمدان نے تاسف سے سوچا تھا۔اسکا دل بھی اب ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

اور منابل کو بدگمانیوں نے آن گھیرا تھا۔

"میں کیوں اٹھ آئی ہوں وہاں سے بھلا۔یہ اسکی یونی تھوڑی ناں ہے۔" منابل کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا تو خود کو ڈپٹا۔

"نہیں اچھا کیا۔ان امیر زادوں میں بھلا میرا کیا کام۔" ایک ڈرپوک منابل نے بھی سر اٹھایا تھا۔

"ٹھیک کیا حمدان جو اپنی راہیں ابھی سے الگ کرلی تم نے۔ورنہ میں تو جیتے جی مرجاتی۔" مناہل بڑبڑائی۔آنکھوں سے گرم پانی نکل پڑا تھا۔حالانکہ مر تو اب بھی رہی تھی۔مگر انا کی بلند دیواریں اسکو اقرار کی منزل تک جانے سے روک رہی تھیں۔

اگلی صبح جب رباب کی آنکھوں پہ سورج کی کرنوں نے اپنی سنہری روشنی کے جگنو اتارے تو وہ بیدار ہوئی تھی۔غائب دماغی سے کچھ پل چھت کو گھورا تھا۔ذہن کچھ بیدار ہوا تو سب کچھ رفتہ رفتہ یاد آنے لگ گیا تھا۔
رباب مجتبی سے رباب ارتضی بننے کا سفر۔رات کو ارتضی کی معنی خیز نظریں اور آنچ دیتا لہجہ۔وہ ایک منٹ میں سپرنگ کی طرح اچھلتی بیڈ پہ اٹھ بیٹھی تھی۔اور اپنی بغل میں جھانکا تھا مگر وہ جگہ خالی تھی۔کمرے میں نظر دوڑائی تھی ہر چیز اپنی اپنی جگہ پہ پڑی ہوئی تھی ترتیب سے۔ہر چیز صاف ستھری تھی۔کمرے کا ماحول یہاں کے مکین کی نفاست کا گواہ تھا۔
رباب ساری سوچیں سر سے جھٹکتی اٹھی تھی اور واش روم میں چلی گئی تھی۔اسکی شادی شدہ زندگی کا آغاز عام لوگوں سے ہٹ کے ہی ہوا تھا۔چند لوگ

شامل ہوئے تھے نہ زیادہ شور شرابہ تھا نہ ہی روایتی رسموں کا جھنجھٹ تھا۔وہ فریش ہو کے باہر نکلی تو ٹاول بیڈ پہ پھینک دیا تھا آگے بڑھ کے برش اٹھایا بال بنا کے برش کو بھی بے احتیاطی سے رکھ دیا تھا۔اب پرفیومز کی باری تھی باری باری ہر پرفیوم کو اٹھا کے وہ خود پہ سپرے کرتی ہلکا سا کبھی ہاتھ پہ کبھی خود پہ۔پھر اسکو بغیر بند کئے وہاں ڈال کے اگلی کی طرف بڑھ جاتی تھی۔یوں اسے پورا ٹیبل پہ پرفیومز پھیلا دیئے تھے۔اب اس سے بور ہو کے اسکو بے حد بھوک محسوس ہو رہی تھی۔مگر وہ یہاں نئی تھی اسکو کچھ سمجھ نہ آئی کہ کیا کرے۔

"عجیب سسرال ہے میرا تو۔یہاں تو کوئی کھانے کا بھی نہیں پوچھ رہا۔" رباب بڑبڑاتے ہوئے روہانسی ہوئی۔

"ہائے خدایا کیا کروں اب۔کدھر جاؤں اتنی بھوک لگ رہی ہے۔میرا جلاد استاد پلس شوہر بھی انتہائی بے مروت نکلا۔یوں چھوڑ کے بھاگ گیا کوئی خیال نہیں کسی کو یہاں میرا۔" رباب دل برداشتہ ہو رہی تھی۔کچھ گھر والوں کی یاد ستا رہی تھی کچھ بھوک کی کچی رباب کو بھوک تنگ کر رہی تھی۔

تبھی اچانک سے دروازہ کھلا تھا۔تو آنے والا کا چہرہ دیکھ کے رباب بڑبڑائی۔

"افف۔۔یہ کیا طریقہ ہوا بھلا؟؟" ارتضی چیخا تھا۔بیڈ پہ پڑے ٹاول کا کونہ پکڑ کے سوالیہ انداز سے رباب کو گھورا تھا۔رباب چپ بیٹھی رہی تھی۔

"میں آپ سے مخاطب ہوں رولمنبر۔۔۔۔" ارتضی نے اسکو خاموش ہونے پہ پوچھا تھا مگر رباب بھی غصے میں آتی اسکی بات کاٹ گئی تھی۔

"کیا رولمنبر رولنمبر لگا رکھی ہے۔ایک تو زرا بھی آپکو لحاظ نہیں ہے کسی کا بھی۔ایک دن کی دلہن کو کل کھانے پینے پہ لیکچر دے رہے تھے آج صفائی کا درس یاد آگیا ہے آپکو۔اوپر سے مجھے بھوک نے ستا رکھا ہے۔مجھے اس گھر میں آپ ٹارچر کرنے کے لیے لائے ہیں کیا۔؟؟بتائیں اب ؟؟۔" رباب جو چڑی بیٹھی تھی آواز میں نمی لئے بولی تھی۔تو ارتضی بھی اب کے تھوڑا سا نرم پڑا تھا۔

"اس ایک دن کی دلہن میں اگر عقل نام کی کوئی چیز ہے ناں تو یہ اسکا اپنا گھر ہے جا کے کھا سکتی ہے۔اب میں کیا اپنے ہاتھوں سے آپکو نوالے توڑ توڑ کے دوں۔" ارتضی نے اسکے روٹھے روٹھے چہرے کی طرف دیکھ کے کہا تھا۔

"ہاں تاکہ سب باتیں کریں کہ دلہن منہ اٹھائے خود گھوم پھر رہی ہے۔ابھی تو ولیمہ بھی نہیں ہوا۔" رباب نے پھر جواب دیا تھا۔ہمیشہ کی منہ پھٹ رباب۔

"شادی کو زیادہ نہیں سر پہ سوار کر لیا آپ نے۔" ارتضی نے اسکے تیکھے چتونوں پہ طنز کیا تھا۔

"بلکل کرلی ہے۔میں نہ کروں گی تو اور کون کرے گا پھر۔شادی ہوئی ہے میری کوئی مذاق تھوڑا تھا۔"رباب کی زبان اب چالو ہو چکی تھی۔

"جی بلکل آپکی تو شادی ہوئی ہے مذاق تو میرے ساتھ ہوا ہے۔"ارتضی کونسا کم تھا۔

"دیکھیں۔۔آپ سنیں۔۔"رباب سے کچھ نہ بن پایا تو چلائی۔

"اور کتنا دیکھو۔"ارتضی جو ٹیبل کی حالت دیکھ کے اپنے اندر کا ابال دباتا رباب کے پاس سے گزر رہا تھا اسکی بات سن کے بلکل اسکے سامنے رکا اور فسوں خیز مدھم لہجے میں بولا تھا۔

ارتضی کے لباس سے پھوٹتی دلفریب خوشبوئیں رباب کی سانسوں کو بھی معطر کر رہی تھی۔اور آنچ دیتا لہجہ رباب کا چہرہ سرخ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"مم۔۔مجھے بھ۔۔بھوک لگی ہے۔"رباب منمنائی تھی۔ارتضی آگے بڑھا۔

"کونسا نئی بات ہے۔بھوک سے تو ہر وقت ہی آپکے اعصاب پہ سوار ہوتی ہے ناں۔"ارتضی نے پرفیومز کے ڈھکن بند کرتے ہوئے زور سے انکو ٹیبل پہ پٹخا تھا۔

"مگر سن لیں میری بات بھی آج بلکہ ذہن میں بٹھا لیں۔مجھے آئندہ اپنے کمرے میں یہ گندگی نہیں ملے۔"ارتضی نے وارن کیا تھا۔

"کونسی گندگی بھلا ؟؟" رباب نے پوچھا تھا۔ سب کچھ تو صاف شفاف تھا۔ مگر ہائے بھلا ہو ارتضی جیسے صفائی اور نفاست پسند انسان کا۔ جسکو ہر چیز اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ہلی ناپسند تھی۔

"یہ سب کچھ بکھرا پڑا ہے۔ مجھے یہ گند نہیں پسند۔ جو چیز جہاں سے لی وہاں ہی رکھی جائے گی۔۔ کیونکہ یہ آپ کے اور میرے حق میں بہتر ہے۔" ارتضی نے کہا تھا۔ رباب تو ارتضی کے فرمان سن سن کے پک گئی تھی۔

"لڑکیوں کو سگھڑ ہونا چاہئیے۔ اور مجھے سست اور کاہلی پسند لوگ بلکل نہیں بھاتے۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"ہاں جی اور تو لڑکیوں کے کوئی خواب نہیں ہیں ناں۔ ہر وقت کام میں جتی رہے۔" رباب نے بھی حقوق نسواں پہ آواز بلند کی۔

"اچھا۔ تو اس لڑکی کے کیا خواب ہیں ؟ آفت کی پڑیا۔" ارتضی نے آخری الفاظ سرگوشی میں ادا کئے تھے۔

"فی الحال تو بس یہ ہی

میرے چھوٹے چھوٹے سے خواب ہیں

جن میں گول گپے ، ملائی بوٹی اور کباب ہیں "

رباب نے کہا تھا۔وہ ایک دن کی دلہن بقول رباب کے ۔۔اپنی سستی شاعری سے دلہا پہ بجلیاں گرا رہی تھی۔

"رباب تمہاری کونسی کل سیدھی ہے ۔"ارتضی نے کہا تھا۔

"پہلے تو مجھے بھی لگتا تھا کہ چلو کوئی کل تو سیدھی ہوگی ۔مگر اب میری ہر کل آپ کے ساتھ جڑ چکی ہے تو مجھے نہیں لگتا کوئی کل سیدھی ہوگی ۔"رباب نے بھی لحاظ رکھنا کب سیکھا تھا۔اور اٹھ کے باہر کی جانب بڑھی تھی ۔تبھی پیچھے سے ارتضی کے ہاتھ نے اسکو باہر جانے سے روکا تھا ۔اور اپنی طرف کھینچا تھا رباب سیدھی اسکے سینے سے جا لگی تھی ۔

"بہت جواب دینے آگئے ہیں ناں ۔مس رباب کو ۔"ارتضی نے اسکے تھوڑی سے پکڑ کے اسکا چہرہ اونچا کیا تھا ۔جو حیا کی سرخی سے سرخ پڑ گیا تھا۔اس قربت پہ رباب کی سانس بوجھل ہوگئی تھی ۔وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ تبھی ارتضی نے اسکا ہاتھ پکڑ تھا تو رباب اسکے تیوروں سے چکرا اٹھی تھی ۔ارتضی کی گرفت ڈھیلی ہوئی تو رباب نے نکل جانا مناسب سمجھ تھا ۔تبھی وہ اسکی گرفت سے نکلنے لگی تھی ۔مگر مقابل چوکنا تھا ۔اسکی ہر حرکت سے واقف تھا ۔تبھی ایک ہاتھ اسکی کمرے پہ رکھا تھا تو رباب منجمند ہوگئی تھی ۔

"مم۔بب۔باہر جانا ہے مم مجھ ۔۔۔۔۔مجھے ۔۔" رباب ہمت کر کے منمنائی تھی ۔ارتضی نے اسکا ہاتھ پکڑ کے اپنے سامنے کیا تھا اور جھکا تھا ۔رباب تو مانو پتھر کی ہو گئی تھی۔رباب کو لگا کہ وہ گر جائے گی ۔ تبھی کان کے پاس ارتضی کی سرگوشی نما آواز گونجی تھی۔

"رونمائی کے بغیر باہر جاؤ گی تو سب سوال کریں گے۔مسز ارتضی ۔"ارتضی نے کہتے ساتھ ہی دو خوبصورت کنگن اسکی کلائی میں پہنا دیئے تھے ۔رباب کو ارتضی سے ایسے رویے کی ہرگز توقع نہ تھی ۔

"شادی کی پہلی صبح مبارک ہو ایک دن کی دلہن ۔"ارتضی کی سرگوشی سے وہ شرم سے دھری ہوتی ارتضی کو پرے دھکیلتی باہر کو بھاگی تھی ۔

"کیا بنے گا میرا ۔"ارتضی بڑبڑایا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سب چیزیں اعلی ذوق کا منہ بولتا ثبوت دے رہی تھیں ۔ہر چیز سے نفاست ٹپک رہی تھی ۔کپڑوں سے لے کر جوتوں سمیت بیگز میں خریدنے والی کی اعلی پسند کا منہ بولتا ثبوت تھے ۔

کپڑوں کے ڈیزائن میں ویسٹرن ٹچ بھی آ رہا تھا۔لمبے لمبے قمیضیں تھیں جن کے سینڑ میں کٹ تھے اور ساتھ ٹرازر تھے ۔ہم رنگ بیگز اور جدید ڈیزائن کے شوز ۔

کچھ ڈریسز سکرٹ ٹائپ تھے ۔مگر وہ گھٹنوں تک آتے تھے انکے ساتھ بھی جینز کے ٹراوزر تھے۔ہم رنگ حجاب تھے ۔ویسٹرن ٹچ کے ساتھ ساتھ اسکے مشرق پن کے ساری تقاضے بھی پورے ہو رہے تھے ۔ان میں سے ایک ڈریس سلیکٹ کر کے پہنا حجاب اوڑھ کے معمول کے مطابق گھڑی باندھی تھی ۔ جھجھکتے ہوئے وہ نروس سے آرب کے آفس کا ڈور کھولتی اندر داخل ہوئی تھی ۔جو اسکائے بلیو کلر کی شرٹ پہنے ہوئے تھا بلیک ٹائی بندھی تھی اور کوٹ کرسی کے پیچھے ہینگ کیا ہوا تھا۔ماتھے پہ چند بل پڑے تھے جو اسکے موڈ کے تناؤ کا واضح اظہار لگ رہے تھے۔

"اب آبھی جائیں عناب ۔وہاں جم گئی ہیں کیا ۔حد ہے غیر ذمہ داری کی بھی ۔"آرب نے کہتے ہوئے سر اٹھا کے عناب کو دیکھا تو جو ڈور کے پاس جم چکی تھی ۔مگر آرب کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے ۔اسکو ہمیشہ سادہ حلیہ میں دیکھا تھا آج اسکی نیو لک پہ وہ حیران رہ گیا تھا جو وہاں کھڑی ایک تراشا مجسمہ ہی معلوم ہو رہی تھی ۔اس گیٹ اپ نے اسکی خوبصورتی کو چار چاند لگا دئیے تھے ۔جب شہد رنگ کی آنکھوں کی باڑ اٹھی تھی تو وہ کسی کو گھائل کر گئی تھی ۔آرب کو عناب کا نروس ہونا نظر آگیا تھا تو خود کو ڈپٹتا سیدھا ہوا تھا۔اسکو عناب کا اڑتا سکون ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔

"مس عناب اب آپ کی پوسٹ بدل چکی ہے۔ تو اس ڈیوٹی کی ذمہ داریاں بھی آپ پہ عائد ہوتی ہیں۔ اصولاً میرے آنے سے پہلے آپکو میرے آفس میں موجود ہونا چائیے اور کل سے مجھے اس پہ عمل بھی چائیے۔ کل کی ساری روٹین مجھے آپ سے چاہیے۔ اور باقی کام آپکو حماد سمجھا دے گا۔ اب یہاں آئیں اور ڈیکٹیشن لکھیں۔" آرب نے اب اپنے ازلی لہجے میں کہا تھا۔ عناب جھجکتی آگے بڑھی تھی۔ مگر اب وہ زرا مطمئن تھی کیونکہ ابکے آرب نے ایک بار بھی اسکو ایکسپلین کرتے ہوئے ایک نظر بھی اس پہ نہیں ڈالی تھی۔ اب وہ مطمئن سے جھکی لکھ رہی تھی۔

"عناب ہیو آ سیٹ۔" آرب نے اسکو کہا تھا وہ یونہی لکھتے لکھتے بیٹھ گئی تھی وہ اپنے کام میں اب مگن تھی۔ اور چہرے پہ اطمینان ہی اطمینان تھا۔ آرب نے ایک نظر اسکے مطمئن چہرے پہ ڈالی اور سکون کی سانس لی تھی۔ عناب کو بہترین اور پرسکون ماحول مہیا کرنا جیسا آرب کی اہم ترجیحات میں سے ایک اہم ترجیح تھی۔

قسط نمبر ۱۳:

رباب کی فیملی ناشتے کے لوازمات سمیت آچکی تھی ۔ سحرش پھوپھو آئی تھیں ۔سب ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے ۔ارتضی سب سے معذرت کرتا اٹھا اور تیار ہونے چل دیا تھا ۔

تبھی پھوپھو کی مہربان آواز رباب کے کانوں میں گونجی تھی۔

"جاؤ رباب بیٹا کمرے میں ۔دیکھو ارتضی کو کچھ چاہئیے نہ ہو ۔" رباب نے منہ بسورا۔

"لو بھلا انکا اپنا گھر ہے خود لے لیں گے ۔" رباب نے گویا جم کے بیٹھنے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔

"بری بات بیٹا ۔اب وہ تمہارا شوہر ہے اسکا ہر کام تم پہ کرنا لازم ہے ۔"سحرش نے اسکو ڈانٹا تھا ۔

"مگر۔۔" رباب منمنائی ۔

"رباب چلو جلدی اٹھو ۔ہر بات میں بحث نہیں کرتے ۔" اب کے سحرش کا لہجہ سخت ہوا تھا۔

"ارے ڈانٹئے مت بچی کو۔ابھی تو اسکے آرام کے دن ہیں۔عمر پڑی ہے کاموں کو۔" فہمیدہ نے لاڈ سے کہا تھا۔

"ارے نہیں آپ یہ اسکا کام ہے تو اسکو ہی کرنا چاہیے۔جاؤ تم رباب۔" سحرش نے رباب سے کہا جو کھڑی منہ دیکھ رہی تھی۔اور اب کوئی کسر باقی نہ تھی تو منہ بناتی آگے بڑھ گئی۔

"معاف کریں گا یہ زرا لاپرواہ سی ہے۔وہ کیا ہے ناں کہ لاڈ پیار میں رہی ہے ہمیشہ۔" سحرش نے فہمیدہ کے سامنے شرمندہ ہوتے کہا تھا۔

"ارے سحرش بہن آپکو کیوں وضاحت دے رہی ہیں۔یقین جانے مجھے یہ اپنی بیٹیوں کی طرح ہی عزیز ہے۔فکر مت کریں آپ۔" فہمیدہ نے انکے جذبات سمجھتے ہوئے خلوص سے کہا تھا۔جس پہ سحرش مشکور ہوئی تھیں۔

جیسے ہی رباب نے قدم اندر رکھے تھے تو ارتضی کو شیشے کے سامنے کھڑا پایا تھا۔جو ٹائی لگا رہا تھا۔تیار کھڑا تھا۔رباب چونکتی آگے بڑھی تھی۔

"اگر میری گناہ گار آنکھیں ٹھیک دیکھ رہی ہیں تو غالباً آپ جناب یونی کی تیاری میں لگ رہے ہیں۔" رباب نے تیکھے چتونوں سے پوچھا تھا۔تو اسکی آواز پہ ارتضی نے اسکے گلابی کھلے چہرے پہ ایک نظر ڈالی جو کچھ دیر پہلے اسکی قربت پہ نظریں نہیں اٹھا پا رہی تھی اب پھر اپنے ازلی روپ میں کھڑی تھی۔

"بلکل ٹھیک نظر آرہا ہے آپکی گناہ گار آنکھوں کو۔اب ان ہی آنکھوں کی مدد سے آپ بھی جا کے ریڈی ہو جائے پہلے ہی مجھے دیر ہو رہی ہے۔یہ آج کے لیے آپکو بھی رعایت تھی کل سے آپ وقت پہ تیار ملے گی مجھے۔مجھے لیٹ ہونا ہرگز نہیں پسند۔"ارتضی نے حکم نامہ دیا جس پہ رباب کا منہ ہی کھل گیا تھا۔مگر وہ خود ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"رباب منہ تو بند کرو۔اب کیوں سکتے میں آگئی ہو۔"ارتضی نے اسکو اسی پوزیشن میں کھڑا دیکھا تو گھڑی اٹھاتے پوچھا تھا۔

"نہیں مطلب آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں۔میں آپکے ساتھ یونی چلوں۔آپکو پتہ بھی ہے کہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔میں ایک دن کی۔۔"رباب صدمے میں بولی مگر اگلے ہی پل اسکی بولتی بند کروا دی گئی تھی۔ارتضی نے اپنے درمیان دو ہاتھوں کا فاصلہ بھی سمیٹ لیا تھا۔

"ایک دن کی دلہن ہو تم ہے ناں یہ ہی کہہ رہی تھی ناں تم۔

ابھی تو تمہارا ولیمہ بھی نہیں ہوا۔چہ چہ۔"ارتضی نے اسکے خوبصورت نقوش کو تکتے ہوئے کہا تھا۔مدھم سا لہجہ تھا۔رباب کی تو جان مٹھی میں آگئی تھی۔

"مم۔میرا اکیلی ۔۔۔اکیلی کا تو نہیں آپکا بھی تو ہے ناں ساتھ ۔" رباب منمنائی تھی ۔ارتضی جو اسکے نقوش کو اپنے اندر اتارنے میں مگن تھا اسکے بولنے پہ چونکا تھا۔

"کیا ۔۔" ارتضی نے سوال کیا تھا ۔

"وو۔۔ولیمہ ۔۔۔" رباب نے کہا تھا۔تو ارتضی کا ایک دم قہقہہ چھوٹ گیا تھا۔ہنستے ہوئے ارتضی کی دائیں گال پہ پڑتا ڈمپل واضح ہو گیا تھا۔رباب اسکو آج ہنستے ہوئے پہلی بار دیکھ رہی تھی ۔وہ اتنی مگن تھی کہ ہاتھ بڑھا کہ اسکے ڈمپل پہ اپنی انگلی رکھ دی تھی تو ارتضی ہوش میں آیا ۔ایک دم سے وہ ہنسنا بند ہو گیا تھا۔ایک فسوں کا عال تھا۔سحر طاری تھا ہر سو ۔ایک خوبصورت احساس جو دونوں کو اپنے حصار میں لئے ہوئے تھا۔

رباب تو ارتضی کے اس نئے روپ میں کھو گئی تھی ۔رباب کا ارتضی کی گال پہ پڑا ہاتھ ارتضی کی مٹھی میں مقید کر چکا تھا۔

سحر ختم ہونے لگا ۔حصار ٹوٹنے لگا ۔رباب نے جھجک سے اپنا ہاتھ ارتضی کے ہاتھ سے نکالنا چاہ تھا۔

"ولیمہ کی دن آج کا دن ہے کر لیں موج ۔کل سے یونی سٹارٹ ہو جائے گی ۔میں جلد واپس آجاؤں کا اس ایک دن کی دلہن کے پاس ۔خدا حافظ ۔" ارتضی

اسکے کان میں سرگوشیاں کرتا باہر نکل گیا تھا۔ ساحر تھا وہ۔ ہر پل کو اپنے قید میں کرنا اسکو خوب آتا تھا۔

آرب کی ہدایات پہ عناب کو پک کرنے ڈرائیور گیا تھا۔ عناب آج عام روٹین سے زیادہ ہراساں اور پریشان تھئ۔ کچھ آج صبح کی آرب سے تلخ کلامی اور اوپر سے بزنس ڈنر۔ وہ دیبا کے سمجھانے پہ تیار ہو کے لانگ کوٹ اور جینز پہن کے تیار ہوئی تھی۔ ساتھ ہم رنگ حجاب لپیٹ لیا تھا۔ اور قدرت نے اسکو ویسے ہی بے پناہ حسن سے نوازا تھا۔ وہ کڑھتی گاڑی میں بیٹھی تھی تبھی ڈور کھلا تو خوشبوؤں میں رچا بسا آرب اندر آ کے پچھلی سیٹ پہ اسکے مقابل بیٹھ چکا تھا۔ عناب کے چہرے پہ نظر ڈالی تھی تو اسکے چہرہ پہ بیزاری اور دبا دبا غصہ آرب کو ہنسنے پہ مجبور کیا تھا۔ بمشکل خود پہ قابو پاتے آرب نے خود کو سنجیدہ کرتے ہوئے گلا کھنکھارا تھا۔

"اسلام علیکم۔ کیسی ہیں مس عناب۔" آرب نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔ ٹھیک۔" عناب کا لٹھ مار انداز سن کے آرب کو اسکا یوں روٹھنا اتنا اچھا لگا کہ ایک دم وہ سرشار ہو اٹھا تھا۔

"وہ آج صبح کے لیے ۔میرا مطلب ہے کہ میں کچھ زیادہ روڈ ہو گیا تھا۔دراصل ۔۔"آرب نے اسکو منانے کا جتن کرنا چاہا تھا۔مگر عناب اسکی بات کاٹ گئی تھی ۔

"آج میٹنگ میں ہمارے کلائنٹ گپتا بھی ہونگے ۔آپکا ان سے ملنا بھی لازمی ہے ۔ایک اور اہم ڈیل کے سلسلے میں اور بھی کلائنٹ سے ملنا ہو گا آپکو ۔"عناب نے اسکی بات کو نظر انداز کر کے اپنی بات کی تھی ۔جس کا صاف مطلب تھا کہ کوئی اور بات تو ہرگز مت کریں ۔

"اللہ ۔۔یہ معاملہ تو زیادہ ہی سیریس ہو گیا ہے ۔"آرب بڑبڑایا تھا۔اور جبکہ عناب اپنی بات کر کے کھڑکی سے باہر کے مناظر میں کھو چکی تھی ۔

"وہ دراصل ۔۔"آرب نے کچھ پل کے بعد دوبارہ بات شروع کی تو عناب نے پھر اسکی بات کاٹ دی تھی ۔

"اور حماد سر سے میری بات ہو گی ہے وہ نہیں آپائے گے آج بزنس ڈنر میں ۔"عناب اسکی کوئی بھی بات سننے سے انکاری تھی ۔آرب نے لب بھینچے تھے ۔عناب کا خفا خفا چہرہ اور بجھا لہجے محسوس کر کے اب آرب خود کو لعن طعن کرنے لگ گیا تھا۔اگلے پانچ منٹ خاموشی کی نذر ہو گئے تھے اور خوبصورت

بلڈنگ کے آگے گاڑی رکی تھی ۔ جیسے ہی وہ دونوں باہر نکلے عناب تو ایک پل کو بھونچلا گئی تھی یہاں کی چھل پہل دیکھ کر ۔

یہاں رات جاگ رہی تھی ۔ رات میں دن کا سماں لگ رہا تھا۔ ہر طرف روشنیوں کا جہاں آباد تھا۔ خوشبوؤں کا بسیرا تھا۔ کہی سے کھانے پینے کے سٹالز پہ رش تھا۔ لوگ کا ایک ہجوم تھا۔ جو مختلف لباس پہنے ہوئے تھے ۔ کچھ عورتوں اور لڑکیوں کے حلیے دیکھ کے تو عناب چکرا گئی تھی ۔ کوئی مشروب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ عناب نے ایک شکوہ کناں نگاہ آرب پہ ڈالی تو وہ صحیح معنوں میں اب عناب کو ساتھ لانے پہ گڑبڑا گیا تھا۔

"ریلیکس عناب ۔ میں تمہارے ساتھ ہی ہوں ۔ ایسا کچھ نہیں کو گا ۔ ٹرسٹ می ۔" آرب نے عناب کی آنکھوں میں تیرتے شکوے دیکھ کے اسکو کہا تھا۔ مگر عناب سر جھکائے کھڑی رہی تھی ۔

"عناب پلیز ۔ ۔ ۔ فکر مت کرو ہم لوگ جلد ہی یہاں سے چلے جائے گا اوکے ۔" آرب نے کہا تھا۔ اب کے عناب کا سر ہلا تھا۔

"کم ودمی ۔" آرب نے عناب سے کہا تھا تو دونوں ایک ساتھ چلتے اندر داخل ہوئے تھے ۔ عناب تو اندر کا ماحول دیکھ کے گھبرا گئی تھی ۔ مگر آرب ہر ایک سے جیسے مل رہا تھا تو اسکو دھاڑس بندھی تھی وہ سب کچھ خود ہینڈل کر رہا تھا۔

یہاں آئے ان لوگوں کو آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔تب آرب کو کسی کلائنٹ سے ملنے کے لیے جانا پڑا تو وہ عناب کو ایکسکیوز کرتا اور چند ہدایات دے کے آگے بڑھ گیا تھا۔ابھی اسے کھڑے پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے ہونگے جب عناب کو اپنے پیچھے ایک نسوانی ہنسی سمیت مردانہ آواز بھی سنائی دی تھی۔

وہ زرا کونے میں کھڑی تھی اس جگہ پہ اب لوگوں کا رش نسبتاً کم تھا۔کچھ لوگ کھڑے تھے جو ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔

"ارجن ڈئیر تم تو ہر روز گرل فرینڈ بدلتے رہتے ہو۔آخر کس چیز کی تلاش ہے تمہیں۔"نسوانی آواز گونجی تھی۔عناب نے انکی بات سن کے جھرجھری لی تھی۔

"جس دن تم جیسے مل گئی ناں پٹاخہ لڑکی۔تو سمجھنا میری تلاش ختم۔"ارجن صاحب نے کہتے ساتھ ہی ایک آنکھ دبائی تھی جس پہ دونوں کا قہقہ بلند ہوا تھا۔

"وہ تو پھر بہت مشکل ہے کیونکہ میرے جیسی انمول چیزیں بہت کم ملتی ہیں۔اور تم لیٹ ہو گئے ہو کیونکہ مجھے اب کوئی اور بھا گیا ہے۔"لڑکی کی آواز گونجی تھی۔

"کون ہے وہ خوش قسمت "ارجن کی حسرت سے بھرپور آواز گونجی تھی۔

"ایسے بھی کیا بے صبری ارجن صاحب ۔ابھی مجھے خود تو یقین آلینے دیں ۔وہ شہزادہ بہت مغرور ہے ۔مگر ایک بات تو طے ہے کہ وہ ہے میرا ہی ۔کیونکہ جو چیز فیا کو بھا جاتی ہے ناں تو وہ اسکی ہی رہتی ہے ۔"فیا نے جنونی انداز میں کہا تھا۔

"فیا ہوز از شی ؟؟"ارجن کا جب دھیان عناب پہ پڑا تو اسنے پوچھا تھا ۔آنکھوں میں خباثت تھی ۔

"ڈونٹ نو ۔لگ تو تمہارے ٹائپ کی رہی ہے ٹپیکل دیسی ۔گو اینڈ ٹرائے ۔"فیا نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"شیور ۔کم ود می ڈارلنگ ۔"ارجن نے فیا سے کہا اور دونوں عناب کی طرف بڑھ گئے تھے تو عناب کا سانس تو جیسے رک گیا ہو وہ کب سے انکی باتیں سن رہی تھی ۔

"ہیلو پریٹی گرل ۔"ارجن نے اسکے پاس آ کے پر شوق نظروں سے اسکو گھورتے پوچھا تھا۔عناب کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا ارجن کی آنکھوں سے ٹپکتے شعلے عناب کو جھلسا رہے تھے ۔اسنے آرب کی تلاش میں نظریں دوڑائیں مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا ۔

"ہیلو۔۔پریٹی گرل۔لیسن۔"پھر سے آواز گونجی تھی مگر عناب تو بس آرب کو ڈھونڈنے میں لگی تھی۔

"کتنا نخرے ہے تم میں لڑکی۔یا بہری ہے سن نہیں رہی ہماری آواز۔بھئی ارجن عجیب لڑکی پہ تمہارا دل آیا ہے۔"فیا بولی۔

"ارے انکے نخرے بھی سر آنکھوں پہ۔یہ نظر کرم تو کریں۔"ارجن نے بتیسی نکالی تھی۔

"ہاں ہاں لڑکی بن جاؤ مسڑ ارجن کی گرل فرینڈ پیسوں میں رکھے گا تمہیں۔"فیا نے لالچی انداز میں کہا تھا۔

"پریٹی ڈول۔"ارجن نے عناب کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔عناب کا تو رونا نکل آیا تھا۔وہ اکیلی ان بھیڑوں کی دنیا میں کھڑی تھی۔خود کو کیسے بچائے۔؟؟آنسو ٹوٹ کے گال پہ پھسلے۔

"ارے ناٹک نہ کرو چلی جاؤ۔"فیا نے ناگواری سے کہا تھا۔تبھی کسی کی دھاڑ پہ سب کی بولتی بند ہوئی تھی۔

"بس۔۔اس سے آگے ایک لفظ بھی کہا تھا میں یہ بھول جاؤ گا کہ تم ایک عورت ہو۔"آرب کی آواز سن کے فیا اچھل پڑی تھی۔آرب ارجن کے ہاتھ پہ جھپٹا تھا اور اسکا ہاتھ آزاد کروایا۔جو کھڑی کانپ رہی تھی۔

"آئندہ اگر اسکی طرف دیکھنے کی بھی غلطی کی ناں تو آنکھیں نوچ لوں گا سمجھے۔آج اور ابھی ارجن انٹرپرائز سے کی ہر ڈیل کینسل کر رہا ہوں میں ۔"آرب نے لفظ چباتے ہوئے کہا تھا۔سب ہلکے بکے رہ گئے تھے ۔اس سے آرب کی کمپنی کو بھی نقصان ہونا تھا ۔مگر پرواہ کسے تھی ۔

"اور تم فیا مرزا ایک نہایت گری ہوئی ذہنیت کی مالک ہو ۔آئندہ مجھ سے اور مجھ سے وابستہ لوگوں سے دور رہنا ۔آئی سمجھ ۔"آرب کا رخ اب فیا کی جانب تھا ۔فیا اس بے عزتی پہ سلگ اٹھی تھی۔آخر کون تھی وہ جس کی خاطر آرب نے فیا کو اتنی باتیں سنا دیں تھیں ۔وہ عناب کو اپنے حصار میں لیتے باہر آگیا تھا ۔جو روتی جا رہی تھی ۔

آرب سیدھا عناب کو گھر لانے کی بجائے اسکو ریلکس کرنے کی خاطر ایک پارک میں لے آیا تھا ۔یہ ایک قدرے پرسکون گوشہ تھا جہاں بینچ پہ آرب اور عناب دونوں بیٹھے ہوئے تھے ۔کچھ دو چار پل سے وہ مسلسل سوں سوں کی آوازیں سن رہا تھا۔

"عناب بس کرو اب ۔کچھ بھی نہیں ہوگا ۔"آرب نے اسکو تسلی دینا چاہا تھا۔

"اب کیا ہونا باقی ہے۔" عناب کی آواز ابھری تھی۔ آرب کے دل پہ ضرب پڑی تھی۔ نم اور پر شکوہ لہجہ۔ آرب نے بے بسی سے چہرے پہ ہاتھ پھیرا تھا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دنیا کو ہی تہس نہس کر دے۔ ایسے انوکھے جذبوں کا ادراک اسکو ہو رہا تھا کہ وہ گنگ تھا۔ جب ارجن نے عناب کا ہاتھ پکڑا تھا تو ایک آگ نے اسکے وجود کو لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ کیسے کسی اور کو عناب کو چھوتا دیکھ سکتا تھا۔ کیونکہ عناب کو تو وہ اپنا مان چکا تھا۔ وہ تو گھائل ہو رہا تھا اسکی معصومیت کا۔ اسکا سادگی کا اسیر ہو رہا تھا۔

"عناب اگر اب تم نے رونا بند نہ کیا نہ تو میں واپس جا کے اس شخص کو جان سے مار دونگا۔ پہلے وہاں کم ٹارچر کیا گیا ہے مجھے اب یہاں تمہارا رونا مجھے ٹارچر کر رہا ہے۔" آرب نے اب دھمکی دی تھی۔

"پہلے کونسا کم کر کے آئے ہیں آپ۔" عناب کی آواز آئی تھی۔ ساتھ سوں سوں کی آواز بھی تھی۔

"ابھی کیا ہی کیا ہے۔ صرف اور صرف تمہارا خیال کر کے میں وہاں سے آگیا ورنہ وہ حال کرتا کہ سب دیکھتے رہ جاتے۔" آرب کا جنونی انداز دیکھ کے عناب کو اندازہ ہوا کہ وہ غلط بات کر رہی ہے۔ وہ اپنی وجہ سے آرب کو بھی کسی مصیبت میں نہیں دھکیل سکتی تھی۔

"کیا ضرورت تھی بزنس ڈیل ختم کرنے کی۔آپکو اندازہ بھی ہے لاکھوں کا نقصان ہو گا۔"عناب نے احتجاج کیا تھا۔

"کوئی بھی نقصان تمہاری عزت سے بڑھ کے نہیں ہے۔"آرب کے لہجے میں ایک عزت تھی ایک پیار تھا۔عناب چونکی۔

"جج۔۔جو بھی ہے۔آپکو یوں نہیں کرنا چاہئیے تھا۔"عناب سراپا احتجاج تھی۔

"اب تمہاری آنکھ میں ایک بھی آنسو نظر آیا تو میں حشر نشر کر دونگا۔مجھے لیکچرز دینے بند کرو تم۔"آرب بھی اب کے چڑا۔

"میں کونسا جان بوجھ کے نکال رہی ہوں آنسو۔اب خود نکل رہے ہیں میرا کیا قصور ہے۔آپکو تو بس ڈانٹنے کا موقع چائیے۔"عناب اپنی گال رگڑتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں تو موقع بھی تم ہی دیتی ہو مجھے۔ورنہ میرے تو کچھ اور ہی ارادے ہیں اب۔"آرب نے آخری بات خود سے ہی کہی تھی۔

"آج صبح کیا کہا تھا میں نے آپ سے ایسا جو بلا وجہ ڈانٹ دیا۔پھر کہتے ہیں کہ میں موقع دیتی ہوں۔"عناب کا منہ گول گپے کی طرح پھولا ہوا تھا۔

"عناب منہ تو سیدھا کر لو گول گپے کی طرح لگ رہی ہو بلکل۔"آرب نے اسکی کیوٹ سے شکل دیکھ کے بات بدلی تھی۔

"میں کہاں سے آپکو موٹی لگتی ہوں بھلا ؟؟خوامخواہ مجھے گول گپے سے ملا رہے ہیں ۔" عناب کو بھی اب ہلکا سا غصہ آیا ۔

"معاف کر دو بابا ۔چلو گھر چلیں اب ۔کافی ٹائم ہو گیا ہے ۔" آرب نے بات سیمٹی تھی ۔تو عناب نے ہاں میں سر ہلایا ۔باقی کا سفر ہلکی پھلکی گفتگو میں ختم ہوا تھا۔

ولیمہ کی تقریب سادگی سے ادا کی گئی تھی ۔بہت کم لوگوں نے شرکت کی تھی ۔جو رشتے دار آئے تو وہ بھی کھینچے کھینچے تھے ۔تقریب ختم ہونے کے بعد رسم کے مطابق رباب اور ارتضی ملک ہاؤس چلے گئے تھے۔مگر عادت سے مجبور ارتضی دو گھنٹوں میں واپس آگیا تھا۔رباب البتہ وہاں ہی رکی تھی۔مگر ارتضی انتہائی اصرار پہ بھی نہ رکا تھا اور معذرت کرتا واپس آگیا تھا۔

پچھلے دو دنوں سے دن کافی مصروف تھے وہ کافی تھک گیا تھا آتے ہی فریش ہو کے کمرے میں آیا اور بیڈ پہ سونے لیٹ گیا تھا۔

کمرے میں آج اسکا ایک عجیب خالی پن محسوس ہو رہا تھا۔وہ صرف ایک دن یہاں کی مکین رہی تھی بس مگر چھاپ گہری چھوڑ گئی تھی ۔ارتضی نے سر ہلایا تھا

۔اور پاس پڑا موبائل اٹھا کے میسجز کھول کے ایک میسج ٹائپ کیا اور رباب کے نمبر پہ سینڈ کر دیا تھا۔

رباب بھی سونے کی تیاری میں تھی تبھی موبائل کی ٹون بجی تو اٹھا کے میسج چیک کیا تھا۔سر ارتضی کا تھا۔

"اب کیا نیا فرمان نامہ جاری کیا ہوا ہے۔؟"رباب بڑبڑائی۔

"اگر ایک دن کی دلہن کا ولیمہ ہو گیا ہو تو کل یونیورسٹی کو شرف بخشیں۔"ارتضی کی طرف سے میسج آیا تھا۔رباب بھنا گئی تھی۔

"آپ ہر وقت آگ کیوں لگلتے رہتے ہیں؟؟"رباب نے غصے سے کہا تھا۔

"جتنا کہا جائے اتنا ہی کیا کرو زیادہ دماغ مت کھایا کرو۔"ارتضی نے اسے اور تپایا تھا۔

"دماغ کب کھا رہی ہوں میں آپکا۔آپ تو اپنے گھر جا چکے ہیں۔سب کے اصرار کے باوجود۔"رباب کی زبان سے شکوہ پھسلا۔

"ان سب کے اصرار میں میری بیوی کا اصرار نہیں تھا شامل۔"ارتضی کا جواب پڑھ کے وہ سن رہ گئی۔اپنے لیے لفظ بیوی سننا کتنا انوکھا سا تھا۔دو پل یوں ہی خاموشی رہی۔

"اب پھر مراقبہ میں چلی گئی ہو رولمنبر ٹوئنٹئ ٹو ۔" ارتضی نے اسکا جواب نہ پا کے ایک اور میسج کیا تھا۔ رباب جو چند لمحے پہلے مسرور سی تھی اب سلگ اٹھی تھی ۔

"یہ آپ کب مجھے رولنمبر ٹوئنٹی ٹو کہنا بند کرے گے۔پہلے اس پہ بات کر لیں آج ۔" رباب نے احتجاج بلند کیا ۔

"اچھا اس کے علاوہ کیا سننا چاہتی ہو تم ۔ تم ہی بتا دو کس نام سے پکارا کروں میں پھر رولنمبر ٹوئنٹی ٹو ۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"پھر وہ ہی ٹوئنٹی ٹو ۔میں یا تو اپنا رولنمبر بدل لینا کے یا یونی ہی چھوڑ دینی ہے ۔ سمجھیں آپ ۔" رباب سے کچھ کہ بن پڑا تو دھمکی دی تھی۔ ارتضی اسکی دھمکیاں پڑھ کے مسرور ہوا ۔

"یہ دونوں کام مت کرنا تم ۔ہاں البتہ اپنی حرکتیں بدل لو تو زیادہ افاقہ ہو گا ۔" ارتضی نے تو جیسے اسکو آج جلانے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔

"میرا دماغ آج بہت گرم ہے تو مجھ سے بات مت ہی کریں آپ ۔ میری مرضی میں کل یونی یا نہ آؤں ۔خدا حافظ ۔" رباب نے بات ختم کی تھی ۔ ارتضی کی طرف سے دو منٹ تک جواب کی منتظر رہی مگر جب جواب نہ آیا تو موبائل سائیڈ پہ رکھ دیا ۔

"اونچی ناک والے ارتضی حیدر۔" رباب بڑبڑائی۔

"اسلام علیکم انکل۔" ارتضی نے اگلے دن سب سے پہلے مجتبی سر سے بات کی تھی۔

"وعلیکم اسلام۔جیتے رہو بیٹا۔کیسے ہو تم۔" مجتبی ملک نے کہا تھا۔

"جی الحمداللہ میں ٹھیک ہوں۔آپ سنائیں؟سب ٹھیک ہے ناں۔" ارتضی نے پوچھا تھا۔

"ہاں کرم ہے خدا کا۔" ملک صاحب بولے تھے۔

"پیشی کا کیا بنا ہے انکل؟؟کل میری وکیل سے بات ہوئی تھی وہ کہہ رہا تھا کہ شاہوں کا زور تاریخ آگے کرنے پہ ہی ہے۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"ہاں بیٹا یہ ہی پریشانی ہے۔وہ لوگ جتنی پیشی کی تاریخ آگے لیتے جائے گے مسائل کھڑے ہوتے جائے گے۔وہ لوگ صرف اور صرف ثریا کو ڈھونڈنے یا ہمارے لیے مسائل کھڑا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" ملک صاحب نے فکر مند انداز میں کہا تھا۔

"آپ فکر مت کریں۔ثریا کو تو کبھی ڈھونڈ نہیں پائے گے۔میں بھی بات کر رہے ہوں وکیل سے خدا سب اچھا کرے گا۔بہرحال آپ گھر میں سب کا

خیال رکھیں کوئی بھی باڈی گارڈز کے بغیر باہر نہ نکلے۔" ارتضی نے کہا تھا۔وہ بیٹوں جیسے فرض ادا کر رہا تھا۔

"جیتے رہو بیٹا۔بس رباب کی فکر ہے مجھے وہ کہنا کب مانتی ہے۔باڈی گاڈ کا نام سن کے ہی غصے کرنے لگ جاتی ہے۔"ملک صاحب نے کہا تھا۔ارتضی کی پیشانی پہ بل پڑ گئے تھے۔

"آپ فکر نہ کریں میں کرتا ہوں بات۔" ارتضی نے کہا تھا اور خدا حافظ کہتے ہوئے فون رکھ دیا تھا۔

کچھ سوچتے ہوئے رباب کا نمبر ملایا تھا۔پانچ چھ بیلز کے بعد کال اٹھا لی گئی تھی۔اور بیزار سی آواز گونجی تھی۔

"ہیلو۔"

"اسلام علیکم کہتے ہیں۔کب عقل آئے گی تمہیں۔" ارتضی نے پھر اسکی کلاس لے لی تھی۔

"آپ کا مسئلہ کیا ہے پہلے رات کو لیکچر دیا تھا اب صبح صبح پھر شروع ہو گئے ہیں۔میری ساری زندگی یوں ہی گزر جانی ہے مجھے لگ رہا ہے۔" رباب روہانسی ہوئی۔تو ارتضی بھی نرم پڑا۔

"اچھا سنو۔" ارتضی نے دوسری طرف کی خاموشی محسوس کر کے کہا تھا۔

"رباب۔" دوسری طرف اب بھی خاموشی تھی تو ارتضی نے اس بار اور نرمی سے اسکا نام پکارا تھا۔

"جی سن رہی ہوں۔ڈانٹ لیں اور۔۔" رباب کی آواز گونجی تھی۔تو ارتضی کے ہونٹ اسکے اس بچکانہ لہجے پہ مسکرا اٹھے تھے۔

"اچھا نہیں ڈانٹوں گا مگر تمہیں میری بات ماننی ہوگی۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"اگر ماننے والی ہوگی تو ہی۔" رباب نے فوراً کہا تھا۔

"رباب ہر بات میں ضد کرنا لازمی تو نہیں۔اگر کوئی آپکو کسی بات سے روک رہا ہے ناں تو اس میں آپکا ہی بھلا ہو گا۔" ارتضی نے اسکو سمجھایا تھا۔

"جی بتائیں۔" رباب آخر اسکے نرم لہجے پہ بولی تھی۔

"یونی تم اکیلی نہیں آؤ گی اوکے۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"تو کیا پوری بارات لے کے آؤں ساتھ۔" رباب کی زبان پھسلی۔

"پہلے میری بات تو سن لو۔تمہارے ساتھ باڈی گارڈز بھی آئے گئے سمجھیں۔سب کے لیے پریشانیاں مت بڑھاؤ۔سب پہلے ہی پریشان ہے۔" ارتضی نے کہا تھا۔

اور رباب کا دل کیا کہ وہ پوچھ لیں کہ

"کیا ان سب میں آپ بھی شامل ہیں۔؟؟"مگر پھر خود کو ڈانٹ کے چپ کروادیا

۔

"اوکے۔"پتہ نہیں کیا تھا ایسا اسکے لہجے میں کہ رباب نے ہاں بول دیا تھا جو گھنٹوں اس بات پہ ہی بحث کرتی رہتی تھی آج چپ چاپ مان گئی تھی۔

"شکر ہے کہ آج دماغ اپنی جگہ پہ تھا رباب بی بی کا۔"ارتضی نے طنز کیا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا اس بات سے ہاں۔"رباب کو اب غصہ آیا تھا۔

"اتنا وقت نہیں ہے میرے پاس۔خدا حافظ۔"ارتضی نے کہتے ساتھ فون بند کر دیا تھا اور رباب ہکا بکا منہ لئے رہ گئی تھی۔

"ارتضیٰ حیدر۔۔"غصے سے اسکا نام لیا تھا اور غصے سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں

۔

قسط نمبر چودہ:

حماد آرب کا انتظار کر رہا تھا جو اندر لنچ کر رہا تھا۔عناب بھی آج ابھی تک انیکسی میں ہی تھی۔جب گیٹ سے ایک تیز رفتار گاڑی اندر داخل ہوئی تھی۔وہ چہرہ جانا پہچانا تھا گیٹ کیپر کا بھی اسلئے اسکو اندر آنے میں دقت نہ ہوئی تھی۔وہ گاڑی سے نکلی اور کچھ بازپرس کرتی تیر کی سی تیزی سے انیکسی کی طرف بڑھ گئی

تھی۔ حماد الجھا کھڑا تھا یوں اتنی دیر بعد فیا کا منظر عام پہ آنا اور وہ بھی اتنے غصے سے انیکسی کا رخ کرنا۔ وہ الجھا کھڑا تھا۔ فیا کو ایک انسان ہی قابو کر سکتا ہے۔

"آرب سر۔۔" حماد نام لیتا اچھلا اور اندر کو لپکا تھا۔

"سر۔" حماد جب وسیع راہداریوں کو عبور کرتا کھانے کے ٹیبل پہ پہنچا تھا اسکا سانس پھولا ہوا تھا۔

"کیا ہوا حماد؟ تم اتنے گھبرائے کیوں ہو؟؟" آرب کا منہ کی طرف جاتا ہاتھ رکا تھا۔

"سر۔۔وہ فیا۔۔میرا مطلب ہے فیا مرزا۔" حماد نے کہا تھا۔

"ہونہہ۔کیا ہوا اسکو۔۔" آرب اسکے ذکر پہ بدمزہ ہوا۔

"سر وہ غصے سے انیکسی کی طرف گئی ہے۔پتہ نہیں کیوں وہ وہاں گئی ہے۔مجھے سمجھ نہیں آرہا۔" حماد ابھی بھی الجھا پڑا تھا۔

"عناب۔۔عناب کدھر ہے؟" آرب نے کھڑے ہوتے سب سے پہلے عناب کو پوچھا تھا۔

"سر وہ تو انیکسی میں ہی ہے۔" حماد نے جیسے بم پھوڑا تھا۔آرب کرسی کو کھینچتا دوڑتا باہر نکلا تھا۔

اسکو آج انیکسی کا راستہ بہت طویل لگ رہا تھا ۔فیا ایک سائیکو تھی ۔جو اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کسی حد تک بھی جا سکتی تھی آرب کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ یوں عناب کو نشانہ بنائے گی ۔

"عناب ۔۔۔عناب ۔۔"آرب انیکسی کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تھا تو ٹی وہ لاوئج کا منظر اسکو ہلا گیا تھا۔عناب پیٹ کے بل جھکی ہوئی تھی اور ہاتھ گردن میں تھے ۔آرب کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی ۔وہ قد آور مرد ایک لحظے کو کانپ اٹھا تھا۔عناب کی چیخ کی آواز آئی تو آرب حواسوں میں آیا تھا ۔اور بھاگتا آگے بڑھا تھا۔

"ہاؤ ڈئیریو چیپسٹر۔۔بلاڈی ۔۔"فیا عناب کو لعن طعن کر رہی تھی ۔

"ایک دو کوڑی کی آفس ورکر کے پیچھے آرب ملک نے مجھ سے بدتمیزی کی ۔تمہیں تو میں جان سے ماردونگی ۔"ساتھ ہی کہتے ہوئے اپنے پرس کی چین کو عناب کے گلے میں ڈالے ہوئی تھئ اسکو اور زور سے کھینچا تھا۔عناب درد سے بلبلائی اٹھی تھی ۔اسکی آنکھیں ابل کے باہر آرہی تھی اور سانس ناہموار ہو گئی تھی ۔آرب نےپورا زور لگا کے فیا کو دھکا دیا تھا تو گرتی پڑتی عناب کو سنبھالا تھا۔جو آرب کو سامنے دیکھ بے اختیار ہو گئی تھی ۔

"عناب آر یو آل رائٹ؟؟" آرب نے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھا تھا۔ لیکن عناب بولنے کی پوزیشن میں کہاں تھی۔ وہ تو ڈری ہوئی تھی سسکی رہی تھی۔ وہ آج پھر وہ پرانی نابی بن گئی تھی جو نیلم کا عتاب سہتی آئی تھی۔ آرب نے اسکے کھینچ کے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ کہاں اگر اسکو کچھ ہو جاتا تو۔ یہ خیال آرب کی آنکھ نم اور دل دھڑکا گیا تھا۔ وہ اس وقت اپنے ہوش میں نہ تھا۔ اگر کسی کی پرواہ تھی تو وہ تھی عناب۔

ہاں عناب۔۔ وہی عناب جس خوشبو کی اسکو تلاش تھی۔ وہی تو تھی اسکی ٹائپ کی۔ جو اسکو سوٹ کرتی تھی۔ جس کی موجودگی کا احساس آرب کو مطمئن اور پرسکون رکھتا تھا۔ جیسے ہی وہ دور جاتی تھی وہ پریشان اور بے چین ہو اٹھتا تھا۔ ایک خوبصورت لمحہ اپنا احساس اسکو سونپا گیا تھا۔ ایک مہکتا احساس۔ ایک خوبصورت رشتہ۔ جو اسکے اور عناب کے درمیان بن چکا تھا۔ ادراک کے لمحوں سے وہ ابھی گزارا تھا۔

"تمہیں کچھ بھی نہیں ہو گا عناب۔ میں ہوں تمہارے ساتھ۔۔" آرب بڑبڑا رہا تھا۔ خود سے عہد لے رہا تھا اور عناب کو تسلیاں دے رہا تھا۔

"آرب ملک یہ کیا تم گھٹیا حرکتیں کر رہے ہو۔ تم میری پسند ہو۔ اگر کسی اور کے بارے میں سوچا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" فیا پھنکاری تھی۔

"خبردار خبراد اگر تم نے عناب کا نام اپنی زبان پہ بھی لیا تو ۔میں تمہاری جان لے لونگا سمجھی تم ۔"آرب اس سے بھی زیادہ اونچی آواز میں بولا تھا عناب بھی کانپ گئی تھی ۔

"عناب ریلیکس میں ادھر ہو ناں ۔ادھر دیکھو ۔۔"آرب نے اسکو نرمی سے سمیٹا تھا ۔اور نرمی سے الگ گیا تھا وہ بلکل آرب کے پیچھے جا چھپی تھی اسکی شرٹ کو پکڑے ۔حماد جب اندر آیا تو ساری صورتحال دیکھ کے گھبرا گیا تھا۔

"اس دو کوڑی کی لڑکی کی خاطر تم یوں میرے ساتھ کر رہے ہو۔دیکھو آرب میں پیار کرتی ہو تم سے مائے لو ۔لک ان ٹو مائے آئزز بے بی ۔"فیا کے لہجے سے عجیب دیوانہ پن چھلک رہ رہا تھا۔وہ اپنی نسوانیت کی پرواہ نہ کرتی ہوئی آرب کو خود کی طرف مائل کرنے جھکی تھی ۔

"انیف مس فیا مرزا ۔"آرب نے اسکو ایک تھپڑ جڑ دیا تھا جو ہر حد پار کر رہی تھئ ۔عناب سہمی ہرنی کی طرح اسکی شرٹ کو دبوچے کھڑی تھی ۔

"اس سے پہلے کہ میں کچھ برا کر بیٹھو نکل جاؤیہاں سے ۔اور آئندہ اگر تم نے عناب کی طرف آنکھ بھی اٹھا کے دیکھا تو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں ۔آؤٹ ۔۔"آرب نے کہا تھا۔

"آرب تم اچھا نہیں کر کے میرے ساتھ ۔تم بہت پچھتاؤ گے :"فیا بولی تھی۔

“سیکیورٹی۔”آرب چیخا تھا۔تو فیا پھنکارتی عناب کو گھورتی باہر نکلتی گئ تھی۔

“عناب ٹھیک ہو تم۔”حماد نے پوچھا تھا۔

“ہمم۔”عناب منمنائی تھی۔اسکے گردن میں چین کا نشان پڑ گیا تھا وہاں سے جگہ سرخ پڑ گئی تھی اور زخم بن گیا تھا۔عناب کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔

“عناب ادھر آؤ بیٹھو۔پانی پیو۔”آرب نے عناب کو بیٹھایا اور پانی کا گلاس عناب کی طرف بڑھایا تھا۔

“مم۔میں اسکو۔۔میں اسکو کچھ۔۔نن۔نہیں کہا تھا۔۔مگر وہ مجھے مار رہے تھیں۔۔وہ۔۔”عناب نے شکوہ کناں نظروں سے آرب کو دیکھا تھا۔آنکھوں کے پیالے پانی سے لبالب تھے۔آرب کا دل کٹا۔دل کیا کا اسکو خود میں سمو لے۔اسکی تکالیفیں خود لے لے اور دنیا کا سارا سکھ اس پہ نچھاور کر دے۔

“میں جانتا ہوں عناب۔تم فکر مت کرو۔میں ہوں ناں ادھر۔کچھ نہیں ہونے دونگا۔ٹرسٹ می۔”آرب نے جذبے سے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑا تھا۔آنکھوں میں بلا کی نرمی تھی۔لہجے میں تپش تھی۔عناب ایمان لے آئی تھی اسکی باتوں پہ۔

"سر وہ ایک کمزور بے بس لڑکی ہے تو وہ ہر ایک کا نشانہ باآسانی بن جاتی ہے

۔"حماد نے آرب سے کہا تھا۔آرب عناب کو بمشکل ریسٹ کرنے پہ آمادہ کر

کے واپس آیا تھا انیکسی سے ۔مگر اسکے پاس دو ملازمہ کو چھوڑ آیا تھا تاکہ وہ ڈر نہ

جائے ۔

"نہیں حماد میں ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں کہ میں اسکو بچا سکوں ۔"آرب نے کہا

تھا۔

"چاہے آپ جتنی بھی کوششیں کر رہے ہیں مگر وہ عناب کو آسان نشانہ سمجھ کے

آن دبوچتے ہیں ۔پہلے دو بار بھی عناب فیا کے بھائی کا نشانہ بن چکی ہے ۔اب

بھی فیا کی وجہ سے یہ سب ہوا ۔زندگی ہر بار عناب کو چانس نہیں دے سکتی

۔اگر کبھی وہ جان سے گئی اس سب میں ۔۔۔"حماد نے کہا تھا۔

"حماد ۔۔۔کیسی فضول باتیں کر رہے ہو۔"آرب تڑپ اٹھا تھا۔

"سر سچ بتا رہا ہوں ۔"حماد بولا تھا۔چند پل خاموشی سے کٹے تھے ۔پھر آرب کی

فیصلہ کن آواز گونجی تھی۔

"ارباز کو کال کرو ۔مجھے وہ آج رات بارہ بجے سے پہلے دوبئی میں چاہئیے ۔کیونکہ

میں کرنے جا رہا ہوں جو مجھے بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔"آرب کے لہجے میں

چٹانوں کی سختی تھی مگر لہجہ اور اسکا دل مطمئن اور شاد تھا۔ حماد نے سوالیہ نظروں سے آرب جو دیکھا تھا جو خیالوں میں ہی مسکرا رہا تھا۔

آج ارتضی سر کا لیکچر نہ تھا تو سب تھرڈ لیکچر کے بعد کیفے میں اکٹھے ہو گئے تھے۔

"سناؤ پھر مسز ارتضی۔؟" مقدس نے سرگوشی کی سی آواز میں رباب کو کہا تھا۔

"کدو میں تمہاری ہوا نکال دینی ہے اگر تم نے چوں چراں کی تو۔ اور اپنے سر کو تو نام مت لو۔" رباب کو پہلے ہی تپ چڑھ ہوئی تھی وہ تو اب شروع ہو گئی تھی۔

"ہے جی اب تو وہ سر ہمارے ہیں تمہارے تو وہ بن گئے ہیں ناں۔" مناہل نے بھی لقمہ دیا تھا۔

"مناہل اگر تم نے غداری کی ناں تو دیکھنا زندہ دفن کر دونگی۔ ارتضی سر کی چمچیاں۔" رباب چڑی ہوئی تھی۔

"افف افف کیوں اتنا غصے ہو رہی مسز ارتضی۔" نشو کی آواز پہ رباب نے پاس پڑی کتاب اٹھا کے اس کے سر پہ دے ماری تھی۔ نشاء چیخی اٹھی تھی۔ تبھی انکی نظر کیفے میں داخل ہوتے درازقد وقامت کے ارتضی پہ پڑی تھی جو حمدان کے ہمراہ اندر داخل ہو رہا تھا۔ مناہل کی تو سانس اٹک گئی تھی جیسے۔ وہ دونوں

کچھ ڈسکس کرتے اندر آرہے تھے ۔جبکہ رباب کے گروپ نے باقاعدہ ہوٹنگ سٹارٹ کر دی تھی ۔کیفے میں سب لوگ انکی طرف متوجہ ہو گئے تھے ۔جبکہ رباب تو گویا سن ہو گئی تھی ۔

"اسلام علیکم رباب ۔۔کیسی ہو ؟؟"حمدان نے انکے گروپ کے پاس آ کے سلام کیا تھا اور رباب کو ہمیشہ اسکا یوں بے موقع آنا بری طرح چبا تھا۔

"اسلام علیکم ۔کیسے ہیں سب ۔"ارتضی اب رباب کو نظر انداز کر کے باقیوں سے مخاطب ہوا تھا۔رباب تو تپ اٹھی تھی۔

"حمدان قریشی آج تو تم ایک بات لکھ رکھو اپنے پاس کہ تمہاری ٹائمنگ نہایت ہی فضول ہے ۔"رباب اسکے سامنے کھڑے ہوئے بولی تھی ۔

"ہاہاہا ۔۔پتہ ہے مجھے جن سے تم جب بھی چھپتی ہو بھلا ہو میرا میں انکو لے کے آن ٹپکتا ہوں ۔تاریخ گواہ ہے ۔"حمدان کی کھلکھلاتی آواز گونجی تھی۔مناہل کے دل پہ بوجھ آن گرا۔

اسنے زرا کی زرا سر اٹھا کے حمدان کو دیکھا تو جو پوری طرح مناہل کو نظر انداز کرتا رباب سے مخاطب تھا ۔ابھی یہ بے رخی نئی نئی تھی اسلئے مناہل کو بری طرح بے چین کئے ہوئے تھی ۔

"اپنا جن قابو میں رکھو حمدان ۔" رباب نے "جن" پہ زور ڈالتے ہوئے کہا تھا۔تو رباب کا مطلب سمجھتے حمدان کا قہقہ پڑا تھا۔

"ایسی کونسی تہلکہ مچانے والی تحقیق رولنمبر ٹوئنٹی ٹو نے بتا دی ہے جو تمہاری ہنسی نہیں بند ہو رہی ۔" ارتضی کی آواز گونجی تھی ۔

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بس ویسے ہی ہم باتیں کر رہے ہیں ۔" حمدان نے کہا تھا۔

"ویسے انکی نارمل باتوں پہ بھی ہنسی آنا عام سی بات ہے ۔" ارتضی نے اسکے سرخ ہوتے چہرے پہ نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"میری خاموشی کا بہت ہی ناجائزہ فائدہ اٹھایا جا رہا ہے ۔" رباب نے چبا چبا کے کہا تھا۔

اس سے پہلے کے ارتضی کوئی جواب دیتا ایک لڑکا چائے کے دو کپ ارتضی اور حمدان کو پکڑانے آیا تھا۔تبھی ارتضی نے ان سب لڑکیوں کے لیے بھی انکی پسند کی چیز لانے کا بولا تھا۔

"مجھے ٹھنڈا پانی چاہیے بس کیونکہ میرے دماغ خاصا گرم ہو چکا ہے۔ اور اسکے پیسے بھی میں خود ادا کرونگی ۔" رباب کی جلتی بھنتی آواز گونجی تھی ۔

"یہ کونسا انوکھی بات ہے۔جب بھیجہ خالی ہو تو گرم ہی رہتا ہے۔اور رہی پیسوں کی بات تو شام میں ارتضی ہاوس میں ہی حساب کتاب کر لے گے۔"ارتضی اسکے پاس سے کہتا آگے کھڑے لڑکے کے بلانے پہ اسکے پاس چلا گیا تھا۔تبھی دو پل بعد اسکو رباب کی کیفے میں گونجتی آواز سنی تھی۔

"میں اپنا غصہ یوں بھی دکھا سکتی ہوں
میں تمھاری چاہے میں نمک بھی ملا سکتی ہوں"

ارتضی کے کیفے سے باہر جاتے قدم رکھے تھے۔کوئی پچھلا واقعہ یاد آیا تھا۔ماضی کی رنگ برنگی یادوں کی تتلی پروں سے رنگ اڑاتے ارتضی کے اردگرد اڑنے لگی تھی۔ارتضی کے لبوں پہ تبسم بکھرا تھا۔وہ اس جھلی کی بات کا پس منظر سمجھتا باہر نکلتا چلا گیا۔اگر پیچھے دیکھتا تو شاید کسی پری کے سحر سے پتھر کا ہی ہو جاتا۔

شام کے چھ بج چکے تھے جب انیکسی کے میں عناب کو لگا کہ کوئی داخل ہوا ہے۔اسکا دل سہم گیا تھا۔

"یا اللہ اب کیا ہونے والا ہے۔"عناب نے دل میں اپنے خدا کو پکارا تھا۔عناب کے کمرے کا دروازہ کسی نے کھولا تھا وہ چیخ پڑی تھی۔

"سرپرائز۔" ارباز کی آواز سن کے وہ اچھل پڑی تھی۔

"بھائی۔۔" عناب نے خوش سے روتے ہوئے پکارا تھا اور بھاگ کے انکے سینے سے جا لگی تھی۔

"بس بس۔کیسی ہے میری گڑیا" ارباز نے پیار سے پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہوں بھائی میں۔۔اور آپ۔۔آپ کیسے ہیں؟؟یہاں اچانک۔۔" عناب نے پوچھا تھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں گڑیا۔اور یہاں ایک اہم کام سے آیا ہوں میری جان۔" ارباز کے لہجے میں آج ایک الگ ہی خوشی بول رہی تھی۔

"اب ٹھیک ہے ناں؟؟" عناب نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

"ہاں میری جھلی۔چائے بھی پلاؤ گی یا بس باتیں ہی کرتی جاؤ گی۔" ارباز نے کہا تھا۔

"جی جی بھائی کیوں نہیں۔بیٹھیں آپ میں بس آئی۔" عناب بھی مسکراتے ہوئے اٹھی تھی۔

چائے پینے کے بعد ارباز کی سنجیدہ سی آواز گونجی تھی۔

"گڑیا اماں کے جانے کے بعد علی بھی چھوڑ گیا۔اور باپ ۔۔ہہم باپ تو ہمارا جیتے جی بھی مرے لوگوں کے ہی برابر ہے۔ ہم بھائی بہن ہی ایک دوسرے کا سہارا ہیں۔"ارباز نے تمہید باندھی تھی۔

"جی بھائی ۔۔مجھے علی اور اماں نہیں بھولتے۔کبھی تو دل کرتا ہے کہ میں بھی انکے پاس چلئ جاؤں۔"عناب نے نم لہجے میں کہا تھا۔

"اللہ نہ کرے۔کیسی باتیں کرتی ہو تم عناب۔ایسے نہیں بولتے۔میری گڑیا اب تو میں تمہیں تمہارے اگلے گھر بھیجوں گا میری جان۔"ارباز نے لاڈ سے کہا تھا۔

"بھائی ۔۔"وہ چڑی۔پہلے کہاں ایسی باتیں اسنے سنی تھی۔ایسے مذاق یا باتیں تو کزن کرتی ہیں یا دوستیں۔مگر عناب کو یہ دونوں رشتے نہ ملے تھے۔جو کچھ بھی ملا تھا اسکو عرب کے اس خطے نے نوازا تھا۔دیبا سمیت آرب بھی شاید۔

"کیا بھائی۔اب تمہاری شادی بھی تو کرنی ہے ناں۔"ارباز نے کہا تھا۔

"نہیں کرنی مجھے شادی۔کیا ملا اماں کو شادی کر کے۔کچھ نہیں ہے اس شادی میں۔صرف سمجھوتے اور ظلم۔"عناب نے تلخ لہجے میں کہا تھا۔جو اسنے دیکھا تھا اسکے ذہن میں چھاپ رہ گئی تھی۔

"نابی یوں نہیں سوچتے۔ہمیشہ اچھا سوچتے ہیں۔خدا تمہارے نصیب بلند کرے۔ان شاء اللہ میرا انتخاب تمہارے لیے بہترین ثابت ہو گا۔" ارباز نے اسکو سمجھایا تھا۔

"مگر بھائی میں ابھی شادی نہیں کرونگی۔"عناب نے حتمی انداز میں کہا تھا۔

"دیکھو گڑیا میں اس دنیا میں تمہارا سہارا ہوں اور خیر خواہ بھی۔تو گڑیا ایک بڑا بھائی ہونے کے ناطے میں تمہارے لیے بہترین کرونگا۔میرا مان رکھ لو عناب میری گڑیا۔"ارباز نے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے بھائی۔جیسے آپ خوش۔مگر یہ سب بہت جلدی کر رہے ہیں آپ ۔"عناب نے نروٹھے انداز میں کہا تھا۔

"کچھ جلدی نہیں ہو رہا ابھی صرف نکاح ہی ہو گا۔ان شاء اللہ باقی رسمیں گاؤں جا کے کریں گے۔"ارباز کی آواز سے ہی خوشی چھلک رہی تھی۔

"چلیں دیکھیں گے۔ابھی تو آپ صرف اپنی اور میری باتیں کریں۔تب کی تب دیکھ لے گے۔"عناب نے کہا تھا۔

"افف عناب۔تب کب۔آج رات کو تمہارا نکاح ہے۔"ارباز نے کہا تھا۔تو عناب سن رہ گئی تھی۔

"کیا مطلب ۔اتنی جلدی ۔تو کیا آپ یہاں اسلئے آئے ہیں ۔۔۔اور ۔۔اور کیا جو کوئی بھی ہے یہاں ہی ہے ۔۔اور یہ سب اتنی اچانک کرنے کی وجہ ۔۔۔میں ۔۔"عناب تو بھونچال گئی تھی۔

"بس سانس لو ۔اتنے سوال ایک سانس میں ۔اب جبکہ تم نے اپنا یہ معاملہ مجھے سونپ دیا ہے ناں تو یوں اعتراض مت کرو ۔بس بھروسہ رکھو خدا سب خیر کرے گا بچے ۔"ارباز نے کہا تھا۔تو عناب چپ ہو گئی مگر اندر ایک طوفان چل رہا تھا۔ذہن میں ہزاروں سوال اور وسوسے تھے ۔کون ہو گا؟ ایسے اتنی جلدی؟ بعد میں وہ کیا کرے گی ؟؟ اگر وہ بھی روایتی مرد نکلا؟؟

یہ سوال عناب کو ہلا دیتا تھا۔

"دیبا مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی سب کچھ اتنی جلدی ہو رہا ہے ۔میں بھائی کو کیسے منع کروں ۔"عناب اب دیبا کے سامنے اپنا دکھ لے کے بیٹھی تھی۔

"اففف سارا وقت بس رونے میں لگی رہتی ہو۔اٹھو تم یار شادی ہے تمہاری آج ۔تیار ہو ۔۔اور منع کیوں کرنا ہے ۔کر کے تو دیکھاؤ منہ توڑ دینا ہے میں ۔"دیبا نے گھورا تھا۔

"دیبا پلیز۔ تم تو سمجھو۔ پتہ نہیں وہ کون ہوگا۔ کیسے ہو گا۔ اور یوں اتنی اچانک ۔ اور میں ۔۔میں اسکو پتہ نہیں بلکہ یقیناً اچھی نہیں لگوں گی ۔ وہ پھر مجھے کچھ وقت بعد چھوڑ دے گا دیکھنا تم ۔۔" عناب کے لہجے میں وسوسے تھے۔ ہاتھ سرد پڑ گئے تھے ۔ دیبا نے اسکو گلے سے لگا لیا تھا۔

"اتنا تلخ مت سوچو عناب ۔ میری چندا سب ٹھیک ہو گا ان شاءاللہ۔ جو آنٹی کے ساتھ ہوا وہ لازمی تو نہیں تمہارے ساتھ بھی ہو ۔ تو ذہن کو ایسی سوچوں سے پاک کرو۔ دیکھنا تم تمہارا جیون ساتھی بہترین ہو گا ۔ دیکھنا تم ۔ تمہیں تمہاری صبر کا اجر ملے گا۔" دیبا نے اسکو ساتھ لگائے لگائے کہا تھا۔

"مگر یہ ڈر میرے اندر تک رسائی حاصل کر چکا ہے ۔ اس سے چھٹکارا آسان نہیں رہا دیبا۔" عناب کے لہجے میں تھکن تھئ ۔ ماضئ کا دکھ بول رہا تھا۔

"دیبا پلیز روؤ تو مت ۔ دیکھنا تم سب اچھا ہو گا۔ اب رو رو کے بھوتنی نہ بننا۔" دیبا نے اسکا موڈ چینج کرنا چاہا تھا۔

دیبا نے ارباز کا لایا خوبصورت آف وائٹ ایمبرائڈری والا ڈریس منتوں سے عناب کو پہنایا تھا۔ جسکا ڈوپٹہ سرخ رنگ کا تھا ۔

نیچرل سے میک اپ میں وہ دل موہ لینے والا حسن سب کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔دیبا اور ارباز اسکے صدقے واری جا رہے تھے ۔ابھی تک ان مہمانوں کا اور دلہا صاحب کا اتہ پتہ کہ تھا جن سے عناب کی قسمت جڑنے والی تھی۔

"مجھے ایویں تیار کر کے بیٹھا دیا ہے ۔دیکھنا تم دلہا صاحب نے آنے ہی نہیں ہے ۔"عناب نے غصے سے کہا تھا۔

"ہائے بے چینیاں ۔ویسے بتا دوں وہ تم سے زیادہ جلدی میں ہیں مس عناب۔مگر بھلا ہو انکے کام کا ۔بس وہ آنے والے ہونگے ۔"دیبا نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"آ ہی نہ جائے ۔"عناب بڑبڑائی ۔

"اسلام علیکم ۔"اس آواز پہ عناب نے سر اٹھا کے دیکھا تو سامنے ہی آرب وائٹ ٹو پیس میں ملبوس کھڑا تھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں ۔۔"عناب نے تیزی سے پوچھا تھا۔دیبا نے مسکراہٹ دبائی ۔جبکہ آرب اپنی نظریں اسکے چہرے سے نہیں ہٹا پا رہا تھا۔جب وہ باتیں کر رہی تھی تو اسکی کانوں میں پہنے آویزے بھی جھوم اٹھتے تھے ۔سرخ ڈوپٹے میں معصوم اور پاک چہرہ۔

"دیکھیں آج میری شادی ہے تو آج میں کہی نہیں جا پاؤں گی آپ کے ساتھ میٹنگ میں۔اورہاں۔۔اب یہ اعتراض مت کریں گا کہ ہم نے آپکو انوائٹ نہیں کیا۔۔۔اور۔۔"عناب جھنجھلاہٹ میں بولتی گئی تھی۔

"بس بس مس عناب۔صبر کر لیں تھوڑا سا پھر ہر سوال کا جواب مل جائے گا کہ میں یہاں کیا کر رہا ہوں۔اورہاں شادی نہیں ہو رہی صرف نکاح ہو رہا ہے ۔مگر اگر آپکی اجازت ہو تو شادی بھی آج کروا لیتے ہیں سمیت رخصتی۔"آرب کی آنکھیں بھی بول رہی تھی۔لہجے میں خوش چھلک رہی تھی۔

"اور اعتراض بھلا کیوں۔شادی ہی جب اپنی ہو تو انوائٹ کی فارمیلٹیز میں کون پڑتا ہے۔"آرب نے متبسم لہجے میں اسکا چہرہ آنکھوں میں سموتے اس سے کہا تھا جو الجھی بیٹھی تھی۔

"ہاں جی بلکل سر۔بس مس کو جلدی ہی "ز"لگنے والا ہے۔"دیبا نے بھی کہا تھا۔تو دونوں ہنس پڑے۔البتہ عناب دونوں کو ہونقوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔

"یہ آپ لوگ کیوں ہنس رہے ہیں۔"عناب کو غصے آیا۔

"انکو باہر لے آئے دیبا تاکہ انکو سب سمجھ آجائے۔"آرب نے کہا تھا اور شاد سے باہر نکل گیا جہاں قاضی سمیت باقی اسکے انتظار کر رہے تھے۔

وہ سامنے رکھے صوفے پہ براجمان ہو گیا تھا۔ کچھ سیکنڈز بعد دیبا عناب کو لے آئی تھی ۔تو آرب اسکے استقبال کو کھڑا ہوا تو سب مسکرا اٹھے تھے۔ دیبا عناب کو آرب کے ساتھ بیٹھنے لگی تو عناب کو حیرت ہوئی ۔

"یہاں کیوں ۔" عناب ہلکی آواز میں بولی ۔

"چپ ۔۔بیٹھو ۔۔" دیبا نے ڈپٹا ۔

"جی قاضی صاحب کریں شروع ۔" ارباز نے کہا تھا۔

اور قاضی صاحب نے نکاح پڑھوانا شروع کیا تھا۔ عناب گم صم بیٹھی حالات پہ غور کر رہی تھی کہ ہو کیا رہا ہے۔ اسکا دلہا کدھر بیٹھا ہے ۔

"کیا آپکو عناب جمشید سے نکاح قبول ہے ۔"

"جی قبول ہے ۔" آرب کی آواز گونجی تھی ۔عناب کے سر پہ چھت آن گری تھی ۔

"آرب سر ۔۔" عناب منمنائی ۔مگر وہ ایجاب وقبول میں مگن تھا۔ اسکی زندگی کا اہم ترین مرحلہ تھا۔

"جی قبول ہے ۔" آرب کی آواز میں خوشی تھی۔

"جی قبول ہے ۔" چٹانوں کا سا ساتھ نبھانے کا عزم ۔عناب تو گویا سن بیٹھی تھی ۔یہ سب ؟؟ یہ سب کیسے ہو سکتا ہے بھلا ؟؟

ایسے کیسے ؟؟؟میں اور سر آرب ؟؟؟؟ہزاروں سوالوں کی بازگشت ۔

"بیٹی کیا آپکو آرب ملک ولد مجتبی ملک سکہ راج الوقت نکاح قبول ہے ۔"قاضی صاحب نے اب عناب سے پوچھا تھا۔جو زلزلوں کی زد میں تھی ۔

"ملکہ عرب ۔ہوش میں آؤ ۔"آرب نے جھک کے سرگوشی کی تھی ۔

"ملک ۔۔؟"عناب ایک کشمکش سے نکل دوسری میں آن پھنسی تھی ۔

"افف ۔اب اپنا ملک فوبیا نہ شروع کر دینا ۔قبول ہے بولو عناب ۔"آرب نے کہا تھا۔

"آپ مجتبی ملک کے بیٹے ہیں ۔؟؟جو ہمارے گاؤں میں ۔۔۔"عناب کی آنکھوں میں جو سوال تھا اب زبان پہ آب ٹھہرا تھا۔

"عناب یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔جو قاضی صاحب پوچھ رہے ہیں اسکا جواب دو۔"اب کے ارباز اٹھ کے اسکے پاس آیا تھا۔

"بھائی ۔۔۔یہ ۔۔"عناب کی آنکھوں میں آنسو مچلے ۔

"گڑیا پلیززز۔۔"ارباز کے لہجے میں التجا تھی ۔

"جی قبول ہے ۔"عناب یہاں آکے ہار جاتی تھی ۔بدقت یہ الفاظ ادا کئے تو آنکھوں کا پانی میں بہہ نکلا تھا۔

"قبول ہے ۔"

"قبول ہے۔" اسنے زور سے آنکھیں میچ لی تھیں۔

"مبارک ہو مسز عناب آرب ملک۔" آرب نے اسکے کان میں سرگوشی کی تو وہ خود میں سمٹ گئی تھی۔ سب مراحل طے پا گئے تھے۔ سب مبارکباد دے رہے تھے۔ عناب غائب دماغی سے وہاں بیٹھی تھی۔

مناہل یونی کے گارڈن میں بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ جب ایک گروپ لان میں آیا اور اونچی اونچی ہنسی مذاق شروع کردیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں سب سے اونچی آواز حمدان کی آنا شروع ہو گئی تھی۔ مناہل ایک پل کو چونکی۔ پھر سر جھٹک کے پڑھنے لگ گئی تھی۔ وہ سب کسی ٹیبلو کی تیاری کر رہے تھے۔ تو ہنسی مذاق اور باتوں کی آوازیں اسکو ستا رہی تھی۔ حمدان کو تو لگ رہا تھا کہ کوئی خزانہ مل گیا تھا جو یوں زور زور سے ہنس رہا تھا۔ مناہل تو غصے سے پاگل ہو گئی تھی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو۔ مزاج ہی نہیں مل رہے۔ نئی نئی دوستیں جو ہو گئی ہیں ناں۔" مناہل نے تلخی سے سوچا تھا۔

"ہائے حمدان ڈئیر۔ یو آر لکنگ سو ہاٹ۔۔" ایک نسوانی آواز ابھری تھی۔ مناہل تو شرم سے پانی ہو گئی تھی۔ پھر سے قہقہوں کا سلسلہ شروع ہو گیا

تھا۔مناہل کی ہمت جواب دے گئی تھی اور وہ غصے سے اٹھی اور اس لڑکی سے سر پہ جا پہنچی تھی۔

"آپ لوگوں کو یونی کے ماحول کا زرا بھی لحاظ نہیں رہا۔ایسی خوبصورت باتیں کسی اور گوشے میں جا کے کیا کریں۔اور آپکو نظر نہیں آرہا یہاں سب آپکی وجہ سے ڈسٹرب ہو رہے ہیں۔"

مناہل کے جو منہ میں آیا وہ بولتئ گئی تھئ۔

"اوہ یو۔۔تم جو کوئی بھی ہو لائبریری میں چلی جاؤ۔ہم تو یہاں ہی اپنا کام کرے گے۔"وہ لڑکی بھی ڈٹ کے بولی تھی۔

"دیکھیں میں آپ سے آرام سے کہہ رہی ہوں۔تو بہتر ہے کہ آپکو دوسرے کا بھی احساس کریں اور جا کے پریکٹس ہال میں اپنے ڈراموں کی پریکٹس کر لیں۔"مناہل نے کہا تھا۔

"تم کون ہوتی ہو ہمیں بتانے والی کہ ہم کیا کریں یا کیا نہ۔"وہ لڑکی اب اور بھڑکی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔"حمدان کی آواز ابھری تھی۔مناہل نے سر اٹھا کے اسکو دیکھا تھا تو وہ اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔مناہل کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔

"دیکھو حمدان پتہ نہیں کون یوزلیس ہے یہ ہمیں بول رہی ہے کہ ہم یہاں سے چلے جائے کیونکہ یہ میڈم ڈسٹرب ہو رہی ہیں۔ مائے فٹ۔" وہ حقارت سے مناہل کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے آپکو محترمہ۔ اگر آپکو زیادہ مسئلہ ہے تو آپ چلیں جائے یہاں سے۔" حمدان کی سرد آواز گونجی تھی۔ مناہل سکتے میں آگئی تھی۔ اسکو یہ توقع ہرگز بھی نہ تھی حمدان سے۔ حمدان نے تو کسی غیر لڑکی کے سامنے اسکو جھڑک کے رکھ دیا تھا۔ مناہل کا دل کٹا۔ آنکھیں رونے کو بے قرار ہو گئی تھیں۔ مناہل نے ضبط سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ ایک قیامت دل پہ آن گزاری تھی۔ ایک پل کو دونوں کی نظریں ملی تھیں۔

وہ نظروں ہی نظروں میں سوالات کی دنیا
وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں جوابات کا عالم

اتنی بیگانگی تھی حمدان کی آواز میں۔ مناہل نے اپنی چیزیں سمیٹی اور گارڈن سے نکلنے لگی تھی جب پیچھے سے آواز آئی تھی۔

"بس ایک کام مناہل ابرار پرفیکٹ کرتی ہیں ۔جگہ چھوڑنا ۔" حمدان کی سرد آواز نے مناہل کے قدم روکے ۔مناہل نے خود کو مضبوط کیا تھا اور آنسو اندر اتارے ۔

"میں عارضی پناگاہوں کی عادی نہیں ہوں ناں مسٹر حمدان قریشی ۔تو وہاں بسیرا ڈالنا بھی پسند نہیں کرتی ۔" مناہل نے بھی وار کیا تھا۔

"بس یہ ہی ۔۔یہ ہی تمہاری سوچ ہے مناہل ۔نہ یہ کل بدلی تھی نہ یہ آج ۔" حمدان بپھرا ۔

"کیونکہ لوگ کل بھی ویسے تھے اور آج بھی وہی ہیں ۔" مناہل نے ہٹیلے انداز میں کہا تھا۔

"ہونہہ ۔لوگ نہیں اپنا دل کہو ۔کل بھی سخت تھا آج بھی ۔اپنی آنکھوں کہو کل بھی کسی کے سچے اور کھرے احساس دیکھنے سے عاری تھیں اور آج بھی ۔خود کو کہو مناہل ابرارا کیونکہ تم کل بھی صحیح غلط کی پہچان میں اناڑی تھی آج بھی ہو ۔اور ایک آخری بات وہ جگہ کل بھی تمہاری تھی آج بھی تمہاری ہے ۔جس دن یقین آیا ناں اس بات پہ لوٹ آنا ۔

آئندہ تمہاری آنکھوں میں نمی نہ آئے ۔" حمدان کہتا آگے بڑھ گیا ۔کیا شدتیں تھی اسکے لہجے میں ۔ایک واضح اقرار ۔جو وہ کئی دنوں سے سردمہری برقرار رکھے

ہوئے تھے آج سب مناہل کی آنکھوں کی نمی کے سامنے ڈھیر ہو گیا تھا۔وہ پھر ایک بار اپنا اقرار اور احساس مناہل کو سونپ گیا تھا۔

مناہل عجیب کیفیت میں وہی کھڑی رہ گئی تھی۔دل اسکی باتوں پہ ایمان لے آیا تھا۔ایک اطمینان سا وجود میں سرایت کر گیا تھا۔

ایک خوبصورت احساس۔آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کے رخسار پہ پھسلا۔کسی کا کچھ پل پہلے کہے جانے والا لہجہ کانوں میں ابھرا تھا۔

"آئندہ تمہاری آنکھوں میں نمی نہ آئے۔"ہر طرف اس ہی جملے کی بازگشت تھی۔مناہل کے ہاتھ خود بخود اپنے آنسوؤں کی طرف بڑھے تھے اسکو اپنے پوروں پہ چنا تھا۔ہر چیز گویا مسکرا اٹھی تھی۔

جب ارتضی کو پتہ لگا کہ رباب سیدھا ملک ہاوس چلی گئی ہے تو غصے سے اسکا برا حال ہو گیا تھا۔گھر پہنچ کے سیدھا ماں کے کمرے میں گیا تھا۔

"اسلام علیکم۔"سلام کیا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔جیتے رہو۔کیا بات ہے غصے میں اور پریشان لگ رہے ہو۔"فہمیدہ بیگم نے پوچھا تھا۔

"اب میں آپکو غصے میں اور پریشان ہی ہمیشہ نظر آیا کرونگا۔" ارتضی نے تیکھے انداز سے کہا تھا۔

"خدا نہ کرے۔کیسی باتیں کر رہے ہو ارتضی۔خدا تم سے سب مصیبت اور بلائیں دور رکھے۔" فہمیدہ نے اسکو ٹوکا تھا۔

"اب ایسا ناممکن ہے۔کیونکہ ایک بلا کو تو اپنی زوجیت میں لے چکا ہوں۔اور اسکے ہوتے ہوئے پریشان ہی ہو سکتا ہے انسان۔" ارتضی نے طنز کیا تھا۔

"شرم کر کچھ تم ارتضی میری بہو کو تم بلا کہہ رہے ہو۔" فہمیدہ نے ارتضی کو ڈپٹا تھا۔

"بلا کو بلا ہی کہا جاتا ہے ماں۔" ارتضی کا غصے ابھی بھی برقرار تھا۔

"ہونہہ۔فضول باتیں مت کرو۔بتاؤ بات کیا ہے۔" اب کے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"اپنی بہو سے پوچھیں وہ کیا حرکتیں کرتی پھر رہی ہے۔۔" ارتضی نے ناگواری سے کہا تھا۔

"ہے کدھر وہ۔۔واپس آگئی وہ یونی سے۔۔تم اپنے ساتھ ہی لائے ہو ناں؟؟" فہمیدہ نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔

"یہ ۔۔۔یہ ہی بات اپنی بہو سے پوچھ لیں زرا جا کے کہ وہ بغیر میری اجازت کے ملک ہاؤس کیوں گئ ہے ۔"ارتضی نے اصل بات کی تھی ۔

"لو تو اس میں کون سی بڑی بات ہے ارتضی ۔تم نے تو مجھے پریشان کر دیا تھا۔"فہمیدہ نے شکر کا سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"اف بہو سیر تو ساس سوا سیر ہے یہاں ۔آپ کچھ نہ کریں میں خود ہی دیکھ لوں گا ۔حد ہو گئی ہے ۔"ارتضی جلا بھنا کہتا باہر نکل گیا تھا۔

"اچھا زیادہ غصے مت کرنا ۔بچی ہے ابھی وہ ۔"فہمیدہ نے پیچھے سے ہانک لگائی تھی ۔جس پہ ارتضی اور چڑا تھا۔

بنک کے باہر لمبی قطاریں تھیں ۔سب اپنی اپنی جگہ کھڑے اپنے نمبر کا انتظار کر رہے تھے ۔مرد و خواتین ۔لڑکیاں لڑکے جوان بوڑھے سب ان قطاروں میں تھے۔کوئی بے زار کھڑا تھا۔تو کچھ گپیں مار رہے تھے ۔کچھ پریشان ادھر ادھر ٹہل رہے تھے تو کچھ لڑکیوں کو تاڑ رہے تھے ۔مناہل نے بھی ناگواری سے پہلو بدلا تھا۔

ایک لڑکا مسلسل اسکو گھورنے کا فریضہ انجام دے رہا تھا۔آج بل جمع کروانے کی آخری تاریخ تھی ۔ابرار صاحب تین دن سے بیمار پڑے تھے ۔تو مناہل

کی ماں انکی تیمارداری میں لگی تھی ۔آج بھی وہ آخری تاریخ دیکھ کے بھاگم بھاگ بینک آگئی تھی ۔بھائی تو تھا نہیں جو یہ کام کر دیتا ۔

"دو مجھے بل میں کروا دیتا ہوں جمع ۔تم جاؤ ۔"پیچھے سے آواز آئی تھی ۔مناہل ایک دم ڈر کے پیچھے ہٹی ۔آواز پہچانی تو سانس بحال ہوئی تھی ۔

"نن ۔۔نہیں میں کروا لوں گی خود ہئ ۔"مناہل نے کہا تھا۔آنکھوں میں بلا وجہ ہی پانی جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔کچھ لمحے ایسے ہی ہمارے دامن بھر جاتے ہیں ۔

"اگر تم چاہتی ہو ناں کہ وہ سامنے بیٹھا لنگور میرے ہاتھ سے بچ جائے تو بل مجھے دے دو ۔"حمدان نے کہا تھا۔

"کیا ۔۔"مناہل نے اچھنبے سے پوچھا تھا۔اسکو بلکل اندازہ نہ تھا کہ حمدان کو پتہ لگ گیا ہو گا۔

"پچھلے دس منٹ سے میں یہاں ہوں ۔جب سے اسکو دیکھا ہے میرا خون کھول رہا ہے ۔اب مزید میرے صبر کا امتحان نہ لو ۔"حمدان نے اردگرد دیکھتے ہوئے کہا تھا۔اب وہ لنگور بھی کھسکتا نظر آرہا تھا۔

"مگر ۔۔"مناہل نے کہتے ساتھ آنکھیں بھی اٹھائیں تھیں ۔

تو آنکھوں کے پیالے پانی سے لبالب تھے ۔

"آج آخری بار کہہ رہا ہوں آئندہ ان آنکھوں میں نم نہ دیکھو۔کیونکہ میں دنیا میں ہر چیز برداشت کر سکتا ہوں سوائے اس نمی کے۔"حمدان نے کہتے ساتھ اسکے ہاتھ سے بل لیا تھا۔مناہل اسکی جنونیت پہ سن کھڑی تھی۔

"پپ۔۔پیسے۔۔"مناہل منمنائی۔

"مناہل کب عقل آئے گی تمہیں۔۔یہ میں کھڑے کھڑے اپنی داستان عشق بیان کر دیتا ہوں اور تم۔۔۔۔چلو خیر۔۔

یہ سارے کام مجھے مستقبل میں بھی تو کرنے ہی ناں تو سمجھ لو آج اسکی پریکٹس کر رہا ہوں۔اور اپنے گھر کا خرچ میں خود اٹھاؤں گا جناب۔"حمدان نے سرگوشی کی سے انداز میں اپنی بات کہی تھی۔مناہل کا چہرہ شرم سے تپ اٹھا تھا۔

"جاؤ یا اب خود چھوڑ کے آؤ۔"حمدان نے کہا تھا۔تو مناہل نے گھبرا کے باہر کی جانب دوڑ لگا دی تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رباب کا دل آج بہت اداس ہو رہا تھا۔یونی سے واپسی پہ بھی آ کے اپنے کمرے میں گھس گئی تھی۔اب شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔وہ کھڑکی سے باہر

اترتی سرمئی شام کا منظر دیکھ رہی تھی جب موبائل بجا تو نمبر دیکھے بغیر کال اٹھائی ۔

"یہ کیا طور طریقے اپنائے ہوئے ہیں ۔؟؟"دوسری طرف سے تیز آواز میں پوچھا گیا تھا۔

"اس بات سے مطلب ۔"رباب نے آواز پہچان لی تھی اب کے وہ بھی تپ کے بولی تھی ۔

"اب مطلب بھی نہیں پتہ مادام کو ۔کس خوشی میں آپ آج پھر ملک ہاؤس روانہ ہوئی ہیں ۔"ارتضی نے طنز کئے تھے ۔

"اف ۔مجھے اپنے گھر آنے کے لیے کسی خوشی کا انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے بھلا ۔میں جب مرضی آؤ ۔"رباب تنک کے بولی ۔

"اب وہ آپکا گھر نہیں ہے میڈم ۔سسرال میں رہنے کے کوئی طریقے ہوتے ہیں ۔"ارتضی نے تلخی سے کہا تھا۔

"آپ میں ساس والی روح کیوں آگئی ہے ۔"رباب چیخی ۔

"فضول باتیں مت کرو ۔اور فوراً گھر واپس آؤ ۔"ارتضی نے حکم دیا تھا۔

"تو میں گھر ہی ہوں ۔"رباب بولی ۔

"مسز ارتضی اپنے گھر ۔اب آپ رباب ارتضی حیدر ہو ۔"ارتضی نے کہا تھا۔

"آپکو اتنی مرچیں کس بات پہ لگ رہی ہیں۔"رباب نے کہا تھا۔

"تم ایک منہ پھٹ لڑکی ہو۔جب منہ کھولتی ہو تو سوچ لیا کرو کہ کیا کہنے لگی ہو اور کس کو۔"ارتضی نے غصے سے کہا تھا۔

"ہاں ہوں میں منہ پھٹ۔بدتمیز بھی۔جس کو نہ تمیز ہے نہ کسی طور طریقے کا پتہ ہے۔میں ایک نہایت پھوہڑ لڑکی ہوں۔اور کیا ہوں وہ بھی بتا دیں مسٹر ارتضی۔"رباب نے کہا تھا۔وہ پہلے ہی اداس تھی اب تو دل پھٹنے والا ہو گیا تھا۔آجکل دل پہلے ہی ارتضی کو لے کے الگ لئے میں دھڑکنے لگا تھا مگر وہ پہلے والا ہی روڈ ارتضی تھا۔تو رباب پھٹ پڑی۔

"دو حرف بھیجیں مجھ پہ مسٹر ارتضی حیدر اور آگے بڑھیں میں آپکے قابل نہیں۔"رباب نے نم لہجے میں کہا تھا۔

"رباب۔۔"ارتضی چیخا تھا۔آواز میں وارننگ تھی۔دوسری طرف سے لائن خاموش کر دی گئی تھی۔

"ہمیشہ مجھے ہی قصوروار ٹھہراتے ہیں۔میں ہی غلط ہوتی ہوں۔ٹھیک ہے رہیں اپنی لائف میں مگن۔"رباب کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔

عناب ابھی بھی صدمے کی سی کیفیت میں بیٹھی ہوئی تھی ۔ایسے کیسے ہو سکتا ہے بھلا؟؟دو انکشافات اسکے وجود کو ہلا گئے تھے ۔

آرب کا تعلق اس کے گاؤں کے ان سفاک ملکوں سے تھے جن کی وجہ سے اسکا جان سے پیارا علی بچھڑا تھا۔۔

اور اب اسکا ایک رشتہ جوڑ گیا تھا اس آرب ملک سے ۔وہ اپنے خیالات میں گم صم اس بنگلے کے وسیع عریض رقبے پہ پھیلے لان میں آگئی تھی جہاں ایک طرف پول بنا ہوا تھا۔یہ حصہ تاریک تھا۔فوارے سے نکلتا پانی اسکو اپنی طرف متوجہ کر گیا تھا۔وہ آہستہ آہستہ چلتی اس پول پہ بیٹھ گئی تھی ۔

"کس کے خیالوں میں گم ہیں ملکہ عرب ۔۔"وہ عقب سے آواز پہ چونکی تھی ۔آرب اسکے مقابل آ کے بیٹھ چکا تھا۔اسکے چہرے پہ مسکان تھی ۔عناب سلگ پڑی تھی ۔

"ارے ارے اتنا غصے زوجہ ۔۔۔بیٹھیں تو ملکہ عرب ۔"آرب نے اسکا بازو پکڑ کے اسکو واپس بیٹھایا تھا۔

"دیکھیں ۔۔۔مجھے سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔میں دھوکے باز اور جھوٹے لوگوں سے بات نہیں کرتی ۔"عناب نے پر اطمینان لہجے میں کہا تھا۔آرب ایک پل کو چونکا تھا۔پھر ہنس دیا تھا۔

"ارے آج تو کوئی بہت خطرناک موڈ میں ہے۔"آرب نے کہا تھا۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔"عناب نے غصے سے کہا تھا۔

"نہیں چھوڑ سکتا۔"آرب نے لگاوٹ سے کہا تھا۔

"مجھے آپکے پلان کی کچھ سمجھ نہیں آئی ملک صاحب۔آخر اتنی مہربانی ہم ناچیزوں پہ کیوں؟؟اسکے پیچھے کونسی چال ہے اب۔"عناب نے تلخی سے کہا تھا۔ایک پل کو آرب کے چہرے پہ تاریک سایہ آیا تھا مگر اگلے کی پل وہ نارمل ہوا۔

"کسی کادل چرانے کا فل پلان ہے ملکانی صاحبہ۔"آرب نے فدا ہونے والے انداز میں کہتے عناب کو آنکھ ماری تھی۔

"یہ بازاری جملے کسی اور کو سنائیں گا۔میں ان سے نہیں بہل سکتی۔"عناب نے وار کیا تھا۔آرب غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔وہ یکدم دھاڑا تھا۔

"شٹ اپ عناب۔۔۔آئندہ یہ الفاظ استعمال مت کرنا۔۔ورنہ میں لحاظ نہیں کرونگا۔"آرب کے لہجے میں وارننگ تھی۔اب کے عناب بھی تھوڑا سا سہمی تھی۔وہ سانس لینے کو دو پل رکا تھا۔

"بہرحال۔۔۔میں اس وقت تمہیں کوئی صفائی دینے کے موڈ میں نہیں ہوں۔اور ویسے بھی جو پٹی تمہاری آنکھوں پہ پڑی ہوئی ہے ناں وہ تمہیں میری

آنکھوں کی سچائی تک نہیں جانے دے گی تو فی الحال اس بحث میں نہیں پڑتے۔"آرب نے کہا تھا۔عناب چپ رہی تھی۔

"میں یہ گفٹ لایا تھا تمہارے لیے۔"آرب نے ایک ریڈ چھوٹا سا کیس عناب کی جانب بڑھایا تھا۔جس میں کوئی گولڈ کی چیز تھی۔

"مگر مجھے نہیں چاہیے۔مجھے ملکوں کی نوازشات ہضم نہیں ہوتی۔"عناب نے صاف انکار کیا تھا۔آرب سلگ گیا تھا۔

"ہر بات میں ملک ملک کی گردان مت کرو عناب۔"آرب نے ٹوکا تھا۔

"جو بات ہے وہ ہی کرونگی ناں۔"عناب نے کہا تھا۔

"جو دل میں آئے وہ کرو تم۔نہیں چاہیے تمہیں یہ گفٹ تو یہ لو۔۔یہ پڑا ہے۔"آرب نے کہتے ساتھ ہی وہ کیس پول میں پھینک دیا تھا۔عناب ہکا بکا دیکھ رہی تھی۔

"اور اپنا دماغ سیٹ کر لو تم تو بہتر ہو گا۔ورنہ میں خود سیٹ کر لونگا۔"آرب اسکو سخت لہجے میں کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔جبکہ عناب کو اپنے لہجے میں تھوڑی سی شرمندگی ہوئی تھی مگر پھر اسکی نفرت عود آگئی تھی۔

اب اسکا فوکس پول میں بے جان پڑے کیس پہ تھی۔

"ہیلو۔۔"سحرش نے موبائل کان کو لگا کے کہا تھا۔

"جی پھوپھو میں ارتضی بات کر رہا ہوں۔"ارتضی نے سحرش کو فون ملایا تھا۔کیونکہ وہ کافی دیر سے رباب کا نمبر ٹرائے کر رہا تھا جو بند جا رہا تھا۔اسکو پتہ لگ گیا تھا کہ وہ غصے سے کال بند کر گئی ہے۔

"کیسے ہو بیٹا؟؟گھر میں سب کیسے ہیں۔؟"سحرش بیگم نے خوشدلی سے پوچھا تھا۔

"جی خدا کا شکر ہے سب ٹھیک ہے۔آپ سنائیں۔انکل آنٹی،بی جان اور گھر میں سب ٹھیک ہے ناں۔۔"ارتضی نے پوچھا تھا۔

"کرم ہے خدا کا۔اچھا ہوا تم نے خود کال کر لی مجھے بھی تم سے بات کرنی تھی۔"سحرش بیگم نے کہا تھا۔

"جی بولیں۔۔خیریت ہے ناں۔"ارتضی نے کہا تھا۔

"وہ دراصل میں رباب کے بارے میں بات کرنی تھی۔"سحرش نے کہا تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟؟"ارتضی کے لہجے میں فکر تھی۔

"پتہ نہیں آجکل پریشان سی رہتی ہے۔الجھی الجھی اور کھوئی سی۔ہمیں تو بتانی نہیں ہے۔تم ہی بات کر کے دیکھ لو۔"سحرش نے کہا تھا۔

"میرے ساتھ جو جیسے بہت اچھے مراسم ہے ناں۔" ارتضی نے تلخی سے سوچا تھا۔

"ارتضی سن رہے ہو ناں۔" سحرش نے اسکی خاموشی سن کے کہا تھا۔

"جی میں کرتا ہوں بات۔آپ فکر نہ کریں۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"اور بچے ہمیں پتہ ہے کہ اسکی شادی ہو چکی ہے مگر وہ جب دل کرتا ہے گھر آ جاتی ہے تو ابھی اسکو تھوڑا ٹائم دو تاکہ وہ ایڈجسٹ ہو جائے۔اپنے ساتھ اسکو اٹیچ کرو۔دونوں کوشش کیا کرو کہ زیادہ ٹائم ساتھ گزارو۔یوں ایک دوسری کی عادات سے واقف ہو جاؤ گے۔" سحرش نے نصیحت کی تھی۔

"ہونہہ ساتھ۔۔۔پانچ منٹ تو ہم آرام سے ایک ساتھ بیٹھ کے بغیر لڑے بات نہیں کر سکتے۔ٹائم کیا خاک گزارے گے۔اور ویسے بھی آجکل میری چہیتی بیگم کے دماغ پہ میکہ زیادہ سوار ہوا ہے۔" ارتضی صرف یہ سوچ سکتا تھا۔بولا تو صرف اتنا ہی۔

"جی پھوپھو آپ فکر نہ کریں میں پوری کوشش کرونگا کہ آپکو کوئی شکایت کا موقع نہ ملے۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"جیتے رہو۔آباد رہو۔۔" سحرش نے دعا دی تھی۔

میری روح میں اتر زرا

از عنایہ احمد

قسط نمبر پندرہ

"اسلام علیکم بی جان کیسی ہیں ؟؟"ارتضی نے بی جان کو سلام کیا تھا۔بی جان تو گویا کھل اٹھی تھیں۔

"وعلیکم اسلام ۔۔جیتے رہو بچے ۔آؤ بیٹھو۔"بی جان نے کہا تھا۔ارتضی نے نشت سنبھالی تھی۔

"کیسی طبعیت ہے اب آپکی ؟؟"ارتضی نے پوچھا تھا۔

"کیا بتائیں بیٹا بس اب جوں جوں عمر بڑھ رہی ہے بیماریاں بھی ساتھ بڑھتی جا رہی ہیں ۔"بی جان نے کہا تھا۔

"اللہ آپکو صحت اور زندگی عطا کرے ۔"ارتضی نے کہا تھا۔

"جیتے رہو۔اور سناؤ گھر سب ٹھیک ہے ناں ۔"بی جان نے بات بڑھائی تھی۔

"جی الحمداللہ سب ٹھیک ہیں ۔بی جان باقی سب کدھر ہیں ۔کوئی نظر نہیں آ رہا ۔اور رباب کا تو فون بھی بند جا رہا تھا۔"ارتضی نے اصل بات کی تھی سحرش سے بات کرنے کے بعد رباب سے بات کرنے کے لیے اسنے جب کال ملائی تو

رباب کا نمبر بند جا رہا تھا۔ ارتضی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ رباب کسی بات پہ رنجیدہ ہو گئی ہے۔

"کیا بتاؤ تمہیں اس پگلی رباب کی۔ زرا بھی اسکو عقل نہیں آئی۔ نئی نئی شادی ہوئی ہے بجائے اسکے کے سسرال میں بیٹھے میکے دوڑی آتی ہے۔ بیچارے شوہر کی بھی دوڑیں لگوائی ہوئی ہیں۔" بی جان نے کہا تھا۔

"آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں سمجھ جائے گی وہ۔" ارتضی نے صرف بی جان کا دل رکھنے کو بولا تھا حالانکہ اسکو خود بہت تاؤ تھا اس وجہ سے ابھی انکی لڑائی بھی ہو چکی تھی۔

"بس بیٹا اداس اداس رہتی ہے۔ ابھی بھی پریشان تھی بغیر بتائے باہر نکل گئی ہے اوپر سے مغرب ہونے والی ہے۔" بی جان نے نم لہجے میں کہا تھا۔

"کہاں باہر؟؟" ارتضی نے پوچھا تھا۔

"ادھر باہر ہی لان میں گھوم رہی ہو گی۔ تم مل لو جا کے۔" بی جان نے ارتضی کی مشکل آسان کی تھی۔"

"جی بہتر۔" وہ بھی ایک منٹ کی تاخیر کئے بغیر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ارتضی باہر نکلا اور لان میں نظر دوڑائی وہ کہی بھی نہیں تھی۔ یونہی وہ حویلی کی پچھلی سائیڈ پہ نکل آیا تھا۔ تو وہاں گیٹ پہ مامور چوکیدار کے پاس گیا۔

"رباب بی بی کدھر ہیں۔" ارتضی نے پوچھا تھا۔
"جی صاب وہ تو باہر نکل گئی ہیں۔" چوکیدار نے کہا تھا۔تو ارتضی کا دماغ بھک سے اڑا گیا تھا۔
"کیا۔۔۔تم نے اسکو کیوں جانے دیا۔۔تمہاری ڈیوٹی کیا ہے ادھر۔۔کس طرف گئی ہیں۔" ارتضی نے برہم ہوتے پوچھا تھا۔
"وہ میں نے انکو بہت روکا مگر وہ نہیں مانیں۔جی صاب اس طرف گئی ہیں۔" چوکیدار نے وضاحت دی تھی۔
"افف۔۔کیا کرو میں اس لڑکی کا۔اگر کچھ کہہ دوں تو منہ بنا لیتی ہے اور الٹے سیدھے کارنامے انجام دینے لگ جاتی ہے۔" ارتضی جھنجلاہٹ میں بولا تھا۔اور کندھوں پہ پڑی بلیک شال کو درست کیا تھا۔باہر ہر طرف کھیت تھے۔سردی کا موسم تھا تو شام کے سائے بھی جلد گھیرے ہو رہے تھے۔ارتضی پگڈنڈیوں پہ عجلت میں چلتا جا رہا تھا۔دور سے ہی اسکو سرپھری رباب کا ہوا کے زور پہ لہراتا ڈوپٹہ نظر آگیا تھا وہ سکون کی سانس لیتا آگے بڑھا تھا۔
یہ ایک اونچا سا ٹیلہ تھا جو کھیتوں کے بیچوں بیچ تھا۔وہ ایک سائیڈ پہ ستون سے ٹیک لگائے لہلہاتے کھیتوں کو دیکھنے پہ مصروف تھی۔سورج بھی آسمان میں چھپ رہا تھا۔ٹھنڈی ہوا نے ہر طرف شور مچایا ہوا تھا۔ایک عجیب خاموشی

اور فسوں تھا اس ماحول میں ۔رباب اس میں جکڑی ہوئی ارد گرد سے بے خبر بیٹھی تھی ۔

"تمہیں عقل کب آئے گی رباب۔یہ کوئی وقت ہے گھر سے نکلنے کا۔اگر زیادہ ہی موڈ تھا تو کسی کو ساتھ لے آتی ۔حالات کا اچھا خاصا علم بھی ہے تمہیں ۔"ارتضی نے پاس جا کے کہا تھا۔تو رباب ہڑبڑا گئی تھی۔

"اوہ۔۔۔آپ یہاں بھی آ گئے ۔آپکو کس نے بتایا کہ میں یہاں ہوں ۔کون سی کسر رہ گئی تھیں ڈانٹنے کی جو یہاں بھی آ گئے ۔"رباب نے اسکے مقابل کھڑے ہوتے پوچھا تھا۔شال کندھے پہ ایک طرف رکھی تھی ۔بال ہوا میں اڑ رہے تھے ۔

"تم ایسی حرکتیں چھوڑ دو نہیں ڈانٹوں گا ۔"ارتضی نے تحمل سے کہا تھا۔

"مسٹر ارتضی حیدر آپ اس دنیا کے ایک پرفیکٹ پرسن ہیں ۔تو آپکے لیے ایک پرفیکٹ پارٹنر ہونا چاہئیے ۔میں کہاں اس قابل ۔مجھے اندازہ ہے کہ آپکے ساتھ میرے گھر والوں نے زیادتی کر دی ہے۔کہاں میں کہاں آپ ۔۔میں ایک نہایت بدتمیز، اجڈ ،بے سلیقہ ۔۔۔"رباب جو غصے سے بھری ہوئی تھی شروع ہو چکی تھی۔ارتضی اسکو ہر دفعہ ہرٹ کر دیتا تھا۔رباب کی آنکھیں نم ہوئی ۔اس سے پہلے کے رباب کی بات پوری ہوتی ارتضی نے اسکو ٹوکا تھا۔

"پلیز رباب۔" ارتضی کو پتہ تھا کہ وہ ہرٹ ہوئی ہے۔ اسلیے تو بھاگم بھاگ یہاں آگیا تھا۔ رباب نے آنسو اندر اتارنے کی کوشش کے لیے اردگرد دیکھنا شروع کردیا تھا۔

"مجھے پتہ ہے کہ میں ہمیشہ زیادہ بول جاتا ہوں۔ہاں ناں۔" ارتضی نے اسکی تائید چاہی تھی۔ رباب نے آنسو اندر اتارتے ہوئے سر ہلایا تھا۔ اس پل ارتضی کو وہ بہت معصوم لگی تھی۔

"یہاں کیوں آئی ہو؟؟ اداس ہو؟؟" ارتضی کو رباب کو ہینڈل کرنا آتا تھا۔ وہ اسکے اندر کا دکھ باہر نکالنا چاہ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ شئیر کرے تاکہ رباب نارمل ہو سکے۔

"پتہ ہے میں شامی اور احتشام بھائی ادھر کھیلنے آتے تھے۔ یہ ہماری فیورٹ جگہ تھی۔ میں یہاں اس ٹیلے کے پیچھے چھپا کرتی تھی مگر شامی بھائی ہمیشہ مجھے ڈھونڈ لیتے تھے۔" رباب شروع ہو چکی تھی۔ ماضی کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ وہ پرجوش انداز میں بتا رہی تھی۔

"اور آپکو پتہ ہے ایک دفعہ ہم نے اپنی گڑیا کی شادی بھی یہاں کی تھی۔ گڑیا میری تھی اور اسکا دلہا احتشام بھائی کا۔ شامی بھائی میری طرف سے تھا۔ میں گڑیا کو رخصت کرتے وقت اتنا روئی تھی۔ سب نے مل کے میرا اتنا مذاق بنایا

تھا۔"رباب بات کرتے ہوئے آگے آتے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑس رہی تھی۔اور ارتضی اس دل موہ لینے والے منظر میں کھو سا گیا تھا۔

"رات میرے خواب میں شامی اور احتشام بھیا آئے تھے ۔اور۔۔۔اور مجھے یہاں بلا رہے تھے ۔۔۔میں انکو ڈھونڈنے یہاں آئی تھی ۔مگر۔۔۔مگر دیکھ لیں ارتضی وہ لوگ یہاں نہیں ہیں ۔۔۔۔میں کہاں ڈھونڈوں انکو۔۔۔آپ دیکھیں ناں۔۔۔۔۔۔مم۔۔۔مجھے نن۔۔۔نہیں مل رہے۔۔۔۔"رباب کی آواز نے مزید اسکا ساتھ نہ دیا تھا۔آنسوؤں کا ریلا بہہ نکلا تھا۔ارتضی نے اسکو گلے سے لگا لیا تھا۔وہ دکھی تھی۔ارتضی کا دل بھی کٹ رہا تھا۔وہ دکھ ارتضی کے ساتھ بانٹ رہی تھی ارتضی اس پہ خوش تھا۔

وہ اسکے بالوں کو سہلا رہا تھا۔وہ اس کے ساتھ لگی آنسو بہا رہی تھی۔کئی دنوں سے یہ بوجھ لیے وہ گھوم رہی تھی ۔ارتضی نے اسکو بالوں کو چھوا تھا۔

"رباب سب ٹھیک ہو جائے گا ۔"ارتضی کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔کچھ دیر بعد رباب سنبھالی تھی۔اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تو پیچھے ہٹی ۔

"نیکسٹ ٹائم کبھی تم اکیلی نہیں آؤ گی یوں ۔"ارتضی نے اسکے سرخ چہرے کو دیکھتے کہا تھا۔شام کے سائے گہرے ہو گئے تھے۔سردی بھی شدت پکڑ چکی تھی۔

"آپ میں پھر ساس والی روح آگئی ہے۔" رباب اب سنبھال چکی تھی۔ ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"ہاں یوں ہی سمجھ لو۔ چلو مبارک ہو تمہاری دو دو ساس ہیں۔" ارتضی نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔ رباب کا دھیان وہ ہٹا چکا تھا۔

"نہیں نہیں دو نہیں ایک ہی وہ بھی آپکے روپ میں۔ فہمیدہ آنٹی تو بہت اچھی ہیں بلکل میری ماما کی طرح۔" رباب نے دل سے کہا تھا۔

"چلو کوئی تو پسند ہے۔" ارتضی نے لقمہ لگایا۔

"کوئی نہیں مجھے سب ہی پسند ہیں۔" رباب نے کہا تھا۔

"میں بھی۔" ارتضی نے ہنستے ہوئے سوال کیا تھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔" اس اچانک سوال کا جواب نہ بن پایا تھا۔

"بہت نالائق ہو تم رباب۔" ارتضی بدمزہ ہوا۔

"وہ تو ہوں میں۔" رباب نے اعتراف کیا تھا۔ ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔ وہ کچھ اور سننے کا متمنی تھا شاید۔

"گھر چلیں اب اگر آپکی سیر و تفریح ختم ہو گئی ہو۔" ارتضی نے جلے انداز میں کہا تھا۔

"میں خود آئی تھی تو جا بھی سکتی ہوں۔آپ میری وجہ سے تکلیف میں مت پڑیں۔"رباب نے کہا تھا۔

"رباب میں نہیں چاہتا کہ ایک بار پھر ہماری بات چیت کا اینڈ لڑائی پہ ہو۔"ارتضی نے مصلحتی انداز اپنایا تھا۔

"تو آپ کیوں لڑائی کرتے ہیں پھر۔"رباب نے سارا الزام ارتضی پہ دھارا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔۔کون آرگیو کرتے ہے۔؟؟میں یا تم؟؟"ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"پتہ نہیں۔"رباب نے پھر کندھے اچکائے۔

"یہ پتہ نہیں پتہ نہیں سے میں پک گیا ہوں۔"ارتضی جھنجھلایا تھا۔

"تو۔۔"رباب نے ڈھٹائی سے کہا۔

"گھر چلو تم بس۔"کہتے ساتھ ہی ارتضی نے رباب کو کلائی سے پکڑ کے چلنے پہ مجبور کر دیا تھا۔وہ منہ بسور کے رہ گئی۔تھوڑی سی واک کے بعد حویلی کی روشنیاں نظر آنت لگ گئی تھیں۔

"گھر کب آؤ گی؟"گیٹ سے اندر داخل ہوتے ارتضی نے کہا تھا۔

"جب موڈ ہو گا آجاؤں گی۔"رباب نے بے نیازی سے کہا تھا۔

"دنیا آپکے موڈ پہ نہیں چلتی محترمہ۔جلدی گھر واپس آئیں ۔"ارتضی اسکے رنگ دیکھ رہا تھا۔

"کیوں ؟؟اداس ہو گئے ہیں میرے بغیر۔"رباب نے طنز کیا تھا۔

"یہ بات گھر آکے پوچھنا تفصیلاً بتا دونگا ۔"ارتضی نے اسکے خوبصورت چہرے پہ نظریں گاڑتے ہوئے کہا تھا۔رباب کا اعتماد ہوا ہونے لگا۔

"آپ اندر آجائے ۔پھر بعد میں سب مجھ کو ڈانٹے گے ۔"رباب نے بات بدلی۔ارتضی ہنسا۔

"کیا ہے آپکو ؟؟بات بات پہ ہنس رہے ہیں ۔طبیعت تو ٹھیک ہے ناں ؟؟بخار تو نہیں ۔؟"رباب چڑی۔

"چھو کے دیکھ لو ۔"ارتضی نے رباب کے پاس آکے اسکے کان کا آویزہ چھو کے کہا تھا۔رباب سرخ پڑ گئی۔

"مم ۔۔مجھے لگ ۔۔لگ رہے ہے کہ آپ واقعی ہی ٹھیک نہیں ۔۔گھر جا کے آرام کریں ۔"رباب نے جملہ تیزی سے مکمل کیا اور اندر کو لپکی۔

"اچھا سنو ۔۔اپنا موبائل کبھی اب اگر آف کیا ناں تو مجھ سے برا کون نہیں ہو گا۔اوریوں منہ اٹھا کے گھر سے نکلنے کی حماقت مت کرنا ۔"ارتضی نے اسکو پیچھے سے ہدایات دیں تھیں۔

"میں کوئی بھی بات نہیں مانوں گی۔" رباب پلٹ کے کہتی اندر چلی گئی۔

"دیکھ لونگا میں پھر تمہیں خود ہی۔" ارتضی زیر لب بڑبڑایا تھا۔ اور گاڑی میں بیٹھ کے واپسی کے لیے نکل گیا۔

"ارتضی کدھر ہے؟؟ اور تم کیوں بھاگی آرہی ہو؟؟" بی جان نے اسکو ٹوکا۔

"چلا گیا آپ کا ارتضی۔" رباب نے کہا تھا۔

"رباب تمہیں عقل کب آئے گی۔ اسکو یوں بغیر کچھ کھائے پیے جانے کیوں دیا۔ بلکہ اسکو آج ادھر ہی رکھ لیتی۔" بی جان نے اسکو گھر کا تھا۔

"نن۔۔۔ نہیں نہیں۔۔ کیوں رکھتی انکو میں ادھر۔۔" رباب نے تیزی سے کہا تھا۔

"لو بھلا۔۔ وہ اس گھر کا داماد ہے۔ شوہر ہے تمہارا۔ رہ سکتا ہے یہاں۔" بی جان نے اسکی عقل پہ ماتم کیا۔

"ہائے بی جان کیا بتاؤ آپکو آپکا داماد آجکل عجیب بہکی بہکی باتیں کرنے لگ گیا ہے۔" رباب بڑبڑائی اور اپنے سرخ ہوتے گالوں پہ ٹھنڈا ہاتھ رکھا تھا۔

"کیا بڑبڑا رہی ہو۔" بی جان نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔ مجھے بھوک لگی ہے کھانا ریڈی کروا دیں پلیز۔" رباب نے بات بدلی۔

"اس ماں کے بچے کو بھی بھوک لگی ہو گی۔"بی جان مسلسل اسکو احساس دلانے میں لگی تھی۔

"تو وہ بچہ اپنی ماں کے پاس چلا گیا ہے بی جان۔"رباب نے کہا تھا۔

"اب یہ تمہارے فرض ہیں رباب۔"بی جان نے اسکو کوسا۔

"بی جان مجھے بھوک لگی ہے پلیز۔۔"رباب روہانسی ہوئی۔تو بی جان اسکو گھور کے خاموش ہو گئی تھیں۔

آرب آفس سے آکے آج کچن میں کافی بنانے پہنچ گیا تھا۔وہ آج کافی خوشگوار موڈ میں تھا۔گنگناتے ہوئے وہ کافی بنا رہا تھا۔جب وہ عقب سے ابھرنے والی آواز پہ مڑا تھا۔

"بات کرنی ہے مجھے آپ سے۔"عناب کی جھنجھلائی آواز پہ آرب مڑا تھا۔وہ دروازے کے بیچوں وبیچ ہاتھ میں ایک خوبصورت گفٹ پیک لئے کھڑی تھی جس میں ایک خوبصورت ہینڈ بیگ تھا۔اور دوسرے ہاتھ میں بکے تھے۔

"کچی ڈوری سے سرکار بندھے چلے آتے ہیں۔"آرب شوخ ہوتے گنگنایا تھا۔

"دیکھیں۔۔"عناب چڑی۔

"دیکھ ہی تو رہا ہوں مسز۔۔"آرب چہکا تھا۔

"مجھے یہ گفٹ بھیج بھیج کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں ملک صاحب ۔میں اس دن آپکو ایک بات بتا چکی ہوں اور آج بھی یہ ہی بتانے آئی ہوں کہ یہ بات مجھے امپریس نہیں کر سکتی ۔ سمجھے آپ ۔تو آئندہ یہ سب کرنے کی کوشش مت کیجیے گا ۔اور ہاں مجھے آئندہ کسی فضول لقب سے مت مخاطب کیجیے گا۔"عناب نے ہینڈ بیگ شیلف پہ پٹخا تھا۔

"افف میں ڈر گیا ڈارلنگ ۔"آرب نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"دیکھیں مجھے ان فضول ناموں سے مت بلائیں ۔۔ورنہ ۔۔"عناب نے دھمکی دی تھی۔

"ورنہ کیا ہاں ۔۔"آرب ٹراوزر کی پاکٹس سے ہاتھ نکالتا اسکے سامنے آ کے کھڑا ہوا تھا اور ایک آنکھ دبائی تھی۔عناب کا منہ کھلا رہ گیا۔

"بتاتی ہوں ۔۔"عناب نے طیش میں آتے فریج کھولا تھا۔آرب ریلیکس سا اسکی کارکردگی دیکھ رہا تھا۔اس گھر میں عناب کا وجود ہی اسکے لیے خوش آئندہ تھا۔اس وقت وہ اسکو ادھر ادھر گھومتی بے حد پیاری لگ رہی تھی۔اسنے فریج میں سے پڑے جوسز اور مختلف کول ڈرنکس کے پانچ چھ ٹین پیکس نکالے تھے ۔

"اب پکارے مجھے کسی فضول نام سے۔" عناب نے فروٹ پنچ بیگ پہ انڈیل دیا تھا۔ ایک پل کو آرب سن رہا گیا تھا۔

پھر چہرے پہ وہ ہی جان لیوا مسکراہٹ آن ٹھہری تھی۔

"ہنی ۔۔مائے بے بی۔" آرب نے اسکو آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ ۔۔یوں نہیں مانے گے آپ ۔۔یہ لیں ۔" اب اور دو ٹین پیک کھول کے ہینڈل بیگ کے خوبصورت ڈیزائن پہ انڈیل دیں تھے ۔جو ہینڈ بیگ کے نقش ونگار کو بگاڑتے جذب ہو رہے تھے ۔آرب کا دائیں گال کا ڈمپل واضح تھا۔جسکا مطلب تھا کہ وہ ہنس رہا تھا۔

"مائے بیٹر ہاف ۔۔مائے لو۔مائے لائف ۔" آرب نے اسکی کیفیت سے لطف اندوز ہوتے کہا تھا۔عناب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ سنک میں پانی کے نیچے رکھ دیا تھا بیگ ۔

"یہ لیں اب خوش ۔۔کہیں جو دل کرتا ہے ۔اب نہیں ہمت کریں گے مجھے کچھ بھیجنے کی ۔یہ رہا پھولوں کا تحفہ ۔۔۔" عناب نے کہتے بکے ڈسٹ بن میں پھینکا تھا۔آرب نے ایک پل کو لب بھینچے تھے ۔شاید اپنے خلوص کی بے وقعتی پہ اسکا دل دکھا تھا۔وہ خود پہ کنٹرول کر گیا۔

"غصہ نہ کرو ہنی ۔ریلیکس ۔" آرب اسکے پاس سے گزرتا کہتے باہر نکل گیا تھا۔

عناب پاس پڑے سٹول کو کھینچ کے بیٹھ گئی تھی۔ تبھی اندر آتی دیبا کی آواز پہ وہ ہوش میں آئی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟؟ اور یہ کیا پڑا ہے یہاں۔ یہ گند کس نے پھیلایا۔" دیبا نے اندر آتے کچن کے فرش پہ گرے مختلف مشروب کو دیکھ کے کہا تھا۔ سنک کا نل بند کر کے جب بیگ اٹھایا تو اسکی چیخ نکل گئی۔

"اسکا یہ حال کس نے کیا؟؟؟ اف خدایا۔" دیبا چیخئ۔

"میں نے۔۔ تمہارے سر نے یہ گفٹ بھیجا تھا مجھے۔ آج میں نے بھی مزہ چکھا دیا۔ آئندہ کبھی وہ نہیں بھیجے گے گفٹ۔" عناب نے اپنا معرکہ بتایا۔

"عناب۔۔۔ تمہیں آئیڈیا بھی ہے تم نے کیا کیا ہے" دیبا صدمے سے چیخی۔

"کان مت پھاڑو۔۔ کیا کر دیا ہے میں۔۔ پتہ ہے سب مجھے۔" عناب نے کہا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے یہ کس برینڈ کا بیگ تھا۔" دیبا نے پوچھا۔

"مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔" عناب کو غصہ آیا۔

"عناب یہ ایک مہنگا ترین بیگ کا۔ dior کا۔ لیڈی بیگ ہے یہ۔ اسکی مالیت کم سے کم بارہ لاکھ ہے۔" دیبا نے صدمے سے بتایا تھا۔

"تو پھر کیا ہو۔۔۔ا۔۔۔۔لک کیا۔۔"عناب سمجھ آنے پہ صدمے سے چیخی ۔آرب کو تو اسکی مالیت کا پتہ تھا مگر اسنے عناب کو ٹوکا بھی نہیں تھا۔

"دیبا۔۔اب کیا ہو گا۔۔"عناب کو رونا آگیا۔دیبا ہونق سے اس بیگ کی حالت دیکھ رہی تھی۔

حمدان مال سے چیزیں لے کے نکلا تھا اور گھر ہی طرف روانہ ہو گیا تھا۔تبھی گھر جاتے فٹ پاتھ پہ کسی نسوانی وجود ہو گرتے دیکھا تھا یہ روڈ سنسان تھا۔یہاں زیادہ رش نہیں ہوتا تھا۔اسلئے وہ اکثر ہی اس راستے کا انتخاب کیا کرتا تھا۔وہ جلدی سے گاڑی روک کے نکلا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں۔؟؟"اسنے ایک پکی عمر کی عورت کو گرتے ہوئے دیکھا تو اسکے پاس جا کے پوچھا تھا۔جس کے سر سے اب خون بہہ رہا تھا۔کیونکہ سڑک کا کونہ انکے سر میں لگ گیا تھا۔

"او مائی گاڈ۔۔آپ کے تو خون بہہ رہا ہے۔"حمدان نے پریشانی سے اسکی پیشانی کو چھوا تھا۔جو نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔وہ کچھ سوچتا انکو سہارا دے کر گاڑی تک لے آیا تھا۔

اسکا رخ اب یہاں سے پانچ منٹ کی ڈرائیو پہ واقع ہاسپٹل کی طرف تھا۔وہاں ایمرجنسی میں لے جائے گیا تھا مریض کو۔

"کیسی ہیں اب وہ پیشنٹ ؟؟"حمدان نے پوچھا تھا۔

"آپ کون ہیں انکے ؟؟آپکی گاڑی سے ہوا ہے انکا ایکسیڈنٹ ۔"ڈاکٹر نے اگلا سوال کیا تھا۔

"جی نہیں ۔وہ یہ رشتے میں میری سگی خالہ ہیں ۔وہ گھر میں انکا پاؤں پھسل گیا تھا۔آپ انکی پٹی کر دیں ۔"حمدان نے پنترا بدلا تھا۔وہ جانتا تھا کہ اگر اسنے سچ بولا تھا خوامخواہ معاملہ لٹک جانا تھا۔

"ٹھیک ہے ۔مرہم پٹی کر دی ہے ہم نے ۔انکا بی پی لو ہو گیا تھا۔جسکی وجہ سے انکو چکر آیا ہے۔آپ دس منٹ تک لے جا سکتے ہیں ۔یہ کچھ میڈیسن ہیں ۔انکی ڈائٹ کا خاص خیال رکھیں ۔"ڈاکٹر نے ہدایات دیں تھیں ۔

"اسلام علیکم آنٹی۔کیسی طبیعت ہے اب آپکی ۔"حمدان نے ڈاکٹر کے جانے بعد اس کمرے کا رخ کیا جہاں اس خاتون کو رکھا گیا تھا۔

"وعلیکم اسلام ۔۔میں ٹھیک ہوں بیٹا اب ۔بہت شکریہ تمہارا ۔جیتے رہو بیٹا۔"فریحہ بیگم نے اسکو پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"شکریہ کی کوئی بات نہیں یہ میرا فرض تھا۔اور آنٹی اگر کوئی آپکو ہاسپٹل کے ملازمین سے پوچھا تو آپ نے بتانا ہے کہ آپ میری سگی خالہ ہیں ۔کیونکہ میں یہ معاملہ طویل ہونے نہیں دینا چاہتا تھا تو انکوائری کے دوران اپنا اور آپ کا یہ رشتہ بتا دیا ۔"حمدان نے ساری بات بتائی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔"فریحہ خاتون نے حامی بھری۔

"چلیں آئیں میں آپکو آپکے گھر تک چھوڑ دوں ۔آپ کا سارا سامان بھی میں گاڑی میں رکھا ہے ۔"حمدان نے انکو سہارا دے کے کھڑا کیا تھا۔اس دوران اور سفر کے دوران انکے درمیان ہلکی پھلکی بات چیت ہوئی تھی۔فریحہ تو اسکو دعائیں دیتے نہیں تھک رہی تھی۔وہ اس کی اچھائی سے متاثر ہوئی تھی۔

"یہ لیں آپکے بتائے ہوئے پتے پہ آگئے ہیں ۔"حمدان نے ایکطرف گاڑی کھڑی کر کے کہا تھا۔

"جیتے رہو میرے بچے ۔خدا سدا خوش رکھے۔آؤ بیٹا میرے ساتھ اندر ۔"فریحہ خاتون نے کہا تھا۔

"نہیں آنٹی ۔۔ایسے اچھا نہیں لگتا آپ اپنے بیٹے کو بھیج کے سامان منگوا لیں ۔"حمدان نے منع کیا تھا۔

"ارے ایسے کیسے جانے دوں میں تمہیں ۔اور رہی بات بیٹے کی تو بچے میری صرف دو بیٹیاں ہیں ۔تم بھی تو بیٹے جیسے ہی ہو۔اتنی مدد کی ہے تم نے میری۔"فریحہ بیگم نے اصرار کیا تھا۔

"ٹھیک ہے ۔آپ چلیں پھر میں یہ سامان لے کے آتا ہوں ۔"حمدان نے کہا تھا۔تو وہ مسکراتے ہوئے اتر گئی تھیں ۔

جیسے ہی فریحہ بیگم اپنے گھر داخل ہوئی تھیں تو ٹی وی لاوئج میں بیٹھی مناہل ماں کا حال دیکھ کے تڑپ گئی تھی۔

"ماما۔کیا ہوا ہے آپکو۔یہ ماتھے پہ پٹی؟؟آپ ٹھیک تو ہے ناں ۔"مناہل نے گھبراتے ہوئے ایک ہی سانس میں سوال کر ڈالے تھے۔

"میری جان میں بلکل ٹھیک ہوں ۔بس ہلکی سی چوٹ آگئی تھی۔"فریحہ بیگم نے کہا تھا۔

"مگر کیسے؟؟آپ نے گھر کال کیوں نہیں کی۔"مناہل نے اگلا سوال گھڑا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی مناہل عقب سے آتی آواز سن کے اچھل پڑی تھی۔

"آنٹی یہ رہا آپکا سامان ۔"حمدان کے بڑے بڑے شاپنگ بیگ تھے جو اسنے صوفے پہ رکھے تھے۔

"یہ ؟؟؟"مناہل کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔حمدان نے آواز پہ سر اٹھا کے دیکھا تھا تو حیرت زردہ رک گیا تھا۔

"بیٹا اس اچھے بچے نے میری مدد کی ہے۔میں تو بیچ راہ بی پی لو ہونے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھی۔اس نے مجھے ہاسپٹل تک پہنچایا ہے ۔"فریحہ نے بتایا تھا۔

"آنٹی آپکو مزے کی بات بتاؤ اس چکر میں میری خاتے میں ایک اور الزام درج ہو گیا ہے ۔اب کوئی یہ سمجھے گا کہ یہ بھی سوچی سمجھی پلاننگ تھی۔"حمدان نے بات کسی تھی۔مناہل نے پہلو بدلا ۔

"آ۔آ۔آپ بیٹھیں مما۔"مناہل نے فریحہ بیگم کا دھیان بٹایا تھا۔

"ارے بیٹا بیٹھو تم ۔اور تم جاؤ چائے کا انتظام کرو ۔"مناہل کو ہدایات نامہ جاری کیا تھا حمدان کی تو بتیسی بند نہیں ہو رہی تھی۔یہ اسکی زندگی کا سب سے حسین اتفاق تھا۔

"ارے یہ ہیرو انسان کون آگیا ہمارے گھر میں ۔"پریسہ کہتے ساتھ اندر داخل ہوئی تھی ۔ساری سٹوری اب فریحہ بیگم نے پریسہ کو سنائی تھی۔پریسہ تو دیوانی ہو گی تھی حمدان بھائی حمدان بھائی کر کر کے۔

"بیٹا آجکل ایسے لوگ کہاں ملتے ہیں بھلا۔ تم واقعی ہی ایک اچھے انسان ہو۔" فریحہ بیگم نے کہا تھا۔

"جی بھیا۔۔مما بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔" پریسہ نے بھی حامی بھری تھی۔

"ارے نہیں ایسے بھی کچھ نہیں۔ حالانکہ کچھ لوگ مجھے بہت برا انسان کہتے ہیں۔" حمدان نے ایک نظر مناہل پہ ڈالی تھی۔ جو اس چھوٹے سے برآمدے نما سیٹنگ روم میں صوفے پہ بیٹھی تھی۔

"ارے کون ہیں وہ نمونے انسان۔ زرا ملوائے مجھ سے" پریسہ نے غصے سے کہا۔

"بس ہیں ایسے بھی کچھ نمونے۔" حمدان ہنستے ہوئے کہا تھا۔ مناہل غصے سے اٹھی تھی۔

"میں چائے لے کے آتی ہوں" مناہل کہتے باہر نکل گئی۔

"حمدان یار اکنٹرول۔" حمدان نے خود کو ڈپٹا تھا۔

مناہل نے چائے بنا کے بھیج دی تھی خود منظر سے غائب ہو گئی تھی۔ ابرار صاحب بھی آ گئے تھے۔ سب حمدان سے گھل مل گئے تھے۔ اگلی بار آنے کا عہد لے کے حمدان ایک خوبصورت شام گزار کے چلا گیا تھا۔

آفس میں معمول کے مطابق دن کا آغاز ہو چکا تھا۔وہ جو پہلے عناب جمشید بن کے آتی تھی پچھلے کچھ دنوں نے اسکی حیثیت بدل ڈالی تھی۔وہ عناب آرب ملک بن چکی تھی۔یہ تبدیلی اسکو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔اس بات نے اسکو بے کل کیا ہوا تھا۔اب کل ایک نیا مسئلہ کھڑا کر آئی تھی وہ۔ابھی وہ حساب کتاب میں مگن تھی جب خوشبوؤں میں رچا بسا آرب حماد کے ہمراہ اندر داخل ہوا تھا۔

"گڈ مارننگ عناب۔"حماد نے اسکو گم صم کھڑا دیکھ کے مخاطب کیا تھا۔عناب چونکی۔آرب پاس سے گزار کے اندر جا رہا تھا۔عناب کا دل پہلی بار برا ہوا تھا۔

"ہائے اب کیا ہو گا۔میں اتنا نقصان کر دیا انکا۔اسلئے غصہ ہیں۔اب یہ کیا کریں گے میرے ساتھ۔میں تو ساری زندگی انکی رقم انکو نہیں لٹا سکتی۔"عناب سوچ رہی تھی۔

"ملکہ عرب واپس آجائے۔اور مجھے آج کی تفصیلات بتائیں۔میرے آفس میں آئے۔"آرب کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔آرب کے پیچھے ہی عناب اندر داخل ہوئی تھی۔آرب حسب معمول لیپ ٹاپ آگے رکھ کے ای میل چیک کرنا شروع ہو گیا تھا۔

عناب نے اس دوران اسکو آج کا سارا شیڈول بتا دیں تھا۔ اسنے سرہلایا تھا۔عناب ابھی بھی چپ چاپ وہاں کھڑی تھی۔کہنے کے لیے الفاظ کا چناؤ کر رہی تھی۔

"کیا بات ہے عناب ؟؟ کچھ اور بتانا ہے کیا ؟؟" آرب نے اسکو کھڑا دیکھ کے پوچھا تھا۔جو الجھی کھڑی تھی۔

"و۔۔وہ۔۔۔مم۔مجھے ایک بات کرنی ہے۔" عناب منمنائی۔

"ہمم۔۔بولو۔۔سن رہا ہوں میں۔" آرب اب مکمل اسکی طرف متوجہ تھا۔

"وہ۔۔۔کل جو ہوا۔۔میرا مطلب ہے کہ کل جو کچھ ہوا۔۔مجھے بلکل نہیں تھا پتہ۔جب بعد میں پتہ لگا تو۔۔مگر دیکھیں آپ میں سب ٹھیک کر دونگی۔" عناب نے بے ربط جملے بولے تھے۔

"عناب مجھے بلکل سمجھ نہیں آرہی بات کیا ہے۔" آرب نے کہا تھا۔

"وہ بیگ۔۔کل جو بیگ میں خراب کیا تھا۔اسکی قیمت کا مجھے بلکل آئیڈیا نہیں تھا۔مگر ٹھیک ہے آپ میری پے میں سے کٹنگ کر کے پیسے پورے کر لیں گے۔یہ بھی ٹھیک ہے۔" عناب نے کہا تھا۔آرب بات سمجھ کے اٹھ کے اس تک آیا تھا۔

"دیکھیں آپ کاٹ لیں پیسے مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔آپ آئندہ کبھی اتنا مہنگا گفٹ نہیں دیجئے گا۔۔بلکہ کبھی گفٹ مت دیجیے گا۔"عناب منمنائی تھی۔

"شش۔۔۔بہت بولتی ہو تم مسز آرب۔میرا سب کچھ تمہارا ہی ہے۔ایسے دس بیگ بھی خراب کر دو میں تب بھی اف نہیں کرونگا۔مگر اگر اتنا پریشان ہو گی تم تو مجھ سے ڈانٹ پڑے گی۔"آرب نے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اپنے انگوٹھوں سے اسکے گال سہلائے تھے۔

"ن۔۔نہیں مگر وہ پیسے۔۔"عناب نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"بس۔اب کوئی بات نہیں ہوگی اس پر۔خود بھی اپنے ذہن سے یہ بات ہٹا دو۔"آرب نے کہا تھا۔

"میں چلتی ہوں۔"عناب نے اسکے حصار سے نکلنا چاہا تھا۔

"اتنا گھبراتی کیوں ہو مجھ سے۔۔"آرب نے خفگی سے پوچھا تھا۔

"ن۔۔نہیں تو۔میں کیوں گھبرانا ہے کسی سے۔"عناب نے کہا تھا۔

"میں کسی کی نہیں اپنی بات کر رہا ہوں۔"آرب نے اسکو گھورا تھا۔تبھی فون بجا تھا۔

"آج شام ڈنر پہ چلوگی میرے ساتھ۔"آرب نے آفر کی تھی۔

"آپ کا فون آرہا ہے سر۔۔"عناب نے بات بدلی تھی۔

"میں اس سے اہم موضوع پہ بات کر رہا ہوں۔" آرب نے اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے کام ہے۔" عناب منمنائی۔

"تمہیں کام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" آرب نے اسکا بہانہ مسترد کیا تھا۔فون بھی بج بج کے خاموش ہو گیا تھا۔

"سر پلیز۔۔" عناب نے کہا تھا۔

"ہونہہ۔۔سر کہنا تو چھوڑ دو یار۔" آرب جھنجلایا۔

"دیکھیں میرے خیال میں آفس کے ماحول میں آپکو یہ سب حرکتیں کر کے مجھے پریشان نہیں کرنا چائیے۔" عناب نے غصے سے کہا تھا۔

"مطلب گھر میں کر سکتا ہوں۔" آرب شوخ ہوا۔عناب نے گھورا۔

"دیکھو عناب میں تمہارے ڈر سے واقف ہوں۔مگر یہ بات بھی دھیان میں رکھو کہ دنیا کو پتہ لگ چکا ہے تم اب مسز آرب ملک کو۔میں یہ نکاح چھپانے کے لیے نہیں کیا تھا۔تمہیں عزت اور تحفظ دینا بنیادی مقصد تھا۔" آرب نے اسکو رسان سے سمجھایا تھا۔

"اگر اس نکاح کا مقصد آپ تحفظ ہی رکھیں تو بہتر ہے۔مزید نوازشات کر کے میرے لیے مشکلات مت کھڑی کریں۔" عناب نے اکھڑے لہجے میں کہا تھا۔

"میرے خیال میں اس بارے میں ہم کبھی فری وقت میں بات کریں تو بہتر ہو گا۔کیونکہ تمہاری کھوپڑی میں سیدھی بات تو جاتی نہیں ہے۔"آرب چڑا تھا۔

"اور میرے خیال میں بات نہ کرنا بھی بہتر ہو گا۔"عناب کہتی باہر نکل گئی ۔آرب سرد آہ بھر کے رہ گیا تھا۔

ارتضی نے واٹس ایپ گروپ میں سب گرلز کو میسج کر دیا تھا۔جس میں لڑکیوں نے ارتضی سمیت رباب کو بھی ایڈ کیا ہوا تھا۔

"اسلام علیکم !!گرلز آج تم میں سے کوئی یونی مت آئے۔یونی میں جھگڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے حالات کشیدہ ہیں۔باقی تفصیل میں بعد میں ڈسکس کرونگا۔اپنے باقی دوستوں کو بھی آگاہ کر دیں۔"یہ ارتضی کی طرف سے موصول ہونے والا میسج تھا۔جس کو پڑھ کے باقی سب تو پھر اپنے نرم گرم بستروں میں گھس کے نیند کی وادی میں اتر گئیں تھیں مگر رباب ارتضی حیدر۔اسنے تو گویا روز اول سے قسم کھائی تھی کہ ہر بات میں ارتضی کے اگینسٹ جانا ہے۔وہ اٹھی اور تیار ہونے چل دی تھی۔

"یونی نہ آنا کوئی۔۔حد ہے۔موصوف کے آرڈرز تو دیکھو زرا۔میں اتنی محنت سے اپنی سٹوری مکمل کی ہے تاکہ سالانہ میگزین میں پبلش کروا سکوں اور اوپر

سے آج لاسٹ ڈیٹ ہے۔اور انکو دیکھ لو زرا۔" رباب بڑبڑاتے ہوئے تیار ہوئی اور اپنے مطلوبہ فائل اٹھا کے نکل پڑھی تھی۔ہلکا پھلکا ناشتہ کیا۔اور ڈرائیور کے ساتھ یونی کو روانہ ہوئی۔

یونی پہنچ کے ماحول اسکو ناسازگار لگا۔دل میں آیا کہ واپس ہو لے مگر وہ رباب ہی کیا جو عقل سے کام لے۔چوکیدار انکل نے اسکو اندر جانے سے منع کیا تھا۔

"انکل پلیز میں پیچھے سے ایڈمن آفس جاؤں گی۔وہاں رضوان سر کو یہ ہینڈ اور کرنا ہے بس۔ورنہ میری اتنی محنت ضائع ہو جائے گی۔" رباب نے رونی صورت بنا کے التجا کی تھی۔انکل سے اسکی واقفیت تو پہلے ہی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا مگر صرف تمہاری خاطر۔آرام سے جانا جلدی واپس آنا۔اندر ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہے دو گروپس میں۔پولیس سے بھی معاملہ کنٹرول نہیں کیا گیا۔ڈائریکٹر صاحب ملک سے باہر ہیں۔" چوکیدار نے صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔اس بار وہ حقیقتاً ڈری تھی مگر یہاں تک آ کے واپس جانا بے وقوفی تھی۔

اسنے بلڈنگ میں داخل ہونے کے بعد پچھلے حصے سے اندر جانا مناسب سمجھا تھا کیونکہ اسکے خیال میں وہ جگہ محفوظ ہو گی۔ایک دیوار کے پاس سے گزار کے اسنے پہلے ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ والی گلی میں جھانکا تھا وہ خالی تھی اسنے سکھ کا سانس لیا۔اور دیوار کے ساتھ چھپ چھپ کے چل پڑی۔واقفے واقفے سے آوازیں آ

رہی تھیں توڑ پھوڑ کی۔ کبھی کبھی فائر بھی شروع ہو جاتے تو وہ کانوں پہ ہاتھ رکھ لیتی۔وہ اس تنگ گلی سے گزر کے برآمدے میں داخل ہوئی تھی۔

اس ڈیپارٹمنٹ میں کلاس رومز بند تھے چند ایک کے دروازے کھلے تھے۔وہ دیکھنے کو آگے بڑھی تھی۔تبھی کسی نے اسکو زور سے اندر کی طرف کھینچا تھا۔رباب کی چیخ نکلی۔

"تم ادھر کیا کر رہی ہو؟؟میں کیا بکواس کی تھی تمہیں۔تمہاری سمجھ میں میری بات نہیں آتی کیا؟؟ہر وقت تم من مانیاں کرتی پھرتی ہوں۔"ارتضی اسکو کلائی سے جھنجھوڑتا ہوا بازپرس کر رہا تھا۔اسکی گرفت میں سختی تھی۔رباب بلبلائی۔

"میں آپکی جاگیر نہیں ہوں جو یوں آپکا ہر حکم مانوں میں۔اپنی حد میں رہیں ارتضی حیدر۔"رباب بدتمیزی سے بولی تھی۔

"میرا دل کر رہا ہے میں اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلا دبا دوں۔"ارتضی نے اسکو کہا تھا۔تبھی باہر سے فائرنگ کی آوازیں آنے لگ گئی تھیں۔رباب ڈر کے کھڑکی کی طرف ہوئی تھی۔اور اسکے منہ سے درد سے چیخ نکلی تھی۔کیونکہ کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا اور اسکا ہاتھ بری طرح کٹ گیا تھا۔اور خون کا فوارہ چھوٹ گیا تھا۔رباب تو خون دیکھ کے خوفزدہ ہو اٹھی تھی۔اور درد جی شدت سے بلک اٹھی تھی۔

ارتضی نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں تھیں۔ اپنے جیب سے رومال برآمد کر کے اسکے ہاتھ پہ باندھا تھا۔ اور اسکو بازو سے کھینچتا سامنے روم میں موجود لوگوں کو ہدایات دیتا اسکو پیچھے والے گیٹ کے پاس کھڑی گاڑی میں رباب کو بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ گیا تھا۔ غصے سے اسکا چہرہ سرخ پڑھ گیا تھا۔ اور رباب کی سوں سوں کی آوازیں گاڑی کی خاموشی کو توڑ رہیں تھیں۔ اسکے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے تھے۔

"مجھے آواز نہ آئے تمہاری رونے کی۔" ارتضی نے اسکو وارن کیا تھا۔ رباب سہم گئی تھی۔ ایک ہاتھ سے اسنے اپنا زخمی ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

"مجھے درد ہو۔۔رہا ہے۔۔" رباب کی ہچکی بندھ گئی تھی۔

"یہ من مانی کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ مجھے اس وقت تمہاری آواز نہیں سننی تو بہتر ہے کہ منہ بند رکھو۔" ارتضی نے تمیز اور تہذیب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا تھا۔ ٹھیک دو منٹ بعد اسکی گاڑی ایک ہاسپٹل کے باہر کھڑی ہوئی تھی۔ اسکی سائیڈ کا دروازہ کھول کے اسکو بازو سے دبوچتا وہ اسکو اندر لے آیا تھا۔ کسی کو وہ کال پہلے ہی کر چکا تھا تو ویٹنگ ایریا میں بیٹھنے کی بجائے سیدھا وہ کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ اسکا رویہ بے حد جارحانہ تھا۔

"اسلام علیکم انکل کیسے ہیں۔"ارتضی نے کمرے میں داخل ہوتے ایک پکے عمر کے آدمی سے مصافحہ کیا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔آؤ ارتضی۔میں الحمداللہ ٹھیک ہوں۔یہ پیاری سی بچی کون ہیں؟"اس آدمی نے خوش دلی سے کہتے ہوئے ارتضی کے پیچھے کھڑی مورتی کو دیکھتے کہا تھا۔

"آفت ہے۔"ارتضی بڑبڑایا تھا۔

"یہ میری سٹوڈنٹ ہیں انکل۔آج یونی میں لڑائی ہو گئی تھی حالات کافی خراب ہیں سٹوڈنٹس کو منع کیا گیا تھا یونی آنے کو مگر ہوتے ہےں کچھ ڈھیٹ لوگ۔نتیجہ آپکے سامنے ہے۔"ارتضی نے ٹھان لی تھی اس پہ طنز کے تیر چھوڑنے کی۔رباب کو اور رونا آیا تھا۔مگر کس بات پہ زیادہ آیا تھا وہ فیصلہ نہ کر پائی تھی میری سٹوڈنٹ کہنے پہ یا پھر ڈھیٹ؟؟؟

"اوہ اوہ۔۔۔آؤ بیٹی بیٹھو ادھر۔ہاتھ دیکھاؤ اپنا۔"ڈاکٹر صاحب نے اپنے پیشہ وارانہ انداز میں اسکو اپنے ٹیبل سے آگے والی کرسی پہ بیٹھا کر ہاتھ کا معائنہ شروع کیا تھا۔

"کٹ کافی گہرا ہے۔شیشہ ابھی اندر ہی ہے۔"ڈاکٹر نے بتایا تھا۔اور اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

"اسکو نکالنے میں درد ہو گا۔اور خون بھی مزید نکلے گا ارتضی۔انکو ادھر بٹھائیں سسٹر۔"پھر ارتضی اور نرس سے بیک وقت مخاطب ہوئے تھے۔

"ادھر آؤ رباب۔"اب کے ارتضی کے لہجے میں نرمی تھی تھوڑی۔رباب اٹھ کے ایک ایک بینچ پہ آگئی گئی تھی۔جس کے سامنے ایک سٹول رکھ کے اور اوزار سمیت ڈاکٹر صاحب براجمان تھے۔رباب اوزار دیکھ کے ڈر گئی تھی۔ارتضی کا ہاتھ زور سے دبوچا تھا۔

"ارتضی مجھے نہیں کروانا یہ سب۔بہت درد ہو گا۔۔پلیز۔۔"رباب
تڑپی۔ارتضی کے دل کی دنیا تہس نہس ہو گئی تھی۔

"رباب میں ادھر ہی ہوں ناں تمہارے پاس۔صرف دو منٹ کا کام ہے۔ادھر دیکھو میری طرف۔تم۔۔یوں کرو مجھ سے باتیں کرو۔"ارتضی نے اسکو باتوں میں لگا کر اسکا ہاتھ ڈاکٹر کیطرف کیا تھا۔وہ ارتضی سے گلے شکوؤں میں مگن تھی۔

ڈاکٹر اب اپنا کام شروع کر چکا تھا۔جب اوزار سے کانچ کا ٹکڑا نکلا تھا تو رباب کا آنسو ٹوٹ کے ارتضی کی ہتھیلی پہ گرا تھا۔یہی ارتضی کے ضبط کی انتہا تھی۔وہ رباب کے برابر بیٹھا تھا اسکو خود میں سمو لیا تھا۔

"بس ہوگیا۔۔۔ شش چپ۔۔چپ۔۔" ارتضی اسکو ساتھ لگا کے تسلیاں دے رہا تھا۔ڈاکٹر اور نرس اس انداز پہ انکو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔

"انکل آپ جلدی سے ڈریسنگ کرے۔یہ میری بیوی بھی ہے سٹوڈنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ۔" ارتضی نے بتایا تھا۔وہ سوں سوں میں مگن تھی۔ڈاکٹر حیران ہوا مگر پھر جلدی سے پٹی کی تھی۔

"لیں بیٹا ہوگیا۔ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" ڈاکٹر نے کہا تھا۔ارتضی نے اسکو نرمی سے الگ کیا تھا اور ایک ٹشو پیپر اسکو تھمایا تھا۔ڈاکٹر نے کچھ ہدایات اور میڈیسز لکھ کے دیں تھیں ارتضی کو۔رباب اتنے میں ہی نڈھال ہوچکی تھی۔ رباب کو گاڑی میں بیٹھا کے ارتضی اسکے کیے فریش جوس لایا تھا اور اسکو زبردستی ایک دو گھونٹ پلائے تھے۔

"یہ کہاں جا رہے ہیں ہم۔یہ میرے گھر کا تو راستہ نہیں ہے۔" رباب کے حواس کچھ بحال ہوئے تو نجان راستوں کو دیکھ کے پوچھا تھا۔

"میرے خیال میں یہ تمہارے اپنے گھر کا ہی راستہ ہے جو تمہارا اصل گھر ہے۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"مطلب آپ مجھے اپنے گھر لے کے جا رہے ہیں۔" رباب تڑپ کے بولی تھی۔

"بلکل درست سمجھا تم نے۔" ارتضی نے اطمینان سے جواب دیا تھا۔

"بلکل نہیں۔۔مجھے حویلی جانا ہے۔میں نہیں جاؤں گی آپکے ساتھ سن لیں آپ۔" رباب کو پھر بدتمیزی کا دورہ پڑا تھا۔

"اب پھر دورہ پڑ گیا ہے تمہیں۔اگر نرمی سے پیش آرہوں ناں تو ھضم کرو میری نرمی۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"دیکھیں آپ غلط کر رہے ہیں۔آپ ہوتے کون ہیں زبردستی کرنے والے؟؟" رباب بھی غصے سے بولی۔

"تمہارا دماغ زیادہ ہی خراب ہوتا جا رہا ہے۔شوہر ہوں تمہارا آئی سمجھ۔دماغ درست کرنے پہ آیا ناں تو ایک منٹ لگے گا۔میری نرمی کا ناجائزہ فائدہ مت اٹھاؤ۔" ارتضی نے ترش لہجے میں کہا تھا۔

"دیکھیں آپ ایسے نہ کرسکتے۔مجھے اپنے گھر جانا ہے۔۔" رباب چیخی۔

"شٹ اپ رباب۔بہت ہو گئی بحث۔بہت کرلی اپنی من مانیاں۔اب سے وہ ہی ہو گا جو میں چاہوں گا۔" ارتضی نے دوٹوک انداز میں کہا تھا۔

"بس۔۔" رباب کچھ کہنے لگی تھی جب ارتضی نے اسکی بات کو سختی سے رد کر دیا تھا۔گاڑی گھر کے سامنے آکے رکی تھی۔ارتضی رباب کو کھینچتا اندر لے کے آیا تھا۔کچھ دیر پہلے والی نرمی غائب تھی۔

"ارے ارتضی بیٹا کیا ہو گیا ہے ۔کیوں اتنی غصے میں ہو ؟؟اور بچی کو کیوں یوں کھینچ رہے ہو ؟؟" فہمیدہ بیگم جو ٹی وی لاوئج میں تھیں انہوں نے پوچھا تھا۔

"یہ لیں سنبھالیں اپنی بچی کو ۔اور اسکے دماغ میں یہ بات بٹھا دیں کہ میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا ۔"ارتضی غصے سے کہتا اور اسکو فہمیدہ کے حوالے کرتا تن فن کرتا باہر نکل گیا تھا ۔

پیچھے رباب روتی رہ گئی تھی۔

بزنس ورلڈ میں تہلکہ مچ گیا تھا۔مرزا اپنا منہ چھپاتے پھر رہے تھے ۔صدیق مرزا اپنے سپوت کے کارناموں سے شرمندہ پھر رہے تھے۔فرحان مرزا کی منشیات کی فروخت کی ویڈیو دنیا کے سامنے آچکی تھی ۔ساتھ ہی اسکی لندن میں قیام کے دوران رنگ رلیاں بھی ۔انکا بزنس ڈوب چکا تھا اسکی عیاشیوں کے باعث ۔

آرب اور حماد کانفرنس روم میں گفت و شنید میں مصروف تھے ۔حماد اسکو اپ ڈیٹس دے رہا تھا۔

"مرزا کی رابرٹ کے ساتھ ڈیل کا کیا بنا ہے ؟؟"آرب نے استفسار کیا تھا۔

"بننا کیا ہے سر انہوں نے ڈیل کینسل کر دی ہے انکا لاکھوں کڑوڑوں کا نقصان ہوا ہے۔اب صبح رابرٹ کی ای میل ریسیو ہوئی ہے ہمیں وہ ہمارے ساتھ ڈیل کرنے کا خواہشمند ہے۔" حماد نے اسکو مطلع کیا تھا۔

"ہمم۔۔اور اسکا مطلب ہے کہ مرزا فرحان کی ویڈیوز آچکی ہیں سوشل میڈیا پر ؟" آرب نے پوچھا تھا۔

"جی سر تہلکہ مچ گیا ہے۔مرزا تو اب پورے ختم ہوتے نظر آرہے ہیں۔انکی سب بزنس ڈیلز ختم ہو رہی ہے۔دو نمبر کے سارے کام بھی۔مرزا صدیق تو میڈیا سے بھی بچتے پھر رہے ہیں۔فرحان مرزا کو ڈرگز کے کیس میں پولیس کسٹڈی میں لے چکی ہے۔" حماد اسکو آگاہ کر رہا تھا۔

"ایک ناں ایک دن تو برے کاموں کا انجام انکو بھگتنا ہی تھا ناں۔" آرب نے کہا تھا۔

"یہ سب بھی آپکی پلاننگز کی بدولت کامیاب ہوا ہے۔نہیں تو آگے چل کے یہ کرائم کا پورا نیٹ ورک بن جانا تھا۔" حماد نے کہا تھا۔

"نہیں حماد میں تو صرف اپنے حصے کا کام کر رہا تھا۔خیر" آرب نے کہا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ سب آپ نے کروایا ہے؟؟جو سب ٹوڑ پھوڑ کر رہے ہیں لوگ ۔۔اور وہ بیچارے انکا تو دیوالیہ نکل گیا ہے۔" عناب کی صدمے سے پھٹی آواز

آئی تھی۔عناب کب کی آئی تھی کانفرنس روم میں اور سامنے کھلی ایل سی ڈی کی سکرین پہ چلتے پھرتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔آرب اسکی آواز پہ چونکا۔

"ایکسیکوزمی۔۔بیچارے؟؟؟یہ وہ ہی لوگ ہیں جنھوں نے تمہیں تین بار نقصان پہچانے کی کوشش کی تھی۔اور اس میں تم زخمی بھی ہو چکی ہو۔"آرب نے اسکاری ایکشن دیکھ کے کہا تھا۔

"تو پھر کیا ہوا ہے مسٹر ملک۔۔انکو معاف بھی تو کیا جا سکتا تھا۔آہ۔۔نہیں۔۔نہیں۔۔مم میں تو بھول گئی تھی ملکوں کی ڈکشنری میں لفظ رحم اور معافی کا تو کوئی عمل دخل ہے ہی نہیں۔"عناب چیخی۔

"چلو پھر میری بیوی کو دورہ پڑ گیا ہے۔"آرب بڑبڑایا تھا۔

"حماد میرا پیغام ملکوں تک پہنچا دو کہ انہوں نے عناب جمشید کو نقصان پہچانے کی کوشش کی تھی تو آرب مجتبی ملک نے انکا یہ حال کر دیا ہے۔اب وہ عناب آرب مجتبی ملک بن گئی ہے۔اگر اسکی طرف آنکھ بھی اٹھا کے دیکھا ناں تو جینا حرام کر دونگا۔"آرب نے عناب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے جنونیت سے کہا تھا۔

"بس یہ ہی ایک دم خم ہے ملک کا ٹیگ لگا لیا ہے آپ نے نام کے ساتھ۔اکڑ ہی ختم نہیں ہوتی۔جو دل میں آتا ہے کریں ملک صاحب۔میں آپ سے ہر سفاکی

کی امید رکھتی ہوں ۔مگر اپنے ساتھ میری تشہیری مت کریں ۔" عناب پھر چڑی تھی ۔اور کہتے باہر نکل گئی تھی ۔

"یار حماد اس کے ساتھ میں کون سی سفاکی کی ہے ؟؟" آرب نے چڑ کے پوچھا تھا ۔

"یار جب یہ توپ اندر آئی تھی تو مجھے بتا دیتے ۔" آرب نے حماد کو گھورا تھا ۔

"آپ ڈرتے ہیں کیا اس سے ؟؟ پہلے بھی تو اسکے سامنے اس طرح کے معاملات ہم ڈسکس کر چکے ہیں ۔" حماد نے ہنستے ہوئے کہا تھا ۔

"یار حماد پہلے اور بات تھی ۔۔اب بیوی ہے وہ میری ۔۔ سمجھا کر ۔اسکو ہینڈل کرنا مشکل ہو رہا ہے ۔" آرب نے کہا تھا ۔حماد ہنس دیا تھا ۔

آرب آفس کے کام کے بعد گھر جانے کو نکلا تھا تو لفٹ کے سامنے کھڑی عناب پہ نظر پڑی تھی ۔وہ شش وپنج میں بتلا لگ رہی تھی ۔

"ہیلو بیٹر ہاف ۔۔یہاں کیوں کھڑی ہیں ملکہ عرب ۔" آرب نے شوخی سے اسکے پاس آ کے کہا تھا ۔

"آپ سے مطلب مسٹر ملک ۔۔" عناب نے گھورا تھا ۔

"ویسے ایک بات بتاؤں جب تم مسٹر ملک کہتی ہو ناں تو بہت کیوٹ لگتی ہو

۔"آرب نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"دیکھیں آرب سر میں اس وقت کسی بھی بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔مجھے گھر

جانا ہے۔"عناب نے کہا تھا۔

"ہاں تو جاؤ ناں ۔پچھلے پانچ منٹ سے میں تمہیں اس لفٹ کے سامنے کھڑا دیکھ

رہا ہوں ۔اور مجھے امید ہے تم کافی دیر پہلے کی یہاں ہی کھڑی اس لفٹ کو

گھورنے کا فریضہ انجام کر رہی ہو گی۔کیونکہ ملک فوبیا کے ساتھ ساتھ آپکو لفٹ

فوبیا بھی ہے ناں ۔"آرب کو اسکے ڈر کا پتہ تھا۔وہ آج بھی لفٹ میں اکیلی نہیں

جاتی تھی۔

"میں سیڑھیوں سے چلی جاؤں گی ۔"وہ کہتے مڑی تھی۔

"ہرگز نہیں عناب۔تم لفٹ سے ہی جاؤ گی ۔"آرب کے دماغ میں بھی کچھ آن

سمایا تھا۔

"نہیں میں نہیں جاؤں گی ۔"عناب نے زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"سیکنڈ فلور گراونڈ فلور پہ جانا ہے ۔یعنی صرف ایک فلور نیچے ۔اور اس میں زیادہ

ٹائم نہیں لگنا میڈم ۔آج یہ ڈر بھی نکال ہی دیتے ہیں آپکا ۔"آرب بھی ٹھان چکا

تھا۔

"کیا۔۔نن۔۔نہیں۔۔بلکل بھی نہیں میں ہر گز نہیں جاؤں گی لفٹ سے۔۔ڈر خود ہی نکل جائے گا۔آپ بازو چھوڑیں میرا پہلے۔" عناب بپھری تھی۔

"نہیں لگے گا ڈر۔آئی پرامس۔" آرب نے گھمبیر لہجے میں کہا تھا۔

"آپ ساتھ آئے گے لفٹ میں؟" عناب میں تائید چاہی۔

"ہرگز نہیں۔" آرب نے مطمئن انداز میں کہا۔عناب کا سکون ہوا ہوا۔

"آآ۔۔۔ایسے کیسے میں اکیلی جا سکتی ہوں۔میں ایک مرتبہ پہلے ۔۔۔بب۔۔۔بھی اس اندھیرے میں ڈر گئی تھی۔میری سانس بند ہو جاتی ہے ۔اور اتنا۔۔ان۔۔اندھیرا ہوتا ہے کہ۔۔۔" عناب بے ربط انداز میں بولی تھی۔

"شش۔۔خود سے چلنا سکوں۔اپنے ڈر کو مار دو۔تم اب مسز آرب ہو میں نہیں چاہتا تم وہی دبو عناب رہو۔جس کو ہوا بھی چھو کے گزارے تو وہ ڈر جائے ۔اور تمہیں پتہ ہے مجھے یقین ہے کہ تم اپنے ڈر سے نکل آؤ گی عناب۔" آرب نے اسکو اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ کیسے؟؟" عناب بے کھوئے انداز میں پوچھا تھا۔

"آج میں تمہیں اپنی ذات کا مان سونپ رہا ہوں۔ایک یقین تمہیں دلا رہا ہوں ۔قسموں کی ڈوری تھاما رہا ہوں۔کہ آرب ملک تم پہ آنچ تک نہیں آنے دے

گا۔وہ صرف عناب کا ہے۔دنیا کی ہر کشش کو چھوڑ کے وہ عناب کی طرف چلا آیا ہے۔

آئی لویو مسز۔"آرب نے اسکی کان میں سرگوشیاں کی تھی۔وہ ساکت کھڑی تھی۔سحر پھونک دیا گیا تھا۔آرب نے اسکو نرمی سے خود سے الگ کر کے لفٹ میں داخل کیا تھا۔اس ساری کاروائی میں عناب سن تھی۔اسکے کانوں میں انہی لفظوں بازگشت تھی۔

"آئی لویو مسز۔"وہ اس سحر میں کھوئی ہوئی تھی۔اردگرد کی آوازیں آنے بند ہو گئی تھیں۔دل نے الگ اودھم مچایا ہوا تھا۔گالوں پہ حیا کی سرخی اور تپش محسوس ہو رہی تھی۔

اسے نہ تو آج لفٹ میں گھبراہٹ محسوس ہوئی تھی نہ ہی اندھیرا محسوس ہوا۔نہ ہی گھٹن نے گھیرا تھا۔صرف ایک ہی احساس نے گھیرا ہوا تھا۔چاہے جانے کا احساس۔

کب لفٹ رکی کب وہ نکلی اسکو کچھ خبر نہ تھی۔وہ کھوئی ہوئی حالت میں لفٹ سے نکل کے گرواونڈ فلور پہ آئی تھی۔آگے دیبا کھڑی تھی۔دیبا کیا کہہ رہی تھی اسکو کچھ سمجھ نہیں آئی رہی تھی۔صرف یہ اندازہ ہو رہا تھا وہ کسی بات پہ خوش ہے۔یا اسکے لفٹ میں اکیلے آنے سے خوش تھی۔

وہ دیبا کے ساتھ باہر نکل رہی تھی ۔جب آرب کے پاس سے گزری تھی عناب نے سر اٹھا کے اس ساحر کو دیکھا تھا جو مسرور سا اسکو ہی دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس جادوگر کو اسکی حالت کا پتہ ہو ۔چہرے پہ ایک جاندار مسکراہٹ کے ساتھ اسنے عناب کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھ دبائی تھی۔

"عناب سنبھل کے چلو ۔" دیبا نے کہا تھا۔ عناب تو گرتے گرتے بچی تھی۔

میری روح میں اتر زرا

از عنایہ احمد

قسط نمبر سولہ:

دو گھنٹے بعد جب ارتضی گھر آیا تب بھی خاصا تپا ہوا تھا۔ ابھی وہ کمرے میں گیا ہی تھا جب رباب جینز اور کرتے میں اندر داخل ہوئی تھی۔

"یہ کیا حلیہ بنا کے گھوم رہی ہو تم ۔کوئی ڈھنگے کے کپڑے نہیں تمہارے پاس ۔" ارتضی نے کڑے تیوروں سے استفسار کیا تھا۔

"ہاں ہیں ناں۔ ابھی کل ہی تو میرے شوہر نے مجھے برینڈز سے شاپنگ کروائی تھی۔ اور پچھلے ہفتے میں دوبئی سے شاپنگ کر کے لوٹی ہوں۔" رباب نے بھی تنک کے جواب دیا تھا۔

"شٹ اپ۔ کبھی گھر ٹکی ہو گی تو شوہر کو پتہ ہو گا ناں کہ ایک بیوی بھی ہے اسکی۔ سیر سپاٹوں سے فرصت نہیں خود کو اور اب مجھ پہ الزام نہ دھرو۔" ارتضی بھی میدان میں اتر چکا تھا۔

"ہاں تو شوہر ابھی دو گھنٹے پہلے شاندار رخصتی کروا تو لایا ہے۔" رباب نے کچھ دیر پہلے والی زبردستی پہ طنز کیا تھا۔

"ہاں تو شاندار رخصتی بھی ہوئی تھی۔ مگر تمہیں وہ راس ہی کب آئی تھی۔" ارتضی کونسا کم تھا۔ تبھی ارتضی کی شرٹ پہ لگے خون کے دھبے پہ رباب کی نظر پڑی تھی۔

"یہ۔۔ یہ کیا ہوا ہے آپکو؟؟ چوٹ کیسے آئی؟؟ لڑائی کی ہو گی کسی سے؟؟" رباب کا اگلا پروگرام شروع ہو چکا تھا۔ ارتضی نے رباب کی نظروں کے تعاقب میں اپنی شرٹ کو دیکھا تھا۔

"ہاں جی غصہ تو ارتضی صاحب میں کوٹ کوٹ کے بھرا ہے۔ لے لیا ہو گا کسی سے پنگا۔ میٹر تو ایک منٹ میں گھوم جاتا ہے۔" رباب بی بی پٹر پٹر کر رہی تھی۔

"رباب اپنی زبان کیا تم تھوڑی دیر کے لیے بند کر سکتی ہو؟؟" ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"ارتضی بیٹا کھانا کھا لیا تم نے۔۔؟" تبھی فہمیدہ بیگم نے دروازے سے پوچھا تھا۔

"ماما آپ کی بہو کی انکوائری ختم ہوگی تو کچھ اور کرونگا۔" ارتضی نے رباب کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"تم تو یونہی بچی پہ خفا ہوتے رہتے ہو۔رباب ارتضی کو بھی کھانا دو اور خود بھی کھا لو تم۔بلکہ میں خود بھیجواتی ہوں کھانا۔" فہمیدہ بیگم کہتے ہوئے چلی گئی تھیں۔

"کونسے راز اگلوا لئے ہیں میں نے جو یوں الزام دھر رہے ہیں مجھ پہ۔تو بہ ایک یہ ہی پوچھ لیا ہے کہ شرٹ پہ خون کا نشان کہاں سے آیا ہے۔" رباب نے غصے سے کہا تھا۔

"حمدان کو گولی لگی ہے اسکے خون کا نشان ہے۔" ارتضی نے کہتے ساتھ ہی رباب پہ بم پھوڑا تھا۔

"کیا؟؟حمدان کو؟؟اب کیسا ہے وہ؟؟" رباب کو فکر نے آن گھیرا تھا۔

"بہتر ہے اب ۔یونی میں جو جھگڑا ہوا تھا حلانکہ وہ اس میں ایک ثالث کا کردار ادا کر رہا تھا۔مگر زین شاہ کے بندوں نے اسکو گولی ماردی ۔"ارتضی نے رباب کی پریشانی دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ ۔۔آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا ۔"رباب اس پہ غصے ہوئی ۔

"اگر تمہاری زبان درازی بند ہو تو ہی اگلا بندہ کچھ کہے گا ناں ۔جب سے آیا ہوں تم ریپیڈ فائر کرتی جا رہی ہو۔میں بھی بندہ بشر ہوں ۔باہر سے تھکا ہوا آیا ہوں ۔ صبح سے پریشانی میں گھوم رہا ہوں ۔پھر آپ محترمہ کا کارنامہ ۔اور اب جب گھر آیا ہوں تو نیا سوال نامہ کھول کے بیٹھ گئی تھی میرے سامنے ۔"ارتضی سرد لہجے میں جتاتا اٹھ کے واش روم میں بند ہو گیا ۔پہلی دفعہ رباب کو اپنے رویے میں ندامت محسوس ہوئی ۔وہ بھی انسان تھا اسکو بھی توجہ چاہئیے تھی۔اب انکی رشتے کی نوعیت بھی بدل گئی تھیں مگر ان دونوں کے رویوں میں فرق نہیں آیا تھا۔

رباب کمرے سے باہر آئی تھی اور مناہل کو پہلا خیال اسکو آیا تھا ۔اسکا نمبر ملا کے وہ گارڈن میں نکل آئی ۔

"اسلام علیکم۔ ارے واہ آج کیسے رباب ارتضی نے ہمیں صبح صبح یاد کر لیا ۔" مناہل کی چہکتی آواز گونجی تھی۔

"بکو مت۔" رباب نے اسکو ٹوکا تھا۔ رباب جانتی تھی اس خبر کو سننے کے بعد مناہل کی کیا حالت ہوگی۔ کیونکہ وہ مناہل کی فیلنگز کو جانتی تھی حمدان کو لے کر ۔

"اتنی سڑی ہوئی کیوں ہو۔" مناہل نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"میں ہوں ہی ایسی۔" رباب نے پھیکے لہجے میں کہا تھا۔

"یہ انکشاف کب ہوا تمکو۔" مناہل آج زیادہ ہی اچھے موڈ میں لگ رہی تھی۔

"آج تو یونی سے چھٹی ہوگی۔ موجیں ہی گئی ہیں۔" مناہل نے رباب سے کہا تھا۔

"مناہل تمہیں پتہ ہے کہ آج یونی سے چھٹی کیوں ہوئی ہے؟" رباب نے اس سے پوچھا تھا۔

"ہو گئی کوئی وجہ۔" مناہل نے بات چٹکیوں میں اڑائی تھی۔

"مناہل حمدان کو گولی لگی ہے۔" رباب نے آخر بتا ہی دیا تھا۔ لائن کی دوسری طرف آتی آواز بند ہو گئی تھی۔

"مناہل۔۔ سن رہی ہو ناں۔" رباب نے کچھ دیر بعد پوچھا تھا۔

"رباب ۔۔وہ۔ٹ۔۔ٹھیک ہے ناں۔؟؟" مناہل کی آواز گونجی تھی۔اسکی آواز کی نمی رباب محسوس کر سکتی تھی۔

"ہاں۔۔پتہ نہیں ۔۔وہ ارتضی اب آئی ہیں ۔۔میں جاتی ہوں ہاسپٹل ۔۔تم ۔۔تم فکر مت کرو مناہل ۔۔"رباب نے اسکو تسلی دینی چاہی تھی۔

"رباب ۔۔"مناہل نے سسکی بھری۔

"مناہل پلیز میری جان یوں مت رو۔میں ابھی ہاسپٹل جاتی ہوں ۔پھر تمہیں صورتحال بتاتی ہوں ۔"رباب نے اسکو دلاسہ دیا تھا۔اور فون بند ہو گیا تھا۔

رباب کمرے میں ٹہل رہی تھی جب واش روم کا دروازہ کھلا تھا۔اور ارتضی باہر آیا تھا۔

"مجھے حمدان کو دیکھنے ہاسپٹل جانا ہے۔"رباب نے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔

"ہاتھ کیسا ہے اب تمہارا ؟؟"ارتضی نے اسکا خفا خفا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میری بات کا یہ جواب نہیں ہے۔"رباب نے جھٹ کہا تھا۔

"اور میرے بھی سوال کا یہ جواب نہیں ہے۔میں پوچھا ہے کہ ہاتھ کیسا ہے اب تمہارا ؟"ارتضی نے پھر اس سے پوچھا تھا۔

"آپ سے مطلب ۔بہرحال آپ نے جو ہمدردی دیکھائی تھی میری مرہم پٹی کروا کے اسکا شکریہ ۔اب جو پوچھ رہی ہوں اسکا جواب دیں ۔" رباب کا لہجہ اب بھی روکھا ہی تھا۔

"چوٹ ہاتھ پہ آئی ہے مگر اثر دماغ پہ ہوا ہے ۔اجازت لے رہی ہو یا اطلاع دے رہی ہو۔" ارتضی نے اسکا لہجہ انجوائے کیا تھا۔

"جو مرضی سمجھ لیں ۔" رباب اترائی ۔

"اگر بتا رہی ہو تو کچھ طور طریقے سیکھ لو ۔اور اگر پوچھ رہی ہو تو اپنے لہجے میں تھوڑی تمیز لاؤ۔" ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"اگر کہتے ہیں تو گھٹنوں کے بل گر کے اجازت مانگ لیتی ہوں ۔" رباب کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔

"رباب ۔۔۔تم بات کو دوسری طرف کیوں لے جاتی ہو جس پوائنٹ پہ ہم لڑ پڑے ۔" ارتضی نے خود کو اس پل بے بس محسوس کیا تھا۔

"تو ہم لڑ ہی رہی تھے ۔بات تو کبھی ہم نے نارمل انداز میں کی ہی نہیں ارتضی صاحب ۔" رباب نے جتایا ۔

"تو اس میں بھی مسز ارتضی آپکی ہی غلطی ہے ۔آئندہ میں تمہاری آنکھوں میں نمی نہ دیکھوں آئی سمجھ ۔" ارتضی نے اسکو بازو سے پکڑ کے پاس کیا تھا۔

"اب رونے پہ بھی پابندی لگا دی ہے۔آپ چاہتے کیا ہیں آخر۔" رباب نے ایک اور شکوہ کیا تھا۔ارتضی اسکی گہری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔جہاں شکووں کا ایک جہاں آباد تھا۔

"میں کیا چاہتے ہوں ؟؟یہ بات تم خود سمجھوگی ایک دن رباب ۔میری چاہت اتنی سیدھی نہیں ہے۔بہت الجھی اور ٹیڑھی میڑھی ہے۔"ارتضی نے اپنے انگوٹھوں سے اسکی آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں تو اس چاہت سے ہی شادی کر لینی تھی ۔"رباب جلی۔

"یہ بھی ایک راز کی بات ہے۔"ارتضی نے رباب کو آنکھ ماری ۔رباب پیچھے ہٹی تھوڑی سی ۔ارتضی نے اسکا گریز بھانپ لیا تھا۔

"حوصلہ رکھو۔اب اتنا بھی تمہارا دیوانہ نہیں ہوا کہ تمہیں دیکھ کے ہوش ہی کھو دوں ۔"ارتضی نے اسکو پاس کرتے ہوئے کہا تھا۔

"چھوڑیں ۔۔۔دیر ہو رہی ہے۔"رباب منمنائی۔

"ہاں دیر تو واقعی ہو رہی ہے۔"ارتضی نے رباب کا چہرہ نظر میں سموتے ہوئے کہا تھا۔

"جی آنٹی ۔۔آ رہی ہوں ۔"رباب چیخی۔ارتضی ہڑبڑایا۔گرفت ڈھیلی ہوئی ۔رباب بھاگی اپنی پھولی سانسوں سمیت ۔بہانہ کارگر ثابت ہوا۔

"اُفف ارتضی ۔۔تو تو گیا۔" ارتضی نے اپنے دل کی حالت پہ غور کرتے ہوئے کہا تھا۔

رباب اور آنٹی فہمیدہ کو ڈرائیور ہاسپٹل لے آیا تھا۔ارتضی نے تھوڑا سا کام کر کے آنا تھا۔

"اسلام علیکم ۔" رباب نے اندر داخل ہوتے کہا تھا۔کمرے میں حمدان کی ماما تھی بس ۔فہمیدہ آنٹی اور حمدان کی ماما جویریہ بیگم صوفے پہ بیٹھ چکی تھیں ۔

"اوئے ہیرو کیا کروا لیا ہے ؟؟" رباب نے حمدان کے بیڈ کے پاس آ کے کہا تھا۔جس کے ماتھے اور بازو پہ پٹی تھی۔گولی کندھے میں لگی تھی۔ڈرپس لگی ہوئیں تھیں ۔کمزور سا لگا تھا حمدان رباب کو ۔یوں جیسے سارا خون نچوڑ گیا ہو۔

"کچھ بھی نہیں بس ایویں چھوٹا سا حادثہ ہو گیا ہے ۔" حمدان نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"اکیلی آئی ہو ؟؟" حمدان نے نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا تھا۔

"تو اور کیا بارات لے کے آتی ۔ صبح سے تم اپنے کھڑوس ٹیچر کی شکل دیکھ دیکھ کے اکتائے نہیں جو اب پھر انکا پوچھ رہے ہو ۔" رباب جلی ۔

"توبہ کر جاؤ رباب۔ اللہ کی گائے ہے تمہارا معصوم شوہر۔" حمدان نے اسکو چھیڑا۔

"مجھے لگتا ہے کہ اب تم نے مجھ سے پیٹنا ہے۔" رباب نے گھورا۔

"تمہاری گرل فرینڈ نہیں آئی ؟؟" رباب نے کہا تھا۔

"پلیز رباب اب تم ماہم کا ذکر کیوں کر رہی ہو۔ اور وہ میری گرل فرینڈ کس صدی میں تھی بھلا ؟؟" حمدان جو پہلے ہی دل برداشتہ تھا اب اور چڑا۔

"اچھا۔۔۔تو کون ہے پھر ؟؟" رباب کو دلچسپئ ہوئی۔

"شکل دیکھی ہے میری۔ کون بنے گی میری گرل فرینڈ۔" حمدان نے کہا تھا۔

"اب تم اپنی تعریف سننا چاہتے ہو تو سیدھے سے کہو۔ ایک دنیا مرتی ہے تم پہ۔" رباب نے اسکو گھورا تھا۔

"ہے بس ایک کو ہی پرواہ نہیں ہے۔ چاہے میں جیوں یا مروں۔" شکوہ پھسلا۔

"اچھا۔ اور وہ کون ہے ؟؟" رباب نے اسکو سوالوں میں الجھایا۔

"تم کو بتانے سے کیا ہو جائے گا۔" حمدان نے کہا۔

"میں اسکو سیدھا کر دونگی۔ نخرے کیوں کر رہی ہے وہ گدھی اتنے۔" رباب جلال میں آئی۔

"گدھی نہ بولو اسکو رباب۔" حمدان نے اسکو گھورا۔

"کیوں نہ بولوں ۔۔ہے ہی وہ ایک نمبر کی گدھی ۔گدھی ۔" رباب نے اسکو ٹریپ کرنا تھا آج ۔

"اسنے تمہارا خون کر دینا ہے ۔" حمدان اسکو دھمکایا ۔

"ٹھیک ہو رہا ہے تمہارے ساتھ ۔۔نہ بتاؤ رکھو دل میں یوں ہی پھرتے رہنا ساری عمر ۔" رباب کو غصے آیا ۔

"تمہاری دوست ہے ۔۔مناہل ۔۔مناہل ابرار ۔بتاؤ اب کیا کرو گی تم ۔" حمدان نے آخر بتا ہی دیا تھا ۔رباب کو تو گویا چار سو چالیس واٹ کا کرنٹ لگا تھا ۔اسکو تو یقین نہیں ہو رہا تھا ۔اتنی خوشی ۔افف ۔

"سچ ۔۔۔" رباب چیخی ۔

"ہاں بابا ۔آہستہ بولو ۔مما لوگ دیکھ رہے ہیں ۔اور تم بھی اس بات کو اپنے پیٹ میں رکھنا پہلے ہی تمہاری دوست نا جانے کیوں خائف رہتی ہے مجھ سے ۔اب نیا اکاوئنٹ نہ کھل جائے میری طرف ۔" حمدان نے ہنستے ہوئے کہا تھا ۔

"تم فکر ہی نہ کرو ۔میں زرا ارتضی کو تمہاری کنڈیشن کا بتا کے آئی ۔" رباب کہتے باہر نکل گئی تھی ۔حمدان کسی کو تصور میں مخاطب کرتا آنکھیں موند گیا تھا ۔

حمدان کی فیملی کے لوگ عیادت کے لیے آجا رہے تھے۔ابھی رش کم ہوا تھا۔رباب ابھی بھی ادھر تھی۔ فہمیدہ آنٹی چلی گئی تھیں اور ارتضی آگیا تھا۔ارتضی اور حمدان ایک استاد اور ٹیچر ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے فیملی فرینڈز بھی تھے۔

"تم تو ایک فیمس شخصیت ہو بھئی۔آدھا شہر تمہاری عیادت کو آگیا ہے۔"رباب نے کہا تھا۔

"ہاں بس جس کو آنا چاہئیے وہ نہیں آئے گی۔"حمدان نے بیچارگی سے کہا تھا۔ارتضی جویریہ آنٹی کو کچھ کھلانے کیفے لے کے گیا تھا۔حمدان کے ڈیڈ اسکی رپورٹس لینے گئے تھے۔تبھی دروازہ کھلا تھا اور لڑکیاں اندر داخل ہوئی تھیں۔پہلے مقدس پھر نشاء اسکے پیچھے فضا اور آخر میں مناہل تھی۔جس نے بلو کلر کا فراک پہن رکھا تھا۔اداسی اسکے چہرے پہ رقم تھی۔حمدان تو جی اٹھا تھا۔رباب جب باہر گئی تھی تو اپنے گروپ کو کال کرنے گئی تھی۔سب لڑکیاں حمدان کے بیڈ کے اردگرد کھڑی اسکا حال چال پوچھ رہی تھیں۔جبکہ مناہل دروازے کے پاس پڑے صوفے پہ ٹک گیا تھی۔وہ عجیب شش و پنج میں تھیں۔ہاتھ آپس میں مسلتی کبھی ہونٹ کاٹ رہی تھی۔کبھی اوڑھا ہوا ڈوپٹہ ٹھیک کرتی۔سانس لیتی جیسے وہ خود کو نارمل کر رہی تھی۔

"لوگ اتنی دور سے آگئے ہیں مگر مجھ لگتا ہے صرف مروت میں چلے آئے ہیں ۔ورنہ انکی طرف سے کوئی جئے یا مرے ۔"حمدان نے مناہل کی شکل دیکھتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔مناہل کے آنسو چھلکنے کو بے تاب ہوئے ۔مگر ابھی ضبط لازم تھا۔

"مناہل جب یہاں تک چلی آئی ہو تو آگے بھی بڑھو ۔دیکھنا تم خالی نہیں لوٹو گی ۔"رباب نے اسکے پاس آتے سرگوشی نما آواز میں کہا تھا۔

"آؤ لڑکیوں آج میں تم لوگوں کو اپنے پیسے پہ عیاشی کرواؤں ۔"رباب نے سب لڑکیوں کو کہا تھا۔

"ضرور ۔چلو بھئی حمدان بھائی ہم کچھ کھا پی کے آئے ۔"فضا نے کہا تھا ۔اور باقی سب آگے پیچھے باہر نکل گئی تھیں ۔اب کمرے میں حمدان تھا مناہل تھی اور خاموشی ۔مناہل کا یہاں موجود ہونا ہی کافی تھا۔

"مجھے ابھی بھی کمزور مت سمجھو ۔اگرچہ مجھے ان مشینیوں نے جکڑا ہوا ہے مگر میں اس قابل ہوں کہ اٹھ کے تمہارے آنسو صاف کر سکوں ۔میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں ۔تو مجھے مجبور مت کرو مناہل۔"حمدان نے خود سے دور بیٹھی مناہل کا آنسو اسکے ہاتھ میں گرتا دیکھ لیا تھا تو تڑپ اٹھا تھا۔

"مناہل میں آج موت کے منہ سے نکل کے آیا ہوں۔پتہ ہے سب سے تکلیف دہ کیا ہوتا ہے کسی اپنے سے بچھڑ جانے کا خیال۔مناہل میں۔۔"حمدان کی بات کو مناہل نے کاٹا تھا۔

"یہ سب مذاق ہے کیا۔گولی کھا کے ہاسپٹل پڑے ہیں۔کبھی سوچا ہے کہ کتنا خون نکلا ہو گا۔اگر کچھ غلط ہو جاتا تو۔۔نہیں آپکو کسی کی پرواہ نہیں ہے۔آپ۔۔۔آ۔۔آپ کیسے کر سکتے ہیں میرے ساتھ ایسا۔۔بولیں اب۔"مناہل تیر کی سی تیزی سے اٹھ کے آئی تھی اب اسکے سر پہ کھڑی پوچھ رہی تھی۔حمدان مسرور سا اسکا لہجہ انجوائے کر رہا تھا۔اسکے اندر سکون اتر رہا تھا۔بے چینی کو قرار آرہا تھا۔

"حمدان میرا امتحان مت لیں۔میرا اقرار مجھے ہی کمزور کر دے گا۔"مناہل منمنائی۔

"مجھے اب تمہارے اقرار کی ضرورت بھی نہیں مناہل۔تمہارا ساتھ ہی کافی ہے میرے لیے۔میں تمہیں کمزور نہیں پڑنے دونگا۔"حمدان نے کہا تھا۔

"مجھ میں اور آپکی کلاس میں بہت فرق ہے۔"مناہل بڑبڑائی۔

"مجھے اس فرق سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔صرف تمہارے انکار سے فرق پڑتا ہے اتنا کہ سانسیں بند ہونے لگتی ہیں ۔"حمدان کے لہجے سے سچائیاں ٹپک رہی تھیں۔

"مجھ سے نہیں ہو پائے گا ۔"مناہل کے لہجے میں اداسی تھی۔

"میں ساتھ نبھاؤں گا ۔"حمدان نے عہد کیا ۔

"اکتا جائے گے اس فرق کا بوجھ میرے لئے اٹھاتے ۔تو بہتر ہے کہ بھول جائے اس قصے کو ۔"مناہل نے آگے کی سنائی تھی۔

"اگر اکتانا ہوتا تو اس وقت ہی اکتا جاتا جب آج سے دو سال پہلے میرے گھر ڈرائنگ روم میں صرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے پہ ایک زوردار تھپڑ کھایا تھا ۔ہر لمحے تمہارے انکار کی اذیت نہ سہتا ۔"حمدان نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"مم ۔مجھے نہیں پتہ میں کیا کہوں مگر ۔۔مگر میرے دل میں ہزاروں وسوسے ہیں ۔ایسی لاکھوں نصیحتیں ہیں جب کوئی اپنی کلاس سے اونچی ذات کے لوگ سے رشتے بنا لیتا ہے تو انکی ہائی سوسائٹی میں موو نہیں کر پاتا ۔پھر رشتوں میں آہستہ آہستہ تناؤ آنے لگتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ رشتے ہی دم توڑ جاتے ہیں ۔میں ایسی کوئی مثال نہیں بننا چاہتی ۔"مناہل نے صاف بات کہی تھی۔

"مناہل میں یہی کہوں گا کہ مجھے ایک موقع دو ۔آزمائش شرط ہے۔میں ہر لمحہ پل ساتھ نبھاؤں گا ۔یہ وعدہ ہے میرا ۔" حمدان نے مناہل کے وسوسوں کو سن کے کہا تھا۔

"میں اتنی خاص نہیں ہوں حمدان صاحب ۔ایک دن آپ ہی پچھتائے گے اس فیصلے پہ ۔یہ محبت ختم ہو جائے گی جس دن ۔" مناہل نے مزید کہا۔شاید وہ حمدان کی حد دیکھنا چاہتی تھی۔

"تو وہ دن حمدان قریشی کی زندگی کا آخری دن ہو گا مناہل۔" حمدان کے لہجے میں سچائیاں رقصاں تھیں ۔آنکھوں میں عزم بول رہا تھا۔مناہل مزید نہ بول سکی ۔

رباب راہداری میں کھڑی کمرے کی چوکیداری کر رہی تھی۔وہ فی الحال کسی کو اندر جانے نہیں دے سکتی تھی خاص طور پہ اپنے شوہر تو بلکل بھی نہیں ۔ لیکن کرنا کو کون روک سکتا ہے ۔ارتضی صاحب سامنے سے کمرے کی طرف آتے نظر آئے تھے ۔

"افف خدایا آگئے لیکچرار ۔اب اس بندے کو کیسے روکوں ۔" رباب بڑبڑائی ۔

"جی ۔کدھر ؟؟۔" ارتضی نے ایک نظر بلکل کمرے کے دروازے کے آگے کھڑی رباب پہ ڈالی تھی جو اس سے سوال کر رہی تھی۔

"ہٹو آگے سے ۔ اندر جانا ہے مجھے ۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"کیوں اندر کیوں جانا ہے ۔آپ ڈاکٹر ہیں کیا ؟" رباب نے پوچھا تھا۔

"رباب اب کیا سونگھ گیا ہے تمہیں ۔ہٹوں آگے سے ۔" ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"آپ اندر نہیں جا سکتے ۔" رباب نے صاف کہا۔

"کیوں اندر کیا ہے۔کرفیو لگا ہے ۔" ارتضی کو غصہ آیا ۔

"یوں ہی سمجھ لیں ۔" رباب اٹھلائی ۔

"رباب تم مجھے اب غصہ دلا رہی ہو ۔یہ ہاسپٹل ہے گھر نہیں ۔یہاں سین نہ کریٹ کرو۔" ارتضی نے اسکو ڈپٹا ۔

"آپکو ہر وقت غصہ ہی آتا ہے ۔چاہے گھر ہو یا ہاسپٹل ۔کوئی نئی بات تھوڑی ہے ۔" رباب نے ناک سے مکھی اڑائی ۔

"تم یوں نہیں مانوں گی ۔" ارتضی نے اسکو کہتے ہی اسکی کلائی پکڑ کے سائیڈ پہ کیا تھا۔

"کیا ہے آپکو۔اندر دو پیار کرنے والے آپس میں وقت گزار رہے ہیں آپکو کیوں ہضم نہیں ہو رہے ۔آپ میں تو پیار کا سوفٹ وہیر نہیں ہے مگر جو دوسرے ہیں انکو تو یہ وقت انجوائے کر لیے دیں ۔" رباب کی زبان پھسلتی جا رہی تھی۔

"پیار کے لیے کسی سوفٹ وئیر کی ضرورت نہیں ہوتی مسز۔میرا ہاضمہ چھوڑو تم بس ابھی میری شرافت کو ہضم کرو۔" ارتضی نے اسکے کان کے پاس جا کھ سرگوشی کی تھئ۔رباب تو پچھتا رہی تھی کیوں اس سے پنگا لے لیا۔

"یہ تم لو گرو بننا چھوڑ دو۔میری چاہت والی ایک بات تک تو تم آج تک رسائی حاصل نہیں کر سکی۔تو یہ سب تم سے نہیں ہو گا۔سائیڈ پہ ہو تم۔" ارتضی اسکو چھیڑتا کہتا ایک سائیڈ پہ کر کے اندر چل گیا تھا۔اور رباب اپنی بے عزتی پہ کھولتی رہ گئی تھی۔

"سر آپ۔آئیں۔" ارتضیٰ کو اندر آتا دیکھ کے حمدان بولا تھا۔مناہل بیڈ کے پاس رکھی کرسی پہ بیٹھی تھی۔

"مذکرات کامیاب ہوئے پھر؟" ارتضی نے شرارت سے پوچھا تھا۔مناہل کا منہ کھلا رہ گیا یہ ہی حال اندر آتی رباب کا تھا۔دونوں حیران تھی کہ ارتضیٰ کو اس بات کا علم تھا۔

"بس دعا کریں۔بظاہر تو کامیابی نظر آ رہی ہے۔" حمدان نے ہنستے ہوئے شرارت آمیز لہجے میں کہا تھا۔

"بہترین۔مگر ایک نصیحت سن لو میری۔اپنا لو گرو پلس چوکیدار تبدیل کر لو۔ان سے یہ سب کام نہیں ہو سکتے۔وہ کیا ہے ناں کہ کچھ لوگوں کی عقل موٹی

ہوتی ہے ۔تو یہ بھی ان میں سے ایک ہیں ۔تمہاری نیا بھی ڈوبوں نہ دیں ۔"ارتضی نے جملہ کسا تھا۔رباب نے غصے سے مٹھیاں بھنچیں تھیں۔

"میں نکل رہا ہوں ۔ڈرائیور کے ساتھ سیدھا گھر آجانا ۔"ارتضی اسکے پاس سے کہتا گزر گیا تھا۔

"میں نہیں آؤنگی گھر ۔سن لیں ۔لے آئے کسی عقل کی پتلی کو۔"رباب چیخی تھی۔مناہل اور حمدان کا ہنس ہنس کے برا حال تھا۔

"چپ کرو تم دونوں ۔اس کھڑوس انسان نے مجھے طعنے مار مار کے ویسے ہی مار دینا ہے ۔"رباب روہانسی ہوئی۔

"رباب تمہیں کب عقل آئے گی ۔اپنے شوہر کو ایسے نہیں کہتے ۔"مناہل نے ٹوکا تھا۔

"ہائے اللہ صدقے جاؤں ۔جب حمدان تمہیں ستائے گا شادی کے بعد تب پوچھوں گی ۔"رباب نے مناہل کو کہا تھا۔مناہل تو شرم سے لال پڑ گئی تھی۔

"ضرور پوچھنا ۔"حمدان نے بھی کہا تھا۔

"تو کیا آپ مجھے تنگ کرے گے ۔"مناہل روانی سے بولی ۔پھر خود ہی شرمندہ ہوئی ۔

"اوہے ہوئے۔" رباب نے چھیڑا تھا۔

"رباب۔" مناہل نے اسکو ٹوکا۔شرم سے لال پڑتی مناہل نے اسکو تنبیہ کی۔

حمدان نے یہ منظر آنکھوں کے راستے دل میں محفوظ کیا تھا۔

سب ایک کمرے میں سر جھکائے بیٹھے تھے۔گھمبیر خاموشی تھی۔سناٹا جو دل کو چیرتا محسوس ہو رہا تھا۔

"تم اتنی بے حس کیسے ہو سکتی ہو۔" ارتضی کی آواز نے اس خاموشی کو توڑا تھا۔

ارتضی کو کچھ دیر پہلے ڈیرے پہ کال کر کے مجتبی ملک نے بلایا تھا اور صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔

"کیسی بے حسی میں صرف اپنے گھر والوں کو محفوظ دیکھنا چاہتی ہوں صاب۔" ثریا نے احتجاج کیا۔

"یہ بے حسی نہیں تو اور کیا ہے۔چلو فرض کیا بھی کہ تم نے اپنے گھر والوں کو محفوظ کر بھی لیا تو انکی آنے والی نسلیں پھر بھی محفوظ نہیں ہونگی ان درندوں

سے ۔وہ دیکھو سامنے بیٹھے انسان کو جو صرف تم لوگوں کی خاطر اس آگ میں کودا تھا۔کیا ملا اسکو اپنا آشیانہ جلا بیٹھا ۔اپنے دو بازو کھو دئیے اسنے ۔کس کی خاطر تم لوگوں کی عزتوں کی خاطر ۔اپنے وفادار کم سن ملازم کھویا ۔کس لیے تم لوگوں کے انصاف کے لیے۔بدلے میں اسکو کیا ملا ۔اور ۔۔۔"ارتضی کچھ پل کو رکا تھا۔ مجتبی ملک ہارے ہوئے بیٹھے تھے ۔

"تم اس آخری وقت میں پیچھے ہٹ رہی ہو ۔کیوں چاہتی ہو کہ یہ ظلم جاری ہے ۔کیوں چاہتی ہو کہ یہ تاریخ دہرائی جائے ۔وہ درندے کسی کی بھی عزت کو تارتار کرتے رہے۔ بچوں کو یتیم کرتے رہے ۔لوگوں کے حق کھاتے رہے ۔اور تم سب لوگ خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہو کیوں ۔؟؟؟جس شخص نے آواز اٹھائی ہے اسکو تو بے سہارا نہ چھوڑو۔"ارتضی کا بس نہیں تھا چل رہا ۔

"پرسوں پیشی ہے ۔عین موقع پہ گواہوں کا غائب ہونا جانتی ہو اسکا مطلب ۔سب کئے کرائے پہ پانی پھر جائے گا ۔وہ شیطان آزاد دندناتے پھریں گے ۔تم اس کیس کی ہم گواہ ہو اور تم ہی پیچھے ہٹ رہی ہو ۔ٹھیک ہے کل تک کا وقت ہے تمہارے پاس تم سوچ سمجھ کے بتا دو ایک بات پھر ۔"ارتضی نے کہا تھا۔ثریا سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"نہیں بیٹا کسی کو تم مجبور نہ کرو ۔ ٹھیک ہے بیٹی تمہارا کو فیصلہ ہے ہمیں منظور ہے ۔خوش رہو ۔خدا تمہیں محفوظ رکھے۔" مجتبی ملک نے کہا تھا۔اور واپسی کے لیے اٹھے تھے۔

"رکیں ملک صاب ۔"ثریا کی آواز گونجی تھی۔ساتھ چلتے ارتضی کے بھی قدم تھمے تھے ۔دونوں نے پیچھے مڑ کے ثریا کی جانب دیکھا ۔

"میں تیار ہوں ۔ان ظالموں کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے ۔انکا ڈر اب مجھے اور نہیں ڈرا پائے گا ۔میں پرسوں ہر حال میں کورٹ میں پیش ہونگی اور فتح یاب بھی ہونگی ۔بس آپ سب سے ایک گزارش ہے میرے گھر والوں کا خیال رکھیں گا ۔"ثریا نے اب ہاتھ جوڑے تھے۔

"ارے یہ کیا کر رہی ہو بیٹی ۔بیٹی کہا ہے تمہیں ۔تم فکر مت کرو ۔"ملک صاحب نے کہا تھا۔

عناب فائل تیار کر کے ابھی کمرے میں آئی ہی تھی کہ اسکے سیل پہ میسج ٹون بجی تھی ۔اسنے ہاتھ بڑھا کے موبائل اٹھایا تھا ۔اس دوران پھر واٹس ایپ بپ ہوئی ۔میسج کھول کے دیکھا تو سر آرب کا میسج تھا۔آج پہلی بار اسکا میسج موصول ہوا تھا۔عناب کو غصہ آیا تھا۔کیونکہ پچھلا واقعہ اسکے ذہن پہ نقش تھا۔

"ہیلو مسز۔ ہنی، سویٹ ہارٹ، اینگری برڈ، لائف، کپ کیک۔"ایک وائس کلپ تھا اور ساتھ ہارٹ ایموجز تھے۔عناب کو تو چڑھ تپ گئی تھی۔

"شرم کر جائیں۔"عناب نے بھی غصے سے وائس میسج کیا تھا۔

"ارے ارے اس میں شرم کہاں سے آگئی۔اب میں اپنی بیوی سے رخصتی ہونے تک بات تو کر سکتا ہوں ناں۔"آرب کی پرشکوہ آواز وائس میسج میں ابھری تھی۔

"فضول باتیں مت کریں یہ بتائیں۔میسج کیوں کیا۔؟؟ملک صاحب ۔۔۔"عناب نے ملک صاحب پہ خاصا زور دیا تھا۔وہی تان ملک صاب والی

۔

"اف خدایا۔"آرب چڑا۔

"جی مسز ملک۔آپکی یاد آرہی تھی۔"آرب خود کو پرسکون کرتا عناب کو تپا گیا تھا۔

"خبردار میرے نام کے ساتھ ملک نامہ لگایا۔"عناب نے بغیر کسی لحاظ کے کہا تھا۔آرب اب کے جھنجھلایا تھا۔اتنی بھی کیا نفرت اب۔مگر ابھی وہ عناب پہ غصے کر کے اسکو رلانا نہیں چاہتا تھا اب جبکہ وہ اس سے دور تھی کیونکہ اسکو پتہ

تھا کہ اگر اسنے کوئی سخت بات کر دی تو عناب نے ساری رات رو رو کے برا حال کر لینا ہے۔

"بیوی نام تو کیا آپکی پوری زندگی اس ملک کے ساتھ جوڑ چکی ہے۔" آرب نے میسج کیا تھا۔

"کام بتائیں۔" عناب نے اب کے دو لفظی میسج کیا تھا بجائے وائس میسج کے۔ جواب میں آرب کی طرف سے ڈھیروں ہارٹ اور کس ایموجز موصول ہوئے تھے۔ عناب چڑ گئی تھی۔ غصے سوا نیزے پہ پہنچ چکا تھا۔

"خبردار آج کے بعد مجھے میسج کیا تو۔ میں بلاک کر رہی ہوں آپکو۔" عناب نے غصیلی آواز سے میسج کیا تھا۔

"اف توبہ اتنا غصہ۔ جب سامنے بیٹھا کے اظہار کروں گا تب کیا کرو گی ملکہ عرب۔" آرب نے جوابی میسج کیا تھا۔

"سر پھوڑ دونگی۔" عناب نے بنا لچک کے کہا تھا۔

"افف ظالم بیوی۔" آرب بولا تھا۔ لہجے میں شرارت تھی۔

"اچھا اچھا کول ڈاؤن۔ ملکہ عرب۔ ایک ڈاکیومنٹ بھیجنے لگا ہوں اسکا پرنٹ آؤٹ چاہیے ہے کل کی میٹنگ میں۔ تو یہ کام لازمی کر لینا۔ اب سو جاؤ ملکہ عرب۔ اپنا خون مت جلایا کرو۔ ہیو آ سویٹ ڈریمز آف یور ملک آرب۔" آرب

نے میسج کر کے موبائل رکھ دیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اب وہ غصے میں اپنا موبائل دور پھینک دے گئ ۔جواب دینا تو دور کی بات تھی۔

"نوکر نہیں لگی میں آپ کی ۔پرنٹ آؤٹ چاہیئے ڈاکیومنٹ کا۔"عناب نے اسکی نقل اتاری تھی۔

"مل ہی نہ جائے آپکو کل پرنٹ ۔اب نتیجہ بھگتے زرا۔"عناب دل ہی دل میں کچھ سوچتی جلتئ کڑھتی سونے کو لیٹ گئ تھی۔

اگلی صبح آفس میں خاصی گہما گہمی تھی۔ہر کوئی بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔عناب بھی آفس آچکی تھی مگر آرب مجتبی کہی نظر نہیں آرہا تھا۔وہ تیزی سے آگے بڑھی اور آرب کے آفس میں دستک دے کے داخل ہوئی تھی۔

"شکر ہے تم آگئی عناب ۔اب جلدی سے مجھے وہ فائل دے دو جو سر آرب نے بولا تھا۔"حماد عجلت میں بولتا اندر داخل ہوا تھا۔

"کونسی فائل ؟؟"عناب نے اچھنبے سے پوچھا۔وہ واقعی ہی اس بات کو بھول چکی تھی۔

"اوہ عناب ۔وقت نہیں ہے کورین ڈیلیگیٹ آچکا ہے۔جن پیپرز کا پرنٹ آؤٹ نکلوانے کو سر نے بولا تھا وہ دو مجھے ۔"حماد نے اسکو پھر کہا تھا۔

"وہ جو رات اس واہیات گفتگو کے دوران بھیجے تھے ۔" عناب کو یاد آیا تھا۔

"وہ ہی ہونگے ۔کدھر ہیں دیکھاؤ مجھے ۔وہ کنٹریکٹ پیپرز ہیں ۔اور اسکے علاوہ اس میں میٹنگ کے حوالے سے بھی کونفیڈنشل پیپرز تھے ۔" حماد نے تفصیلاً بتایا ۔

"سر حماد ۔۔۔وہ تو ۔۔" عناب منمنائی۔

"حماد آگئی ہیں عناب ۔ان سے فائل لی ؟؟" تبھی پیچھے سے اندر آتے آرب کی آواز آئی تھی۔

"جی سر آگئی ہے عناب ۔" حماد نے کہا تھا۔

"عناب فائل دیں جلدی سے ۔اور آپ بھی میٹنگ روم میں آجائے فوراً ۔لیٹ آنے پہ بعد میں بات ہوگی آپ سے ۔" آرب نے ٹیبل کے دراز سے کچھ نکالتے ہوئے عجلت میں پوچھا تھا۔

"مم ۔مجھے کیا پتہ تھا وہ اہم پیپرز ہیں ۔آپ ۔۔آپکو بتانا چاہیے تھا سر آرب ۔" عناب نے سارا الزام آرب پہ تھوپا۔ایک پل کو تیزی سے چلتا آرب کا ہاتھ رکا تھا۔چہرے پہ ہلکی سی پریشانی کی لکیر ابھری تھی۔مگر پھر وہ نارمل ہوا تھا۔ایک نظر عناب پہ ڈالی جو اسکو ہی دیکھ رہی تھی۔عناب کو پچھتاوا ہوا ۔

"حماد میرے ساتھ آؤ ۔" آرب تیزی سے کہتا عناب کے پاس سے گزار گیا تھا۔عناب کو افسوس نے گھیر لیا تھا۔

"اب کیا ہوا گا۔میری وجہ سے یہ سب ہو گیا۔"عناب نے حماد سے پوچھا تھا۔
"ڈیل بھی کینسل ہو سکتئ ہے۔"حماد نے پریشانی سے کہا تھا۔
"کیا۔"عناب صدمے سے چیخی۔
"ہاں عناب۔کڑوڑوں کا نقصان الگ ہوا گا اور کمپنی کی ریپوٹیشن الگ خراب ہو گی۔"
حماد نے آگاہ کیا تھا۔
"کچھ کریں حماد سر۔اتنا نقصان ہو جائے گا میری وجہ سے۔"عناب روہانسی ہو گئی تھی۔
"میں سر کو دیکھتا ہوں۔اس سے پہلے کہ مجھے بھی ڈانٹ پڑ جائے۔"حماد فکر سے کہتا باہر کو لپکا تھا۔عناب وہی کرسی پہ فکر سے ڈھ گئی تھی۔اب کیا کرے کیا نہ کرے؟ان سوالات کی گردان اسکے اردگرد گرداش کر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد ہمت کرتی وہ میٹنگ روم میں جانے کو نکلی تھی۔تبھی اسکو کوئی نیا چہرہ نظر آیا تھا۔یہ ایک نارمل قد کی عورت تھی جس کے بال شولڈر کٹ تھے۔سفید رنگت۔چھوٹی آنکھیں۔منی سکرٹ پہنا ہوا تھا۔وہ اپنے دھیما میں تیزی سے آتی عناب سے ٹکرا گئی تھی۔

"سوری۔"عناب منمنائی تھی۔جواب میں سامنے والی نے کچھ الفاظ بولے تھے جو عناب کو سمجھ نہ آسکے تھے۔

"جی۔۔"عناب کے دوبارہ پوچھنے پہ وہ اپنے موبائل سے سر اٹھا کے اسکے طرف متوجہ ہوئی تھی۔اور ایک لمبا جملہ ادا کیا تھا۔عناب کو اب کے یقین ہو گیا تھا کہ یہ کوئی اور غیر ملکی ہے۔اب نئی مصیبت تھی۔عناب کو تو اسکی سمجھ نہیں آرہی تھی۔عناب اسکو اب دیکھنے میں مصروف تھی مقابل اب اس سے جواب کی منتظر کھڑی تھی۔اور ایک بار پھر اس عورت نے اپنا جملہ دھرایا تھا۔عناب سچ میں رونے والی ہو گئی تھی۔

"اوئے عناب تم ادھر کیا کر رہی ہو۔اندر میٹنگ روم میں چلو۔سر آرب پہلے ہی غصے میں ہیں۔"دیبا نے اسکے پاس آتے کہا تھا۔

"یہ کچھ پوچھ رہی ہیں۔مگر مجھے سمجھ نہیں آرہا۔اور انکو پہلی مرتبہ میں آفس میں دیکھا ہے۔"عناب نے اپنی پریشانی بتائی تھی۔

"اف عناب تم کس دنیا میں رہتی ہو۔یہ ڈیلگیشن آیا ہوا ہے یو ایس سے صبح سے اس میں کوریا کے بھی کچھ ممبرز ہیں انکے ساتھ ہماری ڈیل فائنل ہونی ہے۔یہ انکی ایک ممبر ہے۔"دیبا نے عناب کو بتانے کے ساتھ ہی اس کورین عورت سے کچھ کہا تھا۔تو وہ بدلے میں مسکرائی تھی۔

"عناب تم نے انکو ناراض کر دیا۔اب ہیلو بولو اور سوری کرو انکو باراض کرنا اچھا نہیں ہو گا پہلے ہی سر غصے میں ہیں۔" دیبا کے کچھ سوچ کے بولی تھی۔

"ہاں دیبا آرب سر تو پہلے ہی ناراض ہیں مجھ سے۔بولو کیا کروں میں اب ۔" عناب نے اس ہی جلدی بازی کا مظاہرہ کیا جس کی دیبا اس سے توقع کر رہی تھی۔

"عناب انکے سامنےیوں جھکو۔یہ کچھ بھی کہیں تو تم نے جواب میں جھکنا ہے ۔یہ انکے ہاں کا کلچر ہے۔" دیبا نے کا تھا۔

عناب ایک منٹ کی دیر کیے بغیر جھک پڑی تھی۔کورین عورت نے عناب کو دیکھا تو وہ جواباً مسکرائی تھی اور خود بھی زرا سا جھکی۔

اب عناب میڈم زرا پرجوش انداز میں اسکے آگے جھکی تھی۔

کورین عورت اب سوالیہ انداز سے جھکی عناب کو دیکھ رہی تھی۔یہ حرکت عناب نے کوئی سات مرتبہ کی ہو گی۔یہ منظر میٹنگ روم کے سامنے ہو رہا تھا۔آرب نے کچھ بریف کرتے ہوئے یہ منظر دیکھا تھا۔اور سمجھ آنے پہ وہ بڑبڑایا تھا۔

"فما اروع ھذا المثال (کیا عمدہ نمونہ ہے)"آرب کو سمجھ آگئی تھی کہ اس کو بدھو بنا گیا ہے۔

اب عورت بڑبڑاتی میٹنگ روم کی طرف آگئی تھی ۔اور عناب روتی صورت لیے رہ گئی تھی۔ تبھی کب سے کنٹرول کرتی دیبا کا قہقہہ چھوٹا تھا۔عناب پہلے تو غائب دماغی سے دیبا کو دیکھتی رہی جب بات کی سمجھ آئی تو وہ غصے سے لال پیلی ہوتی آنکھوں میں دیبا کا خون پینے کا عزم لیتی اسکی جانب مڑی جو اب اپنے بچاؤ کے لیے بھاگ نکلی تھی۔

\-

رباب ہاسپٹل سے واپس آچکی تھی ۔حفصہ اور تحریم سے گپیں لڑانے کے بعد کمرے میں آگئی تھی ۔آج خاصی سردی تھی۔شام سے ہی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اب تو سردی نے اور شدت اختیار کرلی تھی۔رباب جب کمرے میں آئی تو خالی کمرہ منہ چڑا رہا تھا۔رباب نے گھڑی کی طرف نظر دوڑائی تھی تو سوئی گیارہ کا ہندسہ کراس کئے ہوئے بھی بیس منٹ ہو گئے تھے ۔

"بندہ کال کر کے بتانے کی ہی زحمت کر لیتا ہے کہ کہاں ہوں میں ۔" رباب بڑبڑائی ۔سر جھٹک کے واش روم گئی ۔واپس آ کے بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی ۔ابھی بھی ارتضی نہیں آیا تھا۔باہر ٹھنڈی ہوا نے اودھم مچا رکھا تھا اور اب تو بادل بھی گرج رہے تھے ۔رباب کا دل سہم گیا تھا۔کھڑکیوں کے شیشے کھلے تھے اور

ہوا سے پردے ہل رہے تھے ۔ بجلی کی گرج چمک سے رباب کا دل سہم گیا تھا۔رباب جلدی سے اٹھی اور کھڑکیاں بند کر کے پردے آگے کئے تھے ۔ غصے سے وہ اور بھر گئی تھی۔چند منٹ اور گزرے گئے تھے ۔ رباب کو رہ رہ کے ارتضی پہ تاؤ آرہا تھا۔ تبھی کمرے کا دروازہ کھولا تھا اور رباب سپرنگ کی سی تیزی سے اچھل کے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔درووازے سے ارتضی کا چہرہ نمودار ہوا تھا۔

"مل گیا آپکو وقت گھر آنے کا ؟؟ابھی بھی نہ آتے ۔وقت دیکھا ہے آپ نے کیا ہو گیا ہے ۔اوپر سے موسم کا حال بھی دیکھ لیں ۔دل دہلا دینے والا موسم ہے ۔انسان کو کچھ خیال ہونا چاہئیے ۔"رباب نے بلا تکان بول رہی تھی جب ارتضی نے اسکے کمر میں ہاتھ ڈال کے اسکو پاس کیا تھا۔

"اتنا غصہ ۔۔۔مس کر رہی تھی مجھے مسز ارتضی۔"ارتضی نے گھمبر لہجے میں کہتے اسکے گال سے بال ہٹائے تھے ۔

"غصہ کہاں کر رہی ہوں ابھی میں ۔ موسم دیکھیں زرا کتنا خوفناک ہے ۔مگر نہیں ۔۔آپکو کیا اس سے۔چاہے کوئی ڈر ڈر کے مر جائے ۔"رباب کو غصے میں اسکی قربت کا احساس بھی نہ ہو رہا تھا۔

"چاہے موسم جتنا بھی خطرناک کیوں نہ ہو تم سے کم ہی ہے۔اور مسز ڈر سے کبھی کوئی مرا ہے؟؟"ارتضی پہ موسم کا رنگ چڑھا لگ رہا تھا۔

"ابھی میں نے آپکو خطرناک بن کے دیکھایا ہی کہاں ہے۔انسان ایک فون ہی کر دیتا ہے مگر نہیں۔چلیں فون نہ سہی انسان ایک میسج ہی کر دیتا ہے۔میں کب سے ہلکان ہو رہی تھی۔"رباب کا غصہ کسی صورت کم نہ ہو رہا تھا۔

"رباب۔کیا ہو گیا ہے۔آتو گیا ہوں میں۔"ارتضی اتنی فکر پہ نہال ہو رہا تھا۔

"ہاں تو نہ آتے۔رہتے جہاں گئے تھے۔"رباب نے کہتے ساتھ ہی اسکے ہاتھ جھٹکے تھے اور اسکے حصار سے نکلی تھی۔

"تھوڑا سا لیٹ آنے پہ یہ حال ہے زوجہ محترمہ کا۔اگر آج رات باہر رک جاتا تو تم نے دنیا ہلا دینی تھی۔"ارتضی نے جیکٹ اتار کے رکھتے ہوئے اسکو چھیڑا تھا۔

"بڑی ہری ہری سوجھ رہی ہیں ناں۔گئے کہاں تھے آپ۔۔"رباب کا ماتھا ٹھنکا تھا۔وہ پوری کی پوری ارتضی کی طرف گھومی تھی۔وہ بیڈ پہ اسکے پاس بیٹھا اپنے جوتے اتار رہا تھا۔رباب کی اس تفتیش پہ اسکا ہاتھ رکا تھا ایک پل کو اور جاندار مسکراہٹ اسکے چہرے پہ آئی تھی۔جسکو اسنے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا تھا کہ میں کہاں تھا ؟؟" ارتضی نے مسکراتے ہوئے الٹا رباب سے سوال کر دیا تھا۔

"مجھے تو جیسے بتا کے گئے تھے ناں ؟؟یا میں کوئی نجومی ہوں جسکو پتہ ہو گا۔یا مجھے سے آپ اپنے راز شئیر کرتے ہیں۔" رباب فل تپی ہوئی تھی۔

"اتنا غصے کس چیز پہ آرہا ہے میری بیوی کو۔جب شوہر گھر آتا ہے تو اچھی بیوی کو چاہئیے کہ شوہر سے کھانے پینے کا پوچھ لے" ارتضی نے اسکا تپا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"بقول آپکے میں تو موٹی عقل کی ہوں ناں۔جہاں سے آئے ہیں وہاں آپکو کھانا نہیں دیا کسی نے۔" رباب کی انوسٹگیشن ختم ہونے کا نام نہیں تھی لے رہی۔

"اب ساری رات لڑنے کا موڈ ہے کیا ؟؟کیوں خون جلا رہی ہو اپنا۔" ارتضی نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور اسکا ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف کھینچا تھا۔

"چھوڑیں ہاتھ میرا۔اب بہت فکر ہو رہی ہے میری۔جو پچھلے دو گھنٹوں سے میں اس گرج چمک کے موسم میں ڈر زدی نڈھال ہو رہی تھی اسکا کیا۔افف دیکھیں بجلی کی آوازیں کتنی آرہی ہیں۔" رباب نے کہا تھا ساتھ ہی پھر زوردار بجلی کڑکنے کی آواز سنائی تو رباب ارتضی کی طرف ڈرتے کھسکی تھی۔ارتضی نے اسکے سراپے کو بازوؤں میں بھر کے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

"اب ٹھیک ہے ؟؟ڈر تو نہیں لگ رہا میری زوجہ کو۔" ارتضی نے اسکے کانوں سے بال پیچھے ہٹا کے سرگوشی نما آواز میں کہا تھا۔رباب کو اصلی معنوں میں اب ہوش آیا تھا۔وہ شرم سے دوہری ہو گئی تھی ۔رات کا فسوں انگیز پہر۔اوپر سے موسم کے تیور۔اور ارتضی کی مہربانیاں۔

"مم۔۔۔وہ۔۔۔کھانا۔۔میری مطلب ۔۔ہے کہ کھانا لے آؤ۔۔آآپ کے لئے۔۔" رباب منمنائی تھی۔ارتضی کی گرفت مضبوط تھی۔

"نہیں بھوک نہیں ہے ۔جو تھی وہ بھی اڑ گئی ہے۔" ارتضی نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ک۔۔کیوں۔۔" رباب نے پہلی بار اسکی آنکھوں میں جھانکنے کی جسارت کی تھی ۔جہاں رنگوں کا جہاں آباد تھا۔رباب ایک پل کو ٹھٹکی کہاں وہ کھڑوس پروفیسر ارتضی اور کہاں یہ ارتضی۔

"کیونکہ ۔۔کیونکہ مجھے عقل کی پتلی نے کھانا کھلا کے بھیجا ہے۔" ارتضی کے کہنے کی دیر تھی رباب بجلی کی سی تیزی سے اسکا حصار توڑتی نکلی تھی۔

"آپ۔۔۔رہتے اسکے پاس ہی ۔گھر کیوں آئیں ہیں آپ ۔۔مجھے تو پہلے ہی شک ہو رہا تھا۔" رباب پھر شروع ہو گئی تھی۔ارتضی کی توقع کے عین مطابق وہ پھر بھڑک اٹھی تھی ارتضی ہنستے ہوئے اسکی حالت ملاحظہ کر رہا تھا۔

"اوئے عقل کی موٹی عورت ۔ میری پیاری ساسو ماں نے مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا کے بھیجا ہے ۔ انکی بات کر رہا ہوں میں ۔ اپنا رنگ مت جلاؤ تم سوچ سوچ کے ۔ فریش ہو کے آتا ہوں باقی انکوئری تب تک کے لیے اٹھائے رکھو ۔" ارتضی اسکو جلتا بھنتا دیکھ کے کہتا واش روم میں گھس گیا تھا ۔

:

آرب میٹنگ سے فارغ ہو کے حماد کو مہمان وفد کے ساتھ ہوٹل بھیج کے فری ہوا تھا ۔ ڈیل فائنل ہو چکی تھی ۔ مگر یوں لگ رہا تھا جیسے آرب کا موڈ خراب ہے ۔ آرب کا غصہ آسمان کی حدوں کو تب چھونے لگا جب اسنے زریان اور عناب کو ایک ساتھ بیٹھے دیکھا تھا ۔ وہ غصے سے بھرا اپنے آفس میں آگیا تھا ۔ کچھ ہی دیر بعد عناب دروازہ دھکیل کے اندر داخل ہوئی تھی ۔

"ڈیل فائنل ہو گئی ؟؟" عناب نے اندر آ کے جب آرب کو خاموش دیکھا تو سوال داغا تھا ۔ جواب میں آرب اسکی طرف ایک نظر دیکھ کے پھر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا ۔ جسکا واضح مطلب تھا کہ "تم سے مطلب ؟" ۔ عناب کو اسکی خاموشی سے رنج ہوا ۔

"دیکھیں سر آرب ۔میں وہ جان بوجھ کے نہیں کیا تھا سب ۔واقعی میں ہی مجھے آئیڈیا نہیں تھا کہ وہ فائل اتنی اہم ہوگی ۔"عناب کو واقعی ہی افسوس تھا ۔وہ اپنی اس غلطی پہ ہی بات کرنے آئی تھی مگر مقابل خاموشی کی مار مار رہا تھا۔اس بار بھی آرب خاموش رہا۔

"اب ناراضگی کس بات کی ہے ۔ڈیل تو فائنل ہو ہی گئی ہے ناں ۔ڈانٹنا ہے ناں مجھے ۔ڈانٹ لیں ۔"عناب اب کے تیز لہجے میں بولی تھی۔آرب کا ضبط جواب دے گیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے مجھے تمہیں ڈانٹنے کا شوق ہے ۔ناراضگی ہونہہ ۔تمہیں میری ناراضگی سے کیا غرض ہونے لگی بھلا ۔پتہ ہے مجھے غصہ اور تکلیف کس بات نے دی ہے کہ میری بات تمہارے لیے بلکل بھی اہم نہیں ہے ۔نہ ہی میری ذات کی کوئی اہمیت ہے نہ ہی بات کی ۔"آرب نے اسکو سرد لہجے میں کہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے ۔اگر آپ وہ واہیات باتیں کرنے سے پہلے ہی مجھے فائل بھیج دیتے تو یہ سب نہ ہوتا ۔ان باتوں سے میرا دماغ خراب ہو گیا تھا۔"عناب بھی اب تیز لہجے میں بولی تھی۔آرب کی ذات سے جڑنے کے بعد جو اعتماد اسکی طبیعت کا خاصہ نہ تھا وہ بھی اسکی شخصیت کا حصہ بنتا جا رہا تھا۔

"ایکسکیوزمی ۔کیا واہیات باتیں ہونہہ ۔کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے ۔بیوی ہو تم میری ۔
میں نہ صرف باتیں بلکہ عملی مظاہرے بھی کر سکتا ہوں ۔کوئی مجھے روک نہیں سکتا ۔"آرب نے بے لچک انداز میں اسکو باور کروایا تھا۔عناب اسکی بات پہ سرخ پڑ گئی تھی۔
"آ۔۔آپ ۔بتائیں کوئی کام ہے آج کے لیے ۔"عناب نے موضوع بدلنا ہی مناسب سمجھا تھا۔
"جی نہیں ۔آپ جا کے لوگوں سے گپیں لڑائیں ۔آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔مگر ایک بات یاد رکھنا میرا ضبط اور برداشت ضرورت سے زیادہ مت آزمانا اس میں بہت لوگوں کا نقصان ہو سکتا ہے ۔"آرب نے اسکو وارن کیا تھا۔عناب کے سر پہ سے یہ بات گزر گئی تھی۔
"گپیں ؟؟۔میں یہاں کام کرنے آتی ہوں سمجھے آپ ۔گپیں لڑانے نہیں ۔"عناب کو غصہ آیا ۔
"ہونہہ کام ۔سب پتہ ہے مجھے ۔میں اسکا عملی مظاہرہ بھی ابھی دیکھ آیا ہوں کہ رونق لگی ہوئی تھی آپ کے کیبن میں ۔ان رونقیں پہ کنڑول پا لیں ۔ورنہ مجھے تو ہر ایک طریقہ آتا ہے ۔"آرب نے تیکھے چتونوں سے کہا تھا۔عناب کو

اسکی بات کا مطلب سمجھنے میں ایک منٹ نہ لگا تھا۔ریان ۔۔وہ اسکو ریان کی طرف سے وارن کر رہا تھا۔

"واہ ملک صاحب ۔جتنا مرضی آپ خود کو کامیاب انسان سمجھ لیں مگر آپکی فطرت نہیں بدل سکتی ۔آپ شک کر رہے ہیں ؟؟"عناب نے دکھ سے کہا تھا۔

"شک کر رہا ہوتا ناں تو تم یہاں نظر نہ آتی ۔میرے گھر میرے کمرے میں موجود ہوتی ۔آئی سمجھ ۔میں اپنی چیز اور ملکیت کو کسے اور کے ساتھ برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں ۔"آرب نے ایک ایک لفظ پہ زور دے کے جتایا تھا۔

"اور ہاں میری فطرت کی تو تم بات مت ہی کرو ۔لارا پرسوں سے واپس جوائن کر رہی ہیں تو آپکو جو زحمت اٹھانی پڑی اسکی غیر موجودگی میں اس سے بھی جان چھوٹ جائے گی ۔"آرب نے اگلی بات کی تھی ۔

"مطلب آپکا جان چھوٹ جانے سے ؟؟اگر وہ آگئی تو میں کیا کام کرونگی ۔"عناب نے اچھنبے سے پوچھا تھا۔

"تم پرسوں اپنی پھوپھی ساس کو ریسیو کرو گی ۔وہ پاکستان سے ایک ہفتے کے لیے آرہی ہیں ۔باقی تفصیلات بعد میں بتا دونگا ۔فی الحال موڈ نہیں ہے ۔جاؤ تم ۔"آرب نے بات ختم کرتے ہی اسکو جانے کا کہا تھا۔عناب کا دل ٹوٹا تھا

اس بے رخی پہ۔وہ کہاں اتنی بے رخی سے بات کرتا تھا۔مگر اس میں بھی عناب کا اپنا ہی قصور تھا۔عناب نے خود کو ڈپٹا تھا۔

"آپ میرے ساتھ اتنے روڈ کیسے ہو سکتے ہیں؟"عناب کا شکوہ زبان پہ آچکا تھا۔عناب نے نم لہجے میں پوچھا تھا۔

"اچھا تو تم خود ہی بتا دو میں کیا کروں ۔جب پیار سے بات کرتا ہوں تو تم ان باتوں کو واہیات کہتی ہو اب آرام سے بات کر رہا ہوں تو تمہیں روڈ لگ رہا ہوں ۔"آرب نے خشک انداز میں کہا تھا۔

"آرام سے بات نہیں کر رہے آپ ۔ڈانٹ رہے ہیں مجھے ۔مجھے اپنے آفس سے نکال رہے ہیں ۔لارا جو آرہی ہے آپکی ۔اب کہاں میری ضرورت ہو گی ۔"عناب نے سوں سوں کرتے ہوئے اپنی زرخیز دماغ سے ایک نیا انکشاف کیا تھا۔

"واٹ ۔۔؟"آرب اپنی جگہ سے اچھل پڑا تھا۔

"لارا ۔۔تم نے کہا کہ آپکی لارا ۔۔آر یو سیریس ۔"آرب اپنی جگہ سے اٹھ کے عناب کے سر پہ کھڑا ہو گیا تھا۔جو چھوٹی سی گڑیا لگ رہی تھی ۔آرب نے اسکا ہاتھ پکڑا اور آفس کے کمرے میں بنی لائبریری کم بیڈ روم میں لے گیا تھا۔جو اسنے آفس میں ریلیکس ہونے کے لیے بنوایا تھا۔یہاں چھوٹی سی بک شیلف تھی بیڈ

اور صوفہ تھا۔آرب نے ہاتھ بڑھا کے لائٹ آن کی تھی اور عناب کو صوفے پہ پٹخا تھا۔اور خود بھی اسکے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"کیا کہا ہے تم نے ابھی کچھ دیر پہلے مس عناب ۔"آرب نے درشتی سے پوچھا تھا۔غصے سے سرخ ہوتی آنکھوں سے عناب کو دیکھا تھا ۔عناب کی روح تک کانپ اٹھی تھی ۔عناب کا آنسو نکل کے رخسار پہ بہا تھا ۔مگر وہ خاموش رہی ۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں عناب ۔"آرب اب چیخا تھا۔عناب اچھل پڑی تھی۔اسنے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے آرب کو دیکھا تھا۔آرب کا دل پسیجا تھا۔خود پہ لعنت بھیجتا وہ اٹھ کے کمرے میں ٹہلتا خود کو پرسکون کر رہا تھا۔جبکہ عناب کی سسکیاں کمرے میں گونج رہی تھی۔جو آرب کے دل پہ پڑ رہی تھی ۔

"کیوں کرتی ہو تم ایسے ؟؟میں تم پہ غصہ نہیں ہونا چاہتا مگر تم الٹی سیدھی حرکتوں سے مجھے غصہ دلاتی ہو ۔"آرب اسکے پاس آ کے بیٹھا تھا۔

"میں چھوٹی سی بات کہی تھی ۔آپ نے اتنا برا ری ایکٹ کیا ۔"عناب نے شکوہ کیا تھا۔لہجہ اور آنکھیں نم تھی۔وہ اس وقت روٹھی ہوئی بچی کی طرح اس سے شکوہ کر رہی تھی۔

"یہ بات چھوٹی نہیں تھی محترمہ ۔تمہارے یہ الفاظ آج تو برداشت کر گیا ہو آئندہ برداشت نہیں کرونگا۔مطلب حد ہے اپنے ہی شوہر کو اسکے سیکرٹری سے جوڑ

رہی ہو۔"آرب کو پھر اسکی بات یاد آئی تھی۔تو اسکی عقل پہ ماتم کرتے ہوئے بولا تھا۔وہ سر جھکائے سوں سوں کرنے میں مصروف تھی۔

"ادھر دیکھو میری طرف۔"آرب نے اس بار قدرے نرمی سے اسکو مخاطب کیا تھا۔اور اسکے مزید قریب سرکا تھا۔عناب کے بازو سے آرب کا ہاتھ ٹکڑایا تو وہ پیچھے کو کھسکی۔مگر آرب نے اسکی کوشش کو ناکام بنا دیا تھا۔صوفے میں بیٹھی وہ آرب کے حصار میں تھی۔وہ یک ٹک آرب کے صبیح چہرے کو دیکھ رہی تھی جو اسکی طرف متوجہ تھا۔آنکھوں میں کچھ دیر پہلے والے غصے کی جگہ نرمی اور اپنائیت نے لے لی تھی۔

"وہ میری سیکرٹری ہے صرف اور سیکرٹری۔اور تم میری بیوی ہو۔بیوی اور سکیرٹری میں بہت فرق ہوتا ہے۔اور میں کھرا اور سچا انسان ہوں۔میں اپنا سکون حلال کردہ چیزوں میں تلاش کرتا ہوں۔اور میرے خدا نے میرا سکون تم میں رکھ ہے۔میرا سکون تم ہو۔"آرب کے لہجے میں سچائیاں گھلی ہوئ تھیں۔آنکھوں میں محبت کا جہاں آباد تھا۔عناب دم سادھے اس شہزادے کی باتیں سن رہئ تھی۔قسمت مہربان ہوگی تھی کیا اس پہ؟؟یا پھر یہ صرف ایک ڈھونگ تھا؟ناٹک اچھا ہونے کا؟؟عناب اسکی سچائیوں پہ یقین تو لے آتی مگر جو باتیں بچپن سے اسکے ساتھ پروان چڑھی تھی وہ اسکو اس رشتے پہ راضی نہیں

ہونے دیتی تھی ۔شادی کے بعد پھر وہی لڑائیاں جھگڑے اور محرومیاں ۔جو میری ماں کے حصے میں آئی تھیں ۔ان باتوں کو سوچ کے وہ پھر تلخ ہوجاتی تھی ۔اور آرب کی دیوانگیوں سے منہ موڑ لیتی تھی۔اب بھی عناب ماضی حال اور مستقبل کے حساب وکتاب میں مشکل تھی جب آرب کی آواز پہ چونکی ۔

"کیا کہا ابھی میں نے ؟بتاؤ مجھے ۔؟"اب کے آرب نے اسکو سخت لہجے میں کہا تھا۔

"ی۔۔یہ ہی کہ ۔۔بیوی بیوی ہوتی ہے اور سیکرٹری لارا۔۔"عناب بوکھلاہٹ میں تیزی سے کہہ گئی تھی۔آرب کا اسکے اس بچکانہ انداز پہ قہقہ چھوٹا تھا۔سبکی اور آرب کی قربت سے عناب کے گال سرخ پڑ گئے تھے۔آرب اس منظر میں کھوتے ہوئے جھکا تھا اور اسکو محسوس کرتا ہوا عناب کو ہکا بکا چھوڑ کے چلا گیا تھا۔عناب اسکے لمس کو محسوس کرتی وہاں دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھی رہ گئی تھی۔

ارتضی صبح معمول کے مطابق اٹھ کے نماز کے بعد جاگنگ کو نکل گیا تھا۔واپس آیا تو رباب ابھی تک سوئی ہوئی تھی۔ارتضی کو سخت چڑ تھی بے وقت سونے سے۔

"رباب ۔۔اٹھو۔وقت دیکھو کیا ہو گیا ہے۔"ارتضی نے اسکی سائیڈ پہ آ کے کہا تھا۔مگر رباب میڈم ٹس سے مس نہ ہوئی تھیں۔

"رباب۔۔"ارتضی نے اسکو پھر جھنجھوڑا تھا۔رباب نے زرا کی زرا آنکھیں کھولی تھی۔

"کیوں تنگ کر رہے ہیں صبح صبح۔"رباب نے بمشکل آنکھیں کھول کے ارتضی کو گھورا تھا۔

"یہ الزام تراشی بند کرو میں کبھی رات کو تنگ نہیں کیا تمہیں۔"ارتضی نے رباب کا ہاتھ پکڑ کے کہا تھا جو پھر اب کمبل میں گھسنے کی تیاریاں کر رہی تھی۔

"میں اس وقت فل نیند میں ہوں پلیز ہاتھ چھوڑیں۔ٹھنڈا پڑا ہے آپکا ہاتھ۔"رباب نے مندی مندی آنکھوں سے احتجاج کیا تھا۔

"مطلب تم نہیں اٹھ رہی ہو؟؟"ارتضی نے اس سے پوچھا تھا۔

"بلکل بھی نہیں۔"رباب نے صاف جواب دیا تھا۔ارتضی نے ایک پل اسکو دیکھا تھا۔پھر وہ اٹھ کے اسکے پاس کھڑا ہوا اسکا کمبل اٹھا کے دور پھینکا۔

"افف سردی۔"رباب کے منہ سے نکلا تھا۔اگلے ہی پل ارتضی نے اسکو اپنی باہوں میں بھر کے بستر سے اٹھا لیا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں اتاریں مجھے نیچے۔" رباب کے تو چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ ابھی تو اسکے حواس بھی پوری طرح بیدار نہ ہوئے تھے مگر ارتضی کی حرکتیں۔۔اسکی نیند بھاگ گئی تھی۔

"اب بولو سونا ہے یا یونیورسٹی کے لیے تیار ہونا ہے۔" ارتضی نے اسکے احتجاج کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے گھورتے اپنا سوال کیا تھا۔

"نہیں۔سونا ہے۔" رباب نے کہا تھا۔ارتضی نے اسکو گرانے کے انداز سے نیچے کی طرف کیا تھا۔رباب نے چیختے ہوئے اسی شرٹ کا کالر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا تھا۔

"اچھا اچھا۔نہیں سوؤں گی۔اتاریں نیچے مجھے۔" رباب نے فوراً ہار مانی تھی۔ارتضی نے ہنستے ہوئے اسکو صوفے پہ بیٹھا دیا تھا۔

"جلاد ہیں آپ پورے کے پورے۔خبردار آئندہ سے مجھے یوں اٹھایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" رباب نے صوفے پہ بیٹھنے کی بجائے کھڑے ہو کے چلانا شروع کر دیا تھا۔

"اترو نیچے رباب۔کتنی بار کہا ہے یوں بچوں کی طرح مت کیا کرو۔اور جس دن میرے واک سے واپس آنے سے پہلے نہیں اٹھی تو میں اس سے بھی برے

طریقے سے اٹھاؤں گا۔"ارتضی نے اسکو وارن کرنے کے ساتھ ساتھ اسکا ہاتھ پکڑ کے روکا تھا۔جو کشنز کو سارے کمرے میں پھینک رہی تھی۔

"لو جی ہو گیا ایکٹیو ارتضی صاحب کا صفائی کا کیڑا۔میں تو یونہی گند پھیلایا کرونگی۔"رباب اکڑی۔

"پھر دیکھ لوں گا تمہیں بھی میں۔"ارتضی نے اسکو گھورا تھا اور وارڈروب کی طرف بڑھ گیا۔

"ابھی دیکھ لیں۔"یہ کہتے ساتھ ہی رباب کا توازن بگڑا تھا اور وہ دھڑم سے نیچے کرپٹ پہ گری تھی۔سر بری طرح فرش سے لگا تھا۔اللّٰہ رباب کے منہ سے نکلا تھا۔ارتضی وارڈروب سے ٹیک لگائے اسکی حالت کو دیکھتا انجوائے کر رہا تھا۔

"اللّٰہ کرے آپ بھی گرے میں بھی یوں ہی ہنسوں گی بلکہ میں مٹھائیاں بانٹوں گی۔"رباب نے سیدھی ہو کے بیٹھ کے کہا تھا۔ارتضی اسکے سامنے آ کے بیٹھا تھا۔گال میں پڑتا ڈمپل رباب کے دل کو مسلسل دھڑکا رہا تھا۔

"چہ چہ۔۔کیسی بیوی ہو تم۔شوہر کے لیے کیا کیا سوچ رہی ہو۔"ارتضی نے دکھی انداز اپنایا۔رباب نے اپنے بیچ فاصلہ بنانے کی کوشش کی جو ایک ہاتھ سے بھی کم تھا مگر ناکام رہی۔پیچھے صوفہ تھا اور آگے ارتضی صاحب اس پہ جھکے بیٹھے تھے۔

"ہاں ۔۔۔تو ۔شوہر بھی تو بیوی کی چوٹ پہ کھڑے ہنس رہے ہیں ناں ۔" رباب نے شکوہ کناں انداز میں اسکو دیکھا تھا۔ ارتضی نے اپنی ہنسی کو دبایا۔ ارتضی اسکے اور پاس سرکا تھا۔ رباب کے گال دھک اٹھے تھے دل نے الگ اودھم مچا دیا تھا۔ ارتضی نے اسکے دہکتے گال اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرے تھے۔ اور اسکا چہرہ اپنے سامنے کیا تھا۔ رباب کو سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا۔ بمشکل آنکھیں اٹھا کے ارتضی کی طرف دیکھا تھا جو پورے کا پورا اسکی طرف متوجہ تھا۔

"وہ کیا ہے ناں بیوی ۔لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ۔ عملی نمونہ تم خود دیکھ چکی ہو۔" ارتضی نے کہا تھا۔ اور اسکے گرنے پہ چوٹ کی تھی۔ فسوں ٹوٹا تھا۔ رباب سحر سے باہر نکلی ۔ اسکا حصار توڑتی وہ دور ہٹی تھی ۔

"ارتضی اگر آج کے بعد آپ نے مجھ سے بات کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" رباب کہتے دھڑام سے واش روم کا دروازہ بند کر کے غائب ہو گئی تھی۔

"تو پھر ارتضی کا دن کیسے کٹے گا ۔" ارتضی بڑبڑایا تھا۔

یونیورسٹی میں ہر طرف گہما گہمی تھی۔ زین شاہ کے جھگڑے کے بعد جو ویرانی اور خوف تھا وہ چھٹ گیا تھا۔ دونوں گروہوں کے لوگوں کو کچھ وقت کے لیے

یونی سے نکال دیا گیا تھا۔ اور آئندہ کسی بھی قسم کی تخریب کاری میں ملوث ہونے کی صورت میں مستقل طور پہ نکالے جانے کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔ اینول فنکشن کی تیاریاں جو اس واقعے سے پہلی شروع ہوئی تھی اس واقعے کی دوران سب بند ہو گیا تھا۔ اسلئے فنکشن کو ایک ماہ لیٹ کر دیا گیا تھا۔ حمدان کی جگہ اب ارتضی بھاگ دوڑ میں نظر آرہا تھا۔ ابھی بھی رباب کلاس لے کے باہر نکلی تھی جب فائنل ائیر کی زرش کے ساتھ ارتضی کو آتے دیکھا تھا۔ انتہا کی خوبصورت لڑکی تھی یہ بلاشبہ۔ ساری یونی میں اسکے چرچے تھے ۔ مگر وہ دل پھینک تھی ۔ رباب کی کبھی اس سے نہ بنی تھی۔ ارتضی کے ساتھ اسکو دیکھ کے رباب کا غصے سے برا حال ہو گیا تھا۔

"زرش مجھے تھوڑا کام ہے میں اپنے کیبن میں جا رہا ہوں ۔ تھوڑی دیر بعد آپ سے ہال میں ملتا ہوں سب سٹوڈنٹس کو بلا لیں جنکا آج ایڈیشن ہے ۔" ارتضی نے مصروف انداز میں کہا تھا۔

"اوکے سر ڈونٹ یو وری ۔" زرش نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ اسکی ہنسی رباب کو مزید سلگا گئی تھی۔ ارتضی بائیں جانب اپنے کیبن کی طرف مڑ گیا تھا جبکہ زرش سیدھی آگئی تھی سامنے کھڑی رباب کو دیکھا تو خوشدلی سے ہیلو کیا تھا۔

"ہائے۔" رباب کا انداز زرا پھیکا تھا۔ارتضی کے ساتھ کسی اور کو دیکھنا کتنا سوہانِ روح تھا۔

"تم نے اس بار پرفارم نہیں کیا فنکشن میں۔" زرش نے پوچھا تھا۔

"نہیں۔" صاف جواب آیا تھا۔

"اچھا۔۔میں تو پکا اس بات فنکشن بہت انجوائے کرنے والی ہوں۔کیونکہ سر ارتضی میرے ساتھ ہونگے سارے فنکشن کے دوران۔۔بہت کئیرنگ اور فرینڈلی ہیں سر" زرش نے کہا تھا۔رباب کے کانوں سے مانو دھواں نکل رہا تھا۔

"اچھا۔پوچھا ہے میں تم سے۔جاؤ بی بی کام کرو اپنا جا کے۔" رباب اسکو کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔

"ہنہ کئیرنگ اور فرینڈلی۔ارتضی بچ جائیں مجھ سے آپ۔" رباب دل ہی دل میں ارتضیٰ کو مخاطب کرتی اسکے کیبن کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"بات کرنی ہے مجھے آپ سے۔" ارتضی کے کیبن کا دروازہ بلا اجازت کھول کے وہ اندر جا کے لٹھ مار انداز میں بولی تھی۔ارتضی نے سر اٹھا کے اسکو دیکھا تھا جسکا موڈ از حد خراب لگ رہا تھا۔

"پہلی بات رولنمبر ٹوئنٹی ٹو یہ میرا کیبن ہے۔میں یہاں ٹیچر ہوں اور آپ سٹوڈنٹ۔تو تمیز کا مظاہرہ کریں۔بلا اجازت اندر آنا سختی سے منع ہے۔یہ ہمارا

بیڈروم نہیں ہے اور نہ ہی میں نے یہاں اپنے رشتے کی تشہیر کی ہے ۔" ارتضی نے سرد لہجے میں کہا تھا۔

"مگر میری بات تو سن لیں آپ ۔۔" رباب نے کہا تھا۔مگر ارتضی نے اسکی بات کاٹ دی تھی۔

"دوسری بات میں اس وقت کسی فضول گوئی کو سننے کے موڈ میں نہیں ہوں ۔جائیں اب آپ ۔" ارتضی نے رکھائی سے کہا تھا۔ایک پل کو رباب سن رہ گئی تھی۔اسکو اس رویے کی امید نہیں تھی ارتضی سے ۔وہ جو پہلے دل برداشتہ تھی اب ارتضی کے یوں مخاطب کرنے پہ آنکھوں میں نمی لئے واپس مڑ گئی تھی۔اب وہاں رکنے کی ہمت نہ تھی تو فوراً گیٹ سے باہر نکل آئی تھی ۔یوں ہی سڑکوں پہ پھرتی رہی کچھ دیر پھر جب وقت کا احساس ہوا تو وہ سنبھالی تھی۔

"اف میں گھر کیسے جاؤں گی اب ۔آنٹی کو تو میں بول دیا تھا کہ وہ فکر نہ کریں میں آدھے گھنٹے میں انتظام کر کے پہنچ رہی ہوں ۔مجھے تو راستوں کا بھی نہیں پتہ ۔" رباب نے سڑکوں پہ بھاگتی دوڑتی گاڑیوں میں نظر ڈال تھی۔

"انکل ۔۔ہاں انکل کو کال کرتی ہوں ۔" رباب نے اگلے پل ہی اپنا موبائل نکال کے نمبر ڈائل کیا تھا۔ان سے بات کرنے کے بعد اسنے کال بند کی تھی ۔رباب نے سکھ کا سانس لیا تھا۔کیونکہ انکل ڈرائیور پاس ہی تھے کہی ۔ٹھیک

سات منٹ بعد وہ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔تیس منٹ کے اندر اندر وہ بیکری سے سامان سے لدی پھدی گھر داخل ہو گئی تھی۔

"شکر ہے تم آگئی بیٹا۔بس اچانک سے ان لوگوں کی کال آگئی تھی کہ وہ تحریم کو دیکھنے آرہے ہیں۔میرے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے اوپر سے ارتضی کال نہیں تھا اٹھا رہا۔وہ ہے کدھر؟نظر نہیں آرہا۔"فہمیدہ نے رباب کو ساتھ لگاتے پوچھا تھا۔کچھ دیر پہلے فہمیدہ بیگم نے رباب کو کال کر کے بتایا تھا تو وہ ارتضی کو اس ہی بارے میں بتانے آئی تھی مگر ارتضی نے ایک نہ سنی۔

"وہ۔۔وہ مصروف تھے کچھ۔تو میں ہی آگئی ہوں۔وہ کچھ دیر میں آجائے گے۔"رباب نے کہا تھا۔

"بیٹا تم اکیلی کیسے آئی ہو۔اف توبہ اس لڑکے نے تمہیں اکیلے بھیج دیا۔"فہمیدہ نے غصے سے کہا تھا۔

"نہیں میں ڈرائیور انکل کے ساتھ آئی ہوں۔آپ غصہ نہ کریں۔آپ بتائیں تحریم آپی اور حفصہ کدھر ہیں۔"رباب نے کہا تھا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہیں۔تم بھی جا کے فریش ہو لو۔وہ لوگ کچھ ہی دیر میں آنے والے ہونگے۔"فہمیدہ بیگم نے اسکے گال پیار سے تھپکتے ہوئے کہا تھا۔

رباب سارا کام سنبھال رہی تھی اپنے پھوہڑپن کے باوجود۔مگر فہیدہ بیگم کی ہدایات کے مطابق وہ ہر چیز مینج کر رہی تھی۔ حفصہ تو رات سے بیمار پڑی تھی ۔اب سارا کام رباب کے سر پہ تھا۔ فہمیدہ بیگم کبھی کچن کا راونڈ لگاتی کبھی کچن میں جاتی ۔جہاں رباب اپنے ہنر آزما رہی تھی ۔ جیسے تیسے وہ ہدایات پہ عمل کر کے اور کچھ انٹرنی سے ہیلپ لے کے ریڈی میڈ چیزیں اور چائے بنانے میں کامیاب ہو گی تھی۔ تحریم رباب کی منتیں کر کے رہ گئی تھی کہ اسکو ہیلپ کرنے دیں مگر رباب نے اسکو کچن سے نکال باہر کیا تھا۔کہی اسکے کپڑے نہ خراب ہو جائے۔

"اچھی ٹھیک ہے مرضی کرو اپنی ۔"تحریم بھی منہ پھلا کے باہر کو لپکی ۔

"آپی لویو۔"رباب نے پیچھے سے ہانک لگائی تھی۔ تحریم ہنس دی تھی۔رباب کو کبھی ان لوگوں نے یہ محسوس نہ ہونے دیا تھا کہ وہ سسرال میں آئی ہے اسکے میکہ والا ماحول تھا۔مگر ارتضی ساس والا رول باخوبی ادا کرتا تھا۔

مہمان تو چلے گئے تھے لڑکی بھی پسند آگئی تھی۔رباب فہمیدہ آنٹی کو انکے کمرے میں چھوڑ آئی تھی کہ وہ اب ریسٹ کریں کچن میں آنے کی ضرورت نہیں ہے ۔جب کچن میں آئی تو تحریم کچن سمیٹ رہی تھی۔ہر کیبن کھلا اور الٹا پڑا تھا۔برتنوں سے لے کے مصالحہ جات تک کے ڈبے کھلے پڑے تھے۔سینک میں بھی برتنوں کی بھرمار تھی۔

"آپ کیا کر رہی ہیں ادھر؟" رباب نے تحریم سے پوچھا۔

"کام کر رہی ہوں تم جا کے اب آرام کرو۔" تحریم نے کہا تھا۔

"نہیں آپ جا کے پہلے حفصہ کو دیکھ کے آئے۔" رباب نے کہا تھا۔

"اچھا میری ماں۔" تحریم نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ اسکے جاتے ہئ رباب نے ایک نظر بکھرے کچن پہ دوڑائی تھی۔

"اف کیسے کرونگی۔ واقعی ہی میں بہت بکھیڑا کرتی ہوں۔" رباب بڑبڑائی۔ ابھی اسکو کام کرتے دو منٹ ہی گزارے ہوں گے جب آندھی طوفان بنا ارتضی اندر داخل ہوا تھا۔

"کس سے پوچھ کے تم اکیلی آئی ہو یونیورسٹی سے۔ میں تمہیں ہزار بار سمجھا چکا ہوں مگر تمہاری سمجھ میں بات نہیں آتی۔ ایسی کونسی قیامت آگئی تھی جو تمہیں ابھی گھر آنا تھا۔ اپنا دماغ واپس زمین پہ لے آئے آپ ملکانی نہیں ہے نہ ہی یہ ملکوں کی حویلی ہے جہاں مہارانی کے لئے الگ سے ڈرائیور رکھا جائے۔" ارتضی نے رباب کا بازو سختی سے جکڑا ہوا تھا۔ رباب اس اچانک افتادہ پہ گنگ تھی۔ ارتضی کا صبح کا رویہ ابھی نہ بھولی تھی اب یہ الفاظ۔

"اب جواب دو میری بات کا۔ سیل کدھر ہے تمہارا میں مسلسل دو گھنٹے سے تمہیں کالز کر رہا ہوں۔ مگر ملکہ عالیہ کے پاس وقت نہیں ہے۔" ارتضی مسلسل

اس پہ برس رہا تھا۔ تبھی ایک نظر اردگرد دوڑائی تو صفائی پسند ارتضی کا پارہ آسمان کو چھو گیا تھا۔

"یہ کیا حالت بنائی ہے تم نے کچن کی ۔کس نے بولا تھا تمہیں کچن میں آنے کو ۔بولو۔ملکانی صاحبہ یہاں نوکروں کی ریل پیل نہیں ہے جو بھی کرنا ہے خود سے کرنا ہے ۔مجھے پورا کچن صرف پانچ منٹ میں تیار چاہئیے ۔" ارتضی کا غصہ کسی صورت کم نہ ہو رہا تھا۔

"ارتضی کیوں چیخ رہے ہو تم ۔" فہمیدہ بیگم نے ارتضی کی اونچی آواز سنی تو بھاگتی آئی تھی۔

"کارنامے سن لیں زرا اسکے آپ ۔اور یہ دیکھیں کچن کا حال ۔آپ کو کس نے کہا تھا ان ملکہ عالیہ کو کچن میں بھیجیں ۔انکو پانی تک کا گلاس ملازم پیش کرتے ہیں ۔" ارتضی شروع ہو چکا تھا۔رباب کا چہرہ مارے ضبط کے سرخ پڑ گیا تھا۔اسکو کسی نے آج تک اونچی آواز بھی بلایا تک نہ تھا۔

"بس کرو ارتضی تم ۔ایک تو بچی صبح سے ہلکان ہو رہی ہے اور تم ہو کے اسکو سنا رہے ہو۔تحریم کو دیکھنے آئے تھے کچھ لوگ ۔میں تمہیں اتنے فون کئے تم نے ایک بھی نہیں اٹھایا میں پھر رباب کو کال کی ۔یہ وقت پہ سارے سامان کے ساتھ موجود تھی۔تب سے یہاں کچن میں ہلکان ہو رہی ہے اور تم نے اسکو

آتے ہے بے نقط سنانی شروع کر دیں ہیں ۔"فہمیدہ بیگم نے اسکو گھورتے ہوئے کہا تھا۔جو اصل بات سننے میں مگن تھا۔رباب کا آنسو ٹوٹ کے اسکی ہتھیلی پر گرا تھا۔جس کو اسنے فوراً صاف کیا تھا۔

"آنٹی آپ باہر چل کے بیٹھیں ۔میں کچن صاف کر کے آپکے لیے لنچ لاتی ہوں ۔"رباب نے ارتضی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بس کرو بچے اب تھک جاؤ گی ۔"فہمیدہ بضد ہوئی ۔

"بس میں یہ بکھیرا سمیٹ دوں ۔میں نہیں چاہتی کسی کو میری وجہ سے کچھ برداشت کرنا پڑے ۔آپ چلیں میں آتی ہوں ۔"رباب نے ارتضی کی بات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا۔ارتضی کی اب سمجھ میں نہیں تھا آرہا تھا کہ وہ اندر ہی رہے یا کمرے میں جائے ۔یا رباب سے بات کرے ۔وہ چند منٹ وہی کھڑا رباب کو چیزیں واپس انکی جگہ پہ رکھتا دیکھتا رہا تھا ۔رباب یوں مگن تھی جیسے وہ اکیلئ ہو یہاں ۔ارتضی نے اسکو دیکھا تھا۔پھر سر جھٹکتا باہر نکل گیا تھا۔تحریم ارتضی کا لنچ تھوڑی دیر بعد آ کے اسکے کمرے میں دے گئ تھی مگر رباب نے کمرے میں پاؤں نہیں دھرا تھا۔

عناب غصے سے بھری انیکسی میں گھوم رہی تھی ۔ملازم اسکا سامان اٹھا اٹھا کے "ملک پیلس "میں لے کے جا رہے تھے۔ جیسے ہی اسکو پورچ میں گاڑی رکھنے کی آواز آئی وہ بھاگتی ہوئی انیکسی سے نکلی تھی اور پیلس کے اندر کا رخ کیا تھا۔آرب اپنے روم میں جا چکا تھا۔عناب بھی اسکے پیچھے لپکی۔

"ملک صاحب اب آپکا کونسا نیا ڈرامہ چل رہا ہے ۔"عناب اندر داخل ہو کے چیخی تھی۔کوٹ اتارتے آرب کا ہاتھ رکا تھا۔وہ آہ بھرتا اسکی طرف رخ کرتا بیڈ پہ گرنے کے سے انداز سے بیٹھا تھا۔

"اف اب اس ملک نامے کو جھیلنا پڑے گا ۔خدایا۔۔"آرب بڑبڑایا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں ۔اونچی بولیں ۔"عناب نے پوچھا تھا۔

"کچھ بھی نہیں میری کیا مجال۔آپ فرمائیں ملکہ عرب اب کیا کیا میں بندہ ناچیز نے ۔آپکی شان میں کوئی گستاخی کر دی ہے۔؟؟"آرب نے اسکے غصیلے موڈ کو دیکھ کے کہا تھا۔

"میرا سارا سامان آپ کے گھر کیوں شفٹ کر رہے ہیں یہ لوگ ۔آپ نے اس دھوکے کے لیے شادی کی تھی مجھ سے۔"عناب نے پوچھا تھا۔

"ایکسیکوزمی یہ میرا نہیں ہمارا گھر ہے میڈم ۔ اور آپکو ایک دن یہی آنا تھا تو دیر کیا اور جلدی کیا ۔ اور رہی بات دھوکے کی تو کونسا دھوکہ ۔۔" آرب نے استفسار کیا تھا۔

"دھوکہ پہلے شادی کی اب یوں میری اجازت کے بغیر میرا سامان یہاں کیوں لایا جا رہا ہے ۔" عناب نے جتاتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"چہ چہ ۔۔ کیسی بیوی ہو تم ۔ لوگوں کی بیویاں تھکے ہارے شوہر کے آگے پیچھے گھومتی ہے اور ایک تم ہو کہ آتے ہی کٹھرے میں کھڑا کر دیا ہے ۔" آرب اٹھ کے اسکے پاس آیا تھا اور اسکا ہاتھ پکڑ کے کہا تھا۔ ایک پل کو عناب کو خود پہ غصہ آیا مگر اگلے ہی پل وہ پھر بپھری ۔

"دیکھیں اپنے ملازموں سے بولیں کہ میرا سامان واپس انیکسی میں رکھیں ورنہ ۔۔" عناب نے وارن کیا تھا۔

"ورنہ کیا ۔۔ دھمکاتی بہت ہو ایک تم ۔" آرب نے کہتے ساتھ ہی اپنا چہرہ اسکے بالوں میں چھپا لیا تھا۔ عناب اسکی ہمت پہ دنگ رہ گئی تھئ۔ اور آرب اسکے بالوں سے آنے والی خوشبو کو اپنے اندر اتار رہا تھا۔

"کیا۔۔کیا کر رہے ۔۔ہیں ۔۔پیچھے ہٹیں ۔" عناب نے اسکو پرے دھکیلا تھا۔آرب سرد آہ خارج کرتا پیچھے ہٹا تھا۔اسکی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی جو اسکی تھکن کی گواہ تھیں ۔

"عناب کل پھوپھو پاکستان سے آرہی ہیں ۔انکو ہمارے نکاح کا علم ہے ۔بلکہ ان کی مرضی سے ہی یہ نکاح ہوا تھا۔بابا اور پھوپھو جانتے ہیں اس بارے میں ۔اسلئیے میں چاہتا ہوں کہ وہ جب آئیں تو تم انکے سامنے ہو ۔"آرب نے اپنی عرضی پیش کی تھی۔

"اب وہ طلاق کروانے آرہی ہونگی ناں ۔"عناب کے لہجے میں زہر اگل پڑا تھا۔آرب کا دل اس لفظ کی ادائیگی پہ کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

"شٹ اپ عناب ۔فضول باتیں مت کیا کرو ۔"آرب غصے سے چلایا تھا۔

"تو آپکو امید ہے کہ میں آپکی پھوپھو کی خاطر کروں ۔ملک صاحب تو یہ آپکی خوش فہمی ہے ۔میں ان سے ملنے تک نہیں آؤں گی ان کے ساتھ رہنا تو بہت دور کی بات ہے۔"عناب کا ملکوں سے نفرت کا غبار پھر اس پہ حاوی ہو گیا تھا۔آرب ضبط کے مراحل سے گزر رہا تھا۔

"اوہ ۔۔بہت جلد تم تو اپنے محسن کو بھول گئی عناب ۔مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔ "آرب کو دکھ ہوا تھا۔

"ہنہ ملک اور محسن۔البتہ آپ لوگوں نے دشمنی خوب نبھائی ہے۔۔اور تو ۔۔"عناب کی بات پوری نہیں ہوئی تھی جب آرب چیخا تھا۔

"بس عناب ۔۔تمہیں سحرش پھوپھو کے بارے میں فضول باتیں کہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"آرب نے اسکوٹوکا تھا۔جبکہ عناب سحرش کے نام پہ چونکی تھی۔وہ ملکوں کے نام پہ اپنے حواسوں میں نہ رہتی تھی مگر یہ نامُ۔۔

"سحرش پھوپھو ۔۔مطلب بڑی آپا ۔۔وہ آپ کی پھوپھو کیسے ہو سکتی ہیں بھلا ؟؟"عناب نے الجھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"دل تو کر رہا ہے کہ ہاتھ پکڑ کے تمہیں باہر نکال دوں ۔مگر یہی دل مجھے پھر تمہارے سامنے خوار کروا رہا ہے ۔"آرب نے ہارے انداز میں کہا تھا۔

"بتائیں مجھے پلیز۔کیا وہ بڑی آپا ہیں ۔"عناب نے بے صبری سے پوچھا تھا۔عناب نے اپنا ہاتھ آرب کے بازو پہ دھرا تھا۔

"افف کیا کروں میں تمہارا۔میں کس کا بیٹا ہوں ۔"آرب نے عناب سے پوچھا تھا۔

"اب اپنے خاندان اور حسب و نسب کا مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں ۔"عناب بگڑی ۔

"عناب ۔۔" آرب نے اسکو ڈانٹا ۔ اسکو عناب اس روپ میں چاہیے تھی جو اسکی فیملی کو بھی پیار کرے ۔مگر یہ عناب تو ملکوں کے بارے میں بھری پڑی تھی۔

"ملک مجتبی کے ۔"عناب نے لٹھ مار انداز میں کہا ۔

"مجھے زیادہ خوشی ہوتی اگر تم انکل مجتبی کہتی ۔خیر بڑی آپا انکی بہن ہیں ۔ مطلب میری پھوپھی۔اور تمہاری خیر خواہ ۔جہنوں نے تمہارا ساتھ دیا۔۔۔اور ۔"آرب کچھ اور بھی کہتا مگر عناب کے بہتے آنسو کو دیکھ کے وہ رک گیا۔

"وہ۔۔وہ بڑی آپا۔۔۔بہت اچھی ہیں ۔مجھے لگا۔۔آ۔۔آپ کسی اور کی بات کر رہے ہیں ۔پتہ ہے وہ مجھے سمجھتی تھی ۔میں کچھ نہ بھی کہتی تھی مگر وہ مجھے سمجھ جاتی تھی۔۔وہ ایک وہ ہی ہیں جو میرے ماضی کی ہمراز تھیں ۔میرا ماضی ۔۔۔"عناب نے سسکی بھری تھی۔

"شش چپ ۔بس ۔۔بس۔"آرب نے اسکو ساتھ لگا لیا تھا۔اور وہ روتی جا رہی تھی۔آج عرصے بعد ماضی کے تلخ یادوں کی کھڑکی کھلی تھی جس اے آتی گرم ہوائیں اسکو رولا رہی تھی۔آرب بھی اسکے ایک ایک لمحے سے واقف تھا۔اس راز میں بڑی آپا نے ہی آرب کو اپنا ہمراز بنایا تھا۔آرب جو عناب کو شروع سے ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا یہ سب سننے کے بعد کب اسکی ہمدردی

اس سے پیار میں بدلی وہ نہیں جانتا تھا۔آرب نے اسکو قیمتی متاع کی طرح سمیٹ لیا تھا۔

رباب صاحبہ ابھی بھی کمرے میں نہ آئی تھی ۔ارتضی کو رہ رہ کے خود غصہ آرہا تھا۔حفصہ کا خیال آیا تو وہ اسکے پاس جانے کو اٹھ گیا تھا۔غصہ خود پہ شدت اختیار کر گیا تھا کہ وہ آجکل سب بھولنے لگ گیا تھا۔حفصہ کے کمرے میں پہنچا تو یہاں رونق لگی ہوئی تھی۔رباب سبکو ہنسانے میں لگی تھی۔تحریم بیڈ کے پاس رکھی کرسی پہ بیٹھی تھی اور رباب اور فہمیدہ بیگم بیڈ پہ بیٹھی ہوئی تھی۔

"اسلام علیکم بھائی کیسے ہیں ؟"حفصہ نے اسکو دروازے میں کھڑا دیکھ کے کہا تھا۔رباب کی مسکراہٹ بند ہوئی فوراً ۔ارتضی اس وقت بلیک ٹراوزر شرٹ میں ملبوس تھا اوپر جیکٹ پہنا ہوا تھا۔وہ ہنستا ہوا حفصہ کے پاس آیا ۔اسکو پیار کیا اور اسکا بخار چیک کیا۔

"کیسی ہے میری پرنسز۔"ارتضی نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"اب پہلے سے بہت بہتر ہوں ۔"حفصہ نے خوبرو بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"گڈ۔"ارتضی نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"میرے آنے پہ آپ سب لوگ خاموش کیوں ہو گئے ہیں۔" ارتضی نے کن اکھیوں سے رباب کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہم پہلے کونسا بول رہے تھے۔یہ تو آپکی زوجہ اپنی کہانیاں سنا سنا کے ہنسا رہی تھیں۔" تحریم نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔رباب نے پہلو بدلا تھا۔

"اچھا۔۔تو میرے آنے پہ کیا ہو گیا ہے۔" ارتضی کی دلچسپی بڑھی۔

"آنٹی آپکی میڈیسنز لے کے آؤں۔" رباب نے ارتضی کی بات کو اگنور کر کے فہمیدہ بیگم سے پوچھا تھا۔

"ارے نہیں بیٹا ابھی۔پہلے ہی منہ بدذائقہ ہوا پڑا ہے۔" فہمیدہ بیگم نے منہ بنایا

۔

"ایسے کیسے۔دوائی تو آپ کو لینی ہو گی۔" رباب نے روعب جھاڑا۔ارتضی آج اسکا یہ انوکھا روپ دیکھ رہا تھا۔

"اچھا مگر ابھی نہیں۔کچھ دیر بعد۔" فہمیدہ بیگم نے ہار مانی۔

"کہیں باہر چلیں۔کیوں حفصہ پیزا کھانا ہے ناں۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"ہاں ہاں بھائی ضرور۔چلو رباب بھابھی تیار ہو جائیں۔" حفصہ نے رباب کو بھی گھسیٹا۔ارتضی کی چال کامیاب ہوئی۔

"نہیں حفصہ تم چلی جاؤ۔ میرا دل نہیں کر رہا ہے۔ تم ہو آو۔ تم فریش بھی ہو جاؤ گی۔" رباب نے ہنستے ہوئے حفصہ کو کہا تھا۔

"پھر میں ایسے نہیں جاؤں گی۔" حفصہ نے بھی صاف جواب دیا۔

"گھر منگوا لیتے ہیں پھر۔ میں آرڈر کر دیتا ہوں۔" ارتضی نے کہتے ساتھ اپنا سیل نکالا تھا۔

"ہاں بیٹا یوں کر لو۔ ویسے بھی سردی بہت ہے باہر۔" فہمیدہ بیگم نے کہا تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔" رباب نے کہا تھا۔ موبائل پہ چلتا ارتضی کا ہاتھ ایک پل کو تھما تھا۔

"تمہیں تو میں اب ساتھ لے کے جاؤ گا۔ چلو اٹھو۔ ماما ہم لوگ تھوڑے دیر میں آ رہے ہیں۔۔۔" ارتضی نے کہتے ساتھ ہی اسکی سائیڈ پہ آ کے اسکو بیڈ سے اٹھایا تھا۔ اور اسکے احتجاج کے باوجود اسکو گھسیٹتا گاڑی تک لے آیا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟؟ دماغ ٹھیک ہے آپکا۔" رباب چیخی۔

"نہیں ٹھیک دماغ میرا۔ تم نے ہی صبح سے میرا دماغ خراب کیا ہوا ہے اب بھگتو۔" ارتضی نے اسکو گاڑی میں پٹخا تھا۔

"دیکھیں ارتضی سر آپ میرا دماغ نہ خراب کریں۔" رباب چیخی۔

"ارتضی سر؟؟؟انٹرسٹنگ۔بائے دا وائے یہاں میں آپکا سر نہیں ہوں

۔مسز"ارتضی نے اسکا پھولا منہ دیکھ کے کہا تھا۔

"میرے لیے آپ ہر جگہ سر ہی ہیں اور رہیں گے۔آج صبح کا پورا اخبار نامہ مجھے

ازبر ہے۔"رباب نے آخری بات منہ میں کہی تھی۔

"منہ بنا کے کیوں بیٹھی ہو صبح سے۔"ارتضی نے گاڑی کو مین روڈ پہ لاتے

ہوئے رباب سے کہا تھا۔

"میری مرضی جو مرضی کروں۔آپکو کیا پڑی ہے میرے منہ کی۔"رباب نے کہہ

کے اپنا رخ کھڑکی کی طرف موڑا تھا۔

"میں تمہیں کالز کر کر کے پاگل ہو گیا تھا مگر مجال ہے جو تم نے میری ایک بھی

کال کا جواب دیا ہو۔"ارتضی نے صلح جو انداز میں کہا تھا۔

"کیوں مجھے کیوں کالز کی تھیں۔اس زرش نے نمبر نہیں دیا اپنا۔"رباب نے

تنک کے کہا تھا۔اصل وجہ زبان پہ آ ہی گئی تھی۔ارتضی پورے کا پورا اسکی

طرف گھوما تھا۔اسکے تاثرات دیکھ کے ارتضی بے ساختہ ہنسا تھا۔

"مطلب کہ میری بیوی اپنے شریف النفس شوہر پہ شک کر رہی ہے۔اگر

دوسرے الفاظ میں کہا جائے تو تم جیلس ہو رہی تھی۔"ارتضی نے انجوائے

کرتے ہوئے کہا تھا۔

"دیکھیں مسٹر ارتضی پہلی بات شریف النفس کس کو کہا ہے ؟؟اور جیلس اور میں ہوں ۔۔یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔" رباب کونسا کم تھی۔

"تو زوجہ محترمہ ابھی تک میری شریف النفسی پہ شک ہے ؟؟ٹھیک ۔۔" ارتضی نے ہونٹ سکیڑے تھے۔رباب نے بلند آواز میں کہا تھا۔

"ہاں ۔" ارتضی نے اسکو گھورا۔

"تو ٹھیک ہے اب سے میں شرافت کا لبادہ اتار پھینکوں گا ۔اب جب تمہیں میری شرافت ہضم نہیں ہو رہی تو دوسرا روپ تو دیکھانا پڑے گا ناں ۔" ارتضی نے اسکو دیکھتے ہوئے کہا تھا ساتھ ہی آنکھ دبائی تھی۔رباب کا منہ o کی شکل میں کھل چکا تھا۔

"میں مانتا ہوں کہ میں ٹینشن میں کچھ زیادہ بول گیا تھا۔زیادہ نہیں بلکہ بہت زیادہ ۔۔پتہ نہیں کیا کیا فضول باتیں ۔مجھے پتہ ہے کہ تمہیں دکھ ہوا ہو گا ۔حالانکہ تم تو اپنے کام کر رہی تھی۔اوپر سے آ کے میں نے اپنی بھڑاس تم پہ نکال دی ۔" ارتضی نے کہتے ساتھ رباب کو دیکھا تھا جسکی آنکھیں برسنے کے لئے تیار تھیں ۔

"رباب ۔۔پلیز رباب ۔۔" ارتضی نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کے اسکو خاموش کروانے کی کوشش کی تھی۔

"جب میں وہ فضول میں سب بول رہا تھا تو مجھے تم چپ کروا دیتی۔مگر تم نے بھی تو چپ کی چادر اوڑھ رکھی ہے۔"ارتضی نے کہا تھا۔

"مجھے گھر جانا ہے ۔"رباب نے کہا تھا۔

"یار پیزا تو کھا لو اب۔ویسے تو پیزا پہ جان جاتی ہے۔۔"ارتضی نے اسکا موڈ بحال کرنے کو کہا تھا۔

"نہیں نوازش آپکی۔پہلے ہی کس نے مجھے کہا ہے کہ میں اب ملکانی نہیں رہی ہوں جس کے نازو نخرے اٹھائے جائیں ۔"رباب نے صبح والی بات پہ طنز کیا تھا۔

"چلو کم از کم چپ تو ٹوٹی ۔چاہے طنز کے تیر اچھال رہی ہو ۔"ارتضی نے مڑ کر سے پیچھے کی طرف دیکھا تھا۔

"چپ ہی اچھی ہے بولتی اچھی جو نہیں لگتی میں آپکو ۔"رباب نے منہ پھلا کے کہا تھا۔اس بار ارتضی خاموش رہا تھا۔

"اب بولیں بولتے کیوں نہیں ہیں ۔اور یہ کدھر ہم گول گول گھومی جا رہے ہیں ۔پیزا ہٹ اتنی دور بھی نہیں ہے ۔"رباب چڑی تھی ۔ارتضی نے تیزی سے گاڑی کو دوسری لین میں موڑا تھا۔تبھی مخالف سمت میں انکے برابر دو موٹر سائیکل سوار کا موٹر سائیکل سامنے لگے کھمبے سے ٹکرایا تھا اور دونوں خون سے

لت پت پڑے تھے۔رباب نے سارا واقع اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ٹریفک کا سسٹم بھی رکا۔لوگ متوجہ ہوئے۔ان موٹر سائیکل سواروں کا چھپایا گیا اسلحہ اردگرد روڈ پہ بکھر گیا تھا۔

"اللہ۔۔۔ارتضی رکیں۔دیکھیں کس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔بیچارے۔"رباب نے دکھی انداز میں کہا تھا۔ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"دنیا کی پہلی عورت ہو گی تم جو اپنے شوہر پہ حملہ کرنے والوں کو "بیچاروں "کا خطاب دے رہی ہے۔اگر میں ایک لمحے کی تاخیر کئے گاڑی کو نہ ہٹاتا تو تم بیوہ ہو چکی ہوتی۔"ارتضی نے اسکی کانوں میں بم پھوڑا تھا۔ارتضی اتنے میں موبائل پہ کسی سے رابطہ کر چکا تھا۔اور حالات سے آگاہ کر رہا تھا۔اسنے فون رکھ کے رباب کی طرف دیکھا جو ساکن بیٹھی ہوئی تھی۔ڈری سہمی۔مگر اب ارتضی کے کندھے سے جیکٹ کو رباب نے مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔اس سے پہلے کہ ارتضی اسکو تسلی دیتا اسکا فون بج اٹھا تھا۔

"جی انکل۔آپ پریشان نہ ہوں۔میں بھی ٹھیک ہوں اور رباب بھی۔"ارتضی نے رباب کی جانب دیکھا تھا جو ضبط کے مراحل سے گزر رہی تھی۔

"جی اس بار غلطی ہو گئی۔آئندہ دھیان رکھوں گا۔رباب ساتھ تھی مجھے اسکی زیادہ فکر تھی۔آپ فکر نہ کریں ہم دونوں ٹھیک ہیں۔میں ڈی ایس پی کو انفارم کر

چکا ہوں ۔" ارتضی نے آگاہ کیا تھا۔دوسری طرف مجتبی صاحب تھے۔دو چار باتوں کے بعد فون بند کر دیا تھا۔اور رباب کے ہاتھ کو پکڑا تھا جو ارتضی کے کندھے پہ پڑا سرد ہو چکا تھا۔

"رباب ریلیکس ۔میں پاس ہوں ناں تمہارے ۔کچھ بھی نہیں ہو گا ۔" ارتضی نے اسکا ہاتھ دباتے کہا تھا۔

"کیا وہ شاہ کے آدمی تھے ؟؟"رباب منمنائی تھی۔گلے میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا تھا۔

"ہاں ۔مگر ۔۔" ارتضی نے اسکو کہا تھا ۔ساتھ ہی وہ سامنے سڑک پہ بھی متوجہ تھا۔اور رباب کے آنسو چھلک پڑے ۔

"رباب میں اس وقت تمہیں سیفٹی سے گھر لے کے جانا چاہتا ہوں تو پلیز رو کے میرا امتحان نہ لو۔آنسو صاف کرو اپنے ۔" ارتضی نے کہا تھا۔مگر دوسری طرف رونے میں شدت آئی۔

"رباب پلیز۔۔میں پہلے ہی فکر مند ہوں ۔" اب کے ارتضی نے کہنے کے ساتھ اسکے آنسو بھی پونچھ ڈالے تھے۔

پانچ منٹ کی ڈرائیو کے بعد گھر پہنچ چکے تھے۔پورچ میں گاڑی کھڑی ہوئی تو ارتضی بولا تھا۔

"رباب گھر میں اس بارے میں کسی کو پتہ نہیں لگنا چاہئے۔کل کورٹ میں ہیرنگ ہے برائی کا خاتمہ خود بخود ہو جائے گا۔ناؤ چئیر اپ۔"ارتضی نے اسکے آنسو صاف کے اسکے گال تھپتھپائے تھے۔

عناب ملک مینشن میں آچکی تھی۔کچھ ہی دیر میں بڑی آپا گھر آرہی تھیں۔عناب کو تیار ہونے کا آرڈر مل چکا تھا۔وہ جلتی بھنتی اندر آئی تھی یہ کمرہ کیا پورا ہال تھا جہازی سائز بیڈ سمیت صوفے اور بہترین چیزوں سے آراستہ کمرہ تھا۔ہر چیز سے نفاست اور ذوق کا پتہ لگ رہا تھا۔
عناب کی نظر بیڈ پہ پڑی تو ایک بڑا سا ڈبہ پڑا ہوا تھا۔عناب آگے بڑھی تو ڈبے کو دیکھا تھا۔"فار مسز ملک"کی چیٹ باکس کے اوپر لگی ہوئی تھی۔
"اُفف ملک ملک۔"عناب چڑی۔عناب نے کھول کے دیکھا تھا اندر ایک خوبصورت بلیک گاؤن تھا۔ساتھ ایک بلیک سٹولر تھا۔
"دل تو کر رہا ہے کہ نہ پہنوں۔مگر میرا پاس اور کوئی اچھا کپڑا بھی نہیں ہے۔اب پتہ نہیں بڑی آپا کیا سوچیں۔"عناب روہانسی ہوئی۔دس منٹ وہ سوچ وبچار میں لگی ہی پھر صرف بڑی آپا کی خاطر دل کو سمجھاتی اٹھی اور پہن کے باہر آئی تھی۔

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئی تھی تو وہاں ایک میرون کلر کا باکس تھا۔ اوپر چیٹ لگئ ہوئی تھی۔

"فارمائے لو۔" عناب چڑی۔ باکس کھول کے دیکھا تو میک اپ باکسز تھے۔ اندر ایک چیٹ پڑی ہوئی تھی۔

"ہلکا پھلکا سا تیار ہو جانا۔ میری پھوپھو کو دلہن کے روپ میں ملنا ہے تم نے۔ منہ سوجا کے نہ بیٹھنا۔ ورنہ اس دن آفس میں جو سزا دی تھی ناں۔۔۔ آگے تم خود سمجھ دار ہو۔" عناب نے پڑھ کے چیٹ کو ہاتھ میں مڑوڑا تھا۔ اور ہاتھ بے ساختہ منہ پہ رکھا تھا۔

"اف اللہ کیا ہوتا جا رہا ہے مجھے۔ یہ شخص تو ہے ہی پاگل۔ مگر میری سوچ کیوں بدل رہی ہے۔" عناب کو نئی فکر لاحق ہوئی۔ ہلکا ہلکا میک اپ کر کے وہ اب اپنے گاؤن کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جس کا پچھلا گلا کافی ڈیپ تھا۔ اس نے اپنے بیگ میں سے پنز نکال کے اسکو سیٹ کیا تھا مشکل سے۔ تبھی آرب اندر داخل ہوا تھا۔ وہ سامنے شیشے میں عناب کو دیکھ کے مسمرائز ہو گیا تھا۔ شہد رنگ آنکھیں آج کوئی اور ہی کہانی عبادت کرنے پہ اکسا رہی تھیں۔ وہ جو روپ سہما ڈرا رہتا تھا آج سج سنوار کے ایمان کو ڈگمگا رہا تھا۔ بالوں کو ابھی جوڑے کی شکل میں جکڑا ہوا تھا۔

"اور لے کے آتو اپنی بیوی کو کمرے میں۔خود کو ہی مصیبت میں ڈال لیا ہے آرب ملک صاحب۔اب لڑو خود سے۔"آرب نے خود کو لتاڑا تھا۔

"مسز کیا ارادے ہیں آپکے۔اور کتنا وقت لینا ہے ریڈی ہونے میں۔آج رخصتی نہیں ہماری جویوں مجھ غریب پہ ظلم ہو رہا ہے۔"آرب نے اسکے پیچھے کھڑے ہو کے اپنے اور عناب کے عکس کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ۔۔آپ آ بھی گئے ہیں۔"عناب نروس ہوئی اسکی نظروں سے۔

"جی ملکہ عرب۔میں وہاں رہنے نہیں تھا گیا۔تمہاری پھوپھو ساس بھی آچکی ہیں۔"آرب نے اسے کہا تبھی اسکے کندھے پہ نظر پڑی تھی۔

"کیا واقعی ہی۔میں ان سے مل کے آئی ہوں۔"عناب جوش میں کہتی پلٹی تھی۔مگر آرب نے اسکو ایسا کرنے سے روکا اور اسکو سیدھا کیا تھا۔

"عناب یہ۔۔۔؟"آرب نے اسکے کندھے پہ بنے زخم کے نشان پہ ہاتھ کے اشارے سے پوچھا تھا۔عناب پوری جان سے کانپ اٹھی تھی۔ماضی پھر سانپ بن کے سامنے آگیا تھا۔جسم سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

ماضی۔۔یہ ماضی کب جان چھوڑے گا۔

اسکے میٹرک کے آخری پیپر سے ایک دن پہلے روٹی جلدی نہ پکانے پہ نیلم نے اسکے ہاتھوں پہ اور کندھے پہ گرم گرم چمٹا لگایا تھا۔

"ابھی تک کھانا نہیں بنا۔"نیلم ڈربے نما کچن میں آ کے چیخی۔

"ب۔بس آنٹی تھوڑی دیر۔"نابی نے کہا تھا۔

"کیا تھوڑی دیر۔میں دیکھ رہی ہوں تم پھر سے ہواوں میں اڑنے لگی گئی ہو۔"نیلم نے اسکی چٹیا کو پکڑا۔

"نہ نہیں۔بس یہ دیکھیں میں بس روٹی بنا رہی ہوں۔آپ تھوڑا صبر کریں۔"نابی نے انتظار کی جگہ گھبراہٹ میں صبر لگا دیا تھا۔

"زبان چلاتی ہو۔میں بے صبری ہوں کیا۔"نیلم کو صبر کا لفظ راس نہ آیا تھا۔روٹیوں والا چمٹا جو گھبراہٹ میں نابی نے چولہے پہ رکھ دیا تھا گرم ہو چکا تھا۔نیلم نے وہ ہی اٹھا کے اسکے ہاتھ پہ لگایا تھا۔نابی اس لوہے کی گرم سلاخ کے لگنے پہ چیخی اور پلٹی تھی جب نیلم نے اسکے کندھے پہ یہ ہی چمٹا رکھ دیا تھا۔نابی تو تڑپ کے رہ گئی تھی۔آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔۔

آنسو بہانے کے سوا اسکے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔جب اپنا باپ ہی آنکھوں پہ پٹی باندھ چکا تھا۔اب تو خیر وہ سامنے نہ تھا جب سامنے ہوتا تو بھی نوٹس نہ لیتا

تھا۔ وہ ساری رات روتی رہی تھی ۔ اپنے ناکردہ گناہوں کے عوض جو اس سزائیں مل رہی تھیں ۔

عناب نے سسکی لی ۔ آنسو ٹوٹ کے گال پہ پھسل رہے تھے۔ زخم بھر تو جاتے ہیں مگر جب ہرے ہوتے ہیں تو بہت رلاتے ہیں ۔ عناب بھی رو رہی
تھی۔ آرب ہوش میں آیا۔
اسکے تکلیف سے وہ بھی تڑپ اٹھا تھا۔ وہ عناب کے ماضی کے ہر پنے سے واقف تھا۔ سحرش پھوپھو سے اسکو سب معلوم پڑ گیا تھا۔ کتنی تکلیف سہی ہو گی عناب نے ۔ اس سوچ پہ وہ تڑپ پڑا تھا۔ آرب آگے بڑھا تھا۔ دونوں ہاتھ اسکے کندھوں پہ دھرے تھے ۔ آنسو بہاتی عناب کا عکس شیشے میں دیکھا تھا۔ اور اگلے ہی پل جھکتے ہوئے مقابل کو مسیحائی کے لمس سے روشناس کروا دیا تھا۔ عناب اس لمس کو محسوس کر کے خود میں سمیٹی تھی۔ وہ یہ توقع نہ کر رہی تھی۔ آرب نے اسکا رخ کندھوں سے پکڑ کے اپنے سامنے کیا تھا۔ آنسو چنے تھے ۔ اور اسکا یہ گھبرایا اور ڈرا روپ آنکھوں میں سمویا تھا۔
"اب تم مسز ملک ہو ۔ کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہیں دیکھ سکتا ۔ چھونا تو بہت دور کی بات ہے ۔ اب میں تمہاری آنکھ میں آنسو نہ دیکھوں ۔ آؤ

میرے ساتھ ۔"آرب اسکو کہتے سٹولر اسکے کندھے پہ لپیٹے ساتھ باہر لے آیا تھا۔جہاں اسکے ماضی کا ایک مہربان کندھے موجود تھا۔

گھر آکے وہ سیدھا اپنے کمرے میں گیا تھا۔اور پریشانی میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔رباب نے گھر والوں سے جا کے کہہ دیا تھا کہ وہ لوگ کسی ہٹ گئے ہی نہیں ۔آن لائن آرڈر گھر آتے ہی رباب نے کر دیا تھا۔بیس منٹ میں ڈیلیوری ہو گئی تھی۔حفصہ کا پیزا کھانے کا جوش دیکھنے کے لائق تھا۔فہمیدہ بیگم تو سو چکی تھیں ۔جبکہ تحریم حفصہ اور رباب جاگ رہی تھیں ۔رباب کچھ دیر میں اٹھ کے اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ارتضی صاحب بنا اس سے بات کئے ٹہل رہے تھے ۔ترتیب سے رکھی چیزوں کو دوبارہ ترتیب سے رکھ رہے تھے۔رباب نے شیلف پہ پڑی بکس کی ترتیب بگاڑی ۔ارتضی نے رباب سے کچھ کہے بغیر انکو ترتیب میں لگایا ۔رباب نے اسکے تاثرات کا جائزہ لیا مگر بات جاننے میں ناکام رہی ۔پھر اسنے ٹیبل پہ جان بوجھ کے جوتی والا پاؤں رکھا ۔
"رباب ۔"ارتضی نے کہتے ہوئے اسکو پاؤں وہاں سے ہٹوایا ۔
اب رباب نے بیڈ کی سائیڈ پہ آکے بیڈ پہ پڑے کشن ،بیڈ شیٹ اور سرہانے الٹ دئیے تھے۔

"کیا مصیبت ہے ۔۔کیوں کر رہی ہو یہ سب ۔۔" ارتضی کو غصہ آیا اب ۔

"آپ مجھے بتائیں کہ آپکو کیا ہوا ہے ؟؟کیوں یوں منہ بنائے گھوم رہے ہیں ۔" رباب اسکے مقابل کھڑی پوچھ رہی تھی ۔کچھ دیر پہلے والی ناراضگی غائب ہو چکی تھی ۔

"کچھ نہیں ۔اسے ٹھیک کرو اور تم سو جاؤ ۔" ارتضی نے اسکو کہتے ساتھ بیڈ شیٹ ٹھیک کرنے کا اشارہ کیا تھا ۔

"ایک شرط پہ ٹھیک کرونگی پہلے بتائیں ارتضی ۔" رباب نے اسکا بازو پکڑ کے ہلایا تھا ۔

"کیا بتاؤں ۔چین نہیں ہے ناں تمہاری جان کو ۔۔۔ سنو پھر ۔۔پہلے مجھ پہ حملہ کروایا گیا تھا ۔۔اب مجتبیٰ انکل کے وکیل کو قتل کروا دیا ہے شاہ فیملی نے ۔کل کورٹ میں پیشی تھی انکی سزائیں پکی تھیں مگر اب یہ چال چل دی انہوں ۔اب کیس پھر طویل ہو جائے گا ۔نیا وکیل آئے گا ۔پہلے ثریا کو مشکل سے بچایا ۔اسکو محفوظ جگہ پہ رکھا اور وہ عین وقت پہ ڈر کے ساتھ چھوڑ رہی تھی پھر اسکو سمجھایا ۔اب نیا کام ہو گیا ہے ۔یہاں کا سسٹم ہی نہیں ٹھیک ۔غریب اور کمزوریوں ہی سسکتا مرے گا ۔اسکے نصیب میں انصاف نہیں ۔سالہا سال کورٹ میں کیسز چلتے ہیں ۔فائلیں اپنے مدعیوں کے لئے انصاف مانگتی ماہ وسال کی گردش

میں دم توڑ جاتی ہیں ۔سفارش اور امیر ظالم وجابر حکمرانوں کے گھناونی چالوں کی گرد میں اٹی رہتی ہیں ۔غریب اور مفلس لوگ انصاف کے لیے بے یارومددگار کورٹ کچہریوں کے چکر کاٹتے کاٹتے اس جہاں میں انصاف کی امید لئے روانہ ہو جاتے ہیں ۔پھر ایسے سسٹم میں غریب طبقے میں باغی پیدا ہوتے ہیں ۔اور پھر ہم موردالزام ان غریب لوگوں کو ٹھہراتے ہیں اور انکو حقارت سے دیکھتے ہیں اور انکو خود سے اتنا دور کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے مسائل میں جکڑے غلط راستوں کے راہی بن جاتے ہیں ۔" ارتضی بولنے پہ آیا تو بولتا ہی گیا تھا۔رباب کو وہ بولتا اتنا پیارا لگا رہا تھا کہ اس نے دل ہی دل میں ہزاروں بار نظر اتار ڈالی تھی۔

"میری بی جان کہتی ہیں جو لوگ اچھے ہوتے ہیں ناں خدا انکو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔کامیابی انکا مقدر بنتی ہے ہاں انکو ڈھیروں آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔تو حوصلہ مت ہاریں سب ٹھیک ہو جائے گا ۔" رباب کو وہ پریشان کھڑا بلکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"ہاں جادو کی چھڑی ہیں ناں گھما کے سب ٹھیک ہو جائے گا ۔" ارتضی چڑا ۔وہ پیشانی کو مسلتا ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے کہ جب بھی کوئی پریشانی ہو تو ہر انسان کی لائف میں ایک ایسا بندہ ہوتا ہے جس کی موجودگی میں پریشانی جتنی مرضی بڑی ہو کوئی ڈر نہیں لگتا۔کیونکہ ایک بھروسہ ہوتا ہے اگر یہ انسان یہ ہے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔مگر اگر وہ انسان ہی یوں ہمت ہار دے تو سب کچھ ختم ہوتا لگتا ہے۔"رباب نے کہا تھا۔جتنی بڑی یہ پریشانی تھی رباب تو بلکل ہمت ہار جاتی مگر اسکو بھروسہ تھا ارتضی پہ۔کچھ وہ ارتضی کا موڈ فریش کرنا چاہ رہی تھی۔کیونکہ صبح یونی میں کام اور اسے وہاں نہ دیکھ کے جو اذیت اسنے جھیلی ہو گی۔اب کچھ دیر پہلے ہونے والا واقع اور اب رہی سہی کسر اس خبر نے پوری کر دی تھی۔

"اچھاااا۔یہ کون سی رباب بول رہی ہے؟؟میں تو کسی اور رباب سے واقف ہوں۔"ارتضی نے رباب کے اندر چھپا ڈر محسوس کیا چاہے وہ بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی۔وہ اسکے پاس آ کے بیٹھا تھا۔

"جی نہیں۔رباب صرف ایک ہی ہے۔"رباب اٹھلائی تھی۔

"بلکل رباب تو واقعی ہی ایک ہی ہے۔اور اس جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔اور وہ صرف میری ہی ہے۔"ارتضی بڑبڑایا تھا۔

"ایک بات تو بتائیں مسز ارتضی آپکی زندگی میں وہ کون ہے جسکی موجودگی میں بڑی بڑی سے مشکل کی بھی جرات نہیں ہوتی کہ وہ آپکو تنگ کر سکے۔"ارتضی نے

اسکا معصوم سا سراپا خود میں سمونے کی خواہش کو دل میں دباتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آپ۔۔۔نن۔۔۔میرا مطلب تھا۔۔کہ میرے بابا نے آپکو اس قابل سمجھا کہ آپ میری حفاظت کر سکتے ہیں۔ایسے میں یہ آپکا فرض ہے کہ کسی بھی مشکل کو میرے تک نہ آنے دے۔تو اسلئے وہ آپ ہوئے۔" رباب نے بات کا رخ ہی بدل دیا تھا۔اس چالاکی پہ ارتضی کھل کے ہنسا تھا۔رباب کا دل پھر اسکے ڈمپل میں ابھر اور ڈوب رہا تھا۔اسکے دل میں شدید خواہش جاگی تھی کہ وہ اسکی گال کو چھوئے۔مگر دل میں دبا گئی۔

"ہنس کیوں رہے ہیں۔" رباب روہانسی ہوئی۔

"کیونکہ تم بہت چالاک ہو۔۔" ارتضی نے اسکو ساتھ لگاتے ہوئے کہا تھا۔رباب کا دل اس قربت پہ مچل اٹھا تھا۔اور دھڑکنیں الگ پریشان کر رہی تھیں۔

"کافی رات ہو گئی ہے سو جاؤ اب بے فکر ہو کے۔اپنی ساری فکریں سونپ دو مجھے۔میں ہر وقت تمہاری حفاظت کے لئے موجود ہوں۔" ارتضی نے اسکو سرگوشی نما آواز میں کہا تھا۔

بڑی آپا سے مل کے عناب روہانسی ہو گئ تھی۔کافی دیر یہ سین چلا تھا۔آرب جو کب سے ان خواتین کو دیکھ رہا تھا اکتا کے بولا تھا۔

"پھوپھو عناب بی بی کے پاس وافر مقدار میں ایک ہی چیز ہے ۔اور وہ ہے آنسو ۔دل کھول کے بہاتی ہیں ۔بس کریں آپ دونوں خواتین مجھ پہ رحم کریں ۔"آرب نے التجا کی تھی۔

"آرب آج تمہیں اور عناب کو خوش دیکھ کے مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے ۔"سحرش کے لہجے میں خوشی ہی خوشی تھی۔

"تم خوش ہو ناں عناب ۔؟؟یہ گدھا تمہیں تنگ تو نہیں کرتا۔"سحرش نے عناب کا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کے اونچا کیا تھا۔عناب نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"جواب کچھ واضح نہیں ہے مسز۔پہلے سوال کے جواب پہ ہاں بولا ہے ؟؟یا پھر دوسرے کے لیے؟"آرب نے بات پکڑی ۔

"آرب ۔۔کیوں تنگ کر رہے ہو بچی کو ۔۔"سحرش بیگم نے انگلیوں سے کھیلتی عناب کی جھجھک کو شرم سمجھ کے آرب کو ڈپٹا تھا۔

"پھوپھو مجھ سے بھی پوچھ لیں کہ کون تنگ کرتا ہے ۔"آرب کن اکھیوں سے عناب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"بڑی آپا میں کھانا لگاتی ہوں۔آپ فریش ہو کے آجائیں۔" عناب نے یہاں سے کھسکنے میں ہی عافیت سمجھی تھی۔

"یہ بڑی آپا کیا ہوتا ہے عناب ؟؟اب تم میرے آرب کی بیوی ہو۔تو مجھے پھوپھو بولا کرو۔ سمجھی۔" سحرش بیگم نے ٹوکا تھا۔

عناب نے نم آنکھوں سے انکو دیکھتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔دن بدن انکی عزت بڑھتی جا رہی تھی۔

"میں فریش ہو کے آتی ہوں۔" سحرش بیگم کہتے آگے بڑھ گئی تھیں۔

"تم کدھر ؟" عناب کو جاتے دیکھا تو آرب نے اسکا ہاتھ تھام کے روکا تھا۔

"میں کھانا لگا دوں۔" عناب نے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

"اس کام کے لیے اور لوگ موجود ہیں۔تم ادھر بیٹھو میرے پاس۔" آرب نے اسکو کہہ کے پاس بیٹھایا تھا۔

"کیوں۔" عناب نے لٹھ مار انداز میں کہا تھا۔

"کیونکہ تم میری بیوی ہو اور وہ بھی اکلوتی۔" آرب نے اسکو شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ملک صاحب زرا سنبھل کے۔" عناب نے اسکو گھور کے وارن کیا تھا۔

"مسز ملک سنبھال لیں۔" آرب کب باز آنے والا تھا۔

"میں باز آئی آپ کو سنبھالنے سے۔" عناب کہتے نکلتی چلی گئی اسکو پیچھے تک آرب کے قہقہے کی آواز آئی تھی۔

رباب ارتضی کو سارے کمرے میں ادھر سے ادھر چکراتے موبائل پہ مصروف دیکھ رہی تھی۔آخر ایک گھنٹے کے بعد اسکی ہمت جواب دے گئی۔

"ارتضی کس گناہ کی سزا دے رہے ہیں مجھے۔" رباب دھاڑی۔موبائل پہ مصروف ارتضی اسکے دھاڑ پہ مڑا تھا۔ماتھے پہ تیوری چڑھائی۔وہ دو منٹ موبائل پہ لگ رہا۔بات سمیٹ کے اب رباب کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم سو کیوں نہیں رہی۔" ارتضی نے تنے نقوش لئے بیٹھی رباب سے پوچھا تھا۔

"آگیا خیال میرا۔کمرے میں آپ نے پیدل مارچ شروع کیا ہوا ہے۔روشنی آنکھوں میں چُبھ رہی ہے۔آپکے فون کا سائرن کانوں میں بج رہا ہے۔آپکی شکل پہ بجے بارہ میرے آنکھوں کے سامنے گھوم رہے ہیں۔" رباب نے تفصیل بتائی۔ارتضی کے لبوں پہ تبسم بکھرا۔

"تو اتنی تمہید باندھنے کی ضرورت ہرگز نہیں تھی مسز۔ سیدھا کہہ دیا ہوتا کہ ارتضی حیدر بستر پہ آؤ۔ سرد رات کے اس پہر میں تمہاری بے آرامی تمہاری بیوی کو چین نہیں لینے دے رہی۔" ارتضی اسکے سامنے کھڑا ہو کے دلکشی سے ہنسا تھا۔ رباب کا دل پھر اسکے گھڑے کو دیکھ کے مچلا۔

"کیا زمانہ آگیا ہے۔ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں۔ میری بلا سے۔ ارتضی حیدر جو مرضی فرض کریں۔ میں تو سونے لگی ہوں۔" رباب کہتے کمبل منہ تک اوڑھ گئی کہ کہی دل کی حالت چہرے پہ عیاں ہو کے اسکے راز نے کھول دے۔
موندھی آنکھوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ وہ کمبل کے اندر سے بھی کمرے میں چلتے پھرتے دو مضبوط قدموں کی دھمک پورے آب وتاب سے اپنے دل پہ محسوس کر رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ارتضی بیڈ پہ آ کے لیٹ چکا تھا۔ مگر اسکی کروٹیں اسکی پریشانی کو عیاں کرنے کے لیے کافی تھیں۔ رباب کے دل بھی بے چین ہو اٹھا۔

"بھلا اسکا اس معاملے سے کیا لینا دینا۔ پھر بھی اتنی فکر کہ راتوں کو اسکو نیند نہیں پڑ رہی۔ بابا ٹھیک کہتے ہیں کہ ارتضی حیدر کوئی عام انسان نہیں ہے۔" رباب دل میں سوچتے ہوئے ہولے سے ہنسی۔

"رباب کچھ تو کرکہ یہ شخص سکون کی نیند سو سکے۔" رباب نے اپنے ذہن پہ زور ڈالا تھا۔اور ہر وہ ماضی کا واقع یاد کر رہی تھی جب وہ پریشان ہوتی تھی تو بی جان ،ماما اور سحرش پھوپھو اسکو کیسے سلاتی تھی۔مگر وہ سب کچھ ارتضی کے ساتھ کرنا توبہ وہ شرم سے دھری ہوئی۔کچھ بھی نہیں تھا سوجھ رہا تو اسنے جان بوجھ کے کمبل اپنی طرف کو کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ایسا کرنے سے دوسری جانب سے بھی احتجاج بلند ہوا اور کمبل کھینچا گیا۔رباب کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیلی ۔اسنے دوبارہ عمل دہرایا۔

"رباب باز آجاؤ۔"ارتضی کی آواز گونجی تھی۔رباب نے ہنستے ہوئے دوبارہ کمبل کھینچا اور کمبل کو زور سے پکڑ لیا اب جو مقابل نے کاروائی کی تھی اسنے رباب کے چودہ طبق روشن کر دئیے تھے۔ارتضی اسکو کھینچ کے ساتھ لگا چکا تھا۔رباب کے نتھنوں سے ارتضی کے کلون کی مہک ٹکرا رہی تھی۔وہ سانس لینا بھول گئی تھی۔اسکے تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ شرارت اتنی مہنگی پڑ جائے گی مگر اب تو وہ جان پھنسا چکی تھی۔اسنے پیچھے ہٹنا چاہا۔

"ہونہہ۔۔۔تم یہی چاہ رہی تھئ ناں کہ میرا دھیان ہٹاؤ اسلئے ایسی الٹی سیدھی حرکتیں کر رہی تھی۔تو اب یقین مانو میرا دھیان ہٹ گیا ہے۔"ارتضی نے اسکے کان میں سرگوشی کی۔

"ار۔۔۔تضی ۔۔۔پپ۔۔پلیز۔۔"رباب روہانسی ہوئی۔

"رباب ۔سو جاؤ۔۔ارتضی نے گرفت تھوڑی سی ڈھیلی کی تھی۔آنکھیں بند تھی ۔رباب ہنسی ۔اور ہاتھ اسکے سینے پہ دھر کے اسکے آرام کے خیال سے لیٹی اسکے چہرے کے نقوش تکتی رہی ۔کچھ ہی دیر میں ارتضی نیند کی وادی میں اتر چکا تھا۔

اور رباب اپنے شہزادے کو دیکھنے میں نیند کو اڑائے بیٹھی رہ گئی ۔گال کا ڈمپل غائب تھا۔دل کی حالت پہ وہ ہولے سے ہنس دی ۔

رباب آج ارتضی کے اٹھنے سے پہلے ہی اٹھ گئی تھی۔ارتضی کی آنکھ کھولی ٹائم دیکھا اور کمبل کو اتارتا فریش ہونے چل دیا ۔تیار ہو کے باہر نکل تو رباب بیگم یونیورسٹی کے لئے تیار بیٹھی ناشتہ کر رہی تھیں۔

"اسلام علیکم ۔"ارتضی نے سلام کیا تھا۔فہمیدہ بیگم نے جواب کے ساتھ ساتھ کچھ دعائیں بھی پڑھ کے اپنے خوبرو بیٹے کو دم کیا تھا۔

"ماما۔میں اس لڑکے کی ساری ڈیٹیلز نکلوا لیں ہیں ۔آپ ان لوگوں کو منع کر دیں ۔مجھے وہ لوگ کچھ خاص پسند نہیں آئے ۔لڑکے کردار کو لے کے لوگ باتیں کرتے ہیں ۔"ارتضی نے کل آنے والے پرپوزل کی بات کی تھی۔

فہمیدہ بیگم نے ایک نظر کچن میں کام کرتی تحریم پہ ڈالی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔خدا نصیب اچھے کرے۔" فہمیدہ بیگم نے کہا تھا۔

"آپ فکر مت کیا کریں۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔آج میں وقت پہ آنے کی کوشش کرونگا۔اگر نہ آسکا تو آپ ان لوگوں کو شاپنگ پہ لیجیے گا۔" ارتضی نے کہا تھا۔رباب چونکی۔

"بھائی جان مجھے تو بلکل ضرورت نہیں ہے شاپنگ کی۔" تحریم جو کچن سے گرم چائے لے کے آئی تھی صاف جواب دیا۔

"آپ تو لازمی جائیں گی۔مگر آپکے ساتھ کچھ وہ لوگ بھی جائے گے جن کے پاس ڈھنگ کے کپڑے نہیں ہیں۔" ارتضی نے رباب کے کرتے اور جینز پہ چوٹ کی تھی۔رباب بلبلا اٹھی تھی۔

"میرے پاس بھی کپڑوں کی بھرمار ہے۔میں بھی نہیں جا رہی۔" رباب نے بھی انکار کیا۔

"اس بھرمار کو میں جلا دونگا۔خبردار آج کے بعد مجھے تو اس حلیے میں نظر آئی۔جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔" ارتضی نے بات ختم کی۔فہمیدہ بیگم اور تحریم ہنس رہی تھیں انکی نوک جھونک پہ۔

"ماما آپ اکیلی نہیں جائیں گی باڈی گارڈ ساتھ ہو گا۔" ارتضی نے اگلا آرڈر دیا تھا۔

"ہاں جی باڈی گارڈز کی تو فوج لازمی ساتھ ہو گی۔ مجھے نہیں جانا کہی بھی۔" رباب پھر چڑی۔

"مجھ سے کہاں مارکیٹوں میں گھوما جائے گا ارتضی بچے۔ خود لیتے جانا تم۔" فہمیدہ بیگم نے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے ماما۔ ویسے بھی آپکی بہو نے میرے سوائے کسی اور کے قابو بھی نہیں آنا۔" ارتضی نے کہا تھا۔ چائے پیتی رباب کو اچھوکا لگا تھا۔ فہمیدہ اور تحریم بھی ہنس پڑی تھیں۔

"کچھ بھی۔" رباب نے آنکھیں نکالیں تھیں جیسے اسنے ڈر جانا تھا۔ وہ منہ صاف کرتا اندر بڑھ گیا تھا۔

"میں بھی بیگ لے کے آتی ہوں ورنہ پھر اتنا لمبا لیکچر ملے گا۔" رباب نے کہا تھا۔

"جاؤ۔" فہمیدہ بیگم ہنس دی تھیں۔

رباب نے اندر جا کے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے ٹائی باندھتے ارتضی کو آنکھیں نکالی تھیں۔

"ڈر گیا میں ۔چلو اب لیٹ ہو رہا ہے۔" ارتضی نے اسکے گھورنے پہ کہا تھا۔

"آپ ڈرانے کے لیے پیدا کئے گئے ہیں ۔" رباب نے کہا تھا۔

"تو ناکام کوششیں کیوں کرتی ہو۔" ارتضی نے مذاق اڑایا ۔

"اور کیا کہہ رہے تھے میں قابو نہیں آنا کسی اور کے۔" رباب ڈٹ کے کھڑی تھی۔ارتضی نے اسکے نکھرے نکھرے تنے نقوش کو دیکھا تھا۔اپنے کام سے فارغ ہو کے اسکے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔وہ دن بدن اسکو عزیز ہوتی جا رہی تھی۔

"وہ اسلئے کہ کوئی اور قابو کر کے تو دیکھائیں ارتضی حیدر اسکی جان لے لے گا ۔" ارتضی نے اسکو کمر سے پکڑ کے ساتھ لگایا تھا۔اور اسکے چہرے پہ آئے بال پیچھے کئے تھے۔رباب سرخ چہرہ لئے کھڑی تھی۔

"ک کک۔کیا کر رہے ہیں آپ ۔۔" رباب ہکلائی ۔

"جو تم چاہ رہی تھی۔" ارتضی نے آنکھ دبائی ۔

"ہاہ ۔۔شرم کریں ۔ الزام لگا رہے ہیں ۔" رباب نے اسکو شرم دلانی چاہی ۔

"سچ بتا رہا ہوں آجکل تم بار بار مجھ سے لڑ کے میرا توجہ حاصل کر رہی ہو۔" ارتضی نے اسکو آگاہ کیا ۔گرفت ابھی بھی مضبوط تھی۔

"وہ تو آپ شروع سے لڑتے ہی ہیں۔کونسی نئی بات ہے۔" رباب نے جل کے کہا۔

"اب تو پیار کر رہا ہوں ناں۔" ارتضی اسکی جانب اور جھکا تھا۔

"ہٹیں۔آپ اپنے حواسوں میں نہیں ہیں۔" رباب نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سینے پہ رکھ کے اسکو دھکیلا تھا۔اسکی حالت پہ ترس کھاتے ہوئے ارتضی سائیڈ پہ ہوا۔

"اچھا یہ تو بتاتی جاؤ رات نیند کیسی آئی تھی۔" ارتضی نے اسکا ہاتھ پکڑ کے اسکو پاس کیا تھا۔رات کا منظر دونوں کی آنکھوں میں گھوما تھا۔ایک کی آنکھوں میں شرارت تھی اور دوسرے کی آنکھیں شرم سے جھک گئیں۔

"بہت بری۔" رباب نے فٹ جواب دیا۔

"اچھا۔حالانکہ چہرہ تو کچھ اور ہی کہہ رہا ہے۔" ارتضی نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔تبھی ارتضی کا فون بج اٹھا تھا۔

رباب موقع دیکھ کے باہر نکل گئی تھی۔

سحرش بیگم کو آئے پورے تین دن ہو گئے تھے اور آفس آئے عناب کو تین دن ہو گئے تھے۔پہلے ہی وہ پاکستان سے آئی خبروں کے وجہ سے ہریشان تھا۔انتھک کوششوں سے اسنے اور ارتضی نے اپنے ذرائع استعمال کرتے ہوے ایک قابل وکیل کو اریںج کیا تھا۔رہی سہی کسر عناب نے پوری کر دی تھی۔آرب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔لارا نے واپس آفس جوائن کر لیا تھا۔آرب ابھی ابھی آفس سے واپس لوٹا تھا تو لاوئج میں عناب اور سحرش کو ہنستے دیکھا تھا۔عناب نے بالوں کا ڈھیلا ڈھالا جوڑا بنایا ہوا تھا سادہ سا حلیہ ۔وہ گھریلو سی لگ رہی تھی۔آج پورے تین دن بھی اسکو فرصت سے دیکھ رہا تھا۔ورنہ صبح ہوتے عناب کمرے سے نکل جاتی تھی اور رات کو بھی وہ آرب کے سونے کے بعد کمرے میں آتی تھی۔

"اسلام علیکم ۔"آرب نے بلند آواز میں سلام کہا تھا۔

"وعلیکم اسلام ۔جیتے رہو ۔"سحرش بیگم نے پیار سے کہا تھا۔وہ بلو شرٹ میں ملبوس سامنے تھکا سا بیٹھا تھا۔

"کھانا کھاؤ گے ۔"سحرش بیگم نے پوچھا تھا۔آرب نے ایک نظر خاموش بیٹھی عناب پہ ڈالی تھی۔اور نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"آپ جلدی نہیں آ گئے آج ۔"عناب نے پوچھا تھا جواب میں بم پھٹا تھا۔

"واپس چلا جاتا ہوں۔میری کونسا کسی کو کوئی پرواہ ہے۔" آرب نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" عناب منمنائی۔آرب نے اسکو ایک سخت نظر سے گھورا تھا۔سحرش بیگم ہنستے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"اگر آپکا وقت مل جائے تو واپس آفس جوائن کر لیں۔" آرب نے حکم نامہ جاری کیا تھا۔

"ک۔کیوں ۔۔میرا مطلب ہے کہ اب تو لارا آگئی ہے۔" عناب بولی۔

"ساری خبریں ہیں آپکے پاس۔مگر یہ ہی خبر نہیں ہے کہ اپنا سائن کیا ہوا کنڑیکٹ بھی آپکو پورا کرنا ہے۔تو ان جاسوسوں سے یہ بھی پوچھ لینا تھا کہ آپکے کام کا بھی حرج ہو رہا ہے۔" آرب آج خاصا تپا ہوا تھا۔عناب نے مدد طلب نظروں سے سحرش بیگم کو دیکھا تھا۔

"اب تم اپنی بیوی سے کام کرواؤں گے آفس میں آرب۔" سحرش بیگم نے اسکے خودداری پہ حملہ کیا۔

"بیوی بننے سے پہلے وہ میری ورکر تھی۔تو پہلے ایک ورکر کے فرائض پورے کریں۔بیوی کے تو فرائض تو اس جنم میں پورے ہوتے نظر نہیں آرہے

۔"عناب کے سراپے پہ نظر ڈالتے ہوئے آخری بات آرب نے منہ میں کہی تھی۔

"آپ میری سیٹ پہ کسی اور کو رکھ لیں۔"عناب نے مشورہ دیا۔

"آپ جیسا نمونہ پورے عرب میں ملنے سے رہا۔"آرب نے جواب دیا تھا۔عناب روہانسی ہوئی۔سحرش ہنس دیں۔

"اس نمونے کو پھر بیوی کیوں بنایا۔"عناب نے منہ پھلایا تھا۔

"یہ بات فی الحال پھوپھو کی موجودگی کی وجہ سے تفصیلاً نہیں بتا سکتا۔اسلئے واپس آفس جوائن کرو۔"آرب نے کہا تھا۔

"نہیں آؤنگی میں۔سن لیں۔مفت کی بیوی ملی ہوئی ہے۔"عناب نے جوابی کاروائی کی۔

"سب کو مفت کی ہی ملتی ہے۔"آرب نے تنک کے کہا۔

"میں آفس نہیں آؤنگی۔"عناب باضد ہوئی۔

"اگر چاہتی ہو کہ شوہر کام کرے۔اور یہ جو مفت والا طعنہ مارا ہے وہ دھوئے تو کل آفس آجانا۔ورنہ سب کام چھوڑ کے میں بھی گھر بیٹھ جاؤں گا۔"اسکو وارن کرتا وہ اٹھ کے اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔اسکے جاتے عناب نے رونی شکل سمیت سحرش کو دیکھا تھا۔

"دیکھ لیں ایسا سلوک کرتے ہیں میرے ساتھ۔" عناب نے شکایت لگائی۔

"چندا پریشان کیوں ہوتی ہو۔جاؤ آفس۔بلکہ آفس جا کے اسکے ناک میں دم کر دو اپنی حرکتوں سے۔" سحرش بیگم نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"پھوپھو۔" عناب نے احتجاجاً کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں بہو صاحبہ۔نظر رکھو اپنے شوہر پہ۔ایسے کام کرنا کہ یہ خود تمہیں گھر چھوڑ کے جائے۔شوہر بھی راضی اور تم بھی راضی۔" سحرش پھوپھو نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" عناب بھی ہولے سے ہنسی۔

"ملک صاحب بی ریڈی۔" عناب نے سوچا تھا۔

"ہماری عدالتوں کا حال یہ ہے کہ وہاں ۱۷ لاکھ سے زیادہ کیسز التوا کا شکار ہیں ۔ایک اندازے کے مطابق ایک مقدمے کا فیصلہ آنے میں اوسطاً 15 سے 20 سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔اور کبھی کبھی تو عشرے گزر جاتے ہیں انصاف می بھیک مانگتے اور کورٹ کچہریوں کی خاک چھانتے۔مدعی مرجاتا ہے مگر فیصلہ نہیں آتا۔لوگ اپنی ساری جمع پونجی لوٹا دیتے ہیں کہ شاید انکو انکے پیاروں کے کئے انصاف مل جائے جو بے گناہ مار دیئے گئیں ہیں یا زندہ لاش بن کے جیل کی

سلاخوں کے پیچھے سسک رہے ہیں ۔ اگر کسی کا شوہر بے گناہ پھنس گیا ہے یا جان بوجھ کے صاحب استطاعت نے پھنسا دیا ئے تو صاحب استطاعت تو اپنے دم پہ بھاگ نکلے گا مگر اس میں پسے گا غریب جسکی بیوی لوگوں کے گھر کے برتن دھو کے گھر کا چولہا جلاتی ہے ۔ اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہے۔پھر ہر پیشی پہ اس امید سے جاتی ہے کہ شاید اب کے اسکی قسمت بدل جائے ۔ انصاف اسکا مقدر بنے ۔مگر پھر اسکو اگلی تاریخ کا مژدہ سنا دیا جاتا ہے ۔۔اس سسٹم کی بحالی کے لیے تو باتیں کی جاتی ہیں مگر

کوئی عملی طور پہ میدان میں نہیں آتا ۔

کبھی وکیل عذر تراشتا ہے تو کبھی تاریخ پہ تاریخ جاری کرنے والا جج اس انصاف کے عمل میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ کبھی پوچھ تاچھ میں ناکام ہونے والی پولیس اور متعلقہ محکموں کے افسران ۔

کون لڑے گا ان غرباء کے لیے کون؟؟کون انکا حق ان ظالم درندوں سے چھن کے دے گا ؟کب تک اس سسٹم میں بے قصور پسے گا اور طاقت ور راج کرے گا؟؟اور کتنی ثریا کو اس تکلیف سے گزارنے پڑے گا ؟؟اور رحمت شاہ اور کمال شاہ جیسے ناسور دھندناتے پھرتے ہیں ۔ اگر مجتبی ملک جیسے نرم دل اور

خدا خوفی کرنے والے انسان آگے بڑھے بھی تو انکی ذات کو بھی خمیازہ بھگتا پڑتا ہے۔

اس سے آگے ارتضی سے بولا نہ گیا تھا۔ مجتبی ملک سمیت انکے ساتھی سر جھکائے سن رہے تھے۔ اب آگے کیا ہو گا؟؟ اس سوال کا جواب کسی کو نہیں تھا مل رہا مگر وہ ہمت ہارنے والوں میں سے نہ تھے۔ اگر سسر سیر تھا تو داماد سوا سیر۔

عدالتی نظام میں اصلاحات صرف سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحبان یا عدلیہ کے لوگوں کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہمارے قوانین میں تبدیلیاں اور ترامیم پارلیمان نے کرنی ہیں، ایسی کمیٹی بنائی جائے جس میں چیف جسٹس، وزیر اعظم، بار ایسوسی ایشنز وغیرہ شامل ہوں اور وہ سنجیدگی سے اس معاملے پر کام کریں۔

مدعی مر جاتا ہے مگر مقدمہ ختم نہیں ہوتا!!-------------

اس بات کی گواہ چند مثالیں ہیں۔

"میں کہتی رہی کہ ہم بے قصور ہیں لیکن نہ تو قانون کو کوئی فرق پڑا نہ جج نے کچھ سنا۔ جیل میں آئے تو اپیل کی درخواست کے لیے پولیس والے نے چار سو روپے مانگے۔ ہم اتنے مجبور اور غریب تھے کہ یہ چار سو روپے بھی نہ تھے۔"

یہ سنہ 1998 کا واقعہ ہے جب رانی بی بی پر ان کے شوہر کو قتل کرنے کا الزام لگا رانی بی بی پنجاب کے شہر چنیوٹ کے قریب ایک گاؤں میں کرائے کے مکان میں رہتی ہیں۔ ان کے مطابق گرفتاری کے وقت ان کی عمر تقریباً 15 برس تھی۔ ان کے والد، والدہ، بھائی اور ایک کزن بھی گرفتار کر لیے گئے۔ پھر عدالت نے اس خاندان کو عمر قید کی سزا سنا دی۔

قتل کے الزام میں سالوں قید رہنے کے بعد لاہور ہائی کورٹ نے رانی بی بی کو ناکافی ثبوت اور ناقص شواہد کی بنیاد پر باعزت بڑی کر دیا ہے۔

'میری زندگی، میرا خاندان برباد کر دیا، آج یہ کہتے ہیں کہ عدالت نے باعزت بڑی کیا ہے؟ اس ملک کی حکومت، یہاں کی عدالتیں اور پولیس، کوئی بھی میرے ساتھ نہیں تھا۔ عدالتوں اور پولیس نے مجھے دھتکارا، اب برادری بھی دھتکارتی ہے کہ یہ عورت اپنے شوہر کے قتل کے الزام میں جیل میں تھی۔

یوں رانی بی بی کی زندگی سلاخوں کے پیچھے گزر گئی۔

ایک بوڑھی ماں جس کا اکلوتا بیٹا کسی وڈیرے کے ظلم کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتوں میں ہے اور بیچاری بوڑھیا دس سال سے اس انتظار میں ہے کہ بیٹا باہر نکلے گا تو اپنی جوان چار بہنوں کی شادیاں کرائے گا۔اور ایسی کئی آپ بیتیاں جو کبھی ہماری نظروں سے نہیں گزریں۔

رباب کا سارا دھیان لیکچرز لینے کے دوران بھی ارتضی میں اٹکا رہا تھا۔آج اسنے لیکچر بھی مس کیا تھا۔اسکو رہ رہ کے غصہ آرہا تھا۔فری ہوتے ہی وہ باہر نکلی۔

"اوئے بوتھے پہ بارہ کیوں بج رہے ہیں۔"مقدس نے اسکو کہا تھا۔

"کچھ نہیں اچھی بھلی تو ہوں میں۔"رباب نے کہا تھا۔

"اسکے شادی ہو گی ہے ناں مقدس تو شادی کے بعد عوام ایسے ہی سڑی رہتی ہے۔"فضا چہکی تھی۔

"فضا تمہارا خون ہو جانا ہے میرے ہاتھوں۔پہلے ہی مجھے پتہ نہیں آجکل کیا ہو رہا ہے۔"رباب نے کہا تھا۔

"اوں اوں۔۔پیار تو نہیں ہو رہا۔"سب یک زبان بولی تھیں۔

"مرو تم لوگ۔"رباب نے انکو گھورا تھا۔

"اچھا سنو تو کدھر جا رہی ہو۔"مناہل اسکے پیچھے لپکی تھی۔

"آتی ہوں زرا۔" رباب نے کہا تھا۔

"صاحب بہادر کے پاس جانے کے ارادے لگ رہے ہیں مجھے تو؟؟" مناہل نے کن اکھیوں سے اسکا جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"مناہل کی بچی ۔۔ حمدان کو شکایت لگاتی ہوں میں ۔رکو تم ۔" رباب نے دھمکایا۔

"دفع ہو تم رباب ۔" مناہل نے اسکو کہا تھا۔وہ ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئیں۔

"رباب تم چلو میں زرا لائبریری کا چکر لگا آؤں ۔" مناہل نے کہا تھا۔

"اوکے ۔" رباب کہتے آگے بڑھ گئی ۔اب اسکے قدم خود بخود ہال کی تھی اٹھ رہے تھے جہاں پریکٹس چل رہی تھی۔اندر شوروغل مچا ہوا تھا۔اسٹیج پہ ایک طرف ارتضی کھڑا تھا۔براؤن جیکٹ پہنے ہوئے زرش کے ساتھ کچھ پوائنٹ ڈسکس کر رہا تھا۔سٹوڈنٹس اپنے اپنے فن دیکھا رہے تھے۔کبھی میوزک چلتا تھا کبھی بند ہو جاتا تھا۔زرش آج پھر جینز اور شرٹ پہنے ہوئی تھی۔رباب کے دل میں ناجانے کیا آیا وہ اندر گئی اور اسٹیج کے سامنے رکھی چئیرز میں سے ایک پہ بیٹھ گئی۔

پانچ منٹ گزر گئے تھے ارتضی اسطرح مصروف رہا تھا سب کو ہدایات دینے میں ۔اسکو دیکھتے ہوئے رباب کو وقت کا پتہ نہیں چلا کیسے گزار رہا ہے ۔وہ یوں

حکم دیتا سیدھا دل میں اتر رہا تھا۔رباب اپنی سوچوں پہ پہلو بدل کے رہ گئی تھی۔

"اس زرش کی تو دل کر رہا ہے کہ بوٹیاں کر دوں ۔" رباب بڑبڑائی ۔

"کس کا تکہ بوٹی بنانے کا سوچ رہی ہیں ماہ بدولت ۔"حمدان اسکے پاس آ کے بولا تھا۔

"کسی کی بھی نہیں ۔" رباب نے کہا تھا۔نظریں ابھی بھی اسٹیج پہ تھیں ۔

"ادھر کیوں بیٹھی ہو چلو اسٹیج پہ چلتے ہیں ۔"حمدان نے اسکو کہتے ساتھ ہی ہاتھ سے پکڑ کے کھڑا کیا تھا۔

"ارے ارے سنو تو۔۔" رباب نے احتجاج کرنا چاہا تھا۔

"دیکھیں سر کون آیا ہے ۔"حمدان نے اسکو ارتضی کے سامنے کے جا کھڑا کیا تھا۔ارتضی نے سر اٹھا کے دیکھا تو سامنے ہی رباب کا تپا چہرہ دیکھا تھا۔جو خود کو ادھر ادھر دیکھ کے مصروف ظاہر کرنے لگ گئی تھی۔

"ارے رولنمبر ٹوئنٹی ٹو۔"ارتضی نے جان بوجھ کے اسکو یوں مخاطب کیا تھا۔رباب کا دل دھڑکا ۔

"آ۔۔آپ ۔۔میرا مطلب ہے کہ کلاس نہ۔نہیں لی آپ نے ۔"رباب نے بوکھلاہٹ میں پوچھا تھا۔

"اچھا۔۔تو یہ پوچھنے آئی ہیں آپ ۔؟" ارتضی کی دلچسپی بڑھی۔

"جی ۔۔" رباب نے یک لفظی جواب دیا۔

"میری مرضی ۔" ارتضی نے بھی جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے ۔" رباب کہتے مڑی تھی۔

"اتنا غصہ ۔۔ لیکچر مس ہونے کا ؟؟تو فکر نہ کرو تمہارے گھر کا استاد ہے جب مرضی پڑھ لینا تم ۔چاہے آدھی رات کو ۔۔" ارتضی اسکے پیچھے لپکا ۔

"یہ پکڑیں ۔۔زرش میں آتا ہوں ۔" ارتضی نے ہاتھ میں پکڑے کاغذ زرش کو دئیے ۔

"موڈ کیوں خراب ہے۔" تیز تیز چلتی رباب سے پوچھا تھا۔مگر جواب نہ ملا تھا۔

"اب کس بات پہ منہ سوجا لیا ہے ؟؟" ارتضی پھر سے بولا۔وہ چلتے ہال سے باہر نکل آئے تھے۔مگر رباب نے جواب نہ دیا تھا۔

"گھر جانا ہے کیا ؟؟" ارتضی نے پھر اسکو مخاطب کیا تھا۔ابکے بھی جواب نہ ملا تو ارتضی کا ضبط جواب دے گیا ۔رباب کو ہاتھ سے پکڑ کے ایک طرف لے گیا تھا۔ہال کے پیچھے ایک بینچ بنا ہوا تھا۔سامنے کچھ فاصلے پہ باونڈری وال تھی۔

"بیٹھو ادھر ۔" رباب کو بیٹھایا تھا۔

"کیا کہنا ہے آپ نے ۔" رباب نے روٹھے لہجے میں پوچھا تھا۔

"کہنا تو بہت کچھ ہے مگر یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ ابھی بس پوچھنا ہے
۔" ارتضی نے اسکے چہرے کو فوکس میں رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اتنی نرمی کی وجہ۔" سوال کے بدلے سوال آیا تھا۔

"توبہ رباب۔ اچھا سنو۔۔ تمہیں یونیورسٹی چھوڑ کے میں اور انکل کورٹ گئے تھے۔پھر وہاں سے کسی لائر کو ملنا تھا۔آرب کے اعتماد کا کوئی بندہ ہے۔ مشکل سے یہ سب ارینج کیا ہے۔وہاں سے جب واپس آیا تو کلاس کا ٹائم نکل چکا تھا تو میں پریکٹس سیشن دیکھنے آگیا تھا۔" ارتضی نے اسکو تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔

"اچھا تو انسان پہلے بتا دے۔" رباب کو شرمندگی نے آن گھیرا تھا وہ کیا سوچ رہی تھی کہ صبح سے اس زرش کے ساتھ گھوم رہا تھا۔

"انسان ہوں الہام نہیں ہوتا کہ میری بیوی میرے بارے میں الٹا سیدھا سوچ رہی ہوگی۔" ارتضی نے طنز کیا تھا۔

"ہاں تو بیوی یوہی سوچتی ہے۔اسکو اپنے ہر پل کی خبر دینا حق ہے آپکا۔اور ویسے بھی آپ جیسے شوہر کو سنبھالنے کے لیے جگر چاہئیے ہوتا ہے۔" رباب اٹھلائی۔ارتضی بغور اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"ویسے ایک بات تو ماننی پڑے گی جگر والی تو ہو تم۔ حیدر ارتضی کے سامنے جگرے سے بیٹھی سوال جواب کر رہی ہوتی ہو دھڑلے سے۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"ویسے شک کرتی جیلس ہوتی زرا نہیں اچھی لگتئ۔" ارتضی نے اسکے چہرے پہ نظر دوڑاتے ہوئے کہا تھا۔

"مم۔ میں نہیں ہوتی کسی سے جیلس۔" رباب نے پہلو بدلا تھا۔

"اچھا وہ تو پتہ لگ گیا تھا مجھے ابھی کچھ دیر پہلے۔" ارتضی نے اسکی بات کو ہوا میں اڑایا تھا۔

"اب واپس جاؤں یا کوئی اور انکوائری کرنی ہے۔" ارتضی نے پوچھا تھا۔ رباب نے اسکا چہرہ دیکھا تھا۔

"اتنے فرمانبردار بننے کی ضرورت نہیں ہے۔" رباب نے آنکھیں نکالی تھیں۔

"جان بوجھ کے باتوں میں الجھا رہی ہو۔ سیدھے سے کہہ دو کہ ارتضی یہی سے ہلنا مت۔" ارتضی نے اسکے صبیح چہرے پہ نظر ڈالتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا تھا۔

"مجھے ایسا کچھ بھی نہیں کہنا۔" رباب نے اسکی طرف دیکھنے گریز کیا تھا۔

"بے فکر رہو۔جو کہنا چاہتی ہو سمجھ گیا ہوں۔تم نے اپنا پابند کر لیا ہے مجھے رباب ارتضی حیدر۔اب بے فکر ہو جاؤ۔لوٹ کے تمہارے ہی پاس آنا ہے۔"ارتضی نے گھمبیر لہجے میں کہا تھا۔

"مم۔۔میں چلتی ہوں اب۔"رباب اسکو پٹڑی سے اترتا دیکھ کے بھاگنے کے چکر میں تھی۔

"جاؤ۔۔"ارتضی نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔اسکے ڈمپل پہ رباب کا دل ایک بات پھر اٹکا تھا۔وہ سر جھٹکتے آگے بڑھ گئی تھی۔

حمدان زیادہ دن گھر ٹک نہ سکا تھا۔اور یونی میں آنا شروع کر دیا تھا۔زخم بھرے نہیں تھے ابھی۔ابھی بھی وہ ہال میں پریکٹس کرنے والے سٹوڈنٹس کو واپس بھیج کے خود نکلنے کی تیاری میں تھا جب کوئی پیچھے سے آیا تھا اور اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔وہ چونکا۔

"کیسے ہو حمدان۔"ماہم نے لگاوٹ سے پوچھا تھا۔پینٹ اور ٹائٹ شرٹ میں وہ حمدان کے قریب کھڑی ہو کے بولی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔"حمدان کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا اسکو دیکھ کے۔حمدان نے چیزیں سمیٹ کے واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔

"کدھر چل دئیے ہو حمدان ۔" ماہم تڑپ کے بولی۔

"ماہم کیا بات کرنی ہے تم نے ۔ آجاؤ باہر چل کے بات کر لیتے ہیں یوں اکیلے میں مناسب نہیں لگتا ۔" حمدان نے کہا تھا۔ مگر اگلے ہی پل وہ ششدر رہ گیا تھا۔ کیونکہ ماہم پیچھے سے اسکے گلے آن لگی تھی۔

"ماہم ۔ تمہارا دماغ ٹھیک ہے ۔" حمدان چلایا۔ اور اسکو پیچھے کیا تھا۔

"حمدان نہیں میں پاگل ہو رہی ہوں ۔ تمہیں بتانے کہ لئے کہ میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں۔" ماہم مچلی ۔ حمدان ایک قدم پیچھے ہوا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے۔ دروازے کی طرف حمدان کی بیک تھی۔

"دیکھو ماہم تم اس وقت ہوش میں نہئں ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو تو بہتر یہ ہی ہے کہ جاؤ یہاں سے ۔" حمدان نے اسکو صاف کہا تھا۔ یہ کہتے ساتھ ہی حمدان نے واپسی کے لئے قدم بڑھا دئیے تھے ماہم نے پھر اسکو پیچھے سے جکڑ لیا تھا۔

تبھی کوئی ہال میں داخل ہوا تھا۔ حمدان کو لگا تھا کہ وہ پورے قد سے زمین پہ آن گرا ہے ۔ ابھی تو اسنے اتنی مشکلوں سے اپنے پیار اور خلوص کا یقین دلایا تھا مناہل کو ۔ اور اب اس حالت میں ان دونوں کو دیکھ کے کوئی بھی شک کر سکتا ہے۔ سامنے تو حمدان کے متاع حیات آنکھوں میں حیرانی لئے کھڑی تھی ۔ حمدان نے زندگی میں پہلی مرتبہ بے بسی محسوس کی تھی ۔یوں جیسے زندگی

ہاتھوں سے نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تو پاگلی پہلے ہی بدگمان رہتی تھی۔ حمدان نے ایک ہاری ہوئی نظر مناہل پہ ڈالی اور خود کو ماہم سے چھڑایا جو اپنا کام ہو جانے پہ شاد کھڑی تھی۔

"مناہل دیکھو ناں۔ یہ حمدان اکیلے میں کیا کر رہا تھا میرے ساتھ۔" ماہم نے پنترا بدلا۔ حمدان نے شاک سے ماہم کو دیکھا تھا۔

"میں نے اس سے بہت بات کہا مجھے جانے دو۔ رحم کرو مگر اس میں تو شیطان آیا ہوا تھا۔" ماہم بولتی جا رہی تھی۔

"حمدان ماہم کو لے کے نیچے آؤ۔" مناہل نے وہی سے حکم دیا تھا۔ حمدان نے چونک کے مناہل کو دیکھا تھا۔

"حمدان پلیز۔" مناہل کو جن نظروں سے حمدان نے دیکھا تھا مناہل کا دل کرچی ہوا۔ اگلے ہی پل ماہم کو کھینچتا مناہل کے سامنے لے آیا تھا۔ حمدان نے ایک پل کو مناہل کی نظروں میں دیکھا تھا اور مناہل نے بھی۔ اگلے ہی پل مناہل کا ہاتھ اٹھا تھا اور نشان چھوڑتا چل گیا تھا ماہم کی گال پہ۔

"یہ تھپڑ اس بیہودہ لڑکی کے لئے جس کی ماں باپ نے اسکی تربیت نہیں کی۔ جسکو اپنی عزت کا پاس نہئں ہے۔ ایسے لڑکیاں تو دھبہ ہیں۔" مناہل گرجی تھی۔

"مناہل یو بچ۔" اس سے پہلے کہ ماہم کا ہاتھ اٹھتا۔ حمدان نے راستے میں روک لیا تھا۔

"ماہم۔ آؤٹ فرام ہیر ناؤ۔" حمدان چیخا تھا۔ ماہم دونوں کو گھورتے باہر کو لپکی تھی۔

"سنو آئندہ میرے حمدان نے دور رہنا۔ وہ کیسے ہیں مجھے تم جیسوں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" مناہل نے باہر جاتی ماہم کو کہا تھا۔ حمدان حیران کھڑا یہ سن رہا تھا۔

وہ جا چکی تھی دو منٹ یوں ہی ان دونوں کے بیچ خاموشی رہی۔

"یہ سب کیا تھا۔" حمدان نے اتنے اعتماد کے بارے میں بات کرنا چاہی تھی جو وہ دیکھا چکی تھی۔

"اچھا۔ اگر میں پوچھو وہ سب کیا تھا۔" مناہل نے بھی اس کے ہی انداز میں پوچھا تھا جو اسکے اور ماہم کے بیچ چل رہا تھا۔

"مناہل۔" حمدان سیریس تھا۔

"حد ہے جب پیار نہیں تھا تو جان نہیں تھے چھوڑ رہے۔ اب جب میرے پیار کا مان اور اعتماد بول رہا ہے تو بھی مسئلہ ہو رہا ہے۔ مسٹر حمدان قریشی بتا دیں آپ چاہتے کیا ہیں۔" مناہل تنک کے بولی تھی۔

"تم کو مسز حمدان قریشی بنانا چاہتا ہوں۔" حمدان کے انداز پہ مناہل چند پل کو سن رہ گئی تھی۔

"اب بولو تب تو بڑا پٹر پٹر کر رہی تھی۔" حمدان نے اسکی خاموشی محسوس کر کے کہا تھا۔

"کیا بولو۔" مناہل نے الٹا سوال کیا۔

"یہ ہی کہ کب ماما کو بھیجو تمہارے گھر۔" حمدان آج سب کچھ طے کرنے پہ تلا ہوا تھا۔

"حمدان کیا آپ سوچ سمجھ کے۔۔میرا مطلب ہے کہ وقتی۔۔" مناہل کی بات کو حمدان نے درشتی سے کاٹا تھا۔

"مناہل۔۔کیا تمہیں ابھی بھی لگتا ہے کہ میں۔۔" حمدان خود کو نارمل کرنے کے لیے رکا تھا۔

"اوکے۔بتاؤ مجھے کتنے دن، کتنے مہینے یا کتنے سال انتظار کرنا ہو گا۔خدا کی قسم جب آواز دو گئی دوڑا چلا آؤنگا۔" حمدان نے بات ختم کی۔مناہل دنگ رہ گئی تھی۔اتنی جنونیت۔ایسے خلوص پہ اگر وہ شک کرتی تو پاگل تھی۔اس انسان کی نیت میں اسنے اپنے معاملے میں کبھی کھوٹ نہ دیکھی تھی۔

"بتاؤ اب چپ کیوں ہو۔ڈرتی ہو کہ کہی میں مکر نہ جاؤ۔" حمدان اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے انداز لگا کے بولا تھا۔

"کل آنٹی اور انکل ہمارے گھر ہوں۔اور ہاں ساتھ آپکو آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" مناہل بولی تھی۔حمدان خوشی سے مچل اٹھا تھا۔

"کیا سچ ۔۔۔مناہل مناہل ۔۔۔یو ناؤ تم نے مجھے آج کتنی بڑی خوشی دی ہے ۔۔کاش کہ ہمارا نکاح ہوا ہوتا تو اس وقت میں تمہیں گلے لگا سکتا تھا۔" حمدان نے آخری بات شرارت سے کی تھی۔

"حمدان شرم کریں ۔چلیں باہر آئیں۔" مناہل کہتے آگے بڑھ گئی تھی۔

"اچھا سنو تو میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔ہم ڈائریکٹ نکاح کروائیں گے۔" مناہل کو حمدان کی بات سے دھچکا لگا۔

"ہرگز نہیں۔" مناہل انکاری ہوئی۔

"بس میڈم آپ نے جتنی چلانی تھی اپنی چلا لی ہے اب میری چلے گی اور ہمارا نکاح ہو گا۔آنٹی تو پہلے ہی مجھ سے امپریس ہیں انکل کو تم راضی کرو گی ۔" حمدان نے منٹوں میں پلان سیٹ کیا تھا۔مناہل اسکو محض گھور سکی تھی۔

اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے کے بعد عناب نے آرب کے آفس کا بند دروازہ دیکھا تھا جو کافی دیر سے بند تھا۔

"ایسی کونسی میٹنگ ہے جو ختم نہیں ہو رہی ۔" عناب نے غصے سے سوچا تھا۔پھر اگلے ہی پل ناجانے اسکے دل میں کیا سمائی کہ وہ دروازہ دھکیلتی اندر داخل ہوگئی تھی۔جہاں اسکا شوہر شرافت سے کام کر رہا تھا۔مگر لارا کے ہنس ہنس کے اسکو لفٹ کروانا اسکو زہر لگا تھا۔آجکل بیوی والی روح عناب میں ایکٹیویٹ ہو چکی تھی جس میں پورا پورا ہاتھ بڑی آپا کا تھا۔

"خیریت ۔" آرب نے اندر آنے والی شخصیت کو دیکھ کے سر کرسی کی پشت سے ٹکاتے ہوئے کہا تھا۔

"مرضی میری ۔میرے شوہر کا آفس ہے جہاں مرضی گھومو۔" عناب نے پراعتماد لہجے میں کہتے ہوئے آرب کو حیران کر دیا تھا۔

"بیوی صاحبہ ایسا کیا ہو گیا کہ جو کل تک آفس آنے کو نہیں مان نہیں رہی تھیں آج میرے کیبن میں تشریف لے آئیں ہیں ۔" آرب نے پوچھا تھا۔لارا ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاؤ زیور مدر لارا؟" عناب نے لارا سے اسکی والدہ کی خیریت دریافت کی تھی۔

"She is better now thanks miss anab ."

لارا نے اپنے لہجے میں کہا تھا۔

"اوکے گڈ۔ مسٹر آرب آپ شاید کوئی کام کر رہے تھے ناں تو اسکو جاری رکھیں ۔" عناب نے کہا تھا اور آفس کا جائزہ لینے میں مصروف ہو چکی تھی۔ آرب حیرت میں ڈوبا اسکے یہ روپ دیکھ رہا تھا۔

"Lara go a head.we are excited to have you join our team and we hope that you will enjoy working with our company."

آرب لارا کو لیٹر ٹائپ کروا رہا تھا وہ رکا تھا۔ دھیان سارا چلتی پھرتی عناب میں اٹکا تھا۔

"نیکسٹ ؟؟" لارا نے پوچھا تھا۔

"my wife is distracting me ."

آرب نے کہا تھا۔ لارا چونکی۔

"واٹ ۔۔یور وائف ؟؟" لارا نے اچھنبے سے پوچھا بزنس میں وائف کہاں سے آ گئی ۔ آرب نے بھی ماتھے پہ ہاتھ مارا ۔

"نو سٹاپ اٹ لارا۔ عناب کم ہئیر ۔" آرب بیک وقت دونوں سے بولا تھا۔ اور کرسی دھکیل کے اٹھا تھا۔

"یار بیوی تم سے مخاطب ہوں ۔کیوں مجھے ڈسٹرب کر رہی ہو۔" آرب نے زچ ہو کے پوچھ تھا۔

"کیا ۔۔میں تو کچھ بھی نہیں کہہ رہی ۔" عناب اسکے پاس آ کے اس الزام پہ تڑپ اٹھی تھی۔آرب اسکے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا تھا۔لارا ان دنوں کو دیکھ رہی تھی۔

"کاش کہ یہ ہمارا بیڈ روم ہوتا پھر بتاتا تمہیں کہ تم کچھ نہیں کر رہی ۔ادھر سے ادھر پھرتی تم مجھے ڈسٹرب کُر رہی ہو۔تمہاری موجودگی میں کام کیسے کر سکوں گا میں ۔" آرب نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے دلکشی سے کہا تھا۔

"کیا الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں لارا ادھر ہی کھڑی ہے ۔" عناب نے اسکی نظروں سے بچنے کے لیے کہا تھا۔

"یار اسکو اردو نہیں آتی ۔" آرب نے کہا تھا۔

"اسلئے پھیل رہے ہیں ۔" عناب نے کہا تھا۔اور نظر اٹھا کے اپنے سے ایک قدم کے فاصلے پہ کھڑے شانداز انسان کو دیکھ کے کہا تھا۔

"ڈرتا نہیں ہو میں کسی سے ۔انگلش میں بھی کہہ سکتا ہوں۔عناب مائے ہنی۔۔۔" اس سے پہلے کے آرب کچھ اور بولتا عناب اسکو منہ پہ ہاتھ رکھ کے اسکو خاموش کروا چکی تھی۔

"آرب۔۔"ایک ہاتھ عناب نے اسکے منہ پہ رکھا تھا اور ایک سے اسکے شرٹ دبوچی تھی۔آرب کی بازگشت میں آرب ملک کھو گیا تھا۔یہ عناب کی طرف سے پہلی پیش رفت تھی۔

"لارا۔"آرب نے لارا کو پکارا تھا۔

"یس سر۔"لارا نے جواب دیا تھا۔

"لیو مائے آفس ناؤ۔"آرب نے لارا کو جانے کا حکم دیا تھا۔وہ بھی فوراً باہر کو لپکی تھی۔

"بہت غلط ٹائم پہ تم نے آرب ملک کو چھیڑ دیا ہے ملکہ عرب۔اب بھگتو۔"آرب کہتے ہوئے اسکا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے چکا تھا۔عناب کے چہرے پہ سرخی بڑھ گئی تھی۔سانسیں الگ تیز ہو گئیں تھیں۔

"کس ارادے سے آئی تھی اندر؟؟ملک آرب کو تسخیر کرنے؟؟وہ تو تم بہت پہلے کر چکی ہو اب کیا ارادے ہیں۔"آرب اسکا امتحان لینے پہ تلا ہوا تھا۔

"آ۔آرب سر۔پلیز۔"عناب نے اسکو دور ہٹانا چاہا تھا۔

"ایک شرط پہ۔بتاؤ منظور ہے۔"آرب نے شرط رکھی۔

"مگر۔۔۔"عناب ہچکچائی۔آرب اسکی طرف بڑھا ہونٹوں پہ شرارت تھی۔

"اوکے اوکے۔۔" عناب نے پھرتی سے کہا تھا مبادا وہ کوئی شرارت نہ کر دے۔آرب اسکے گریز پہ قہقہ لگا کے رہ گیا۔

"آج آفس کے بعد ہم کہی جا رہے ہیں تو تم بلا چوں چراں میرے ساتھ چلو گی۔"آرب نے کہا تھا۔عناب نے ہاں میں سر ہلایا ۔

"سوچ لو بعد میں مکرنا مت۔"آرب نے شوخ نظروں سے اسکو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نن۔نہیں مکروں گی ۔"عناب نے اسکی شریر نظروں کا سامنا کرنا مشکل لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر تب تک ٹیک کئیر مسز آرب ۔"آرب نے اسکا گال تھپتھپایا تھا۔عناب اسکی گرفت سے نکل کے بھاگی تھی۔

"میری بیوی اس دنیا کا واحد نمونہ ہو گا جو شوہر سے اتنا ڈرتی ہے ۔"آرب نے اسکی پشت کو دیکھ کے سوچا تھا۔

ایک اور رشتہ آیا تھا آج تحریم کے لئے۔لوگ اچھے لگے تھے ۔ارتضی نے بھی حامی بھر لی تھی۔وہ لوگ آج تحریم کو دیکھنے آ رہے تھے۔دو بجے کے قریب وہ لوگ آ چکے تھے۔

"بہن آپکی بیٹی تو ہمیں پسند آگئی ہے۔ہماری طرف سے ہاں سمجھوں۔ہمیں تو جہیز نہیں چاہیے۔"نسرین بیگم بولی تھیں لڑکے کی ماں۔

"بہن یہ تو آپکی بہترین سوچ ہے۔"فہمیدہ بیگم معترف ہوئیں۔

"وہ دراصل بہن آپ سے ایک بات کہنا چاہ رہی ہوں۔"وہ خاتون بولی تھیں۔

"جی بولیں۔"فہمیدہ بیگم نے اجازت دی۔

"وہ کیا ہے ناں کہ بہن آپکے بیٹے کا اتنا اچھا کاروبار ہے ساتھ میں وہ نوکری بھی کر رہا ہے۔اب جبکہ ہم دونوں گھرانے ایک ہو رہے ہیں تو کیوں ناں وہ اپنے کاروبار میں اپنے ہونے والے بہنوئی کو بھی شامل کر لے۔آخر کو اسکی بہن کا ہونے والا شوہر ہے۔"وہ عورت مدعے پہ آئی۔فہمیدہ بیگم نے متفکر ہو کے پاس بیٹھی رباب کو دیکھا۔

"مگر آنٹی آپکا بیٹا تو جاب کر رہا ہے ناں بینک میں۔"رباب بولی۔

"ارے چھوڑو غیروں کی نوکری کو۔جب اپنا کاروبار ہو گھر کا۔اسکو کیا ضرورت کہ وہ جان کھانے والی نوکری کرے۔"عورت سب کچھ طے کرے بیٹھی تھی۔یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کاروبار اسکے بیٹے کا چلایا ہوا ہے۔

"آنٹی یقین جانیں یوں لگ رہا ہے کہ آپ ہماری بیٹی کو بیاہ کے لے جانے کی بجائے اپنا بیٹا یہاں بیاہ کے چھوڑنے والی ہیں۔"رباب ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا لڑکی۔" وہ عورت جلال میں آئی۔

"مطلب تو سیدھا ہے۔آپ جس پلان کے تحت اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہ رہی ہیں وہ ہمارے سامنے آچکا ہے۔ہماری لڑکی کے لیے رشتوں کی کمی نہیں ہے۔ہم باز آئے لالچی لوگوں سے۔آپ تشریف لے کے جا سکتی ہیں۔" رباب نے اس عورت کو کہا تھا جو رشتے داری میں بھی سودا بازی کر رہی تھی۔

"توبہ توبہ کتنی زبان دراز لڑکی ہے۔ایسے بدتمیز لوگ۔میں تو کبھی نہ ایسے لوگوں میں رشتہ کروں اپنے بیٹے کا۔اٹھو رشیداں۔" وہ عورت رشتے والی کو لے کے تن فن کرتی لاوئج سے نکل گئی تھی۔

"آپ فکر مت کریں۔سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" رباب نے پریشان بیٹھی فہمیدہ بیگم کو دلاسہ دیا تھا۔

"کہاں لے کے جا رہے ہیں آرب؟؟" ایک لفٹ سے دوسری لفٹ میں جاتے عناب نے جھنجھلا کے آرب سے پوچھ ہی لیا تھا۔

"ساتھ ہوں ناں تمہارے کیوں ڈر رہی ہو پھر؟؟" عناب کی طرف دلکشی سے دیکھ کے آرب نے جواب دیا تھا۔

"ہاں جی آپ تو ٹھہرے سپرمین ۔" عناب چڑی ۔
"نہیں میں عناب مین ہوں ۔بس ون وومین مین ۔" آرب نے اسکی گال کو چھوا تھا۔
"مجھے آپکی باتوں کی سمجھ نہیں آتی ۔" عناب جھنجھلائی۔
"جس دن آگئی ناں تو خوب پہ ناز کرو گی۔مائے وومین ۔" آرب نے اپنا سر اسکے سر سے ہلکا سا ٹکرایا تھا۔
"چلو بس آگئے ۔" لفٹ کھولی تو وہ نکلا تھا باہر ۔سامنے ایک کوریڈور تھا۔جس میں اردگرد کمرے بنے ہوئے تھے ۔وہاں سے دائیں جانب ایک کھلی سی جگہ تھی جہاں سے سیڑھیاں چڑھتی تھی اوپر کی جانب ۔آرب سیڑھیوں کی جانب بڑھا ۔
"مگر جا کہاں رہے ہیں ؟؟"عناب اب بضد ہوئی۔
"ہم اس وقت اپنے آفس کی سب سے اوپر والی بلڈنگ پہ کھڑے ہیں ۔اب ہم اسکے باہر کی دنیا دیکھنے جا رہے ہیں ۔" آرب نے کہتے ساتھ ہی اسکا ہاتھ پکڑا تھا۔اور اسکے احتجاج کی پرواہ کئے بغیر ڈور کھول کے اوپر لے آیا تھا۔جو اتنی بلندی کا سن کے پہلے ہی ڈری ہوئی تھی اب تو مانوں جان لبوں پہ آگئی تھی۔کھلا میدان لگا تھا یہ اسے ۔جہاں نہ تو کوئی وال تھی نہ ہی باونڈری ۔اردگرد بلندو بالا بلڈنگوں کے مینار روشنی سے جگمگا رہے تھے۔ہر طرف روشنیوں کا جہاں

آباد تھا۔ہوا چل رہی تھی۔آسمان پہ چمکتا چاند۔عناب کو اپنا سر ایک پل کو چکراتا محسوس ہوا تھا۔

"اگر وہ سلیپ ہو کے گر گئی تو؟؟یہاں تو کوئی باونڈری بھی نہیں ہے۔"بس یہ خیال اسکی سب سوچوں پہ حاوی ہو گیا تھا۔

"نن۔۔۔آ۔۔آرب۔۔۔۔۔وا۔۔واپسس۔۔۔واپس جج جانا ہے۔"عناب ہکلائی تھی۔آرب جو اسکو لئے آگے بڑھ رہا تھا۔فوراً اسکے آگے آ کے کھڑا ہو گیا۔

"او کے او کے۔عناب ادھر دیکھو۔میں بلکل تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ڈر کیوں رہی ہو۔۔دیکھو کچھ نہیں ہو گا۔بلکہ تم انجوائے کرو گی۔"آرب نے اسکو بہلایا تھا۔

"نن نہیں آرب۔۔"وہ پھر ہکلائی۔آرب نے کچھ کہنے کی بجائے اسکو اپنے بازؤوں کے گھیرے میں کر لیا تھا۔کچھ لمحے یوں ہی گزرے۔عناب کو تحفظ کا احساس ہوا تو وہ اردگرد کے ماحول کو دیکھنے لگی جو اسوقت ایک فسوں خیز منظر لگ رہا تھا۔روشنیاں۔ہوائیں۔چاند۔اور وہ دونوں۔

"کبھی کبھی ڈر سے نکل کے ان چیزوں کو بھی دیکھنا چاہیئے جو ہماری زندگی کو خوبصورت بنا دیں۔تمہیں پتہ ہے کہ مجھے بلندی پہ آ کے اپنا ہر ڈر بے معنی لگنے

لگ جاتا ہے۔میں اپنی زندگی میں جب کبھی ڈرا یا پریشان ہوا تو اپنی پریشانیاں بھگانے یہاں آجاتا ہوں ۔کیونکہ یہاں آ کے مجھے اپنا آپ ہلکا محسوس ہوتا ہے ۔اپنی ہر پریشانی چھوٹی لگتی ہے۔ایک سکون ملتا ہے ۔جب میں اس نشست پہ بیٹھ کے دنیا کو بھاگ ڈور کرتا دیکھتا ہوں۔ہر کوئی کسی ناں کسی چیز کے پیچھے بھاگتا ہے ۔یہاں ایک فسوں ہے ایک اٹریکشن جو مجھے باندھے رکھتی ہے۔"آرب بولتے ہوئے عناب کو یونہی بازوؤں کے گھیرے میں لئے آگے بڑھ رہا تھا۔وہ رکا ۔عناب کے بالوں کی خوشبو کو اندر اتارا تھا۔

"ڈر لگ رہا ہے اب۔" وہ بلکل وسط میں کھڑے تھے اب۔عناب نے نفی میں سرہلایا ۔آرب اسکو چھوڑ کے پیچھے ہونے لگا ۔عناب چیخا اور اسکے سینے سے لگ گئی تھی۔آرب کا قہقہ بلند ہوا ۔

"مجھے کیا پتہ تھا کہ تم یہاں آ کے یوں مظاہرے کرو گی ۔میں تو بہت پہلے لے آتا ۔"آرب نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔عناب خاموش اسکے سینے سے لگی کھڑی رہی ۔آرب اسکے موجودگی میں خود کو مکمل محسوس کر رہا تھا۔

"آرب ۔۔"چند پل یونہی گزرے تھے تو عناب کی آواز ابھری ۔

"ہمم ۔۔بولو۔"آرب خواب کی سی کیفیت سے جاگا تھا۔

"مجھے بھی آپکی جگہ پہ آپکے ساتھ جا کے بیٹھنا ہے۔اپنا ڈر بھگانا ہے۔اس بلندی کی خوبصورت کو محسوس کرنا ہے۔"عناب بولی تھی۔

"آریو شیور۔چیخوں گی تو نہیں۔"آرب نے اسکو سامنے کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اگر چیخی تو میرے پاس چپ کروانے کا بھی طریقہ ہے۔"آرب نے کہتے ساتھ آنکھ دبائی تھی۔

"چلیں ناں۔"عناب نے کہا تھا۔آرب اسکو اپنے حصار میں لئے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔عناب کا دل پورے زور سے دھڑک رہا تھا کہ وہ ابھی گر جائے گی مگر وہ نہیں گری۔ہر پل دل میں بلند ہوتے ڈر کو تھپکتی وہ آنکھیں کھولے آگے بڑھ رہی تھی۔وہ باونڈری سے تین قدم دور رک گئے تھے۔یہاں بھی ہوا کا زور تھا۔ٹمٹماتی روشنیاں۔سڑکوں پہ دوڑتی گاڑیاں۔بھاگ ڈور میں مصروف لوگ۔یہاں دنیا سے دور سکون تھا۔واقعی ہی ایک فسوں۔عناب نے چاند کی طرف دیکھا تھا جو ہوتے آب و تاب سے چمک رہا تھا۔پھر اپنے پہلو میں اپنے چاند کو دیکھا تھا جو اسکی ہی جانب متوجہ تھا۔آرب کی آنکھوں میں جذبوں کا ٹھاٹیں مارتا سمندر تھا۔عناب نے نظریں جھکائیں۔آرب کا دل گستاخی پہ اکسایا۔

وہ دونوں ایک دوسرے میں گم کھڑے تھے۔

اب ان لوگوں نے ڈائریکٹ کال ارتضی کو کھڑکا کے باتیں سنائی تھیں کہ اسکی امیر بیوی نے بدتمیزی کی ہے۔وہ جو پہلے ہی کورٹ میں خوار ہو رہا ہے غصے سے بھرا گھر پہنچا تھا۔

سب لاونج میں بیٹھے تھے سوائے رباب کے۔

"رباب۔۔کدھر ہے وہ۔جاؤ حفصہ اسکو بلا کے لاؤ۔" ارتضی آتے ہی دھاڑا تھا۔

"خدا خیر کرے۔آتے ہی شروع ہو گئے ہو سب خیر تو ہے ناں۔نہ سلام نہ دعا۔" فہمیدہ نے پوچھا تھا۔حفصہ بھابھی کو بلانے بھاگی تھی۔

"آپکو تو اسکے کرتوتوں کا جیسے پتہ ہی نہیں۔دیں اور ڈھیل۔ہمارے گھر کی باتوں میں اسکو بولنے کا حق کس نے دیا ہے۔" ارتضی نے اب ماں سے کہا تھا۔

"کیا بول رہے ہو تم۔خود کو ٹھنڈا رکھو۔غصے میں ہمیشہ الٹا سیدھا بول جاتے ہو۔" فہمیدہ نے اسکو ڈپٹا تھا۔مگر اسکا غصہ کہاں ٹھنڈا ہونے والا تھا۔

"کیا ہوا؟؟" رباب نے غصے میں دیکھا تو اندر آتے پوچھا تھا۔

"لیں جی آگئی ہیں ملکانی صاحبہ۔آپ کے ہوتے ہوئے بھلا خیر ہو سکتئ ہے

۔" ارتضی نے خونخوار نظروں سے اسکو گھورا تھا۔جو اس وقت حفصہ کی فراک

اور کھلی شلوار پہنے ہوئی تھی کیونکہ ارتضی کو اس کا اوٹ پٹانگ حلیہ نہیں تھا پسند

۔مگر اس وقت ارتضی تو کوئی اور ہی ارتضی لگ رہا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ ارتضی ؟؟"رباب پریشان ہوتی پوچھ رہی تھی۔

"آج جو لوگ آئے تھے ان کے ساتھ بدتمیزی کیوں کی ؟؟"ارتضی مدعے پہ آیا۔

"افف میں تو ڈر گئی تھی کہ پتہ نہیں کہا ہو گیا ہے۔"رباب نے سکھ کا سانس

لیا۔

"شٹ اپ ۔کس مٹی کی بنی ہوئی ہو تم ۔تمہارے لیے یہ کوئی بات نہیں

۔بدتمیزیوں کے سارے ریکارڈ توڑ دیں ہیں تم نے ۔نہ کوئی طریقہ نہ سلیقہ

۔تہذیب نام کی چیز تمہیں چھو کے نہیں گزری۔"ارتضی نے اسکو سرخ نظروں

سے گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ارتضی ۔۔"فہمیدہ بیگم نے ٹوکا تھا۔

"نہیں آنٹی بولیں دیں ناں انکو ۔"رباب نے کہا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے میں کیوں بولی تھی انکے سامنے ؟؟بقول آپکے بدتمیزئ کی ۔تو وجہ یہ تھی کہ انکو تحریم آپی نہیں آپکے کاروبار میں شراکت چاہیے تھی ۔وہ لالچی لوگ ہیں ۔" رباب نے کہا تھا۔

"واٹ ربش ۔کیا لالچی ؟؟آجکل ہر کوئی اپنا مفاد سوچتا ہے ۔وہ الگ بات ہے کوئی پیسے کی ڈیمانڈ رکھ لیتے ہیں تو کچھ ۔لیو اٹ ۔تو تمہیں کیوں مڑوڑ اٹھ رہے تھے۔" ارتضی نے کچھ باور کراوتے ہوئے کہا تھا۔رباب کی آنکھیں پہلی بار نم ہوئی تھی وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ یہ بات کس کو سنائی گئی تھی۔تو وہ جو پچھلے دنوں خوش فہمیوں کے محل تیار کرچکی تھی کہ انکا رشتہ پیار پہ قائم ہو رہا ہے وہ عمارت لرزی تھی۔

"مگر ارتضی ۔آج وہ لوگ یہ ڈیمانڈ کر رہے تھے تو کل کو کچھ اور مانگتے ۔" رباب نے اسکو سمجھانا چاہا تھا۔مگر مقابل اسکا ارتضی نہیں تھا شاید۔

"تمہارا اس سارے معاملے سے کیا لین دین ہے مجھے صرف یہ بتاؤ ۔تمہیں کس نے حق دیا بولنے کا ۔" ارتضی دھاڑا تھا۔

"آپ فکر کیوں کرتے ہیں رشتہ اور آجائے گا ۔اس سے بھی اچھا ۔انفیکٹ ہماری فیملی میں ایک بہت اچھا رشتہ ہے ۔" رباب اسکے اکھڑے ہوئے لہجے کی بجائے صلح جو انداز میں بولی۔

"ہونہہ۔اچھا رشتہ ۔۔تو وہ اچھا رشتہ تم سے نہیں کیا کسی نے۔آئی بڑی فیملی والی۔" ارتضی کی بات نے رباب کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔وہ پیار کی عمارت پورے قد سے زمین بوس ہو گئی تھی۔وہ تن فن کرتا نکلتا چلا گیا تھا۔اتنی ذلت۔اتنی تذلیل۔اتنی بےزاری۔آنسو ٹوٹ کے گال پہ پھسلا تھا۔فہمیدہ تحریم اور حفصہ اسکو دلاسے دیتی پیار کرتی رہی وہ خاموش خالی نظروں سے ان سب کو دیکھتی رہی تھی۔شوہر سے اپنے لیے یہ الفاظ سن کے وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ان چاہے وجود کا بوجھ۔

اگلے دن کورٹ میں سماعت تھی آرب صبح جلدی ہی اٹھ گیا تھا۔پریشانی حد سے زیادہ تھی۔کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔وہ ایک کمرہ کھول کے اندر گیا تھا۔سامنے پڑے وجود کو دیکھ کے وہ ضبط کھو بیٹھا تھا۔

"ہشام ۔۔"آرب کی زبان سے ایک لفظ نکلا تھا۔سسکی نما آواز۔اسکا ضبط ٹوٹ گیا تھا۔تبھی کوئی دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا۔

"آرب بیٹا بری بات۔ابھی ابھی وہ سویا ہے یوں تنگ نہ کرو اسے۔"سحرش پھوپھو نے اسکو ڈپٹا تھا۔

"پھوپھو۔"وہ اذیت سے بولا تھا۔

"میری جان وہ بلکل ٹھیک ہے اب۔تمہاری محنت اور کوششوں سے وہ کومہ سے باہر آچکا ہے۔بس اسکو کچھ وقت لگے گا یہ سب ایکسپٹ کرنے میں پھر ہم سب پاکستان چلے جائے گے۔"سحرش پھوپھو نے اسکو کہا تھا۔سحرش کی پاکستان سے اچانک آنے کی وجہ بھی پچھلے ہفتے ہشام کا کومہ سے باہر آنا تھا۔آرب نے ڈاکٹرز کی بیسٹ ٹیم کو ہائر کر رکھا تھا جو چوبیس گھنٹے اسکی نگہداشت کے لیے آس پاس رہتے تھے۔اپنی ٹف روٹین سے بھی وہ دو گھنٹے ضرور نکالتا تھا جب وہ ہشام کے پاس رہتا اسکے بے ہوش وجود سے باتیں کرتے اسکو پیار کرتا۔بلآخر وہ انکو واپس مل گیا تھا۔یہ سب راز تھا سحرش ،آرب اور ارتضی کے بیچ۔

جب ڈاکٹرز نے احتشام کے مرنے کی خبر سنائی تھی اور ہشام کے بچنے کے بیس پرسنٹ چانسز کا ذکر کیا تھا تو آرب نے ڈاکٹر کو یہ بات راز رکھنے کا کہا تھا۔وہ سب انتظامات کروا کے ہشام کو ارتضی کے ساتھ بھیج کے خود پاکستان رہا پھر خود بھی کچھ دن بعد روانہ ہو گیا تھا۔

وہ اس بات کو راز اسلئے بھی رکھنا چاہتا تھا کہ اگر ہشام بچ نہ سکا تو جو اسکے بچنے کی امید اسکے بوڑھے ماں باپ نے لگا لی ہو گی وہ ایک بار پھر ٹوٹ جائے گے۔احتشام کے ساتھ کسی اور لاوارث کو دفن کر دیا گئا تھا۔

وہ تیار ہو کے آفس کے لیے نکلا تھا جب عناب اسکو یونہی گھومتی نظر آئی تھی۔

"آفس نہیں جانا آج یا لیٹ آؤگی۔" آرب کا لہجہ سنجیدہ تھا کوئی شوخ نہ تھی۔

"میں آج آفس نہیں آؤنگی۔" عناب نے کہا تھا۔

"وجہ۔" آرب نے ناشتے کے ٹیبل پہ بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آج ریان کا برتھ ڈے ہے تو۔۔" اس سے پہلے کے عناب بات پوری کرتی آرب چلا اٹھا تھا۔

"اینف۔" آرب دھاڑا تھا۔عناب سہمی۔

"جب ایک دفعہ بات کہہ دی ہے تو تمہاری عقل میں فٹ کیوں نہیں ہوتی۔کیا چاہتی ہو کہ میں کوئی انتہائی قدم اٹھاؤں۔پھر واویلا مت کرنا۔آئندہ مجھے وہ تمہارے آس پاس نظر نہ آئے۔" آرب نے ترش لہجے میں کہا تھا۔

"واویلا کرنا تو اب قسمت میں لکھا جا چکا ہے اور کر بھی کیا سکتی ہوں۔ملکوں کے خون میں تو بے حسی شامل ہے دوسروں کو رلائے بغیر انکا گزارہ کہاں ہوتا ہے۔" عناب نے بھی کوئی لحاظ نہ کیا تھا۔

"عناب تم یہ فضول رویہ اپنا کے مجھے مجبور کر رہی ہو کہ میں تمہارے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔میں بحث کو طویل نہیں کرنا چاہتا ۔بس جو بات بولی ہے اس پہ عمل ہونا چاہیئے ۔"آرب نے بے لچک انداز میں کہا تھا۔

"اور کیا سختی کریں کریں گے ویسے ۔اب میرے پاس لٹانے کو بچا ہی کیا ہے ۔دو سال پہلے بھائی چھین لیا اب مجھے بھی اپنا نام کر لیا ۔"عناب استہزائیہ ہنسی ہنسی تھی۔

"بس ۔۔"آرب نے ہاتھ میں پکڑا کپ دور پھینکا تھا اور عناب کا ہاتھ پکڑ کے اندر کی جانب بڑھا تھا۔

"یہ ہوش و حواس سے بیگانہ پڑ انسان دیکھو ۔بھائی ہے میرا چھوٹا ۔"آرب نے اسکو اندر لا کے چھوڑا تھا۔وہ ساکن کھڑی اس لاغر وجود کو دیکھ رہی تھی۔

"دو سال پہلے کی جنگ میں تمہارا بھائی اکیلا نہیں آیا تھا۔میرا گھر بھی جلا تھا۔میرا ایک بھائی موت کو گلے لگا چکا ہے ۔یہ جو تم کہتی ہو کہ ہم نے مارا تو سن لو یہ شاہ کے کارنامے تھے۔انکی سفاکی کی بھینٹ چڑھے تھے سب ۔"آرب اسکے کانوں کے پردہ کھول رہا تھا۔اسنے ہر وہ بات کہہ ڈالی تھی شروع سے آخر تک ۔عناب سن کھڑی تھی۔وہ لوگ تو عظیم تھے۔

"بے حس ملک۔تو ہیں ہم بے حس۔ہم کمزور کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔میرے بابا نے اپنا گھر بھی اندر تیغ دیا۔آج تک وہ انصاف کے لیے بھٹک رہے ہیں۔میری اکلوتی جان سے پیاری بہن کو خاندان والوں کے باتیں سننی پڑی اسکا رشتہ ٹوٹ گیا۔اس دشمنی کے طعنے سے۔ہماری دشمنی بھلا تھی ہی کب۔ہم تو انصاف کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے۔میرے بہن اور بہنوئی پہ حملہ کیا گیا وہ بچ گئے تو وکیل کو مروا ڈال۔آج پھر پیشی ہے دعا کرو کہ ملک ہار جائے تاکہ تمہارے بدلے کی آگ تو بجھ سکے۔"وہ کہتا اسکو یہاں چھوڑ باہر نکل گیا تھا۔وہ وہی ڈھ گئی تھی یہ انکشافات سن کے۔

بلآخر وہ گھڑی آگئی تھی جب سب کی قربانیوں کا پھل ملنا تھا۔رحمت شاہ کے پچھلی رات ایکسڈینٹ ہو گیا تھا وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہاسپٹل میں زندگی کی بازی ہار گیا تھا۔کمال شاہ کو سزائے موت سنا دی گئی تھی۔ہر دل کو سکون مل گیا تھا۔مجتبی ملک سجدہ ریز ہو گئے تھے انکی محنتیں ضائع نہیں گئیں۔انہوں نے ارتضی کو گلے لگایا تھا جو ہر قدم شانہ بشانہ رہا تھا۔سارے گاؤں میں خوشی کا سا سماں تھا۔جیسے کسی ظالم جادوگر سے چھٹکارے کے بعد ہر چیز

صاف شفاف ہو جاتی ہے گاؤں کا بھی یہ ہی سماں تھا۔ سب حویلی کے ارد گرد جمع خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

ارتضی گھر پہنچا تو جو خبر سننے کو ملی وہ اسکو ہلا گئی تھی۔

"رباب حویلی چلی گئی ہے۔" ارتضی کا غصہ کم ہونے کی بجائے اور بڑھ گیا تھا۔

"جو دل میں آئے وہ کرے میری بلا سے۔ شوہر کی تو کوئی عزت نہیں ہے اسکی نظر میں۔" وہ غصے بل کھاتا کمرے میں پھر رہا تھا۔

"ارتضی۔" فہمیدہ بیگم نے دروازے سے اسکو آواز دی تھی۔

"ماما آپ۔ آئیں اندر۔" ارتضی نے کہا تھا۔ وہ اندر آئی تھیں۔

"رباب کیوں گئی ہے حویلی۔" فہمیدہ بیگم نے سوال کیا تھا۔

"مجھے کیا پتہ۔ اسکو کونسا کسی کا ڈر ہے۔" ارتضی چڑا۔

"یہ بات مجھے تمہاری بہت بری لگتی ہے۔ غصے میں سامنے والے کو دو کوڑی کا کر دیتے ہو۔ سامنے والے کی بھی کوئی عزت نفس ہوتی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ کل بھی تم نے بچی کو بے جا ڈانٹا۔ آج بھی اسکی ہی غلطی نظر آ رہی ہے۔ خود سوچو اگر ان لالچی لوگوں میں ہم تحریم کو بیاہ بھی دیتے تو انکے مطالبوں کا سلسلہ بڑھنا ہی تھا گھٹنا نہیں تھا۔" فہمیدہ بیگم نے اسکو سمجھایا تھا۔

"ٹھیک ہے آپکی بات بھی ۔مگر وہ گھر چھوڑ کے کیوں گئی ہے ۔یہ کہاں کی عقلمندی ہے ۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"تم دونوں میاں بیوی ہی بہت عقلمند ہو ۔یہ بات تم خود ہی پوچھ لینا اس سے ۔آج انتیس دسمبر ہے مجھے یکم جنوری کو اپنی بہو گھر چاہیے ۔ورنہ تم بھی اپنا ٹھکانہ کہی اور کر لینا ۔میں اپنی بیٹی کو گھر لے کے آنا ہے۔" فہمیدہ بیگم اسکو وارن کرتی باہر نکل گئی ۔

"ماما۔" وہ چڑا ۔فہمیدہ ہنستی باہر نکل گئیں تھیں ۔وہ اپنی جیب سے موبائل نکال کے رباب کا نمبر ملا چکا تھا۔ مسلسل بیل ہو رہی تھی ۔

"ہیلو۔" نسوانی آواز ابھری تھی مگر یہ رباب کی نہیں تھی ۔

"کون ۔" ارتضی نے پوچھا ۔

"حمیدہ بی کی بیٹی بات کر رہی ہوں ۔" اطلاع دی گئی ۔

"رباب کو فون دو ۔ارتضی بول رہا ہوں ۔" ارتضی نے اپنا نام یوں لیا تھا جیسے وہ بھاگی بھاگی آجائے گی ۔

"چھوٹی بی بی آپ کا فون ہے ۔" اسنے وہی سے ہانک لگائی تھی۔

"یہاں میری پتنگ کٹنے والی ہے تمہیں فون کی پڑی ہے ۔" رباب کی آواز ہوا کے دوش پہ سوار اسکے کانوں میں پڑی تھی ۔ارتضی تڑپ اٹھا تھا۔

"کوئی بے تکا کام رہ نہ جائے تم سے کرنے کے لیے رباب بی بی ۔ "ارتضی سلگا تھا۔

"جی وہ بی بی پتنگ اڑا رہی ہیں ۔ "وہ لڑکی منمنائی ۔

"اس سے بولو ارتضی کا فون ہے ۔ "ارتضی نے پھر کہا تھا

۔

"بی بی جی کسی ارتضی کا فون ہے ۔ "لڑکی نے اب پھر پتنگ اڑاتی رباب کو کہا تھا۔

"کون ارتضی ؟میں کسی ارتضی کو نہیں جانتی ۔کہہ دو آئندہ فون مت کریں ۔ "رباب چیخی تھی۔ارتضی جانتا تھا کیا ری ایکشن آئے گا ۔

"سن لیا صاب جی۔ "ملازمہ نے تصدیق چاہی ۔

"میں رباب بی بی کا شوہر ہوں اگر بی جان کو پتہ لگ گیا ناں کہ رباب اوپر کیا کر رہی ہے اور تم اس کے ساتھ ہو تو جانتی ہو کیا ہو گا۔ "ارتضی نے گھی ٹیڑھی انگلی سے نکالنا چاہا تھا۔

"کیا دلہا صاحب ۔۔نہ نہ جی بی جان کو مت بتائیں گا وہ تو رباب بی سمیت مجھے بھی اڑا دیں گی۔ "وہ ہکلائی۔

"چلو پھر جیسا کہتا ہوں ناں ویسا کرو۔ فون اپنی بی بی جی کے کان پہ لگاؤ۔ کہنا کسی اور کا فون ہے۔ ورنہ۔۔" ارتضی نے دھمکایا۔

"بی بی دھیان سے آپ گر جائیں گی۔" فون سے آوازیں آ رہی تھیں۔

"اوئے پپو اگر تم نے میری پتنگ کاٹی ناں تو جب گھر آؤ گے جوتے ماروں گی سمجھے۔" رباب کسی کو دھمکا رہی تھی۔

"بی بی جی آپکی دوست مناہل کا فون ہے۔" ملازمہ نے کہا تھا۔

"لاؤ دو۔" رباب چہکی۔

"مناہل یارا آ جاؤ اتنا مزہ آ رہا ہے میں پتنگ اڑا رہی ہوں۔" رباب اپنی مستی میں بولی تھی۔

"ارتضی حیدر عرض کر رہا ہوں۔ اگر فون بند کیا تو ڈائریکٹ بی جان کے پاس آ جاؤ گا۔ تو بہتر ہے کہ بات سن لو۔" ارتضی نے دھمکایا۔ رباب نے چپ رہنا مناسب سمجھا تھا۔

"تو مسز ارتضی حیدر اپنا سامان ان پیک کرنے کی ہمت بھی مت کرنا۔ جیسے گئی ہو ویسے واپس آ جاؤ۔ دوسری صورت میں میرے پاس بہت سے طریقے ہیں۔ اور ہاں ان اوٹ پٹانگ حرکتوں سے اگر میری بیوی کو چوٹ لگی ناں تو اچھا نہیں ہو گا۔" ارتضی نے کہتے ساتھ ہی فون بند کر دیا تھا۔

" سمجھتے کیا ہیں خود کو ۔ حکم دیں گے ۔ کر لیں جو ہوتا ہے۔" رباب بھی چیخی ۔

آرب کی خوشی کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ البتہ عناب سے مکمل کنارہ کیا ہوا تھا۔ بلانا تو دور دیکھنا بھی گوارہ نہ کر رہا تھا۔ عناب نے سب سحرش کو بتا ڈال تھا۔ انہوں نے اسکو چپ رہنا کا اشارہ کیا تھا۔ اگلی صبح اس وقت وہ سب ہشام کے اردگرد بیٹھے تھے ۔

"کیا لو گے ناشتے میں ۔شامی ۔" آرب نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے اسکے بال بکھیرے تھے ۔

"جو آپ کھائیں گے ۔" شامی نے بھائی سے کہا تھا۔

"شامی تم یہ پراٹھا کھاؤ قیمہ والا۔ ساتھ یہ لو چٹنی ۔ تمہیں بہت اچھا لگے گا ۔" عناب نے اسکے سامنے گرما گرم پراٹھا رکھتے ہوئے کہا تھا۔ شامی نے اسکی طرف دیکھا تھا جو اسکی بھابھی تھی معصوم سی لڑکی۔ آرب نے اسکو اگنور کیا تھا۔

"پھوپھو یہ ہیوی ہو جائے گا شامی یہ نہیں کھائے گا ۔" آرب نے کہا تھا۔ عناب کے دل میں کچھ ٹوٹا ۔

"نہیں بھیا میں یہ کھاؤں گا۔" شامی نے رباب جیسی معصوم سی بہن کا دل ٹوٹتے دیکھا تو بولا تھا۔

"لائیں بھابھی۔" شامی نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"بھابھی۔" آرب نے دانت پیسے۔

"بھائی ہم گھر کب جائے گے۔ماما بابا ،بی جان اور رباب کے پاس۔" ہشام نے پوچھا تھا۔

"ہاں میں تو بتانا ہی بول گیا۔تم لوگ کل شام کی فلائٹ سے واپس جا رہے ہو۔پھوپھو ان سے بھی بول دئجیے گا اپنا سامان پیک کر لیں یہ بھی آپکے ساتھ جائیں گی۔" آرب نے عناب سے مخاطب ہوئے بغیر سحرش کو کہا تھا۔عناب تڑپ اٹھی تھی۔

"میں کیوں ۔۔" عناب نے آرب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں آرب یہ تمہارے ساتھ ہی آجائے گی۔اپنی بیوی کو ساتھ لانا اپنا۔تم نے بھی تو اس ہفتے آنا ہے ناں۔" سحرش نے کہا تھا۔

"نہیں پھوپھو۔بہتر ہو گا کہ آپ ان کو اپنے ساتھ لے جائے یا پھر ارباز کے پاس چلی جائیں یہ۔" آرب فیصلہ سناتا کھڑا ہو گیا تھا۔عناب رو پڑی تھی۔

"عناب میری جان وہ ابھی غصے میں ہے تم فکرنہ کرو۔"سحرش نے اسکو چپ کروایا تھا۔

"نہیں میں ارباز بھائی کے پاس چلی جاتی ہوں ۔بوجھ لگتی ہوں ناں انکو ۔"عناب روہانسی ہوئی۔

"نہیں آپ میرے ساتھ گھر چلے گی اپنے ۔دیکھ لے گے آپکے اس اکڑو شوہر کو بھی ۔"شامی نے اٹھ کے اسکے آنسو صاف کئے تھے۔

"مجھ معاف کردیں آپ سب لوگ اتنے اچھے ہیں اور میں ۔"عناب پھر رو پڑی ۔

"اوں ہوں ۔اب زیادہ ایموشنل نہ کریں مجھے ۔اٹھیں پیکنگ کرتے ہیں ۔پھر آپ نے اپنے ساس سسر سے ملنے کی ریہرسل بھی کرنی ہے ۔"شامی نے لقمہ لگایا ۔وہ تینوں ہنس پڑے تھے۔آرب پھوپھو اور شامی سے صبح ہی مل گیا تھا جبکہ عناب کو مخاطب بھی نہ کیا تھا۔شامُ کو وہ افسردہ دل لئے واپس پاکستان آ گئی تھی

اس سرپرائز پہ حویلی کی درودیوارجی اٹھی تھیں ۔ملک ،بلقیس بیگم بی جان اور رباب سمیت گاؤں والے بھی خوش تھے۔وہ لوگ توجی اٹھے تھے۔ہشام کو

زندہ پا کے ۔صدقے میں بکرے دئیے گے ۔ساتھ میں بہو کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔رباب تو ہوا میں اڑتی پھر رہی تھی ۔تین دن بعد ایک بڑی سی ضیافت رکھی گئی تھی حویلی میں جس میں سب نے شرکت کرنی تھی۔آرب بھی پاکستان آ رہا تھا۔

آخر آج وہ دن آ ہی گیا تھا۔حویلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔عناب بوکھلائی پھر رہی تھی۔

سحرش پھوپھو کے سامنے وہ رو پڑی تھی۔

"ایک دن بھی فون نہیں کیا ۔یہاں آ کے بھی یہ ہی سلوک کریں گے ۔اتنا ناراض ہو گئے ہیں بات تو دور دیکھنا گوارہ نہیں کر رہے ۔"عناب ہچکیوں میں رو رہی تھی۔

"دیکھنا تم جب آئے گا سب کان کھینچے گے اسکے ۔بس اب تم نے اسکو منانا ہے ۔رو مت اچھے سے تیار ہو جا کے ۔اور ہاں آج سے تم آرب کے کمرے میں رہو گی۔"سحرش نے حکم دیا تھا۔

سب تیاریوں میں مصروف تھے ۔ہر طرف گہما گہمی تھی۔آرب نے حویلی میں قدم رکھا تو عناب کا دل دھڑکا اٹھا تھا۔بلیک پینٹ وائٹ شرٹ اوپر سکن کلر کی جیکٹ پہنے خوبرو شہزاد سب سے مل رہا تھا۔ساتھ ارباز بھی تھا۔ارباز سب سے

مل کے بہن کو ملنے چلا گیا تھا۔ہر سو خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔عناب کمرے سے باہر نہ آئی تھی۔

"جاؤ جا کے فریش ہو لو۔"بی جان نے کہا تھا۔

"اور سنو اگر زیادہ عناب کو تنگ کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"سحرش پھوپھو نے اسکا کان مڑوڑا تھا۔

"جو آپکی عناب نے تنگ کیا تھا مجھے اسکا کیا۔"آرب نے شکوہ کیا۔

"آرب وہ پاگل رو رو کے تمہاری بے اعتنائی میں آدھی رہ گئی ہے۔"سحرش نے اسکو ڈپٹا۔

"اچھا یقین نہیں آتا۔"آرب ہنسا۔

"پٹو گے اب تم۔"سحرش نے اسکو کہا تھا۔آرب اٹھ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"اگر میں اپنی بھابھی کو اداس دیکھا تو آپکی خیر نہیں کیوں شامی۔"رباب نے آرب کو کہا تھا۔

"بلکل۔"شامی نے بھی حامی بھری۔

"تم لوگوں کو بعد میں دیکھتا ہوں۔"آرب کہتے کمرے میں چلا گیا تھا۔اندھیرے نے اسکا استقبال کیا تھا۔

"لائٹ کس خوشی میں بند کی ہوئی ہے۔" آرب جھنجھلایا تھا۔

لائٹ آن کی تو سامنے کی وہ دشمن جان بیٹھی ہوئی تھی۔ بلیک سوٹ پہنے اوپر گرم شال اوڑھی ہوئی تھی۔ رو رو کے آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ چہرہ بھی سرخ ہو رہا تھا۔ بال چہرے پہ آ رہے تھے۔ آرب اسکے پاس گیا تھا۔ عناب نے بھی سرخ آنکھیں اٹھا کے اسکو دیکھا تھا۔ آرب کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔ ہاتھ بڑھا کے اسکو مقابل کھڑا کیا تھا اور اسکو خود میں سمیٹنا شروع کر دیا تھا وہ ہق دق کھڑی رہ گئی تھی اس جرات پہ۔ کچھ پل گزرے آرب ہنستے ہوئے پیچھے ہٹا تھا۔

"جب دور رہ نہیں سکتی تو جتن کیوں کرتی ہوں مسز ملک۔" آرب نے اسکا شرماتا ہوا چہرہ ہاتھوں میں بھرا تھا۔ جو اسکی قربت میں سرخ پڑ گیا تھا۔

"آپ تو ناراض تھے ناں۔" عناب نے پوچھا تھا۔

"ہاں تو وہ ابھی بھی ہوں۔" آرب پھیلا۔

"مناؤ مجھے۔" آرب کہتے ہوئے رخ موڑ گیا۔

"نہیں مناؤ گی۔ اتنے دن آپ نے مجھ سے بات نہیں کی۔ ڈانٹا اتنا مجھے۔" عناب کہتے ساتھ رو پڑی۔ آرب نے پیچھے مڑا کے اسکو بازوؤں میں لے لیا تھا۔

"یار تم مجھے ڈانٹ لو۔مگر رو تو مت۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔یہ ماجرا ہو گیا ہے ملکہ عرب۔"آرب نے اسکو چھیڑا۔

"تو آپکے کام ہیں ایسے ہیں۔"عناب نے کہا تھا۔

وہ اسکے سینے پہ سر رکھے یونہی کھڑی رہی تھی۔آرب نے حصار تنگ کیا۔

"کوئی گستاخی کر سکتا ہوں۔"آرب نے اسکے کان میں سرگوشی کی۔

"پوچھ تو ایسے رہے ہیں جیسے پہلے تو پوچھ کے کرتے ہیں یا کی ہے ابھی ؟؟"عناب نے چوٹ کی تھی۔آرب کا قہقہ پڑا تھا۔

"ہٹیں اب مہمان آرہے ہیں ریڈی ہو جائیں میں بھی ہونا ہے۔"عناب نے اسکو ہٹایا تھا۔

"نہایت ہی غلط ٹائم پہ دعوت رکھی ہے ویسے۔"آرب نے مصنوعی غصے سے کہا۔

"آرب۔۔"اپنی طرف بڑھتا دیکھ کے عناب نے اسکو گھورا۔

"اوکے ملکہ عرب۔"آرب منہ بناتا فریش ہونے چل دیا۔

ہر طرف گہما گہمی تھی حویلی کو روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔رباب سب مہمان کو مل رہی تھی ۔وہ فراک میں ملبوس شہزادی لگ رہی تھی ہلکا پھلکا سا میک اپ کیا ہوا تھا۔

اسکی نظر فہمیدہ آنٹی لوگوں پہ پڑی انکی طرف لپکی تھی۔اب کو گلے ملتی وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ اندر آتے ارتضی کا دل کیا اسکو دل میں چھپا کے کہی لے جائے ۔

سب مل کے آگے بڑھ گئے تو ارتضی نے بھی بازو وا کئے ۔رباب نے آنکھیں نکالیں تھیں ۔

"گھر والے کو کوئی لفٹ نہیں ۔" ارتضی نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔رباب سر جھٹکتی اندر جانا چاہ رہی تھی مگر اسکا ہاتھ ارتضی کی مضبوط گرفت میں تھا۔

"چھوڑیں مجھے ۔" رباب نے احتجاج کیا ۔مگر ارتضی اسکو گاڑی میں بیٹھا کے گاڑی بھگا لے گیا تھا۔

"آپ پاگل ہو گئے ہیں ۔میرے گھر فنکشن ہے اور آپ یہ سب۔" رباب چیخی ۔

"لو یو ٹو ۔سویٹ ہارٹ ۔" رباب اپنی بات کے جواب میں منہ کھول کے رہ گئی تھی۔

"آپ ۔۔" رباب منہ پھیر کے بیٹھ گئی۔ ارتضی نے گھر کے آگے گاڑی روکی ۔ رباب کو باہر نکالا ۔ گاڑی کی چابی چوکیدار کو دی اور رباب کو لے کے سیدھا بیڈ روم میں آگیا تھا۔

"تو اب بتائیں مسز ارتضی حیدر ۔" اسکو سامنے بیٹھا کے وہ بولا تھا۔ بدلے میں رباب نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے ارتضی کو دیکھا تھا۔

"رباب ۔۔" ارتضی نے اسکا چہرہ ہاتھ میں لے کے پوچھا تھا۔

"مت لگائیں مجھے ہاتھ ۔ جب دل کیا آپ مجھے ذلیل کرے گے جب دل کیا یوں نرمی دیکھانے لگ جائے گے ۔ آخر میری کوئی عزت ہے آپکی نظر میں یا نہیں ۔ ایک ہی بار مجھے ہاتھ پکڑ کے گھر سے نکال دیں ناں ۔ بوجھ ہوں آپ پہ ۔ بار بار آپ مجھے باور کرواتے ہیں کہ مجھے زبردستی آپ پہ تھوپا گیا۔ اس دن میں وہ رشتے والی بات پہ ۔۔" رباب اتنی ہی بول تھی کہ رو پڑی۔

ارتضی اٹھا اور اپنی الماری کی طرف بڑھا تھا۔ ایک باکس برآمد کر کے رباب کے آگے رکھا تھا۔

"کھولو اسکو۔" ارتضی نے رباب کو کہا تھا۔

"رباب پلیز۔" اسکو یونہئ بیٹھا دیکھ ارتضی بولا تھا۔ رباب نے باکس کھولا تو حیران رہ گئی تھی وہ اسکی تصویروں سے بھرا پڑا تھا۔ اسنے تصویریں الٹ پلٹ

کی تو وہاں گزرے سالوں کی تاریخیں بھی لکھی ہوئی تھی ۔جن مواقعوں پہ یہ لی گئیں تھیں ۔

"آپ ۔۔" رباب حیرانگی سے بولی ۔

"جی میں ۔چلو ایک بات تو کلئر کر کہ تم بوجھ ہرگز نہیں ۔یہ تصویریں میرے جذبات کی گواہ ہیں ۔پھر خدا نے کچھ ایسا کیا کہ تم میری زندگی میں آگئی ۔تم نے تو شروع سے ہی میری ناک میں دم کیا ہوا تھا جب میں آرب سے ملنے حویلی جاتا تھا۔" ارتضی نے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔رباب کو اپنی قسمت پہ ناز ہوا۔

"ہاں جی اس لیے کہہ رہے تھے ناں کہ کسی اور نے تو مجھ سے شادی نہیں کی ۔" رباب نے شکوہ کیا تھا۔

"تو رباب تم حق رکھتی ہو کہ جہاں میں غلط ہوں میرے گریبان سے پکڑ کے مجھے کہتی ارتضی حیدر نا شکری مت کرو اگر میں تمہیں نہ ملتی تو تم نے خوار ہو جانا تھا میرے پیچھے ۔اب شکر کرو ۔" ارتضی نے اسکو کہا تھا۔

"ہونہہ مجھے خوش فہمیوں میں بتلا نہ کریں ۔" رباب پیچھے ہٹ کے بیٹھی۔

"کیا کروں میں تمہارا اب ۔ خود ہاتھ سے پکڑ کے لایا ہوں یہاں تاکہ کل کو میں اگر کچھ بکواس کروں تو تم کہہ سکو کہ اپنی مرضی سے لائے تھے مجھے یہاں ۔ اب اگر ایک لفظ بھی منہ سے نکلا تو جان لے لونگی ۔" ارتضی نے اسکو کہا تھا۔

"اچھا۔تو سنو ارتضی حیدر ابھی کے ابھی مجھے اپنے سسرال چھوڑ آئیں ورنہ جان لے لونگی ۔" رباب نے اپنے انداز میں دھمکی دی تھی۔

"جان تو تم پہلے ہی لے چکی ہو۔اب پرواہ کس کافر کو ہے ۔اب جبکہ تمہاری مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ تم ناراض نہیں ہو تو چانس ہی نہیں ہے کہ میں اتنی خوبصورت بیوی کو لے کے کہی جاؤں گا ۔" ارتضی نے اسکو پاس کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ارتضی ۔۔آپ وعدہ خلافی کر رہے ہیں ۔میں واقعی ہی ناراض ہو جاؤں گی۔" رباب ہنستے ہوئے پیچھے ہٹی تھی۔

"تمہاری ناراضگی کی تو ایسی کی تیسی ۔" ارتضی اسکے پیچھے لپکا تھا۔

ہنسی ہر طرف گونج رہی تھی۔خوشیاں پر پھیلا چکی تھیں ۔ محبت کی گونج تھی ہر سو ۔

آرب عناب کو لے کے حویلی کی چھت پہ آگیا تھا۔اس وقت ٹھنڈ عروج پہ تھی۔وہ موٹے کپڑوں میں ملبوس ہونے کے ساتھ ساتھ شالیں اوڑھے سردی کی شدت کو کم کرنے کے ساتھ انجوائے کر رہے تھے۔

"کیا آپکے دماغ میں سمائی کہ آدھی رات یہاں لے آئے ہیں ۔"عناب نے سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے شکوہ کیا۔

آرب نے سردی سے سرخ ہوتی اسکی ناک کو دبائی اور اسکو اپنے شال کے اندر کر لیا تھا۔

"محسوس کرو گاؤں کی خوبصورتی۔سردیوں کی یہ ٹھنڈی رات ۔دھند کی نمی ۔اڑتے پھرتے ٹمٹماتے جگنو ۔اور تم اور تمہارا دیوانہ محبوب شوہر ۔۔"آرب نے اسکو اپنے اندر سموتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔

"ہاہا ۔اچھا دیوانہ تو ٹھیک ہے مگر محبوب کی خوش فہمی کیوں لاحق ہو گئی جناب کو ۔"عناب نے سردی سے سرد پڑتے ہاتھوں پہ آرب کے ہاتھوں کی گرمائش محسوس کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"عناب۔۔کیا واقعی ہی تم ۔۔تم مجھ سے پیار نہیں کرتی ۔"آرب نے لہجہ سنجیدہ کر کے پوچھا تھا۔

"آرب آپ تو سنجیدہ ہی ہو گے ہیں ۔میں تو یونہی۔" عناب کہنے کے ساتھ اسکی طرف رخ موڑ رہی تھی جب آرب نے شرارت کر دی تھی۔عناب نے اسکو پرے دھکیلا تھا۔آرب کا قہقہہ پڑا۔

"اچھا سوری اب نہیں کرونگا۔"آرب نے فرمانبرادی کا مظاہرہ کیا۔

"آپ کو پتہ ہے آرب مجھے شروع میں یہ لگتا تھا کہ آپکا اور میرا میچ ناممکن ہے۔کہاں آپ شہزادے اور کہاں میں معمولی سی لڑکی۔ہمارے اسٹیٹس اور لائف سٹائل میں بہت فرق تھا۔پھر میرا دل آپکی طرف مائل ہونے گا۔کہ آپکے بغیر میرا گزارہ ناممکن لگنے لگ گیا ہے مجھے۔آرب آپ سب کچھ ہیں میرے لیے۔"عناب نے اسکے سینے پہ ہاتھ رکھ کے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔آرب نے اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اور اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکڑایا تھا۔

"پیار و محبت کسی کا اسٹیٹس ،پیسہ ،ماضی یا خوبصورتی دیکھ کے نہیں ہوتا ۔میرے خیال میں جو لوگ یہ کہتے بھی ہیں ناں کہ ہم دیکھ سوچ کے پیار و محبت کرتے ہیں۔وہ احمق ہوتے ہیں۔"آرب نے اسکے گال سہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم میری ایمپلائی تھی۔میں بس تم سے پیار کرتا ہوں اور بے تحاشہ کرتا ہوں۔"

"تمہیں پتہ ہے تمہاری کس چیز نے مجھے سب سے زیادہ تمہاری طرف اٹریکٹ کیا تھا۔تمہاری ان آنکھوں کے خوف نے۔"آرب اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھمے اسکے آنکھوں کے پوروں پہ انگلی پھیر رہا تھا۔

"نہایت ہی فضول دلیل ہے خوف سے کون اٹریکٹ ہو کے محبت کرتا ہے۔"عناب کو اعتراض ہوا۔

"یہ دلیل نہیں سچائی ہے۔اور ہاں خوف نے ہی اٹریکٹ کیا تھا۔شہد رنگ گول مٹول آنکھوں کے خوف نے۔اس آزاد اور ایڈوانس دنیا میں رہتے ہوئے ایک عرصہ ہو چکا ہے بھانت بھانت کے لوگ ملے ہیں ملک ملک گھوما ہوں۔مگر تمہاری آنکھوں کے خوف نے مجھے فریز کر دیا تھا۔اور مجھے خوف سے لڑنا اچھا لگتا ہے۔"آرب نے مزید کہا تھا۔

"تو محبت کو تو پھر ڈھونگ ہوا۔آپ تو مجھ سے پھر محض لڑیں گے۔"عناب نے کہا تھا۔

"تو یہ میں جو تمہاری تعریفیں کر رہا ہوں اسکا اثر نہیں ہوا مگر یہ الٹی بات نکال کے بیٹھ گئی ہو۔ہاں لڑوں گا اگر تم ریان یا کسی اور کا نام بھی لو گی تو ۔"آرب نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آرب آپکی اس عادت سے مجھے بہت چڑ ہے۔"عناب نے احتجاج کیا۔

"لڑنا چاہ رہی ہو اب پھر ۔"آرب نے تیور بدلے۔

"اچھا چھوڑیں ۔نیچے چلتے ہیں ۔"عناب نے بات بدلی ۔

"او کے مسز ملک آپکو میری ایک بات ماننی پڑے گی ۔"آرب نے اسکو آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا۔عناب اٹھ کے بھاگ گئی تھی۔آرب اسکے پیچھے لپکا تھا۔

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔کارپٹ پہ کشنز پہ بیٹھے دو نفوس کمبل ٹانگوں پہ اوڑھے لیپ ٹاپ کی سکرین میں ڈوبے ہوئے تھے جہاں ایک ہورر مووی کا سین چل رہا تھا۔

رباب اور ارتضی ۔رباب popcorns کھا کم رہی تھی اور گرا زیادہ رہی تھی۔

"اف رباب ۔کیوں گند ڈال رہی ہو۔"ارتضی کوفت سے بولا تھا۔اور گرے popcorn اٹھا اٹھا کے ڈسٹ بن میں ڈال رہا تھا۔

"ارتضی چپ کریں۔" رباب نے اسکو ٹوکا۔ ارتضی نے رباب کو دیکھا تھا اسکے چہرے پہ پڑتی روشنی اسکے چہرے کو اور چمکا رہی تھی۔

"اوئے میری نئی نویلی دلہن۔" ارتضی کو مستی سوجھی۔

"ارتضی چپ کریں۔ ابھی یہ ویمپ اسکا خون پیے گی۔" رباب نے ارتضی کا موڈ غرق کیا۔

"اور جو تم میرے ارمانوں کا خون کر رہی ہو وہ۔" ارتضی نے اسکا رخ اپنی طرف موڑا۔

"مسٹر ارتضی مووی تو ہم ہارر دیکھ رہے ہیں مگر آپکو رومینس کیوں سوجھنے لگ گیا ہے۔" رباب نے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ مارا۔

"مجھے تب بھی رومینس ہی سوجھ رہا تھا جب تم نے اس رومینس سے بچنے کی خاطر یہ فضول مووی لگوائی تھی۔" ارتضی منہ پھیر کے بیٹھ گیا۔

"ارتضی آپکے ساتھ بیٹھ کے کوئی انسان مووی نہیں دیکھ سکتا۔ کر دیں بند۔" رباب نے چڑ کے کہا تھا۔ ارتضی ویسے ہی بیٹھا رہا تھا۔

"ارتضی۔۔۔ارتضی۔" رباب نے ارتضی کو مخاطب کیا مگر جواب ندارد تھا۔

"ناراض ہو گئے ہیں کیا؟؟" رباب نے اسکے کندھے پہ اپنی ٹھوڑی رکھی تھی۔

"رولنمبر ٹوئنٹی ٹو۔زیادہ بے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" ارتضی نے اسکو جھڑکا۔

"ارتضی۔مجھے ناں رولنمبر سے مت بلایا کریں۔آپ مجھے کوئی اجنبی لگنے لگتے ہیں پھر۔اور اگر ناراض ہوئے تو میں اس ویمپ کی طرح آپکا خون پی جاؤں گی۔" رباب نے اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ارتضی کی ہنسی چھوٹی۔ساتھ ہی گال کا ڈمپل نمایاں ہوا۔رباب بے اختیار اسکی طرف دیکھتی گئی۔

"شرم کرو لڑکی۔اپنے ہی شوہر پہ لائن مار رہی ہو۔" ارتضی نے اسکی محویت دیکھ کے کہا تھا۔

"نن۔نہیں وہ تو بس۔" رباب ہچکچائی۔

"رباب۔" ارتضی نے اسکا ہاتھ پکڑ کے اپنے ڈمپل پہ رکھا تھا۔رباب نے اچھنبے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔

"جی میڈم۔جانتا ہوں جب جب تم دیدے پھاڑ کے میرا ڈمپل دیکھا کرتی تھی اب نظر نہ لگا دینا۔" ارتضی نے مذاق اڑایا۔

"اب زیادہ فری نہ ہوں۔اگر اللہ نے آپکو ایک ڈمپل دے ہی دیا ہے تو۔" رباب چڑی۔

"ارتضی آپکو پتہ ہے جب آپکا ڈمپل میں دیکھتی ہوں ناں تو مجھے یوں لگتا ہے کہ میرا دل اس میں ڈوب اور ابھر رہا ہے۔مجھے تب اس دنیا کی کوئی اور چیز اتنی پیاری نہیں لگتی۔"رباب اسکا ڈمپل محسوس کرتی کہہ رہی تھی۔

"اور مجھے تم سے زیادہ کوئی چیز پیارئ نہیں لگتی۔اور اسوقت تو بلکل بھئ نہیں۔۔"ارتضی نے کہتے ساتھ ہی اس کے گرد اپنا حصار قائم کیا تھا۔رباب شرم سے دھری ہوتی جا رہی تھی۔